NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۸ ہشتم

No.................Date..........
Station..............Status..........
D.D. Class..........................
NAJAFI BOOK LIBRARY

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶
قیمت :

اِس کتاب بحار الانوار جلد ہشتم کے ترجمے کی اشاعت کے
جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں
کوئی فرد یا ادارہ اِس کے کلی یا جزوی حصے کو بغیر اجازتِ ناشر
شائع کرنے پر قانونی چارہ جوئی کا ذمہ دار ہوگا

بحار الانوار جلد ہشتم

تالیف ——— ملا محمد باقر مجلسیؒ

ترجمہ ——— مولانا سید حسن امداد صاحب قبلہ (ممتاز الافاضل)

مرتب وصحت ——— سید قیصر حسین مشہدی

کتابت ——— جعفر زیدی ۱۴/۹-۳۶ بی - لانڈھی

مطبع ——— سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

قیمت   روپے

عرضِ ناشر

خداوندِ عالم کا شکر صد ہزار اور اس کے احسانات بیشمار۔ نیز ماسوا ان کے اُس نے توفیقات و عنایات سے ہمیں اس طرح نوازا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی کتاب بے نظیر و بے مثیل "بحار الانوار" کی سات جلدیں قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکے ہیں۔ علامہ موصوف کی یہ ایک ایسی بیش بہا خدمت اور قوم کیلئے ایک ایسی نعمتِ بے بدل ہے جس کی اہمیت و عظمت اور افادیت کو تمام مشاہیر علماءِ دین نے تسلیم کیا ہے۔ کتابِ ھٰذا کی تمام جلدوں میں علم کا وہ خزینہ موجود ہے جس میں سیرتِ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ یعنی چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے علاوہ آپؑ کی احادیث، اقوال، تعلیمات، معجزات، بعض از تفسیرِ قرآن مجید نیز دیگر مختلف موضوعات پر جو انسانی زندگی کا اہم ترین جزو ہیں روشنی ڈالی گئی ہے

کسی بھی مترجم کے لیے یہ ایک بہت مشکل امر ہوتا ہے کہ وہ اصل کتاب کی تمام خوبیوں کو اپنے ادبی ماحول کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کے ترجمے میں سمو سکے کہ جس کی وجہ سے نفسِ مضمون اور اصل روحِ کتاب بھی مجروح نہ ہو اور سلیس، با محاورہ اور عام فہم ترجمہ منظرِ عام پر آجائے۔

ہم حضرت مولانا سیّد حسن امداد صاحب قبلہ کے انتہائی مشکور اور بیحد ممنون ہیں کہ اُنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود جلد ہشتم و دیگر جلدوں کا ترجمہ نہایت ہی شستہ اور خوبصورت زبان میں بیحد مربوط اور احسن طریقے سے تحریر فرمایا ہے۔ یقیناً آپ کا یہ امر انتہائی مستحسن اور لائقِ صد تحسین ہی نہیں ہے بلکہ خدا و رسولؐ اور ائمہؑ کے نزدیک اجرِ عظیم کا مستحق بھی ہے جو زادِ معاد کے لیے بہترین ذخیرہ ہے۔

ہم مولانا موصوف کی صحت و تندرستی اور عمر درازی کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حضرات معصومین علیہم السّلام تصدّق و توسّل سے دستِ دعاء بلند کرتے ہیں اور دعاء گو ہیں کہ آپ کا سایہ ہم پر عرصۂ دراز تک قائم و دائم رہے۔ (آمین بحقِ طٰہٰ و یٰسین)

آخر میں ہم جناب قیصر حسین مشہدی کے بھی بہ صمیمِ قلب شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کی تصحیح میں ہمارے ساتھ بے لوث تعاون فرما کر علم دوستی اور حُبِّ آلِ محمدؐ کا ثبوت دیا۔

احقر اے ایچ رضوی

فہرست تراجم اخبار و احادیث بحار الانوار

در حالات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
باب ۱ اوّل	
القاب، نقش خاتم، ولادت و شہادت	۱
تسمیہ لقب صادقؑ	۲
حلیۂ مبارک	۳
نقشِ خاتم	۳
تاریخ ولادت	۵
روایات بابت ولادت	۶
جائے دفن	۶
کفن	۷
امام زین العابدینؑ کے چند ثقہ اصحاب	۸
امامؑ نے منصور کو بھی اپنا وصی بنایا	۸
منصور کو اپنا وصی کیوں بنایا۔	۸
نماز کے لیے تاکید	۹
صلۂ رحم کی تاکید	۹
باب ۲ دوم	
نصوص بر امامت	
حضرت امام محمد باقرؑ کی نص	۱۲
اصحاب کے لیے وصیّت	۱۲
نجعلھم ائمۃ کے مصداق	۱۲
وصیٔ امام محمّد باقر علیہ السلام	۱۳
خیر البریۃ	۱۳
بچپن میں (آپؑ کا) تبلیغ علم	۱۴
باب ۳ سوم	
مکارم و محاسن، سیرت و اخلاق	
مالک بن انس کی نظر میں آپؑ کی سیرت	۱۶
آپؑ کا لباس	۱۷
اصحابِ پدر کے لیے طلبِ مغفرت	۱۷
پیری میں ترکِ مسواک	۱۷
اسمٰعیل بن امام جعفرؑ کی موت	۱۷
بیٹے کی موت پر آپؑ کے تاثرات	۱۸
خیر الجعافر	۱۸
فضیلت بزبانِ عمرو بن عبید بصری	۱۹
خیر النّاس	۱۹
مالک بن انس فقیہ کا بیان	۲۰
فقراء و مساکین کے ساتھ سلوک	۲۱
بازار میں سجدۂ شکر	۲۲
ایک خواب کی تعبیر	۲۳
مہمان نوازی	۲۴
روز مرّہ کی غذا	۲۴
احباب کو تحفہ	۲۴

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر	عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
آلِ محمدؐ کی بخشش (وعظا)	۲۴	روغنِ بنفشہ کے خواص	۴۵
خدا ترسی	۲۶	لوبان کے خواص	۴۵
کلام الامام	۲۶	آپؐ کے ملبوسات	۴۶
اوصافِ امام	۲۷	لئن شکرتم	۴۷
ایک سوال	۲۸	پروانۂ آزادی	۴۹
اللہ اور رسول سے بلاواسطہ روایت	۲۹	کھجور اور ان کے فوائد	۵۰
منبعِ علوم	۲۹	پا برہنہ تعزیت	۵۱
مصحفِ فاطمہؑ کی جامعیت	۳۲	امامؑ کی ایک دعا	۵۱
قبر امیرالمومنینؑ کی نشاندہی	۳۲	حمام کے بعد کی دعا	۵۱
آلِ رسول کا لحاظ کرو	۳۳	تلاوتِ کلامِ پاک کی مقدار	۵۲
ملائکہ نازل ہوتے ہیں	۳۳	چھینک آنا امن کی دلیل	۵۲
اللہ سے ڈرنا جلدی نہ کرنا	۳۴	پالتی مار کر بیٹھنا	۵۳
حاجت غیر سے بیان مت کرو	۳۴	تحریر میں استثناء	۵۳
قرآن مجید کا علم	۳۵	رضا بقضائہ	۵۳
مسافر نوازی	۳۶	حقوق کی ادائیگی	۵۴
کتابِ علی کے وارث	۳۸	تقیہ پر عمل	۵۵
کھجور کا درخت	۳۸	باغ کی پیداوار اور اس کی تقسیم	۵۵
گرم کھانے سے احتیاط	۳۹	حرمِ کعبہ کا احترام	۵۶
صدقے کی برکت سے روزی میں وسعت	۳۹	بچپن و جوانی میں عبادت	۵۷
داد و دہش کا طریقہ	۴۱	طلبِ رزق	۵۸
بنی ہاشم کی در پردہ مدد	۴۱	تجارت	۵۸
فطرہ کی اہمیت	۴۲	صلح کا طریقہ	۵۹
ارشادِ رسولِ مقبولؐ	۴۲	امامت کا اعلان	۶۰
بے تکلفی سے کھانا	۴۲	خالق کا کلام بزبانِ امامؑ	۶۱
طبِ صادق	۴۴	سرمایہ مختلف مقامات پر رکھنا چاہیے	۶۱
چاول کے فوائد	۴۵	رزقِ حلال	۶۱

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
ذخیرہ اندوزی نہ کرو	۶۲
عزلت نشینی	۶۳
نفاق منجملہ	۶۳
باب چہارم	
علومِ عالم، اخبار معجزات اور استجابتِ دعا	
استجابتِ دعا	۶۶
میرے جد نے زیادہ دیا ہوتا	۶۷
پنجشنبہ: شیعوں کے اعمال نامے	۶۷
جِنّ بھی امامؑ کی اطاعت کرتے ہیں	۶۸
زنادقہ کے ظہور کی پیش گوئی	۶۹
صحیفے میں شیعوں کے نام	۶۹
دشمن کے لیے بد دعا	۷۰
علم ما فی الضمیر	۷۱
مخلوقِ الٰہی میں شمار	۷۲
لوگوں کے افعال و اعمال کا علم	۷۶
ازالۂ شک	۷۸
آلِ محمدؑ کو دھوکا نہ دو	۷۸
ابوبصیر شامی کا ایک شامی سے وعدۂ جنّت	۸۰
اعجازِ دعا۔	۸۰
علم الاخبار	۸۱
زید کو موت کی خبر دینا	۸۱
مفضّل کی خبرِ مرگ	۸۲
ابو حمزہ کی موت کی خبر	۸۲
نیتوں کا علم	۸۳
بندر اور سور	۸۳

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
بینائی واپس آگئی	۸۴
احیائے موتیٰ	۸۴
احکامِ ذبح اور ذبیحہ	۸۵
مرغابی کے انڈے کھانے کی ممانعت	۸۵
نبطی زبان میں گفتگو	۸۶
عبرانی زبان	۸۶
علمِ منطق الطیر	۸۸
بہائم کی زبان کا علم	۸۹
زمین اپنے خزانے اُگلنے لگی	۹۰
انحرافِ حکمِ امام کا انجام	۹۱
جنّت کی سیر	۹۲
آلِ محمدؐ کے خیام عالمِ بالا میں	۹۴
معلّیٰ بن خنیس کی اہل و عیال سے ملاقات	۹۵
ایک اور اعجاز	۹۵
چند پیشین گوئیاں	۹۶
علومِ باطن	۹۸
درندوں سے حفاظت کی ایک عزیمت	۹۹
قبل از وقت موت کی اطلاع	۱۰۰
بد دعا کا اثر	۱۰۲
تقریر کا ہر شخص کا اپنی اپنی زبان میں سُننا	۱۰۲
ائمہؑ کے لیے نعمتیں	۱۰۳
سیرِ عالم	۱۰۴
تعلیم القرآن اور آپؑ کا اعجاز	۱۰۵
باطن کا علم	۱۰۵
اشارے پر پہاڑ کا چلنا	۱۰۵
چند معجزاتِ امام	۱۰۶

عنوانِ مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر	عنوانِ مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
مُردے کو زندگی بخشنا	۱۰۸	ایک پیشین گوئی	۱۴۱
علم ما فی الضمیر	۱۱۱	استجابتِ دعاء	۱۴۲
ابوموسیٰ کا خیال رکھنا	۱۱۲	جنّت الفردوس کے مکان کی خریداری	۱۴۳
قطع رحم کا انجام	۱۱۳	ابومسلم کے خط کا نذرِ آتش کرنا	۱۴۵
گم شدہ اونٹ کی بازیابی	۱۱۴	خلافت بنی عباس کی پیشین گوئی	۱۴۷
اللہ کا بندہ	۱۱۴	استجابت دعاء	۱۴۸
علم منایا	۱۱۵	خواب میں قرآن کی تعلیم	۱۴۹
سرداری کی پیش گوئی	۱۱۷	اخبارِ ما یکون	۱۴۹
اعرابی کا کتے کی شکل میں مسخ ہونا	۱۱۹	امانت میں خیانت	۱۴۹
معجزۂ حضرت ابراہیمؑ کا اعادہ	۱۲۰	سنگریزوں کا جواہرات بننا	۱۵۰
شاہِ ہند کا ایمان لانا	۱۲۱	صالحین کے ساتھ کھانے میں برکت ہوتی ہے	۱۵۱
عبدی کی زوجہ کی زندگی میں اضافہ	۱۲۴	ایک معجزۂ امام	۱۵۲
کنجی کا شیر کی شکل اختیار کرنا	۱۲۶	صراط و میزان اور شیعوں کا حساب کتاب	۱۵۴
جوابِ قرآن لکھنے کی جسارت	۱۲۷	فضیلتِ مومن	۱۵۶
مردم شناسی	۱۲۸	صبر و تحمّل کی ہدایت	۱۵۷
احیاءِ موتیٰ	۱۲۸	جنّ کا قاصد	۱۵۷
ہم تمام زبانوں کے عالم ہیں	۱۲۹	اپنی موت کی اطّلاع	۱۵۸
بنی عباس کے لیے پیش گوئی	۱۳۱	پہاڑ کا گریہ کرنا	۱۶۰
حبابہ والبیہ کے مسیحا	۱۳۱	آپ کے بیت الشرف کا نذرِ آتش کرنا	۱۶۰
آلِ محمدؐ سے محبّت کی کسوٹی	۱۳۴	دشمنِ علیؑ پر کالے ناگ کا تسلّط	۱۶۰
خونِ ناحق کس کی گردن پر ؟	۱۳۵	وعدہ وفائی	۱۶۱
زرہ اور عمامۂ رسولؐ آسمانی ہیں	۱۳۶	شجرۂ طوبیٰ کی لکڑی	۱۶۲
علم منایا	۱۳۷	شیر کا کان پکڑ کر دور ہٹا دیا	۱۶۳
جنگِ جمل کے متعلق اہلِ بصرہ کا سوال	۱۳۸	کوہِ ابوقبیس پر دعا	۱۶۴
علمِ امامؑ	۱۳۹	پروردگارا! مجھے جنت کے رُطب اور انگور کھلا دے	۱۶۶
ابوحنیفہ سے گفتگو	۱۴۱		

عنوان مضامین احادیث وغیرہ	صفحہ نمبر
باب ۵ پنجم	
دورِ منصور دوانیقی	
دشمن کی حکومت میں جینے کا سلیقہ	۱۶۸
دعاء برائے حفاظت از شرِ دشمن	۱۶۸
صلۂ رحم کے بارے میں احادیث	۱۷۲
منصور سے گفتگو	۱۷۳
حسنِ سلوک کی ضرورت	۱۷۷
منصور کی شکایت	۱۸۰
بہتان لگانے کی فوری سزا	۱۸۲
دعاء برائے حفظ از شرِ اعداء	۱۸۴
والیٔ مدینہ کو برسرِ منبر ٹوکنا	۱۸۸
ایمان کی مٹھاس	۱۸۹
مکھی کیوں پیدا کی گئی	۱۸۹
نسلِ علیؑ و فاطمہؑ کی برتری کی دلیل	۱۸۹
عجیب الخلقت مخلوق	۱۹۰
امام سے ملاقات کی تدبیر	۱۹۱
منصور کا قتلِ امامؑ سے دست کش ہونا	۱۹۲
بنی عباس سے خطاب	۱۹۵
منصور دوانیقی کی حکومت کی پیش گوئی	۱۹۵
معلیٰ بن خنیس کے قاتل کے لیے بد دعاء	۱۹۶
منصور آپؑ کو اژدہے کے خوف سے قتل نہ کرسکا	۱۹۸
سفارش کے اثرات	۱۹۹
منصور نے ملاقاتِ امام پر پابندی کیسے اٹھائی	۲۰۱
داؤد بن عروہ کے لیے بد دعاء	۲۰۲
دعاء برائے دفع شرِ اعداء	۲۰۳
اسنادِ دعائے حجاب	۲۰۵
منصور کا دنیا و آخرت سے محروم ہونا	۲۰۷
فرزندِ رسولؐ آپ میرے پاس کیوں نہیں آتے ؟	۲۰۸
نماز کی حدود چار ہزار ہیں	۲۰۹
محمد بن مروان اور سلطان توبہ کی گفتگو	۲۱۰
دنیا جائے عبرت ہے	۲۱۱
قبۂ حمرا اور یومِ ذبح	۲۱۵
مقام سالحین کا واقعہ	۲۲۱
جس نے آلِ محمدؐ کا خون بہایا اس کی سلطنت بھی گئی۔	۲۲۳
ماہِ رمضان کے روزے میں تقیہ	۲۲۵
اسیری کے بعد رہائی	۲۲۶
باب ۶ ششم	
امام ابوحنیفہ اور علماءِ عصر	
مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ	۲۳۰
عمرو بن عبید سے مناظرہ	۲۳۱
گناہانِ کبیرہ از روئے قرآن	۲۳۵
ابوحنیفہ کے چالیس سوالات	۲۳۶
علمِ نجوم و فلکیات	۲۳۷
علمِ نجوم کا عالم	۲۳۹
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۴۰
لڑکا اور اس کا تمام مال اس کے باپ کا ہے	۲۴۱
مستحب کو واجب پر مقدم نہ کرو	۲۴۲
ابوحنیفہ اور قیاس	۲۴۳
انسانی اعضاء کی تشریح	۲۴۳

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
سیدانی کی شادی خارجی سے ہرگز نہیں ہوسکتی	۲۴۴
اخلاطِ اربع	۲۴۵
کتاب "امتحان الفقہاء" کی دو روائتیں	۲۴۵
غسلِ جنابت کی وجہ	۲۴۶
شرکِ خفی	۲۴۶
مریض پر زنا کی حد جاری کرنا	۲۴۷
جیسا زمانہ ویسا لباس (کپڑا)	۲۴۷
ایک آیت کی تفسیر	۲۴۸
اللہ کسی کا نقصان نہیں چاہتا۔	۲۴۸
فنِ تحریر کی ابتداء	۲۴۹
ایک اور سوال	۲۵۰
کلبی کے چار مسئلے	۲۵۲
نمازِ استسقاء کی تعلیم	۲۵۷
حجرِ اسود کا بوسہ	۲۵۷
منسوخ آیات سے استدلال (صحیح نہیں ہے)	۲۵۸
دعائیں قبول نہ ہوں گی	۲۶۰
خرچ میں اعتدال کی تعلیم	۲۶۱
ایک جاہل کی قرآن فہمی	۲۶۵
بغلے کی قیمت لاشی	۲۶۷
امام ابوحنیفہ کا ایک آیت سے استدلال	۲۶۸
باب ہفتم	
حالاتِ ازواج واولاد	
تعدادِ اولاد	۲۷۲
اسماعیل بن امام جعفر صادق ع	۲۷۳
عبد اللہ بن امام جعفر صادق ع	۲۷۴

عنوان مضامین احادیث واخبار	صفحہ نمبر
اسحاق بن امام جعفر صادق ع	۲۷۵
محمد بن امام جعفر صادق ع	۲۷۵
علی بن امام جعفر صادق ع	۲۷۷
عباس بن امام جعفر صادق ع	۲۷۷
حضرت موسیٰ ع بن امام جعفر صادق ع	۲۷۷
اسماعیل کی موت پر آپ کے تاثرات	۲۷۸
وصیت نامے کے گواہ	۲۸۰
اسماعیل کا نماز میں قبلہ سے انحراف	۲۸۱
غسلِ مسِ میت کب واجب ہے	۲۸۵
شرابی کبھی امین نہیں ہوسکتا	۲۸۵
اسماعیل کو دنیا میں بدی کی سزا	۲۸۶
محمد بن جعفر ع اور امام رضا علیہ السلام	۲۸۷
محمد بن جعفر کی خلافت سے دستبرداری	۲۸۷
بچوں کی موت پر سال بھر نوحہ	۲۸۸
عبد اللہ بن جعفر ع	۲۸۸
عبد اللہ بن جعفر کا دعوائے امامت	۲۸۹
شطیطہ کا تحفہ قبول	۲۹۰
فرقۂ فطحیہ	۲۹۳
عبد اللہ بن جعفر کی خواہش	۲۹۳
سلسلۂ وصایت	۲۹۶
عبد اللہ فطیم بن امام جعفر ع کی وفات	۲۹۷
علی بن جعفر ع کا امام محمد تقی ع سے اظہارِ عقیدت	۲۹۸
باب ۸ ہشتم	
اہلِ خاندان کے حالات اور اولادِ حسن کا خروج	
محمد بن عبد اللہ بن حسن ع	۳۰۰
عبد اللہ بن حسن اور انکارِ امامت	۳۰۱

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
مصحف فاطمہ اور دیگر تبرکات	۳۰۳
اولادِ حسنؑ میں کوئی بادشاہ نہ ہوگا	۳۰۳
ابومسلم خراسانی	۳۰۵
محمد بن عبداللہ صاحبِ حجرِ زنابیر ہیں	۳۰۵
حسن بن حسن	۳۰۶
صلۂ رحم	۳۰۷
محمد بن عبداللہ کی بیعت کیلئے بنی ہاشم کا اجتماع	۳۰۸
خروجِ سفیانی کے وقت ظہورِ امامؑ	۳۲۱
طالبِ حق کا خروج	۳۲۱
ظہورِ امامؑ کی علامت	۳۲۲
عبداللہ بن حسن کی تلخ کلامی	۳۲۳
استجابتِ دعا بر ہمشیرۂ امام جعفرؑ	۳۳۰
انصارانِ مدینہ کی بدعہدی	۳۳۰
حسین بن زید کی پرورش	۳۳۱
اولادِ علی کو بغداد کی دیواروں میں چنوایا گیا	۳۳۲
عملِ امِ داؤد نیمۂ ماہ رجب میں	۳۳۳
دعائے محنت	۳۳۵
باب ۹ نہم	
آپ کی مدح کرنے والے شعراء	
اشجع سلمی کی منظوم التجاء	۳۳۸
سید بن محمد رحمۃ اللہ	۳۳۹
سید محمد حمیری کا عالمِ نزع	۳۴۰
آلِ محمدؐ کی مدح بزبانِ حمیری	۳۴۱
امامت کی گواہی نئے انداز میں	۳۴۴
حنوط و کفن	۳۴۵
توبۂ حمیری	۳۴۵

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
محبِّ علیؑ پر اللہ کی رحمت و بخشش	۳۴۲
سید ابن محمد حمیری کو سید الشعراء کا خطاب	۳۴۷
آنحضرتؐ سید حمیری سے فرمایا	۳۴۹
کمیت کے لیے شیر کی رہنمائی	۳۵۴
کمیت اور تائید روح القدس	۳۵۵
فہرست میں کمیت کا نام	۳۵۵
ابوہریرہ ابار کا مرثیہ	۳۵۶
باب ۱۰ دہم	
اصحاب و معاصرین کے حالات	
قاضی ابی لیلیٰ سے گفتگو	۳۵۸
عمران بن عبداللہ قمی کا ہدیہ	۳۵۹
قال اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ)	۳۶۰
ذریح محاربی قرآن کے باطن کا متحمل ہے	۳۶۱
زرارہ کی توثیق	۳۶۲
آلِ محمد کی محبت کو حقیر نہ سمجھو	۳۶۲
چار پسندیدہ اشخاص	۳۶۳
مفضل بن عمر کی تعریف	۳۶۳
خالد بن نجیح جواز	۳۶۳
عبدالرحمن بن حجاج و ابوعبیدہ	۳۶۴
اہلبیت میں بارہ محدث ہوں گے	۳۶۴
معلی بن خنیس	۳۶۴
چند معتمدین	۳۶۵
ہشام بن سالم اور صاحبِ طاق	۳۶۵
ابوالخطاب وغیرہ	۳۶۸
ہارون بن سعید	۳۶۸
عبداللہ بن عجلان	۳۷۰

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
حسن بن زیاد عطار	۳۷۰
عیسیٰ بن عبداللہ قمی	۳۷۲
رسولؐ کا غلام شقرانی	۳۷۳
وابستگانِ درِ دولتِ امامؑ	۳۷۳
میسر بن عبدالعزیز	۳۷۴
اہلِ کوفہ کا سردار	۳۷۵
سعیدہ کنیزِ امامؑ	۳۷۵
حمران بن اعین	۳۷۵
معلیٰ بن خنیس کا قتل اور امامؑ کی بددعا	۳۷۶
غلط روایات منسوب کرنے والے	۳۷۸
سلیمان بن اعمش اور امام ابوحنیفہ	۳۸۳
طاؤسِ یمانی	۳۸۴
عباد بن کثیر بصری	۳۸۵
حسنِ نیت کا پھل	۳۸۵
آدابِ دسترخوان	۳۸۷
نیک بندوں کا حق	۳۸۷
وقتِ احتضار حضرت علیؑ کی آمد	۳۸۹
سفیان سے خطاب	۳۹۰
معلیٰ بن خنیس اور نمازِ عید	۳۹۱
ڈراؤنے خواب اور اُن کا علاج	۳۹۲
برادرِ مومن کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ	۳۹۲
دینِ خدا سے روکنے والے	۳۹۳
مسجدِ خیف میں خطبۂ رسول اللہؐ	۳۹۴
بنی امیہ کی ملازمت یا عطیات	۳۹۶
اللہ روزی دے گا	۳۹۷
اصیل اور جنگلی کھجور	۳۹۸

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر
حجرِ اسود کا بوسہ	۳۹۹
مقامِ جبرئیل اور قبولِ دعا	۴۰۰
سفارشی خط	۴۰۱
غلام کا آزاد کرنا	۴۰۲
حکمِ تقیہ	۴۰۳
شیعوں کی قلت	۴۰۴
زکریا بن ابراہیم کو والدین کی خدمت کا حکم	۴۰۶
امام ابوحنیفہ کا ایک عجیب فتویٰ	۴۰۷
ایک دکاندار کو ہدایت	۴۰۹
ابوالخطاب کا غلو	۴۱۱
زنِ مومنہ کی رہائی کے لیے دعا	۴۱۲
شیعوں کو دنیا میں ہی گناہوں کی سزا مل جاتی ہے	۴۱۵
پریشانی میں برادرِ مومن کی دعوت کرنا	۴۱۶
بنی امیہ کی ملازمت سے نجات	۴۱۷
عدل سے کام لینا مشکل (کام) ہے	۴۱۸
عبدالرحمٰن بن سبابہ	۴۱۹
محمد بن مسلم	۴۲۲
شیعانِ علیؑ کا ذکر قرآن میں	۴۲۲
قاضی کے نزدیک شیعہ کی گواہی قبول نہیں۔	۴۲۷
مومنِ طاق	۴۲۸
ابنِ مسکان	۴۲۹
حریز اور اصحابِ حریز	۴۲۹
مفضل بن عمر	۴۲۹
باب ۱۱ یازدہم	
مخالفین سے مناظرے	
مومنِ طاق اور ابنِ ابی حذرہ کے درمیان مناظرہ	۴۳۲

عنوان مضامین احادیث و اخبار	صفحہ نمبر		
مومنِ طاق اور امام ابوحنیفہ	۴۳۷	مومنِ طاق اور ابن ابی العوجا دہریہ	۴۴۷
فضال بن حسن اور امام ابوحنیفہ	۴۳۸	مومنِ طاق اور امام ابوحنیفہ	۴۴۹
ہشام بن حکم اور ابوعبیدہ معتزلی کا مناظرہ	۴۴۰	مردِ شامی کی گفتگو	۴۴۹
محمد بن نوفل اور حبیب بن نزار	۴۴۰	حریز اور امام ابوحنیفہ	۴۵۲
محمد بن مسلم کی گواہی کا واقعہ	۴۴۲	محمد بن مسلم اور امام ابوحنیفہ	۴۵۳
مومنِ طاق اور زید بن علی سے گفتگو	۴۴۶	مسئلۂ متعہ پر بحث	۴۵۴
مومنِ طاق اور ضحاک خارجی سے مناظرہ	۴۴۶	محمد بن مسلم ثقفی سے اغیار کا اخذِ فقہ	۴۵۵

بحار الانوار

باب

۱

القاب، نقشِ نگین، ولادت اور شہادت

ANSAR

(١) تسمیۂ لقب "صادق"

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت علی بن الحسینؑ
اور اُنھوں نے اپنے پدر وجدِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب میرا فرزند جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ پیدا ہو تو اُس کا نام صادق رکھنا، اس لیے کہ اس سے آگے بڑھ کر میری ہی نسل میں سے ایک اور شخص کا نام جعفر رکھا جائے گا، جو ناحق دعویٰ امامت کرے گا اور اسے لوگ (جعفر) کذاب کہیں گے۔

(علل الشرائع ص ٢٣٤)

• ـــ معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ آپ کا نام جعفر صادقؑ اس لیے ہے تاکہ آپ میں اور اُس شخص میں جو آپ کا ہمنام ہوگا اور ناحق دعویٰ امامت کرے گا، فرق ہو جائے اور وہ دوسرا شخص جعفر بن امام علی النقیؑ ہوگا جو دوسرے فطحیہ کا امام ہے۔ (معانی الاخبار ص ٦٥)

• ـــ ابوخالد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند محمدؑ جو علم کو کماحقہٗ شگافتہ کرے گا۔ محمدؑ کے بعد جعفرؑ جن کا نام اہلِ آسمان میں صادق ہوگا۔

میں نے عرض کیا، صرف اُنہی کا نام صادقؑ کیوں (ہوگا) ویسے تو آپ سب ہی حضرات صادق ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا فرزند جعفر بن محمدؑ بن علی بن الحسین بن علی ابنِ ابی طالبؑ پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا اس لیے کہ اس کی پانچویں نسل میں سے بھی ایک شخص کا نام جعفر ہوگا اور اللہ پر کذب و افترا کرتے ہوئے دعویٰ امامت کرے گا۔ اللہ کے نزدیک وہ جعفرِ کذّاب ہوگا، اور اسی نام سے پکارا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے قدرے گریہ کیا، اور فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس دور کا ظالم وجابر بادشاہ جعفر کذّاب کو اُس دور کے ولیٔ امر پر تحقیق و تفتیش کے لیے حکومت کا لالچ دیکر مقرر کر رہا ہے۔ (الخرائج والجرائح ص ١٩٥)

۲ ـــ حلیۂ مبارک

مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میانہ قد، روشن چہرہ، سیاہ گیسو، ستوان اور کھڑی ناک، کشادہ پیشانی دُبلے پتلے سینے پر چھوٹے چھوٹے بال، چہرے پر جا بجا سُرخ تل نمایاں تھے۔

آپؑ کا اسمِ گرامی جعفر، کُنیت ابو عبداللہ، ابو اسماعیل، ابو الخاص، ابو موسیٰ تھی، اور القاب: صادق، فاضل، طاہر، قائم، کامل اور منجی، تھے۔ گروہِ شیعہ حضرات انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے جعفری کہلائے جاتے ہیں اور اسلامی شریعت کی آپؑ نے اس قدر ترویج و اشاعت فرمائی کہ فقہِ اسلامی، فقہِ جعفری کہلائی جانے لگی۔ آپ کی مسجد حلہ میں ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص۴۰۰)

۳ ـــ نقشِ خاتم

حسین بن خالد سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام جعفر بن محمدؑ الصادق علیہ السلام کی انگوٹھی (خاتم) پر یہ کندہ تھا۔ " واللہ ولیی وعصمتی من خلقہ "

(امالی شیخ صدوق ص۴۵۸)

• ـــ محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی جعفرؑ، کُنیت، ابو عبداللہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو اسماعیل تھی۔ اور "القاب" بہت سے ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور "صادق" ہے۔ اور صابر و فاضل و طاہر بھی آپؑ کے القاب ہیں۔ (مطالب السئول ص۸۱)

• ـــ فصول المہمہ میں بھی اسی کے مثل مرقوم ہے اور یہ بھی ہے کہ آپ کا نقشِ خاتم " ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ " تھا۔

(فصول المہمہ ص۲۰۹)

• ـــ آپؑ کی انگوٹھی کا نقشِ نگیں " اللہ خالق کل شی " تھا۔ (مصباح کفعمی ص۵۲۲)

• ـــ مکارمِ اخلاق کتاب العباس میں حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی انگوٹھی کی قیمت لگائی گئی تو میرے پدرِ بزرگوار نے اس کو سات میں لے لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کیا سات درہم میں؟ آپ نے فرمایا نہیں سات دینار میں۔ (مکارم الاخلاق ص۹۵)

• ـــــ محمد بن عیسیٰ نے صفوان سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی انگوٹھی نکالی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس کا نقشِ نگیں " انت ثقتی فاعصمنی من خلقك " تھا (مکارم الاخلاق ص۹۵)

• ـــــ اسماعیل بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میرے جد حضرت امام جعفر بن محمدؑ کی انگوٹھی مکمل چاندی کی تھی اور اس پر یہ نقش تھا " یا ثقتی قنی شر جمیع خلقك "

اور میراث میں عبد اللہ بن جعفرؑ پر میرے والد کے پچاس دینار زائد نکلتے تھے تو میرے والد نے اس انگوٹھی کو اس کے عوض خرید لیا۔ (مکارم الاخلاق ص۱۰۳)

• ـــــ حفص بن غیاث نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری انگوٹھی پر " الله خالق کل شئ " نقش ہے۔

(الکافی جلد ۶ ص۴۷۲)

• ـــــ ابراہیم بن عبد الحمید سے روایت ہے کہ معتب میری طرف سے ہو کر گذرا اس کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

اُس نے جواب دیا، یہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی انگوٹھی ہے۔ میں نے اس کا نقشِ نگیں پڑھنے کے لیے لیا تو اُس پر یہ نقش تھا۔ " اللھم انت ثقتی فقنی شر خلقك " (الکافی جلد ۶ ص۴۷۳)

• ـــــ بزنطی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی انگوٹھی نکالی تو میں نے دیکھا کہ اُس پر یہ نقش ہے " انت ثقتی فاعصمنی من الناس " (الکافی جلد ۶ ص۴۷۳)

• ـــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا نقشِ خاتم " الله عونی و عصمتی من الناس " تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نقش " انت ثقتی فاعصمنی من خلقك " تھا، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ " ربی عصمنی من خلقه " تھا۔

آپؑ کے القاب: صادق، فاضل، باقی، کامل، منجی، صابر، فاطر اور طاہر تھے۔

آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی اُمِ فروہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اُم القاسم فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔

(۴) تاریخِ ولادت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ بروز جمعہ وقت طلوع فجر ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بروز دوشنبہ ہوئی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ۸۶ھ میں ہوئی۔
(روضۃ الواعظین ص ۲۵۳، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۹۹)

اب رہ گیا آپؑ کی عمر کا سوال، تو آپؑ کی وفات ۱۴۸ھ کے اندر عہدِ منصور دوانیقی میں ہوئی، اِس حساب سے آپ کی عمر ۶۳ سال ہوتی ہے اور بظاہر یہی ہے اِس کے علاوہ آپ کی عمر اور بھی بتائی جاتی ہے۔ آپ کی قبر مدینۂ منورہ کے اندر بقیع میں ہے۔ یہ وہ قبرستان ہے جس کے اندر آپ کے پدر بزرگوار، آپ کے جدِ نامدار اور چچا دفن ہیں۔

حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کی والدۂ گرامی اُمِ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں، جو اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ آپؑ ۸۰ھ (جس سال وبا پھیلی تھی) میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔

• ــــ محمد بن سعید کا بیان ہے کہ جب محمد بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مدینہ چھوڑ کر اپنی جاگیر فرع چلے گئے (تاکہ لوگ اس میں آپ کو ملوث نہ کریں) اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ محمد قتل کر دیے گئے۔ اُن کے قتل کے بعد جب ہر طرف امن و سکون ہو گیا تو مدینہ واپس آ گئے۔ پھر وہیں رہے یہاں تک کہ ۱۴۸ھ میں آپ نے ابوجعفر منصور دوانیقی کے عہدِ خلافت میں وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سن اکہتر (۷۱) سال کا تھا۔

• ــــ ابنِ خشاب نے محمد بن سنان سے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وفات پائی تو اس وقت آپؑ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ۶۸ سال کی تھی اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ آپؑ کی ولادت ۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپؑ اپنے جدِ نامدار حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کے ساتھ بارہ سال اور چند دن رہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اپنے جد کے ساتھ پندرہ سال رہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات اُس وقت ہوئی جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام چونتیس (۳۴) سال کے تھے۔ دونوں میں سے ایک روایت کے بموجب۔ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد آپ چونتیس (۳۴) سال زندہ رہے۔ لہٰذا دونوں میں سے ایک روایت کے بموجب آپؑ کی عمر ۶۵ سال اور دوسری روایت کے بموجب ۶۸ سال ہوئی یہ زارع کا بیان ہے لیکن پہلی ہی روایت صحیح ہے۔ آپ کی والدہ امِ فروہ بنتِ قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۱۵)
(اعلام الوریٰ ص ۲۶۶)

⑤ روایات بابت ولادت وشہادت

حضرت امام ابوعبد اللہ
جعفر صادق علیہ السلام ۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ماہِ شوال ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ ۶۵ سال حیات پائی، بقیع میں دفن کیے گئے۔ آپ کی والدۂ محترمہ اُمّ فروہ بنتِ قاسم بن محمد تھیں جو اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ (الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۷۲)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دوشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینۂ منورہ میں تولد ہوئے اور ماہ شوال میں (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نصف رجب بروزِ دوشنبہ ۱۴۸ھ میں انتقال فرمایا، اُس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ آپ کی والدۂ محترمہ اُمِ فروہ بنتِ قاسم بن محمد تھیں۔ جعفی کا قول ہے کہ ان کا نام فاطمہ اور کنیت اُمِ فروہ تھی۔
(دروس شہید علیہ الرحمہ کتاب المزار صفحہ ۱۴۵)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۸۳ھ میں تولد ہوئے۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور ۱۴۸ھ میں انتقال فرمایا اُس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ دورِ منصور دوانیقی میں زہر سے شہید کیے گئے اور تاریخِ غفاری میں ہے کہ آپ کی تاریخِ ولادت ۱۷ ربیع الاول ہے۔ (فصول المہمہ صفحہ ۲۰۸-۲۱۲)

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بروز دوشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت عہدِ عبدالملک بن مروان میں ہوئی، اور بروز دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۴۸ھ میں انگور کے اندر زہر پیوست کرکے آپ کو دیا گیا جس سے آپ نے وفات پائی۔ (مصباحِ کفعمی صفحہ ۵۲۳)

⑥ جائے دفن

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ۸۳ھ میں مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ماہِ شوال ۱۴۸ھ میں انتقال فرمایا، ۶۵ سال کی عمر پائی، بقیع میں اپنے پدرِ بزرگوار اور اپنے جدِّ نامدار حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ کی والدۂ محترمہ جناب اُمِ فروہ بنتِ قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ آپ کا دورِ امامت ۳۴ سال رہا۔ (الارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۲۸۹)

(۷) کفن

یونس بن یعقوب راوی ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن اوّل یعنی (حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ) کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار کو ۲ دو شطوی مصری لباسوں میں جس کے اندر آپ احرام باندھا کرتے تھے، ان کی قمیضوں میں سے ایک قمیض حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے عمامے اور ایک چادر جس کو میں نے چالیس دینار میں خریدا تھا کفن دیا۔

(الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۷۵)

• ـــــ کافی میں عمر بن سعید سے بھی یہی روایت ہے۔ مگر اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا اگر آج کا زمانہ ہوتا تو وہ چادر چار سو دینار کی ہوتی۔

(کافی جلد ۳ صفحہ ۱۴۹، تہذیب جلد ۱ صفحہ ۴۳۴، استبصار جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

• ـــــ عبد العلی مولی آلِ سام سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار مجھے جو کچھ اُن کے پاس تھا سب سپرد کر چکے تھے مگر جب وقتِ وفات قریب آیا تو فرمایا "چند گواہ بُلا لاؤ۔"

میں نے قبیلۂ قریش کے چار آدمی بلا لیے جن میں سے ایک نافع مولیٰ عبداللہ ابن عمر بھی تھے۔ ان سے کہا کہ لکھو۔ یہ وہ بات ہے کہ جن کی وصیّت حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزندوں سے کی تھی۔ " يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۞ (سورۂ بقرۃ آیت ۱۳۲) (اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے دین کا انتخاب کر لیا ہے اور یاد رکھو! کہ تمھیں موت نہ آجائے مگر اس حالت میں کہ تم مطیعِ کامل بن چکے ہو۔) ... اور اب محمدؐ بن علی وصیت کرتے ہیں جعفر بن محمدؐ کو اور انھیں حکم دیتے ہیں کہ ہمیں اس چادر کا کفن دینا جس کے اندر میں ہر جمعہ کو نماز پڑھتا تھا، اور کفن میں وہی عمامہ رکھنا جو میں استعمال کرتا تھا، میری قبر چوکور ہو، اور چار انگل سے زیادہ اونچی نہ ہو۔ دفن کے وقت میرے تمام بندِ کفن کھول دینا۔ اس کے بعد گواہوں سے کہا، اللہ تم لوگوں کا بھلا کرے۔ اب تم لوگ واپس جا سکتے ہو۔

میں نے عرض کیا، بابا! یہ کونسی اہم بات تھی جس کی گواہی کے لیے آپ نے اتنے آدمی بلا لیے؟

آپؑ نے فرمایا، اے فرزند! مجھے یہ پسند نہ آیا کہ تمھیں لوگ مغلوب کر لیں اور کہنے لگیں کہ ان کو وصی ہی نہیں بنایا گیا ہے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ تمھارے پاس اس کی دلیل رہے۔

(الارشاد صفحہ ۲۸۹)

(۸) امام زین العابدینؑ کے چند ثقہ اصحاب

اسحاق بن جریر کا بیان ہے
کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو خالد کابلی یہ لوگ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کے ثقہ اصحاب میں سے تھے اور میری والدہ ان عورتوں میں سے تھیں جو ایمان لائیں، تقویٰ اختیار کیا اور نیکیاں کرتی رہیں۔ (کافی جلد ۳ صـ ۴۷۲)

(۹) امامؑ نے منصور کو بھی اپنا وصی بنایا

ابو ایوب خوزی کا بیان ہے کہ مجھے
ابو جعفر منصور نے نصف شب میں طلب کیا، جب میں پہونچا تو دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے سامنے شمع اور ہاتھ میں ایک خط ہے۔ میں نے سلام کیا تو اُس نے وہ خط میری طرف پھینک دیا اور بولا لو دیکھو! یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے جس میں یہ تحریر ہے کہ جعفر بن محمدؑ نے وفات پائی۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور بولا اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ یہ اس نے تین بار کہا، پھر بولا، افسوس! اب جعفر بن محمدؑ کا مثل کہاں ہے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا کہ اس کا جواب لکھو۔

میں نے خط کا سرنامہ لکھا تو وہ بولا، لکھو "! اگر جعفر بن محمدؑ نے کسی کو اپنا وصی بنایا ہے تو اسے بُلاؤ اور اُس کی گردن ماردو۔"

اِس کا جواب وہاں سے یہ لکھ کر آیا کہ جعفر بن محمدؑ نے پانچ اشخاص کو اپنا وصی بنایا ہے۔ اُن میں ایک تو خود ابو جعفر منصور ہیں، دوسرے محمد بن سلیمان، پھر عبداللہ بن جعفرؑ اور موسیٰؑ بن جعفرؑ اور حمیدہ۔

منصور نے یہ جواب پاکر کہا، پھر ان لوگوں کو تو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

(غیبتہ طوسیؒ صـ ۱۲۹، الکافی جلد ۱ صـ ۳۱۰)

(۱۰) منصور کو اپنا وصی کیوں بنایا؟

داؤد بن کثیر رقّی کا بیان ہے کہ
ابو حمزہ ثمالی کے پاس ایک اعرابی آیا، اُس سے پوچھا کوئی نئی خبر لائے ہو؟

اُس نے کہا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام انتقال فرماگئے۔

یہ سُن کر ابو حمزہ نے ایک چیخ ماری اور گر کر بیہوش ہوگئے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو پوچھا، اُنھوں نے کسی کو اپنا وصی بھی بنایا ہے؟

اُس نے کہا، ہاں۔ اُنھوں نے اپنے دونوں فرزند عبداللہ اور موسیٰ کو، نیز ابوجعفر منصور کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔

یہ سُن کر ابوحمزہ ثمالی ہنسے اور بولے۔ اُس خدا کا شکر ہے جس نے ہماری صحیح ہدایت فرمائی بڑے کو پہچنوایا اور چھوٹے کی طرف رہنمائی فرمائی، اور اس میں ایک امرِ عظیم پوشیدہ کیا۔

پوچھا اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب دیا، مطلب یہ ہے کہ بڑے کے عیوب ظاہر کردیے، چھوٹے کی طرف اشارہ کردیا، اس میں اُس کا نام دے کر، منصور سے اصل وصی کو چھپالیا۔ کیونکہ اگر منصور کسی سے پوچھے گا کہ جعفرؑ بن محمدؐ کا وصی کون ہے تو جواب یہی ملے گا کہ تم ہو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۱۱) ـــــ نماز کے لیے تاکید

ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات پر تعزیت کے لیے اُمِ حمید کے پاس گیا۔ وہ رونے لگی اور اس کے رونے پر مجھے بھی رونا آگیا، پھر بولی اے ابومحمدؐ! اگر تم حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کو وقتِ احتضار دیکھتے تو تمھیں تعجب ہوتا۔ اُنھوں نے اُسی عالمِ احتضار میں آنکھیں کھولیں اور فرمایا "ہر اُس شخص کو جس کے اور میرے درمیان قرابت ہے، میرے پاس بُلا لاؤ۔ ہم نے ایک ایک کرکے سب ہی کو جمع کیا اور اُن کے پاس پہونچے۔ آپ نے ایک سرسری نظر سب پر ڈالی، پھر فرمایا، سنو! ہماری شفاعت اس کو نصیب نہ ہوگی جو نماز کا استخفاف کریگا"۔ (یعنی جو نماز کو خفیف اور سُبک جان کر پڑھے گا اُس کو ائمہؑ کی شفاعت نصیب نہ ہوسکے گی)

(ثواب الاعمال صـ۲۰۵)

• ـــــ مثنی نے بھی ابوبصیر سے یہی روایت کی ہے۔ (المحاسن برقی جلد ۱ صـ۸۰)

• ـــــ ابوبصیر سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن اول امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میرے پدرِ بزرگوار کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا "اے فرزند سنو! ہماری شفاعت اُس شخص کو نصیب نہ ہوگی جو نماز کا استخفاف کرے گا"۔

(الکافی جلد ۳ صـ۲۷۰)

(۱۲) ـــــ صلۂ رحم کی تاکید

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام

کی کنیز سالمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں وقتِ وفات آپ کی خدمت میں حاضر تھی آپ غش میں تھے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا "حسن بن علی بن الحسین افطس کو ستر دینار دیدو اور فلاں کو اس قدر اور فلاں کو اس قدر۔"

میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو عطا فرما رہے ہیں جس نے آپ کے قتل کے ارادے سے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تھا۔

آپ نے فرمایا، کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میرا شمار اُن لوگوں میں نہ ہو جن کے متعلق اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے کہ "وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ (سورۂ رعد آیت ۲۱)

" اور وہ جو جوڑتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے (ملانے) کا حکم دیا ہے۔ اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی سے خائف رہتے ہیں۔"

ہاں، اے سالمہ سُن! اللہ تعالیٰ نے جنت خلق کی تو اس کو ایسا طیّب اور خوشبو دار بنایا کہ اس کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت تک محسوس کی جاتی ہے مگر اس کی خوشبو اپنے باپ کی نافرمان اور عاق شدہ اولاد نیز قاطعِ رحم کو نصیب نہ ہوگی۔ (غیبتہ طوسیؒ ص ۱۲۸)

" وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ "

بحار الانوار

باب

۲

نصوص بر امامت

ANSAR

(۱) حضرت امام محمد باقرؑ کی نص

ابی نضرہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بُلایا تاکہ اب عہدۂ امامت ان کے سپرد کر دیں تو ان کے بھائی جناب زید بن علی بن الحسینؑ بھی اس وقت موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا کہ امامت ایک ایسا عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے طے شدہ امر ہے اور میرے بعد میرا فرزند جعفرؑ ہی حجتِ خدا ہے۔ یہ امرِ الٰہی ہے جو پہلے ہی سے طے ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۴۰)

(۲) اصحاب کے لیے وصیت

کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا وصی بنایا ایک کھلی ہوئی وصیت میں اور اُن کی امامت کے متعلق واضح اور روشن نص فرمائی۔ چنانچہ محمد بن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے اور اُنھوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا کہ جب میرے پدرِ بزرگوار کا وقتِ وفات قریب ہوا تو آپ نے فرمایا اے جعفر! میں تم کو اپنے اصحاب کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، خدا کی قسم میں آپ کے اصحاب کو ہرگز نہ چھوڑوں گا، سب کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گا۔ اگر ان میں سے کوئی شخص مصر میں بھی ہو تو اس کو کسی دوسرے سے سوال کی ضرورت نہ رہے گی۔ (الارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۲۸۹)

- اعلام الوریٰ اور کافی دونوں میں ابن عمیر سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۷، الکافی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

(۳) نجعلھم ائمۃً کے مصداق

ابو صباح کنعانی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ

کی طرف دیکھا، پھر مجھ سے فرمایا، تم انھیں دیکھتے ہو یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ "وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (سورۂ قصص آیت ۵) (الارشاد صـ ۲۸۹)

"اور ہم نے چاہا کہ جو زمین میں بے بس کیے گئے تھے اُن پر احسان کریں، اور اُنھیں پیشوا (امام) بنادیں، اور اُنھیں وارث قرار دیں۔"

• ــــ اعلام الوریٰ اور کافی میں بھی وشاء سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ صـ ۲۸۹، کافی جلد ا صـ ۳۰۶)

(۴) ــــ وصی امام محمد باقر علیہ السلام

جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے

اُن کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا؟

آپؑ نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا بخدا میرا یہ فرزند میرا وصی اور وارثِ محمدؐ ہوگا۔

• ــــ ھمام بن نافع سے روایت ہے کہ ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، "جب میں تم سے جدا ہو جاؤں تو اِن کی اقتدا کرنا، میرے بعد یہی امام اور خلیفہ ہیں۔

(۵) ــــ خیر البریّہ

علی بن حکم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے صحابی طاہر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اسی اثنا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آگئے۔ تو حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا "یہ خیر البریّہ ہیں"

(الارشاد صـ ۲۸۹)

• ــــ اعلام الوریٰ اور کافی دونوں میں علی بن حکم سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ صـ ۲۶۸ کافی جلد ا صـ ۳۰۲)

• ــــ کافی میں رواۃ کے دوسرے سلسلے کے ساتھ طاہر صحابی امام محمد باقرؑ سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ا صـ ۳۰۷)

٦ — بچپن میں مبلغ علم

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اسی اثناء آپ کے فرزند جعفر بن محمد علیہ السلام آگئے۔ آپؑ نے اپنے فرزند کو گلے سے لگالیا اور مجھ سے فرمایا۔ "اے محمد بن مسلم! میرے بعد یہ تمہارے امام ہوں گے ان کی اقتداء کرنا اور ان کے علم سے افادہ اُٹھانا۔ خدا کی قسم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ "صادق" ہیں۔ ان کے شیعہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور ان کے دشمن ہر نبی کے بقول ملعون ہیں۔

یہ سُن کر امام جعفرؑ بن محمدؑ کا چہرہ خوشی و مسرت سے شادمان ہو گیا۔ امام محمد باقرؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ ابھی بچے ہیں لیکن ان سے کچھ سوالات کرو۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! ہنسی کہاں سے آتی ہے؟

امام جعفرؑ بن محمدؑ نے ارشاد فرمایا، اے محمد بن مسلم سنو! عقل کا تعلق قلب سے ہے، حُزن کا تعلق جگر سے ہے، تنفس کا تعلق پھیپھڑے سے اور ہنسی کا تعلق طحال سے ہے۔

اس کم سنی میں اس قدر جامع جواب سن کر میں نے اُٹھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

(کفایۃ الاثر ص ۳۲۱)

بحار الانوار

باب ۳

مکارم و محاسن، سیرت واخلاق

ANSAR

(۱) آپ کی سیرت فقیہ مدینہ مالک بن انس کی نظر میں

محمد بن زیاد یزدی کا بیان ہے کہ میں نے فقیہِ مدینہ مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں برابر امام صادق جعفر بن محمدؑ کے پاس جایا کرتا تھا، وہ میری قدر کرتے اور اپنا تکیہ میری طرف بڑھا دیتے اور فرماتے 'اے مالک! مجھے تم سے محبت ہے۔

یہ سُن کر میں بہت خوش ہوتا اور اللہ کا شکر ادا کرتا۔

مالک کا بیان ہے کہ: "حضرت امام صادق جعفر بن محمدؑ کی ذات وہ تھی کہ میں نے انھیں تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ضرور پایا۔" یا وہ روزہ دار ہوتے، یا نماز کے لیے کھڑے ہوتے، یا ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔" اُن کا شمار اُن بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں میں ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

آپ بہت خوش گفتار، شیریں زبان، پُرلطف اور کثیر الفوائد شخص تھے۔ جب آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے تو کبھی آپ کا چہرہ شگفتہ و شاداب ہو جاتا اور کبھی ایسا زرد پڑ جاتا کہ آپ پہچانے بھی نہ جا سکتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اُن کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ جب آپ احرام باندھنے کی جگہ سے اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے تو جب بھی لبیک کہنے کا ارادہ کرتے، آپ کی آواز گلوگیر ہو جاتی اور آپ اپنی سواری سے گرتے گرتے بچتے۔ میں نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ! لبیک کہیے یہ کہنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا، اے ابن عامر! میں لبیک اَللّٰھم لبیک کہنے کی کیسے جسارت کروں، ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب نہ مل جائے کہ لا لبیک ولاسعدیک

(خصال ص ۷۹، علل الشرائع ص ۲۳۴، امالی شیخ صدوق ص ۱۶۹

مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۹۵)

• ـــ کتاب الروضہ میں بھی یہی حدیث مذکور ہے۔

(۲) آپؑ کا لباس

علی بن یقطین کے موذن حفص بن محمدؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام صادق جعفر بن محمدؑ کو خز کا سنہری جُبّہ پہنے ہوئے دیکھا۔
(قرب الاسناد صہ ۱۱)

• کتاب کافی میں محمد بن عیسیٰ سے بھی یہی روایت مرقوم ہے۔ (کافی جلد ۶ صہ ۴۵۲)

(۳) اصحابِ پدر کیلئے طلبِ مغفرت

ابن رئاب سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو بحالتِ سجدہ یہ کہتے ہوئے سُنا کہ پروردگارا! میرے پدرِ بزرگوار کے اصحاب کو بخش دے۔ میں جانتا ہوں کہ اُن میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو میری منقصت کرتے ہیں۔ (قرب الاسناد صہ ۱۰۱)

(۴) پیری میں ترکِ مسواک

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ کے غلام مسلم کا بیان ہے کہ وفات سے دو سال پہلے امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مسواک کا استعمال ترک کردیا تھا، اِس لیے کہ آپؑ کے دانت کمزور ہو چکے تھے۔ (علل الشرائع صہ ۲۹۵)

(۵) اسماعیل بن جعفرؒ کی موت

ابو محمدؒ نے اپنے آباء سے اور اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو آپؑ کی اولادِ اکبر اسماعیل بن جعفرؒ کی خبرِ مرگ اس وقت سُنائی گئی جب آپ طعام نوش فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے اور آپؑ کے مصاحبین جمع تھے۔ اس خبر کو سُن کر آپؑ تبسّم فرمایا اور کہا دسترخوان لگاؤ۔ پھر آپ دسترخوان پر مع مصاحبین بیٹھ گئے اور جتنا روزانہ نوش فرماتے تھے اس سے کچھ زیادہ ہی تناول فرمایا، بلکہ اپنے مصاحبین کے سامنے کھانا بڑھاتے اور انھیں مزید کھانے کے لیے اصرار فرماتے جاتے تھے۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بڑے بیٹے کے غم کا کوئی اثر ان پر نہیں ہے۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کسی نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! بڑا تعجب ہے

کہ آپؑ کو اپنے فرزندِ اکبر کی موت کا صدمہ نہیں پہونچا، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ غم کے اثرات نہیں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم لوگ جیسا کہ مجھے دیکھ رہے ہو میں ویسا کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ اصدق الصادقین خداوندِ عالم نے مجھے خبر دی ہے کہ میں بھی مرجاؤں گا اور تم لوگ بھی مرجاؤ گے۔ وہ قوم جو موت سے واقف ہے وہ اس کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھتی ہے اور ان میں سے اگر کسی کو موت آتی ہے تو اس پر کوئی تعجب نہیں کرتی بلکہ اپنے تمام اُمور اپنے خالق کے سپرد کردیتے ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ۲)

⑥ ایک اور بیٹے کی موت پر آپؑ کے تاثرات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک کمسن بیٹے کا اچانک انتقال ہوگیا۔ آپ نے قدرے گریہ فرمایا اور اُسے اُٹھا کر جب عورتوں میں لے گئے تو وہ چیخ پر چیخ کر رونے لگیں۔ آپ نے انھیں تنبیہ فرمائی اور قسم دے کر چیخ کر رونے کے لیے منع فرمایا۔ جب اُسے دفن کرنے کے لیے لیکر چلے تو فرمایا، کس قدر پاک و منزّہ ہے وہ ذات کہ جو ہماری اولاد کو مار بھی ڈالتا ہے مگر اس کے باوجود اُس کی محبت ہمارے دلوں سے کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

جب آپ اُس کے دفن سے فارغ ہوئے تو فرمایا، بیٹا! اللہ تمہاری قبر کو کشادہ فرمائے اور تمھیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جوار میں پہونچائے۔ اس کے بعد فرمایا، ہم وہ قوم ہیں کہ جن لوگوں سے ہم محبت کرتے ہیں، اگر ان کے لیے ہم کچھ چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، مگر ایسا بھی ہے کہ ہم جن لوگوں سے محبت کرتے ہیں اُن کے لیے ایک چیز نہیں چاہتے مگر اللہ وہی چاہتا ہے تو ہم اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہیں۔ (دعواتِ راوندی، علل الشرائع صـ۲۳۴)

⑦ خیر الجعافر

منقری کا بیان ہے کہ حفص بن غیاث جب کوئی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بیان کرتے تو کہتے کہ مجھ سے بیان کیا جعفروں میں سب سے بہتر جعفر یعنی جعفر بن محمد علیہ السلام نے۔ (امالی الصدوق صـ۲۴۳)

• منقری کا ہی بیان ہے کہ علی بن غراب جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ مجھ سے بیان کیا جعفر صادقؑ نے کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے۔
(امالی صدوق صـ۲۴۳)

• ـــــ حسن بن محمد علوی نے اسدی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(علل الشرائع ص۲۴۳)

• ـــــ عمر بن خالد سے روایت ہے کہ زید بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ نے کہا کہ ہر زمانے میں ہم اہلِ بیتؑ میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اپنی حجت بناتا ہے اور ہمارے اس زمانے میں خدا کی طرف سے حجت میرے بھتیجے جعفر بن محمدؑ ہیں جو ان کی اتباع کرے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ کبھی راہِ ہدایت نہ پائے گا۔
(امالی شیخ صدوق ص۲۴۳)

⑧ ـــــ فضیلتِ امام جعفر صادقؑ بزبانِ عمرو بن عبید بصری

حضرت ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ الرضاؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے، اُنھوں نے اُن کے جد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن عبید بصری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور اِس آیت کی تلاوت کی "اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (سورۃ النجم آیت ۳۲) اور گناہانِ کبیرہ کے متعلق دریافت کیا۔

آپ نے اُس کو جواب دیا۔ پھر عمرو بن عبید آپ کی بارگاہ سے داڑھیں مار مار کر روتا ہوا نکلا، اور یہ کہتا جاتا تھا کہ خدا کی قسم وہ شخص ہلاک ہوا جس نے اپنی رائے سے تفسیر کی اور علم و فضل میں آپ حضرات سے بحث و تمحیص یا تفاخر کرے۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ا ص۲۸۵)

• ـــــ سفیان بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفرؑ بن محمدؑ صادق کو فرماتے ہوئے سنا اور خدا کی قسم جیسا کہ آپ کا نام صادق ہے، آپ واقعتاً صادق ہیں۔
(معانی الاخبار ص۳۸۵)

⑨ ـــــ خیر الناس

علی بن یقطین کے موذن حفص بن عمر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم روایت سنتے آرہے ہیں کہ سنہ ۱۴۰ھ میں جو شخص حج کے موقع پر لوگوں کو وقوف کرائے گا وہ خیر الناس ہوگا۔ اس لیے میں بھی اس سال حج پر گیا، مگر

وہاں دیکھا کہ اسماعیل علی بن عبداللہ بن عباس مقامِ وقوف پر ہیں، یہ دیکھ کر مجھے شدید دکھ ہوا اس لیے کہ ہم کچھ اور ہی روایت کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام وہاں اپنی سواری پر سوار کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر میں پلٹا، تاکہ اپنے اصحاب کو خوشخبری سناؤں۔ میں نے جا کر کہا دیکھو یہ خیر الناس ہیں جن کے متعلق ہم روایت کرتے آئے ہیں۔

غرض جب شام ہوگئی تو اسماعیل نے حضرت ابوعبد علیہ السلام سے کہا، بابا ابا عبداللہ! قرصِ آفتاب ڈوب گیا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوعبداللہ نے اپنی سواری آگے بڑھائی اور اسماعیل نے بھی آپ کی سواری کے عقب میں اپنی سواری لگائی۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اپنی سواری سے گر پڑے، یہ دیکھ کر اسماعیل نے توقف کیا تاکہ آپ سوار ہوجائیں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنا سر بلند کرکے فرمایا کہ جب امام جائے وقوف سے روانہ ہوجائے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ سوائے مزدلفہ کے، درمیان میں ٹھہرے، تو اسماعیل آہستہ آہستہ چلا یہاں تک کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوکر اس سے ملحق ہوگئے۔ (قرب الاسناد صـ ۹۸) کافی جلد ۴ صـ ۵۴۱)

(۱۰) مالک بن انس فقیہ کا بیان

مالک بن انس فقیہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم زہد، فضل، عبادت اور ورع میں میری آنکھ نے حضرت جعفر ابن محمد سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میں آپؑ کے پاس جاتا ہوں تو آپؑ میرا بڑا اکرام کرتے ہیں۔ ایک دن میں نے آپؑ سے دریافت کیا:

فرزندِ رسولؐ! وہ شخص جو ماہِ رجب میں ایک دن ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھے اُس کو کیا ثواب ملے گا؟

آپؑ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے پدرِ عالیقدر سے اور اُنھوں نے اپنے جدِّ نامدار سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص ماہِ رجب میں ایمان و احتساب کے ساتھ ایک روزہ رکھے گا وہ بخش دیا جائے گا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! اور جو شخص ماہِ شعبان میں ایک دن روزہ رکھے؟

فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے والدِ گرامی سے اور اُنھوں نے اپنے جدِّ نامدار سے

روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص ماہِ شعبان میں ایک روزہ رکھے گا، وہ بھی بخش دیا جائے گا۔ (امالی شیخ صدوق ص ۵۴۲)

(۱۱) فقراء و مساکین کے ساتھ سلوک

معلّٰی بن خنیس سے روایت ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ ایک شب حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اپنے گھر سے نکلے، پانی برس رہا تھا، آپؑ کا رُخ بنی ساعدہ کے سائبان کی طرف تھا۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ اتنے میں آپؑ کی کوئی چیز نیچے گر گئی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر عرض کیا۔ پروردگارا! جو چیز گری ہے وہ مجھ تک پلٹا دے اتنے میں، میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام کے بعد فرمایا، کون؟ تم معلّٰی ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ نے فرمایا، اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھو، جو چیز تمھیں ملے، وہ مجھے لا کر دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ٹٹول کر دیکھا تو چند روٹیاں بکھری ہوئی ملیں۔

چنانچہ ایک ایک کرکے جو ملتی رہی میں آپؑ کو دیتا رہا۔ یہاں تک کہ روٹیوں سے بھرا ہوا ایک تھیلہ ملا۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا یہ سب اُٹھا کر لے چلوں؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں، تم سے زیادہ اس کا حق مجھے پہونچتا ہے۔ مگر تم بھی میرے ساتھ چلو۔

جب ہم بنی ساعدہ کے سائبان میں پہونچے تو دیکھا کہ کچھ لوگ وہاں سو رہے ہیں۔ آپؑ ایک ایک، دو، دو روٹیاں ہر ایک کے کپڑے کے اندر چھپا کر رکھنے لگے، یہاں تک کہ آخری شخص تک پہونچ گئے۔ اس کے بعد ہم واپس ہوئے۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، اگر یہ لوگ حق کو پہچانتے تو میں اِن روٹیوں کے ساتھ نمک بھی انھیں دیتا۔ (ثواب الاعمال ص ۱۲۹)

• کافی میں محمد بن خالد سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۴ ص ۸)

(۱۲) حضرت خضرؑ نے آپؑ سے مسئلہ دریافت کیا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام حج میں تھے۔ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے فرزند حضرت جعفر صادق بھی تھے

اسی اثنار میں ایک شخص نے آکر سلام کیا، سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔
میں آپؑ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا، جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، وہ میرے اِس فرزند سے پوچھ لو۔
اُس نے کہا، یہ بتائیے کہ ایک شخص ایک گناہِ عظیم کا مرتکب ہوا ہے۔
حضرت جعفرؑ صادق علیہ السّلام نے کہا، کیا اُس نے کسی دن ماہِ رمضان میں عمداً روزہ توڑ دیا تھا؟
اُس نے کہا نہیں، بلکہ اس سے بھی عظیم گناہ۔
آپؑ نے فرمایا، کیا اس نے ماہِ رمضان میں زنا کیا ہے؟
اُس نے کہا، نہیں، اس سے بھی عظیم گناہ۔
آپؑ نے فرمایا، کیا اُس نے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے؟
اُس نے کہا، نہیں اس سے بھی عظیم۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا، اگر وہ شیعانِ علیؑ میں سے ہے تو اُس کو چاہیے کہ وہ خانۂ کعبہ میں جائے اور حلف سے کہے، بارِ الٰہا! میں دوبارہ یہ گناہ نہ کروں گا، اور اگر وہ شیعانِ علیؑ میں سے نہیں ہے تو پھر اس کو اس کی ضرورت نہیں۔
اُس نے کہا، اے فرزندِ فاطمہؑ! اللہ آپ پر رحم کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہی سُنا تھا۔
اِس کے بعد وہ شخص چلا گیا تو حضرت محمد باقر علیہ السّلام اپنے فرزند جعفر صادقؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، بیٹا! تم نے اس سائل کو پہچان لیا ہوگا، یہی خضرؑ تھے۔ میں نے چاہا کہ تمھارا ان سے تعارف اسی طرح کرا دوں۔ (الخرائج والجرائح)

(۱۳) بازار میں سجدۂ شکر

معاویہ بن وہب کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینۂ منورہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ساتھ تھا۔ آپؑ اپنی سواری پر تھے۔
جب بازار کے قریب پہونچے تو آپؑ نے سواری سے اُتر کر ایک طرف کو ایک سجدۂ طولانی کیا۔
جب آپؑ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ نے سواری سے اُتر کر یہاں سجدہ کیا؟ آپؑ نے فرمایا، ہاں مجھے اللہ کی ایک نعمت جو اُس نے مجھے عطا فرمائی ہے وہ یاد آگئی،
میں نے عرض کیا، مگر یہ بازار کے قریب جہاں لوگوں کی آمد و رفت ہے؟

آپؑ نے فرمایا، مگر مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔

(بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۱۵، ص ۱۴۵)

(۱۴) ایک خواب کی تعبیر

ابو عمارہ المعروف بہ ظیان سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک نیزہ دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس کے نچلے حصہ پر لوہے کا قبضہ تھا یا نہیں ؟

میں نے عرض کیا، نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اگر قبضہ ہوتا تو تیرے یہاں لڑکا پیدا ہوتا، مگر اب لڑکی پیدا ہوگی

پھر ذرا دیر ٹھہرے اور پوچھا، کچھ یاد ہے، اس میں کتنی گرہیں تھیں ؟

میں نے کہا، بارہ عدد گرہیں تھیں۔

آپؑ نے فرمایا، اس لڑکی کے بارہ لڑکیاں پیدا ہوں گی۔

محمد بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے یہ روایت عباس بن ولید سے بیان کی۔ تو اُس نے کہا۔ میں اُن بارہ لڑکیوں میں سے ایک کا بیٹا ہوں، گیارہ خالائیں ہیں۔ ابو عمارہ میرے نانا تھے۔ (الخرائج والجرائح)

(۱۵) مہمان نوازی

ابنِ بُکیر نے آپؑ کے بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کبھی ہمیں گھی میں ڈوبی ہوئی گول گول روٹیاں اور مختلف قسم کے حلوے کھلایا کرتے تھے اور کبھی صرف سادی روٹی اور روغنِ زیتون۔

آپؑ سے کہا گیا کہ ایسی تدبیر کیجیے کہ غذا میں اعتدال قائم ہو۔

آپؑ نے فرمایا، ہماری تو تمام تر تدابیر اللہ ہی کرتا ہے۔ جب وہ کشادگی دیتا ہے تو ہم بھی کشادگی کام لیتے ہیں اور جب وہ تنگی پسند فرماتا ہے تو ہم بھی تنگی اختیار کر لیتے ہیں (المحاسن ص ۴۰۰)

• ـــ کافی میں ابنِ فضال سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ (کافی جلد ۶ ص ۲۷۹)

• ـــ صاحبِ کتاب حلیۃ الاولیاء نے آپؑ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔۔

"الامام الناطق، ذوالزمام السابق ابوعبداللہ جعفرؑ بن محمدؑ الصادق"۔ اور اپنے اسناد کے ساتھ ابوالہیاج بن بسطام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر بن محمدؑ علیہ السلام لوگوں کو اتنا کھلاتے تھے کہ خود اُن کے اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہ بچتا تھا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۹۴)

(۱۶) روزمرّہ کی غذا

عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مرغِ مسلّم جس میں تمر و زیت بھرا ہوا تھا کھایا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، یہ فاطمہ کے لیے کسی نے تحفۃً بھیجا تھا۔

اِس کے بعد فرمایا، اے کنیز! روزمرّہ کا کھانا لاؤ۔ تو وہ ثرید اور سرکہ و زیت لائی۔

(المحاسن ص ۴۱۰)

(۱۷) احباب کو تحفہ

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ میرے پاس عمدہ اور موٹی کھجوروں کا ایک پورا بورا بھیج دیا۔ میں نے عرض کیا، اتنی کھجوروں کا میں کیا کروں گا؟

آپؑ نے فرمایا، خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ (المحاسن ص ۵۴۱)

(۱۸) پوشیدہ طور پر سلوک

ابوجعفر خشعمی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے ایک تھیلی دی اور کہا کہ اسے بنی ہاشم میں سے فلاں شخص کو دے دو مگر اسے یہ پتہ نہ چلے کہ میں نے تم کو یہ دیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس کو دینے گیا تو اس نے کہا اللہ اس بھیجنے والے کو جزائے خیر دے وہ ہمیشہ ہمیں اسی طرح برابر بھیجتا رہتا ہے جس سے ہمارا خرچ چلتا ہے مگر دیکھو کہ جعفرؑ بن محمدؐ کے پاس مالِ کثیر ہے پھر بھی وہ میرے ساتھ ایک درہم کا سلوک نہیں کرتے۔

(۱۹) آلِ محمدؐ کی بخششیں

کتاب الفنون میں مرقوم ہے کہ مدینۂ منوّرہ میں ایک حاجی سو گیا اور اسے یہ وہم ہوا کہ میرے رقم کی تھیلی چوری ہو گئی۔ وہ اُٹھا تو دیکھا کہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ انھیں پہچانتا نہ تھا اس نے اُن ہی کو پکڑ لیا اور کہا، تم نے میری رقم کی تھیلی لی ہے۔

آپؑ نے پوچھا، اُس میں کتنی رقم تھی ؟

اُس نے کہا، ایک ہزار دینار

آپؑ اُس کو اپنے بیت الشرف پر لے گئے اور ایک ہزار دینار اسے گن کر دیدیے۔

وہ شخص دینار لیکر اپنے گھر پہونچا تو دیکھا کہ اُسکی رقم کی تھیلی گھر میں رکھی ہوئی ہے۔ اب وہ اس رقم کو لیکر خدمتِ امام علیہ السلام میں پہونچا اور معذرت خواہ ہوا اور وہ رقم واپس دینے لگا لیکن آپؑ نے لینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ جو چیز ہم آلِ محمدؐ کسی کو بخش دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے

چنانچہ اُس شخص پر آپؑ کی اس عطا و بخشش کا بڑا اثر ہوا اور اس نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحبِ جود و کرم ہیں ؟

اُس نے اِس شخص کو بتایا کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔

اس شخص نے کہا، یہ کام واقعاً خاندانِ رسالت و امامت کے علاوہ کوئی اور نہیں انجام دے سکتا۔

❊ ـــ ایک مرتبہ اشجع سلمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ آپؑ علیل ہیں، لہٰذا مزاج پرسی کرنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا کہ کوئی ضرورت ہو تو بیان کرو۔

یہ سن کر وہ آپؑ کی صحت کے لیے دعائیں مانگنے لگا۔

امام علیہ السلام نے اپنے غلام سے دریافت فرمایا کہ تمھارے پاس کتنی رقم ہے ؟

اُس نے کہا چار سو

آپؑ نے فرمایا اشجع کو دیدو۔

❊ ـــ عروس نرماشیری میں مرقوم ہے کہ ایک سائل نے آپؑ سے اپنی حاجت بیان کی، آپؑ نے اُس کی مدد فرمائی، وہ آپؑ کا شکر گزار ہوا۔ تو آپؑ نے فرمایا " اگر تم پریشاں حالی میں ہو تو کسی نو دولتیے (جو خاندانی مالدار نہ ہو) سے کبھی مت سوال کرنا۔ کیونکہ وہ مال دیتے وقت منھ بنائے گا اور تمھاری بے عزتی کرے گا تب کچھ دے گا) بلکہ سخی و کریم، بلند حوصلہ خاندانی شریف سے سوال کرو اور سخاوت جس کو وراثت میں ملی ہو اس سے اپنی حاجت بیان کرو کیونکہ وہ تم کو خوش ہو کر عطا کرے گا۔

(۲۰) خداترسی

"کتاب الروضہ میں ہے کہ ایک مرتبہ سفیانِ ثوری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا، دیکھا کہ آپؑ کا چہرۂ انور متغیر ہے۔

اُس نے عرض کیا، کیا بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، میں نے اپنے گھر والوں کو مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے منع کیا ہوا ہے۔ مگر ابھی ابھی جب میں گھر میں گیا تو ایک کنیز میرے بچّے کو گود میں لیے ہوئے سیڑھی پر چڑھ رہی تھی جب اُس نے مجھے دیکھا تو کانپنے لگی اور اس کی گود سے بچّہ زمین پر گر کر مر گیا۔ اب میرا چہرہ اس بات پر متغیر ہے کہ میرا رُعب اور خوف اتنا اس کے دل پر کیوں بیٹھ گیا۔

آپؑ نے اُس کنیز سے فرمایا کہ یہ تیرا قصور نہیں ہے جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔

(۲۱) کلام الامام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو اشعار کا ترجمہ

"تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور بظاہر اُس کی محبّت کا دم بھی بھرتے ہو، یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ سنو! اگر تمہارے دل میں اللہ کی سچّی محبت ہوتی تو تم اس کی اطاعت کرتے، اُس کے کہنے پر چلتے، اس لیے کہ ایک محبّت کرنے والا اپنے محبوب کی بات مانتا بھی ہے اور اُس کے کہنے پر چلتا ہے (کبھی بھی اُس مخالفت نہیں کرتا)"۔

• ـــ یہ اشعار بھی آپؑ ہی سے منسوب ہیں۔ (ترجمہ ملاحظہ ہو)

"حجّتوں اور دلیلوں کے نشان بالکل واضح اور روشن ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے دل اندھے ہیں، انھیں نظر نہیں آتا۔ تعجب اس امر کا ہے کہ نجات بالکل سامنے موجود ہے پھر بھی ہلاک ہونے والے ہلاک ہو رہے ہیں"۔

• ـــ تفسیرِ ثعلبی میں اصمعی کے حوالے سے آپؑ کے دو اشعار مرقوم ہیں جن کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"ہم اپنے نفسِ نفیس کی قیمت پروردگار سے لیتے ہیں۔ اس لیے کہ ساری مخلوق میں اس کی قیمت کوئی ادا نہیں کرسکتا۔ اگر ہم اس کو فروخت کریں تو اس کے عوض جنت خرید سکتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ کسی شے کے عوض فروخت کیا تو اس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے کیونکہ اگر دنیا کے عوض ہم نے اپنا نفس فروخت کر دیا تو نفس بھی گیا اور چند روز میں اس کی قیمت یعنی دنیا بھی چلی جائیگی"۔

• ــــ سفیان ثوری نے آپؑ کے ان اشعار کی روایت کی ہے جن کا ترجمہ پیشِ نظر ہے۔

"نہ فارغ البالی سے ہم خوش ہوتے ہیں، نہ تنگ حالی سے رنجیدہ۔ اگر زمانہ ہمیں خوشی دیتا ہے تو ہم آپے سے باہر نہیں ہوتے، اگر رنج پہونچاتا ہے تو خاطر برداشتہ ہو کر اظہارِ غم نہیں کرتے۔"

"ہم لوگ ستاروں کے مانند ہیں۔ ایک ستارہ غروب ہو جائے تو دوسرا طلوع ہو جاتا ہے۔"

• ــــ یہ اشعار بھی آپؑ ہی سے منسوب ہیں (جن کا ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے)

"اے انسان! دنیا میں جو کچھ کرنا ہے کر لے، اس لیے کہ تو مرنے والا ہے۔ گویا یوں سمجھ لے کہ جو کچھ تھا یا ہے وہ نہیں رہے گا، اور جو کچھ نہیں ہوا ہے اور ہونے والا ہے وہ ہو جائے گا۔"

• ــــ مندرجۂ ذیل اشعار بھی آپؑ سے مروی ہیں جن کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"دراصل ہم (آلِ محمدؐ) ستارے تھے جن سے روشنی حاصل کی جاتی تھی اور آج ہم تمام عالم کے لیے دلیل ہیں۔"

"ہم وہ سمندر ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی غوطہ خوری سے اس میں سے قیمتی موتی، یاقوت اور مرجان نکال سکتا ہے۔ ہم لوگ مقامِ قدس اور فردوس کے مالک اور اس کے خزینہ دار ہیں۔"

"جس نے ہمارا دامن چھوڑا اس کی جگہ برہوت ہے جو ہمارے دامن سے وابستہ رہا اُس کے لیے جنت ہے۔" (مناقب جلد ۳ ص ۳۹۶)

(۲۲) ــــ اوصافِ امامؑ

آپؑ کے مندرجۂ ذیل اوصاف بیان کیے گئے ہیں:

امامِ صادق، علمِ ناطق، برائیوں کا دروازہ بند کرنے والے، نیکیوں کا دروازہ کھولنے والے، نہ آپؑ کسی کی عیب جوئی کرتے، نہ کبھی کسی کو گالی دیتے۔ نہ کبھی ہنگامہ آرائی کرتے، نہ آپؑ طمّاع تھے نہ فریب کار، نہ چغل خور تھے، نہ کسی کی مذمّت کرنے والے، نہ بہت زیادہ کھانے والے تھے، نہ جلد باز، نہ ملول رہنے والے تھے نہ بہت باتیں کرنے والے، نہ فضول گفتگو کرنیوالے تھے، نہ بکواس کرنے والے، نہ کسی پر طعن کرنے والے تھے، نہ کسی پر لعن کرنے والے۔ نہ کسی کی تشتیع کرنے والے تھے، نہ کسی کی بدگوئی کرنے والے، اور نہ ذخیرہ اندوزی کرنے والے تھے۔

(۲۳) ــــ ہم جملہ انبیاءؑ کے وارث ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار ہے۔ میرے پاس آنحضرتؐ

کا علمِ مبارک ہے۔ میرے پاس حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگوٹھی ہے، میرے پاس وہ طشت ہے جس میں حضرت موسیٰؑ اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرتے تھے، میرے پاس وہ اسمِ اعظم ہے کہ جس کو آنحضرتؐ مسلمین ومشرکین کے درمیان پڑھ کر دم کر دیتے تو مشرکین کا ایک تیر بھی مسلمانوں تک نہ پہونچ سکتا تھا؛ میرے پاس اسی طرح کی چیزیں ہیں جو ملائیکہ لیکر آئے؛ میرے پاس اسی طرح کے اسلحے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پاس تابوت تھا۔ (آپؑ کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب چیزیں میری امامت کی دلیل ہیں)۔

اعمش کی روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ الواحِ موسیٰؑ ہمارے پاس ہیں، عصائے موسیٰ ہمارے پاس ہے، ہم انبیاءؑ کے وارث ہیں۔

نیز آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے پاس علمِ مستقبل وعلمِ مکتوب ہے جو دلوں میں بیٹھ جاتا ہے، لوگوں کے کانوں پر دستک دیتا ہے۔ ہمارے پاس جفرِ احمر اور جفرِ ابیض اور مصحفِ فاطمہؑ اور جفرِ جامع ہے جس میں ہر وہ چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔

(۲۴) ایک سوال

محاسنِ برقی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ضریس کنعانی سے پوچھا کہ تمھارے باپ نے تمھارا نام ضریس کیوں رکھا؟

اُس نے جواب دیا جس طرح آپ کے والد نے آپ کا نام جعفر رکھا۔

آپؑ نے فرمایا، مگر تمھارے باپ نے تو تمھارا نام بربنائے جہالت ولاعلمی رکھا ہے اِس لیے کہ ضریس ابلیس کے ایک لڑکے کا نام ہے اور میرے والد نے میرا نام بربنائے علم وآگہی رکھا ہے۔ اس لیے کہ جعفر جنّت کی ایک نہر کا نام ہے۔

ثوف العروس نے دامغانی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک نے آپ کا استقبال کیا اور آپؑ کی مدح میں یہ اشعار کہے (ترجمہ ملاحظہ ہو)

"اے جعفر ابنِ محمدؑ! آپ مدح وثنا سے بہت بالاتر ہیں۔ سارے اشراف اگر زمین ہیں تو آپؑ اُن کے لیے آسمان ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے ظاہر کیا اور اسے قوّت بخشی، اسی طرح جعفرؑ بن محمدؑ کے ذریعے سے خلافت کو کرامت وشرف بخشا۔"

(مناقب جلد ۳ ص ۳۹۷)

(۲۵) اللہ اور رسول اللہ سے بلاواسطہ روایت

سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ جب حضرت محمد باقر علیہ السلام نے وفات پائی تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا، میرا انتظار کرو، ذرا میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو جاکر تعزیت ادا کروں۔

غرض میں نے جاکر تعزیت ادا کی اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وہ ہستی دنیا سے اُٹھ گئی جو یہ کہتی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اور کسی میں یہ مجال نہ تھی جو یہ پوچھے کہ آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راویوں کا سلسلہ کیا ہے۔ نہیں خدا کی قسم اب ان کا مثل تو کوئی تا ابد نظر نہ آئے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے پھر بولے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" جو شخص کھجور کا ایک ٹکڑا بھی تصدق کرے گا تو میں اُس ٹکڑے کو اس طرح پالوں گا جس طرح تم لوگ بچھڑا پالتے ہو اور اُسے پال کر کوہ اُحد کے برابر بنا دونگا"۔

اب میں وہاں سے اُٹھ کر اپنے اصحاب کے پاس آیا اور کہا، میں نے آج سے زیادہ تعجب خیز بات کبھی دیکھی ہی نہیں۔ جب حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام بلاواسطہ روایت کہا کرتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تو ہم لوگ اسی کو بڑی بات سمجھتے تھے، مگر آج تو حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے بلاواسطہ یہ فرمایا کہ " اللہ تعالیٰ نے فرمایا "

(امالی شیخ مفید ص ۱۹۰)

(۲۶) منبعِ علوم

کتاب مناقب میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جس قدر علوم ماخوذ و منقول ہیں اتنے کسی دوسرے سے نہیں ہیں۔ چنانچہ اصحاب حدیث نے آپ کے ثقہ راویوں کے نام اُن کے مختلف الخیال ہونے کے باوجود جمع کیا تو وہ چار ہزار اشخاص ہیں۔

• حافظ ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے بڑے بڑے ائمہ نے حدیث لی ہے۔ جیسے: امام مالک ابن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، ابن جریح، عبداللہ بن عمر، روح بن قاسم، سفیان بن عینیہ، سلیمان بن بلال، اسمٰعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، عبدالعزیز بن مختار، وہیب بن خالد اور ابراہیم بن طہمان، اور انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلم بن حجاج نے بھی اپنی کتاب صحیح مسلم میں آپؑ کی حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۵۹)

• ـــــ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ۔ مثلاً، امام مالک، امام شافعی، حسن بن صالح، ابوایوب سجستانی، عمر بن دینار امام احمد بن حنبل نے، بلکہ امام مالک بن انس نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ: "علم و فضل، عبادت و ورع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے افضل نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا، نہ کسی کے تصوّر میں آیا۔"

• ـــــ ایک مرتبہ سیف الدولہ نے عبدالمجید مالکی قاضیٔ کوفہ سے امام مالک کے متعلق پوچھا، تو اس نے امام مالک کی تعریف کی پھر کہا، مگر یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پروردہ تھے۔ امام مالک اکثر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ میں نے ان سے یہ حدیث سُنی ہے اور کبھی یہ کہتے تھے کہ ایک مردِ ثقہ نے مجھ سے بیان کیا یعنی حضرت جعفر ابن محمدؑ نے۔

• ـــــ ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ آپؑ کے پاس آئے، تاکہ آپؑ سے کچھ فقہ و حدیث سُنیں۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام عصا کا سہارا لیے ہوئے گھر میں سے برآمد ہوئے ابوحنیفہ نے کہا، فرزندِ رسول! ابھی آپ کا سن کوئی اتنا زیادہ تو نہیں ہوا ہے کہ آپؑ کو عصا کے سہارے کی ضرورت ہو۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ درست ہے، مگر یہ عصائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ میں تبرکاً اسے لیے رہتا ہوں۔

یہ سُن کر ابوحنیفہ لپکے اور کہا، فرزندِ رسول! میں ذرا اس عصا کا بوسہ لینا چاہتا ہوں آپؑ نے اپنی آستین ہٹائی اور فرمایا، ابوحنیفہ! تم خدا کی قسم خوب جانتے ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کا گوشت و پوست ہے بلکہ رُواں رُواں ہے مگر تم اس کو کیوں بوسہ دینا نہیں چاہتے؟ اور بوسہ بھی دیتے ہو تو عصائے رسولؐ کو۔

• ـــــ ابوعبداللہ محدث نے اپنی کتاب "رامش افزا" میں تحریر کیا ہے کہ ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے اور ابوحنیفہ کی ماں حضرت امام جعفر صادقؑ کے حبالۂ عقد میں تھیں نیز محمد بن حسن بھی آپ کے شاگرد تھے۔ اسی بنا پر بنی عباس ان دونوں کا احترام نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ابویزید بسطامی طیفور آپؑ کے گھر کے سقّا تھے، انھوں نے تیرہ سال تک آپؑ کے گھر کی سقّائی کی ہے۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۲)

• ـــــ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمۃ والسّلام نے تحریر کیا ہے کہ ابراہیم بن ادھم اور مالک بن دینار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے (آزاد کردہ) غلاموں میں سے تھے۔ ایک دن سفیان ثوری آپؑ کی خدمت میں آئے، آپؑ کی باتیں سُنیں تو حیرت میں پڑ گئے اور بولے، فرزندِ رسول! خدا کی قسم یہ

ہیں جواہرات۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، بلکہ یہ جواہرات سے بھی بہتر ہیں۔ اس لیے کہ جواہرات کی حقیقت ہی کیا ہے۔ وہ تو پتھر ہیں۔ (جنکی قیمت مقرر ہوتی ہے لیکن یہ جو ہمارے دہن سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں ان کی قیمت کوئی ادا نہیں کر سکتا۔) (مناقب جلد ۳ صـ ۲۷۳)

• کتاب ترغیب و ترہیب میں ابوالقاسم اصفہانی کی روایت تحریر ہے کہ:

ایک مرتبہ سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپؑ نے فرمایا، تم حکومت کے منظورِ نظر ہو اور ہم پر حکومت کی کڑی نظر ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم راندۂ حکومت ہو جاؤ۔

• ایک مرتبہ حسن بن صالح بن حی حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! آپؑ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ " اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ " (سورۂ نساء آیت ۵۹)

اس آیت میں اولی الامر سے کون لوگ مراد ہیں کہ جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اس سے علماء مراد ہیں۔ یہ جواب پاکر ہم لوگ باہر نکلے تو حسن نے کہا، ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ ان علماء سے کون لوگ مراد ہیں۔ یہ لوگ پھر پلٹے اور دریافت کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا علماء سے مراد ہم اہلبیت میں سے ائمہ ہیں۔

• نوح بن دراج نے ایک مرتبہ ابن ابی لیلیٰ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کے قول کی وجہ سے تم نے اپنے قول یا اپنے فیصلہ کو ترک کر دیا ہو؟

اُس نے کہا، کوئی نہیں، بس صرف ایک شخص۔

پوچھا، وہ کون؟

جواب دیا، وہ حضرت جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔

• حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ عمرو بن مقدام کا بیان ہے کہ جب بھی میں نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ پر نظر ڈالی یہ سمجھا کہ یہ نسلِ انبیاء سے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد ۳ صـ ۱۹۳)

(تہذیب التہذیب ابن حجر جلد ۲ صـ ۱۰۴)

الغرض احادیث حکمت و زہد و موعظت کی کتابیں آپؑ کے کلام سے خالی نہیں ہیں سب یہی کہتے ہیں۔ حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ نے فرمایا، اس کا ذکر نقاش، ثعلبی، قشیری اور قزوینی نے اپنی تفسیروں میں کیا ہے۔ اور حلیۃ الاولیاء، الابانۃ، اسباب النزول، الترغیب والترہیب،

شرف المصطفیٰ اور فضائل الصحابہ میں اس کا ذکر ہے۔ پھر تاریخ طبری، تاریخ بلاذری، تاریخ خطیب مسند ابی حنیفہ ولالکائی و قوت القلوب و معرفتِ علوم الحدیث ابن البیع میں بھی مذکور ہے اور دعائے اُم داؤد کی روایت تو ساری اُمت نے آپ ہی سے کی ہے۔

• ـــ عبدالغفار حازمی اور ابوالصباح کنعانی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میں ستّر زبانوں میں بات کر سکتا ہوں اور ہر زبان میں میرے لیے نکلنے کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ (یعنی ہر زبان پر مجھے عبور حاصل ہے۔) (مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۳)

(۲۷) ـــ مصحفِ فاطمہؑ کی جامعیت

محمد بن عبداللہ بن حسن کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی نبی، کوئی وصی اور کوئی بادشاہ ایسا نہیں کہ جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو جو میرے پاس ہے یعنی مصحفِ فاطمہؑ میں نہ ہو اور محمد بن عبداللہ بن حسن کا تو اس میں نام تک نہیں ہے۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۴)

(۲۸) ـــ قبرِ امیرالمومنینؑ کی نشاندہی

منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ابومسلم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی فرمادیں، مگر آپ نے توقف فرمایا۔

اُس نے کہا، آپؑ کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، کتابِ علیؑ میں تحریر ہے کہ آپؑ کی قبرِ مطہر عبداللہ بن جعفر ہاشمی کے عہد میں ظاہر ہوگی۔

یہ سُن کر منصور بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی فرمادی۔ اور اس کی خبر رصافہ میں منصور کو پہونچی تو اُس نے کہا جعفرؑ بن محمدؑ، صادق ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد ہر مومن کو اس قبر کی زیارت کرنی چاہیے۔ اسی وقت سے آپ کا لقب بھی صادق ہوگیا۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۹۳)

• ـــ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو صادق اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کا تجربہ کر کے لوگوں نے دیکھ لیا۔ اس میں کوئی لغزش یا تحریف نہیں پائی۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۹۴)

(۲۹) ــــ رسولؐ کی وجہ سے آلِ رسولؐ کا لحاظ کرو

بزدون بن شبیب نہدی جن کا نام جعفر تھا، کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ تم لوگ ہم اہلِ بیت کے حق کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح عبدِ صالح (حضرت خضرؑ) نے دو یتیم بچوں کے حق کی حفاظت کی تھی، صرف اس بنا پر کہ ان دونوں یتیموں کا باپ مردِ صالح تھا۔ (اور ہم تو اولادِ رسولؐ بھی ہیں) (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۷۹)

• ـــــ صالح بن اسود سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو قبل اس کے کہ میں نہ رہوں اس لیے کہ جو باتیں میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں، میرے بعد کوئی نہیں بتائے گا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۸۰)

(۳۰) ــــ ہمارے گھر اب بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں

دلائلِ حمیری میں سلیمان بن خالد سے روایت ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر میں:

"اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(سورہ فصلت آیت ۳۰)

حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، خدا کی قسم اکثر ہم اپنے گھروں میں اُن کے (ملائکہ کے) لیے تکیے لگاتے ہیں۔

• ـــــ حسین بن علاء قلانسی سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے حسین! (اور اپنا ہاتھ چمڑے کے تکیہ پر مارا جو اس وقت وہاں موجود تھا) خدا کی قسم اس تکیہ کے سہارے سے اکثر ملائکہ بیٹھتے ہیں اور ہم اُن کے پر چُنتے ہیں"۔

• ـــــ عبداللہ بن نجاشی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں عبداللہ بن حسن کے حلقہ میں بیٹھا تھا۔ اُنھوں نے کہا، اے نجاشی اللہ سے ڈرو، ہمارے پاس بھی اتنا ہی علم ہے جتنا عام طور پر تمام لوگوں کے پاس ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ عبداللہ بن حسن تو یہ کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کے قلب پر القاء و الہام ہوتا ہے۔ ان کے کان میں آواز آتی ہے۔ اُن سے ملائکہ مصافحہ کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا، آج بھی یہی ہوتا ہے یا آج سے پہلے کی یہ بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اے ابن نجاشی آج بھی یہی ہوتا ہے (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۱۶)

(۳۱) اللہ سے ڈرنا جلدی نہ کرنا

جریر بن مزاحم کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا۔ مولا! میرا ارادہ عمرہ بجالانے کا ہے۔ آپؑ مجھے کچھ ہدایات فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ سے ڈرنا اور جلدی نہ کرنا۔

میں نے پھر عرض کیا، اور بھی کوئی ہدایت فرمائیے۔ مگر آپؑ نے اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ بہر حال میں آپؑ کے پاس سے اُٹھا اور مدینہ سے نکلا۔ راستہ میں میری ملاقات ایک مردِ شامی سے ہو گئی۔ اُس کا ارادہ بھی مکہ جانے کا تھا۔ ہم دونوں ساتھ ہو گئے۔ میں نے اپنا ناشتہ دان نکالا اور اُس نے بھی، دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ درمیان میں اہلِ بصرہ کا ذکر آیا۔ اُس نے اُن کو بُرا بھلا کہا، پھر اہلِ کوفہ کا ذکر آیا، اُس نے اُنھیں بھی بُرا بھلا کہا۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ذکر آیا، اُس نے اُن کی بھی بُرائی کرنا شروع کر دی۔ یہ سُن کر میں نے ارادہ کیا کہ کھانے سے ہاتھ روک لوں اور اس کی ناک توڑ دوں یا یک بیک اُٹھ کر اسے قتل ہی کر دوں۔ کہ اتنے میں مجھے آپؑ کی ہدایت یاد آئی "کہ" اللہ سے ڈرنا، جلدی نہ کرنا" لہٰذا میں اُس کی گالیاں سُنتا رہا۔ اور مجھے جو حکم دیا گیا تھا اس سے تجاوز کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۱۶)

(۳۲) اپنی حاجت غیر سے مت بیان کرو

مفضل بن قیس بن رُمّانہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشان حالی بیان کی اور دُعا کی درخواست کی۔ آپؑ نے کنیز کو آواز دی کہ وہ تھیلی لے آ جو ابو جعفر کی طرف سے مجھے ملی ہے۔

کنیز وہ تھیلی لے آئی۔ آپؑ نے فرمایا، لو، یہ تھیلی، اس میں چار سو دینار ہیں ان سے اپنی ضرورت پوری کرو۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میرا یہ مطلب نہ تھا، بلکہ میری درخواست دعا کے لیے تھی۔

"آپؑ نے فرمایا، ہاں میں دعا بھی کروں گا اسے نہ چھوڑوں گا، مگر دیکھو! "اپنی پریشانی اور حاجت کسی دوسرے سے نہ بیان کرنا، ورنہ تم ان کے سامنے خفیف ہو جاؤ گے۔" (رجال الکشی ص۱۲۱)

• ــــ کافی میں علی ابن الحسین سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۴ ص۲۱)

(۳۳) == قرآن مجید کا علم

دلائلِ حمیری میں عبدالاعلیٰ اور عبیدہ بن بشر دونوں سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بغیر کسی کے دریافت کیے ہوئے خود ہی فرمایا۔

"خدا کی قسم آسمانوں، زمینوں اور جنّت و جہنّم میں جو کچھ ہے اور جو کچھ ابتک ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ان سب کا علم مجھے ہے۔"

اس کے بعد ذرا خاموش ہوئے پھر فرمایا، "اور ان سب کا علم مجھے کتابِ خدا سے ملا ہے۔ کتابِ خدا پر میری نظر اس طرح رہتی ہے (یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی بلند کی) پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے، کہ اس میں ہر شے کی وضاحت ہے:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (سورۃ النحل آیت ۸۹)

(کشف الغمہ جلد ۲ ص۴۳۰)

• ــــ اسماعیل بن جابر کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اُن پر کتاب نازل کی اور اس کتاب پر کتابوں کا بھی خاتمہ ہے۔ اس کے بعد کوئی کتاب بھی نازل نہ ہوگی۔ اس میں اللہ نے جس چیز کو چاہا حلال کر دیا اور جس کو چاہا حرام قرار دیدے۔ اب اس کا حلال کیا ہوا تاقیامت حلال اور اس کا حرام کیا ہوا قیامت تک حرام رہے گا۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں سے پہلے کیا کیا ہو چکا ہے اور تمہارے بعد کیا کیا ہونا ہے۔ پھر اس میں تمہارے درمیان کے فیصلے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، ہمیں اس کا علم ہے۔

• ــــ ہشام بن حکم سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مقامِ منیٰ میں پانچ سو زبانوں میں گفتگو کے متعلق دریافت کیا اور کہا

لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم کیا کہتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حرام و حلال اور قرآن کا علم بہ تمام و کمال آپ کو ہے اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ہے مگر یہ کہ پانچ سو زبانوں کا علم کہاں سے آیا (سمجھ سے باہر ہے اور ہماری عقل سے بعید ہے)؟

آپؑ نے فرمایا سنو! جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر کسی کو حجت بنائے گا، تو کیا اس کے پاس وہ سب کچھ نہ ہوگا جس کی مخلوق کو ضرورت ہے؟ (رجال الکشی ص ۱۷۶)

(۳۴) مسافر نوازی اور دعا برائے وسعتِ رزق

محمد بن زید شحام سے روایت ہے

اس کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آدمی بھیج کر مجھے بلایا، اور پوچھا، تم کہاں سے آئے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ آپ کے دوستداروں میں سے ہوں۔

پوچھا، کہاں کے رہنے والے دوستداروں میں سے ہو؟

میں نے عرض کیا کوفہ سے۔

فرمایا، اہلِ کوفہ میں سے کسی کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا جی ہاں، بشیر نبال اور شجرہ کو۔

فرمایا، ان دونوں کا تمھارے ساتھ کیا سلوک ہے؟

میں نے عرض کیا، ان دونوں کا سلوک میرے ساتھ اچھا نہیں ہے۔

فرمایا، سب سے اچھا مسلمان تو وہ ہے جو اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرے، اُن کی مدد کرے اور انھیں نفع پہونچائے۔ واللہ، میں نے کوئی رات ایسی نہیں بسر کی جس میں اپنے مال کے اندر سائلین کا حق نہ رکھا ہو۔

پھر فرمایا، اخراجات کے لیے تمھارے پاس کیا ہے؟

میں نے عرض کیا دو سو درہم۔

فرمایا، لاؤ مجھے دکھاؤ۔

میں آپؑ کے پاس لے گیا تو اس میں آپؑ نے تیس درہم اور دو دینار کا اضافہ فرما دیا، اور رات کے کھانے کے لیے اصرار فرمایا کہ میرے ساتھ میرے مکان پر کھانا۔

چنانچہ رات کا کھانا میں نے آپ کے ساتھ ہی کھایا۔

راوی کا بیان ہے کہ دوسرے دن میں آپ کے پاس نہیں گیا، تو آپ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ اور دریافت فرمایا کہ کیا بات تھی گذشتہ شب تم کیوں نہیں آئے۔ ؟

میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے بلایا ہوتا تو میں حاضر ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا کہ جب تک یہاں پر تمھارا قیام ہے میرے پاس آتے جاتے رہو، اچھا، اب تم یہ بھی بتاؤ کہ کھانے میں کیا چیز زیادہ پسند کرتے ہو ؟

میں نے عرض کیا، دودھ پسند کرتا ہوں۔

آپ نے میرے لیے ایک اچھی دودھ دینے والی بکری خریدی جس سے میری تواضع فرماتے رہتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عرض کیا کہ میرے لیے کوئی دعا تعلیم فرمادیں۔

آپ نے فرمایا، اچھا لکھو :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یا من ارجوہ لکلّ خیر و آمن سخطہ عند کلّ عثرۃ یا من یعطی الکثیر بالقلیل و یا من اعطی من سالہ تحنّنا منہ ورحمۃ یا من اعطی من لم یسالہ ولم یعرفہ صلّ علیٰ محمّد واھل بیتہ واعطی بمسالتك خیر الدنیا وجمیع خیر الاٰخرۃ فانّہ غیر منقوص ما اعطیت وزدنی من سعۃ فضلك یا کریم۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے اے وہ ذات جس سے میں ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔ اور ہر گناہ پر اس کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے وہ جو تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اے وہ کہ جو اپنے کرم و احسان کی بناء پر اسے بھی دیتا ہے جو اس سے سوال کرے اور اسے بھی دیتا ہے جو اس سے سوال نہیں کرتا، بلکہ اسے نہیں پہچانتا۔ تو اپنی رحمتیں نازل فرما حضرت محمدؐ اور اُن کے اہلِ بیت پر اور مجھے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا فرما، کیونکہ اس عطا سے تیرے خزانے میں کمی نہ آجائے گی۔ اے کریم! تو اپنے وسیع فضل و کرم کو مجھ پر اور زیادہ فرما۔

پھر آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی :

یا ذا المنّ والطّول یا ذا الجلال والاکرام یا ذا النّعماءِ والجود ارحم شیبتی من النار

اے صاحبِ جود و احسان، اے جلالت و بزرگی والے، اے نعمتوں اور بخششوں کے مالک! تو میرے اس جسم پر رحم کر، اور مجھے جہنّم سے بچا۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنی ریشِ مبارک پر دونوں ہاتھ رکھ کر بلند کیا اور یہاں تک بلند رکھا کہ دونوں ہاتھ آنسوؤں سے بھر گئے۔ (رجال الکشی ص ۲۳۵)

(۳۵) == آپؑ کتابِ علیؑ کے وارث ہیں

سورہ بن کلیب کا بیان ہے کہ مجھ سے زید بن علیؑ نے پوچھا، اے سورہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ تم اپنے امام کو جیسا کہتے ہو وہ ویسے ہی ہیں؟

میں نے کہا کہ میں اچھی طرح باخبر ہو کر ہی اُن کی طرف مائل ہوا ہوں۔

اُنھوں نے کہا، بتاؤ کیا بات ہوئی۔؟

میں نے عرض کیا جب ہم کو کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے تو آپ کے بھائی محمدؑ بن علیؑ کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور وہ جواب میں فرمایا کرتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔

جب اُنھوں نے وفات پائی تو ہم آپ حضرات (آلِ محمدؐ) کے پاس آئے، آپ سے بھی مسائل دریافت کیے لیکن آپ کبھی تو بعض مسائل کا جواب دیدیتے اور کبھی جواب نہ دیتے تاآنکہ ہم آپ کے بھتیجے جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس گئے تو اُنھوں نے بالکل آپ کے والد اور بھائی کی طرح جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ ارشاد فرماتا ہے۔

یہ سُن کر جناب زیدؑ بن علیؑ مسکرائے اور بولے۔ واللہ! اگر تم یہ کہتے ہو تو سنو! اُن کے پاس تو حضرت علی علیہ السّلام کی کتاب موجود ہے۔ (ہمارا اُن سے کیا مقابلہ) (رجال الکشی ص ۲۳۶)

• ـــــ کتاب مناقب میں بھی سورہ کی یہی روایت مذکور ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص ۲۷۴)

(۳۶) == حضرت مریمؑ کے زمانہ کا کھجور کا درخت

حفص بن غیاث سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؑ کوفہ کے باغات کے درمیان سے نکلے ہوئے چلے

جا رہے تھے۔ جب ایک کھجور کے درخت کے پاس پہونچے تو وہاں بیٹھ کر امام جعفر صادق ؑ نے وضو فرمایا، نماز میں مشغول ہو گئے رکوع کیا اور پھر ایک طویل سجدہ کیا۔ میں نے شمار کیا کہ آپؑ نے سجدہ میں پانچ سو مرتبہ سبحان اللہ کہا، پھر اس کھجور کے درخت کے سہارے بیٹھ گئے اور کچھ دُعائیں پڑھیں، پھر فرمایا، اے حفص! خدا کی قسم یہ وہی کھجور کا درخت ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے جناب مریمؑ سے فرمایا تھا:

" وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ٥ " (سورۂ مریم آیت ۲۵) (کافی جلد ۸ ص ۱۴۳)

۳۷ ═ گرم کھانے سے احتیاط

محمد بن راشد کا بیان ہے کہ میں موسم گرما میں ایک بار عشاء کے وقت حضرت امام جعفرؑ بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک خوان آیا جس میں روٹیاں، ایک پیالہ ثرید اور ہرن کا گوشت آیا۔ آپؑ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو محسوس کیا کہ گرم ہے ہاتھ اُٹھا لیا اور فرمایا، میں جہنّم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہمیں اللہ تعالیٰ جہنّم سے بچائے" جب ہم اس گرم سالن کی گرمی کو برداشت نہیں کر سکتے تو جہنّم کی گرمی تو الامان والحفیظ" آپؑ بار بار یہی فرماتے رہے، یہانتک کہ پیالہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر ہم سب نے آپؑ کے ساتھ کھانا کھایا۔ اِس کے بعد خوان اُٹھا لیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا، اے غلام کچھ اور چیز لاؤ۔ وہ ایک طبق میں کھجور لایا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ کھجور ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ زمانہ تو انگوروں اور دوسرے پھلوں کا ہے۔

آپ نے فرمایا، ہاں یہ کھجور ہے پھر غلام سے فرمایا، اسے لیجاؤ اور کچھ اِس کے علاوہ لے آؤ۔

وہ اُسے اُٹھا کر لے گیا اور دوسرے طبق میں پھر وہی کھجور لے آیا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو کہا، یہ بھی تو کھجور ہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، مگر اُس سے اچھی ہے۔ (کافی جلد ۸ ص ۱۶۴)

۳۸ ═ صدقہ کی برکت سے روزی میں وسعت

ہارون بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے فرزند محمدؐ سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس

فلاں خرچ سے کتنی رقم بچی ہے ؟

اُنھوں نے کہا، چالیس دینار۔

آپؑ نے فرمایا، اسے نکالو اور تصدق کردو۔

محمدؐ نے کہا، مگر اس کے سوا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا، تصدق کردو، اللہ دے گا۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہر شے کی ایک کُنجی ہوتی ہے اور رزق کی کُنجی صدقہ ہے۔ لہٰذا اس کو تصدق کردو۔

چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور ابھی تصدق کیے ہوئے صرف دس ہی دن گذرے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے پاس ایک جگہ سے چار ہزار دینار آ گئے۔

آپؑ نے فرمایا، اے فرزند! دیکھو ہم نے اللہ کی راہ میں چالیس دینار دیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار ہزار دینار عطا کردیے۔

• ـــــ علی بن اسباط نے کسی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان زمین کی تقسیم کا معاملہ تھا۔ وہ نجومی تھا اور علمِ نجوم کے حساب سے نیک ساعت دیکھ کر گھر سے نکلا، لیکن نحس ساعت میں پہونچا جب زمین کے ۲ حصے ہوئے اور قرعہ اندازی کی گئی، تو زمین کا اچھا حصہ میرے نام نکلا۔ یہ دیکھ کر وہ نجومی ہاتھ مل کر رہ گیا اور بولا کہ آج کے دن جیسا تو نیک دن میں نے کوئی نہیں دیکھا، پھر یہ کیا ہوگیا ؟

میں نے کہا، اس کے متعلق میں تمھیں بتاؤں ؟

اُس نے کہا، میں نجومی ہوں، میں نے آپؑ کو نحس ساعت میں گھر سے بلایا، اور خود اچھی ساعت دیکھ کر گھر سے نکلا تھا، مگر جب تقسیم ہوئی تو اچھا حصہ آپؑ کے نام نکل آیا۔

میں نے کہا، کیا میں تمھیں ایک حدیث سُنادوں، جو میرے پدرِ بزرگوار نے مجھے سنائی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اُس دن کی نحوست دور کردے تو اُسے چاہیے کہ اپنے اُس دن کی ابتداء صدقہ سے کرے تو اللہ اُس دن کی نحوست اُس سے دور کردے گا۔ اور جو چاہتا ہے کہ اس کے لیے اس رات کی نحوست کو اللہ دور کردے تو اُسے چاہیے کہ وہ رات کا افتتاح صدقہ سے کرے اللہ اُس رات کی نحوست اُس سے دور کردے گا۔ لہٰذا میں نے اپنے نکلنے کے وقت صدقہ دے کر نحوست کو دفع کردیا اور یہ چیز (یہ عمل) تمھارے علمِ نجوم سے بہتر ہے۔

(کافی جلد ۴ صـ ۶)

(۳۹) داد و دہش کا طریقہ

بندار بن عاصم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو مجھ سے طلب حاجت کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ یہ سمجھنا چاہیے کہ جس شخص کو میں پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ دیتا آیا ہوں اُس کے لیے اپنے داد و دہش کو جاری رکھتا ہوں بلکہ اس کا اور زیادہ لحاظ کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ جس کو دس مرتبہ دے چکے ہو اور گیارہویں بار نہ دو، تو وہ گذشتہ دس مرتبہ کے دیے ہوئے (احسان) کو بھول جاتا ہے اور ایک مرتبہ نہ دینے کو یاد رکھتا ہے۔ نیز، میں نئے حاجت مندوں کی حاجت کو کبھی رد نہیں کرتا۔

(الکافی جلد ۴ ص ۲۴)

• ـــــ ذہلی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا "احسان و عطا وہی عمدہ ہے جو سوال سے پہلے ہی کر دی جائے۔ کیونکہ سوال کے بعد اگر تم نے کسی کو کچھ دیا تو وہ احسان نہیں بلکہ وہ سائل کے چہرے کے آب کی قیمت ہے جو اُس نے تمھارے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ رات بھر جاگا ہے کروٹیں بدلی ہیں اُمید اور مایوسی کے عالم میں رہا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنی حاجت کس کے سامنے پیش کرے۔ بالآخر بہت کچھ سوچنے کے بعد وہ تمھارے پاس آیا پھر بھی اُس کا دل لرز رہا تھا، اُس کا جسم کانپ رہا تھا۔ تم اس کے چہرے کا رنگ دیکھ رہے تھے کہ اس کو پتہ نہیں تھا کہ وہ تمھارے پاس سے مایوس واپس جائے گا یا کامیاب ہو کر پلٹے گا۔

(الکافی جلد ۴ ص ۲۳)

• ـــــ یونس سے روایت ہے کہ اس سے کسی شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابو عبد اللہؑ اکثر شکر صدقہ میں دیتے تھے۔

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ شکر تصدق فرماتے ہیں؟

فرمایا: ہاں یہ مجھے بہت زیادہ پسند ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ چیز تصدق کروں جو میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔

(الکافی جلد ۴ ص ۶۱)

(۴۰) بنی ہاشم کی درپردہ مدد

اسماعیل بن جابر کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ایک تھیلی میں مجھے پچاس دینار دیے اور کہا، اسے لیجاؤ اور بنی ہاشم میں سے فلاں شخص

کو دے دو، مگر اُس کو پتہ نہ چلے کہ یہ میں نے تمہارے ذریعے سے اُس کو دیے ہیں۔

اسماعیل کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس لے گیا، تو اُس نے کہا یہ کس نے بھیجا ہے اللہ اُس کو جزائے خیر دے۔ یہ بیچارہ ہم کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتا رہتا ہے جس سے ہمارا خرچ چلتا ہے مگر دیکھو! جعفرؑ بن محمدؑ باوجود کثرتِ مال کے ہماری ایک درہم سے بھی مدد نہیں کرتے۔

(امالی طوسی صفحہ ۶۶)

(۴۱) فطرہ کی اہمیت

معتب کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ میرے تمام اہل و عیال اور تمام غلاموں کی طرف سے فطرہ نکال دو کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا۔ اگر ایک کو بھی چھوڑا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ (اچانک) فوت نہ ہو جائے۔

میں نے عرض کیا، فوت ہونے کا کیا مطلب؟

آپؑ نے فرمایا، فوت سے مراد موت ہے۔ (الکافی جلد ۴ صفحہ ۱۷۴)

(۴۲) ارشادِ رسولِ مقبولؐ

ہارون بن جہم کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام ابو جعفر منصور کے پاس مقامِ حیرہ تشریف لے گئے تو ہم آپؑ کے ہمراہ تھے۔ وہاں کسی فوجی سردار کے لڑکے کا ختنہ ہوا۔ اُس موقع پر اس نے تمام لوگوں کی دعوت کی اور مدعوین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تھے۔ جب آپؑ دسترخوان پر بیٹھے اور کھانا نوش فرمانے لگے اُس وقت دسترخوان پر آپؑ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی تھے اُن میں سے ایک شخص نے پانی مانگا تو اس کے لیے شراب کا ایک پیالہ آیا۔ جیسے ہی شراب کا وہ پیالہ اُس شخص کے ہاتھ میں دیا گیا آپؑ دسترخوان سے اُٹھ کھڑے ہو گئے، لوگوں نے سبب پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

کہ "وہ شخص ملعون ہے جو اُس دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو"

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنی خوشی سے اُس دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو، اُس پر لعنت ہو۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۲۶۸)

(۴۳) بے تکلفی سے کھانا

عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت

ابو عبداللہ علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا تو ایک بڑی پلیٹ (طشت) میں چاول آئے ہم نے تکلف کے ساتھ آہستہ آہستہ کھانا شروع کیا۔ آپؑ نے فرمایا، تم نے تو کچھ نہیں کھایا، اتنا تکلف نہ کرنا چاہیے۔ جس کے دل میں ہماری محبت زیادہ ہوگی وہ ہمارے یہاں سب سے زیادہ کھانا کھائے گا۔

یہ سُن کر میں نے دسترخوان پر رکھی ہوئی طشت کو سنبھالا اور ایک طرف سے صاف کرنا شروع کر دیا۔ تب آپؑ نے فرمایا، ہاں اب بھی تو تم نے تکلف برطرف کر کے کھانا کھایا۔

پھر آپؑ نے ایک حدیث بیان فرمائی کہ "ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انصار میں سے کسی کے یہاں سے چاول آئے۔ آپؐ نے سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کو بُلایا۔ وہ لوگ آئے تو آپؐ نے کھانے پر مدعو کیا تو انھوں نے بڑے تکلف سے کھانا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا، تم نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا۔ یاد رکھو! تم میں سے جس کو ہماری محبت زیادہ ہوگی وہ ہمارے یہاں زیادہ کھانا کھائے گا۔

یہ سن کر وہ لوگ اچھی طرح کھانے لگے۔ پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا اللہ اُن لوگوں پر رحم کرے اور ان سے راضی رہے۔ (الکافی جلد ۶ صـ۲۷۸)

• عبداللہ بن سلیمان صیرفی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ہمارے لیے کھانا آیا اُس میں بھنا ہوا گوشت اور دوسری چیزیں بھی تھیں۔ پھر ایک طبق میں چاول آئے۔ میں نے آپؑ کے ساتھ کھانا کھایا آپؑ نے فرمایا، اور کھاؤ۔

میں نے عرض کیا، میں تو کھا چکا۔

آپؑ نے فرمایا "نہیں اور کھاؤ، اِس لیے کہ کھانے میں بے تکلفی برتنا پختہ دوستی کی علامت ہے۔"

پھر آپؑ نے اپنی انگلیوں سے طبق میں سے کچھ حصّہ میری طرف اور بڑھایا اور فرمایا تم کھا تو چکے ہو مگر میرے کہنے سے یہ اور کھانا پڑے گا۔ میں نے پھر اسے بھی کھایا۔

(الکافی جلد ۶ صـ۲۷۹)

• ابنِ ربیع سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے کھانا منگوایا تو ہریسہ (ہریرہ) لایا گیا۔

آپؑ نے ہم سے فرمایا، اور قریب آجاؤ تاکہ بآسانی کھا سکو، لیکن ہم لوگوں نے قدرے تکلف سے کام لیا۔ تو آپؑ نے فرمایا، تکلف نہ کرو اور کھاؤ، اِس لیے کہ کھانے ہی سے

باہمی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر ہم لوگ اونٹ کی طرح بڑے بڑے لقمے کھانے لگے۔

(الکافی جلد ۶ صـ ۲۷۹)

• ـــ ابوحمزہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہماری ایک جماعتِ اصحاب حضرت ابوعبداللہ کی خدمت میں حاضر تھی۔ آپؑ نے کھانا منگوایا، جو اتنا عمدہ اور لذیذ تھا کہ ویسا ہم نے کبھی کھایا ہی نہ تھا۔ پھر کھجوریں لائی گئیں جو اتنی صاف و شفاف کہ دیکھنے کے لائق۔

پھر ہم میں سے ایک شخص نے کہا، تم لوگوں نے فرزندِ رسولؐ کے پاس جو نعمتیں کھائی ہیں: اللہ کی بارگاہ میں ان کا سوال ہوگا۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے کہ تم لوگوں کو کھانا کھلائے اور پھر اس کا تم سے جواب بھی طلب کرے۔ لہٰذا مطمئن رہو، اس کا سوال نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ نے جو تمھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ جیسی نعمت دی ہے اس کا سوال ہوگا۔

(الکافی جلد ۶ صـ ۲۷۹)

• ـــ عبدہ واسطی نے عجلان سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ رات کا کھانا کھایا۔ آپؑ کا یہ معمول تھا کہ بعد نمازِ مغرب کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ کھانے میں سرکہ، زیتون اور ٹھنڈا گوشت آیا۔ آپؑ نے گوشت میرے لیے چھوڑا وہ مجھے کھلاتے رہے اور خود آپؑ نے سرکہ اور زیتون نوش فرمایا۔ پھر دورانِ طعام ہاتھ روک کر ارشاد فرمایا۔ "یہ کھانا انبیاء کا کھانا ہے"۔ (الکافی جلد ۶ صـ ۳۲۸)

(۴۴) ═ طبِّ صادق

حسن بن علی بن نعمان نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے درد کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ جب بستر پر جاؤ تو انجیر کی شکر کھایا کرو۔

میں نے ایسا ہی کیا اور درد جاتا رہا۔ میں نے اس کا تذکرہ اپنے شہر کے بعض حاذق اطباء سے کیا۔ انھوں نے کہا، یہ دوا حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہاں سے معلوم ہوگئی۔ یہ تو ہمارا بہت ہی پوشیدہ علمی طبی خزانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے پاس اس فن کی کتابیں ہیں اور یہ نسخہ انھیں کسی کتاب میں مل گیا ہوگا۔ (الکافی جلد ۶ صـ ۳۳۳)

• ـــ عبداللہ بن سلیمان سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے پنیر کے متعلق دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ تم نے بہت

اچھی چیز کے متعلق سوال کیا؛ پھر آپؑ نے اپنے غلام کو ایک درہم دیا کہ اس کا پنیر خرید لاؤ۔ اِدھر فوراً ہی آپؑ نے کھانا منگوایا۔ ہم نے کھانا شروع کیا اور اُدھر پنیر بھی آگیا جسے آپؑ نے بھی تناول فرمایا اور ہمیں بھی کھلایا۔

(۴۵) === چاول کے فوائد

ہشام بن حکم نے زرارہ سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کی دایہ انھیں چاول کا لقمہ بنا کر زبردستی (جبراً) کھلا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوا۔ جب میں حضرت ابوعبداللہؑ کی خدمت میں پہونچا تو آپؑ نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ تم دایہ کی وہ حرکت دیکھ کر رنجیدہ ہو؟

میں نے کہا، جی ہاں۔ میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ نے فرمایا، چاول آنتوں کو کشادہ کرتا ہے اور بواسیر کو ختم کرتا ہے۔ ہمیں اہلِ عراق پر رشک آتا ہے کہ وہ چاول اور گدرائی ہوئی (آدھی کچی آدھی پکی) کھجور کھاتے ہیں اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں آنتوں کو کشادہ کرتی ہیں اور قاطعِ بواسیر ہیں۔

(الکافی جلد ۶ صـ ۳۴۱)

(۴۶) === روغنِ بنفشہ کے خواص

عبدالرحمٰن بن کثیر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ کے پاس مہزم آیا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا، کسی کنیز کو بُلاؤ کہ وہ ہمارے لیے تیل اور سُرمہ لے آئے۔

میں نے کنیز کو آواز دی۔ وہ ایک شیشی میں آپؑ کے لیے روغنِ بنفشہ لے آئی۔ اُس وقت جاڑے کا موسم تھا۔ مہزم نے اس شیشی میں سے تھوڑا سا تیل اپنی ہتھیلی پر انڈیلا اور بولا، میں آپؑ پر قربان، یہ روغنِ بنفشہ اور جاڑے کا موسم؟

آپؑ نے فرمایا، اس میں کیا حرج ہے اے مہزم!

اُس نے کہا، کوفہ کے اطباء کا تو یہ خیال ہے کہ روغنِ بنفشہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں۔ بلکہ اس کی تاثیر گرمی میں ٹھنڈی اور جاڑے میں گرم ہوتی ہے

(الکافی جلد ۲ صـ ۵۲۱)

(۴۷) — لوبان کے خواص

ابنِ ابی عمیر نے ابن اذنیہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہاتھ پاؤں پھٹنے کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا تھوڑی روئی لو اس میں کچھ لوبان (مصری بید) ڈالو اور اپنی ناف پر رکھ لو

اسحاق بن عمّار کا بیان ہے، میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان۔ کیا یہ شخص روئی پر ذرا سی لوبان ڈال کر اسے اپنی ناف پر رکھے۔ بس اتنا ہی کافی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، اے اسحاق! تم اپنی ناف پر فقط لوبان ہی رکھ کر دیکھ لو۔ یہ بڑی چیز ہے اسے کم نہ سمجھو۔

ابنِ اذنیہ کا بیان ہے کہ آپؑ نے جس کو یہ دوا بتائی تھی میں اس سے بعد میں ملا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک ہی مرتبہ یہ عمل کیا اور وہ کیفیت جاتی رہی۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۲۳)

(۴۸) — آپؑ کے ملبوسات

محمد بن حسین بن کثیر خزاز نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ اپنے کپڑوں کے نیچے ایک سخت اور موٹے کپڑے کی قمیض پہنے ہوئے ہیں اور اُس پر صوف کا جُبّہ ہے اور پھر اس کے اوپر ایک موٹی قمیض ہے۔ میں نے اسے ٹٹول کر دیکھا اور کہا، میں آپؑ پر قربان! لوگ صوف کے لباس کو ناپسند کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ ہرگز بری چیز نہیں ہے۔ میرے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت علی ابن الحسینؑ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنا موٹے سے موٹا لباس پہنا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۵۰)

• — حذیفہ ابن منصور سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں مقام حیرہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ خلیفہ ابو العباس کا آدمی آپؑ کو بُلانے آیا۔ آپ نے برساتی لباس منگوایا (جس کا ایک رخ سیاہ اور دوسرا سفید تھا) اُسے پہنا اور فرمایا کہ میں پہن تو رہا ہوں مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ لباس اہلِ جہنم کا ہے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۴۹)

• — حسین بن مختار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لیے چند سفید ٹوپیاں تیار کر دو مگر انھیں توڑنا نہیں، کیونکہ مجھ جیسے سردار ٹوٹی ہوئی

ٹوپی نہیں پہنا کرتے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۶۲)

• ــــ فضل بن مدائنی سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے پاس آپؑ کے اصحاب میں سے کوئی آیا، اُس نے دیکھا کہ آپؑ کی قمیض کے کالر میں پیوند لگا ہوا ہے۔ وہ اسے مسلسل دیکھتا رہا۔

آپؑ نے دریافت کیا، کیا دیکھ رہے ہو؟

اُس نے کہا، آپؑ کی قمیض کا کالر دیکھ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا وہ کتاب اُٹھالو اور دیکھو اُس میں کیا لکھا ہے۔؟

اُس نے کتاب اُٹھا کر دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا۔

"جس میں حیا نہیں اُس میں ایمان نہیں، جس کے پاس آمدنی و خرچ کا حساب نہیں اُس کے پاس مال و دولت نہیں، جس کے پاس پُرانا لباس نہیں اُس کے پاس نیا لباس کبھی نہیں ہوگا۔"

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۶۰)

(۴۹) ـــ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

مسمع بن عبدالملک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مقامِ منیٰ میں حضرت ابوعبداللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہمارے سامنے انگور تھے جسے ہم کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک سائل آیا، اُس نے سوال کیا، آپؑ نے حکم دیا کہ اس کو انگوروں کا ایک خوشا دے دیا جائے۔ سائل نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، ہاں اگر درہم ہو تو دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، پھر جاؤ تمھیں اللہ اور دے گا۔

سائل چلا گیا، اور پھر واپس آکر وہی انگوروں کا خوشا مانگنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ تمھیں اللہ اور دے گا۔ آپؑ نے اُسے کچھ نہیں دیا۔

پھر ایک دوسرا سائل آیا، آپؑ نے اُس کو انگور کے تین دانے اُٹھا کر دیے۔

سائل نے لیکر کہا، خدا کا شکر ہے جس نے مجھے رزق دیا۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، "ابھی ٹھہرو جانا نہیں۔"

پھر اُسے دونوں ہاتھ سے بھر کر انگور دیے۔

سائل نے لے لیے اور پھر کہا، اُس خدا کی حمد ہے جس نے مجھے روزی دی۔

آپؑ نے فرمایا، ابھی ٹھہرو، یہ کہہ کر آپؑ نے غلام کو بلایا اور دریافت فرمایا، تیرے پاس کتنے درہم باقی رہ گئے ہیں۔؟

اُس نے بتایا کہ تقریباً بیس درہم اور باقی رہ گئے ہیں۔
آپؑ نے وہ بھی سائل کو عطا فرمادیے۔
سائل نے اُسے بھی لیکر کہا کہ "پروردگارا! تیرا شکر گذار ہوں، یہ تیری ہی عطا ہے تو اکیلا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، ٹھہرو! ابھی نہ جانا، یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی قمیص اُتاری اور سائل کو عطا فرمادی اور کہا کہ اسے پہن لو۔
اُس نے کہا اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے لباس پہنایا اور میرا بدن ڈھانپ دیا۔ یا ابا عبداللہ! آپؑ کو اللہ جزائے خیر عنایت فرمائے۔
یہ کہہ کر وہ پلٹا اور چلا گیا۔ اور اگر وہ نہ جاتا تو آپؑ اُس کو کچھ نہ کچھ دیتے ہی رہتے کیونکہ ہر عطا پر وہ شکرِ الٰہی بجالاتا رہا تھا۔ (اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو شکر ادا کرے گا تو میری عطا میں اس کے لیے اضافہ ہوتا رہے گا۔)

• —— برسی نے مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ ایک فقیر نے سوال کیا۔ آپ نے اپنے غلام سے پوچھا، تیرے پاس کیا ہے؟
اُس نے عرض کیا، چار سو درہم۔
آپ نے اُس سے فرمایا، یہ اس فقیر کو دے دو۔
غلام نے چار سو درہم فقیر کو دے دیے اور وہ شکر ادا کرتا ہوا چلا، تو آپؑ نے اپنے غلام سے کہا، اس کو واپس بلاؤ۔
وہ واپس آیا تو بولا یا سیّدی! میں نے آپؑ سے سوال کیا، آپؑ نے عطا فرمایا اس عطا کے بعد اب کیا ارادہ ہے؟
آپؑ نے فرمایا، سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اَرشاد فرمایا ہے کہ "بہترین بخشش و صدقہ یہ ہے کہ مانگنے والا غنی ہو جائے، اُس کو کسی اور سے مانگنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔" میں نے ابھی تجھ کو غنی نہیں کیا ہے۔ اچھا اب میری یہ انگوٹھی لو، یہ دس ہزار درہم کی ہے جب تمھیں ضرورت ہو تو اس کو اسی قیمت پر فروخت کر لینا۔

(۵۰) — جعفر ابنِ محمّد باقر کو ربّ سمجھنے والے پر لعنت

مالک بن عطیہ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے بعض اصحاب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام بہت غصّہ کے عالم میں ہمارے پاس وارد ہوئے اور فرمایا: کہ میں ابھی ابھی ایک ضرورت کے لیے باہر گیا تھا کہ مدینہ کے بعض حبشیوں سے ملاقات ہوگئی۔ اُنھوں نے مجھے پکار کر کہا لبّیک اے جعفر ابنِ محمدؑ لبّیک۔ یہ سن کر میں مارے ڈر اور خوف کے اپنے گھر واپس آیا اور اپنی جائے نماز پر اپنے ربّ کے سامنے سجدہ میں گر گیا، چہرے کو خاک پر رکھا، عاجزی وانکساری کا اظہار کیا اور وہ لوگ جو کہہ رہے تھے اس سے برأت کا اظہار کیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے لیے جو اللہ نے فرمایا ہے اگر وہ سُن لیتے تو پھر ایسے بہرے ہوجاتے کہ پھر تا ابد نہ سنتے، ایسے اندھے ہوجاتے کہ پھر تا ابد نہ دیکھ سکتے، ایسے گونگے ہوجاتے کہ تا ابد نہ بول سکتے۔ خدا ابوالخطّاب پر لعنت کرے اور اُسے تلوار سے قتل کرے۔

(نوٹ) شاید یہ حبشی لوگ ابوالخطاب کے ساتھیوں میں سے تھے جو حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کی ربوبیت کا قائل تھا اور جس طرح حج میں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہیں اسی طرح ان حبشیوں نے آواز دی اسی بنا پر حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ بیحد مضطرب ہوئے اور سجدۂ خالق میں جا کر اس سے اپنی برأت کا اظہار کیا، اور فرمایا کہ اللہ ابوالخطاب پر لعنت کرے، اس لیے کہ وہی اس مذہبِ فاسد کا بانی ہے۔ (الکافی جلد ۸ صفحہ ۲۲۵)

(۵۱) ـــــ پروانۂ آزادی

ابنِ سنان نے ایک ایسے غلام سے روایت کی ہے جس کو حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے آزاد فرمایا تھا۔ اور جس کے پروانۂ آزادی میں یہ تحریر تھا۔

"یہ پروانۂ آزادی ہے حضرت جعفرؑ ابنِ محمدؑ کی طرف سے۔ اُنھوں نے اپنے فلاں سندی غلام کو آزاد کیا، اس بِنا پر کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں نیز، بعث (دوبارہ زندہ کیا جانا) حق ہے، جنّت حق ہے، جہنّم حق ہے۔ وہ اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھتا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانتا ہے، اللہ کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہے، جو کتابیں اور احکامات اللہ کی طرف سے آئے ہیں ان کا اقرار کرتا ہے۔ جعفرؑ بن محمدؑ نے اس کو اللہ کے لیے (لوجہ اللہ) آزاد کیا ہے۔ وہ اس سے اس کی نہ کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ اب اس پر کسی کو کوئی اختیار نہیں، ہاں، اس کے ساتھ بھلائی کرسکتا ہے۔ گواہ ہیں اس پر فلاں۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

• ــــ ابراہیم بن ابی بلاد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ کے تحریر کردہ پروانۂ آزادی کو پڑھا۔ اس میں تحریر تھا۔

"یہ پروانۂ آزادی ہے جعفر ابن محمدؑ کی جانب سے اُنھوں نے اپنے فلاں غلام کو اللہ کے لیے (لوجہ اللہ) آزاد کیا۔ وہ اُس سے اِس بات کی نہ کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ صرف اس وعدے پر کہ وہ نماز پڑھے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا۔ حج بیت اللہ کرے گا۔ ماہِ رمضان میں روزے رکھے گا۔ اللہ کے دوستوں کو دوست رکھے گا، اللہ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرے گا، اس پروانۂ آزادی کے گواہ ہیں فلاں، فلاں، فلاں، تین آدمی۔

(الکافی جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

(۵۲) ــــ اقسامِ کھجور اور اُن کے فوائد

سعدان بن مسلم نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت جعفر ابنِ محمدؑ علیہ السلام نے مقامِ حیرہ کی طرف جانے کا قصد فرمایا، تو آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور خورنق کی جانب روانہ ہوئے وہاں اُتر کر اپنی سواری کے سائے میں ذرا دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ آپؑ کے ہمراہ آپؑ کا ایک حبشی غلام بھی تھا، وہاں کوفہ کے ایک باشندے نے کھجوروں کا ایک باغ خریدا تھا، اُس نے غلام سے پوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟

اُس نے کہا، یہ حضرت امام جعفر ابنِ محمدؑ علیہ السلام ہیں۔

یہ سُن کر وہ باغ میں گیا اور ایک طبق میں مختلف قسم کی کھجوریں لے آیا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیا۔

آپؑ اُس کے اِس اخلاق سے بہت خوش ہوئے اور ایک قسم کی کھجور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ کون سی کھجور ہے؟

اُس نے کہا، یہ برنی کھجور کہلاتی ہے۔

آپؑ ارشاد فرمایا "اُس میں شفا ہے"۔ پھر سابری کھجور کے بارے میں پوچھا۔؟

اُس نے کہا، یہ سابری کھجور ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اس کو ہمارے یہاں بیض کہتے ہیں۔ پھر مشان کے لیے پوچھا؟

اُس نے کہا، یہ مشان کہلاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہمارے یہاں اس کو ام جرذان کہتے ہیں اس کے بعد صرفان کو دیکھا اور اس کے متعلق بھی دریافت فرمایا کہ، یہ کون سی کھجور ہے؟

اُس شخص نے کہا، یہ صرفان ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہمارے یہاں اس کو عجوہ کہتے ہیں اس میں بھی شفاء ہے۔

(۵۲) پا برہنہ تعزیت

یعقوب سراج سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے کسی قرابتدار کے بچّے کی موت پر تعزیت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاقاً آپؑ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپؑ نے جوتہ پاؤں سے برطرف کیا اور پا برہنہ چلدیے۔

ابنِ ابی یعفور نے دیکھا تو اس نے اپنے پاؤں کا جوتہ اُتار کر تسمہ نکالا اور حضرت ابوعبداللہ کو دینے لگا۔

آپؑ نے غصّہ کی نظر سے دیکھا اور لینے سے انکار کیا، اور فرمایا، نہیں مصیبت زدہ کو زیادہ سزاوار ہے کہ وہ پا برہنہ ہو۔ چنانچہ آپؑ اسی طرح پا برہنہ تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔

(الکافی جلد ۶ ص ۵۰۰)

(۵۳) امامؑ کی ایک دُعاء

ابنِ ابی یعفور کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیے ہوئے یہ دُعاء فرما رہے ہیں۔ "پروردگارا! تو مجھے چشمِ زدن یا اس سے کم یا زیادہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا" اور یہ فرماتے ہی آپ کے آنسو آپؑ کی ریشِ مبارک پر دونوں طرف بہنے لگے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے ابنِ ابی یعفور! اللہ تعالیٰ نے چشمِ زدن سے بھی کم وقت کے لیے حضرت یونسؑ بن متی کو اُن کے نفس کے حوالہ کر دیا تھا، تو اُن سے وہ لغزش سرزد ہو گئی۔

میں نے عرض کیا، خدا آپؑ کا بھلا کرے، کیا اُن کی یہ لغزش حدِ کفر تک پہونچ گئی تھی؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں لیکن اسی حالت میں اگر اُن کو موت آجاتی تو وہ تباہ ہو جاتے۔

(الکافی جلد ۲ ص ۵۸۱)

(۵۴) حمّام کے بعد کی دُعاء

عبداللہ بن مسکان کا بیان ہے کہ ہم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ حمّام گئے۔ جب حمّام سے نکلے تو حضرت ابوعبداللہؑ سے ملاقات ہو گئی۔ آپؑ نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟

ہم نے جواب دیا حمام سے۔
آپؑ نے فرمایا، اللہ تمھارے غسلوں کو پاکیزہ قرار دے۔
ہم نے عرض کیا، ہم سب آپؑ پر قربان، اور پھر ہم آپؑ کے ہمراہ حمام آئے، آپؑ حمام میں تشریف لے گئے اور ہم آپؑ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب آپؑ حمام سے برآمد ہوئے تو ہم نے کہا، اللہ تعالیٰ آپؑ کے غسل کو بھی پاکیزہ قرار دے۔
آپؑ نے جواب میں فرمایا، خدا تمھیں بھی پاک رکھے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۵۰۰)

(۵۵) تلاوتِ کلام پاک کی مقدار

حسین بن خالد سے روایت ہے۔
اُس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا، میں کتنے قرآن کی تلاوت کیا کروں؟
آپؑ نے فرمایا، پانچویں یا ساتویں حصّہ کی، مگر میرے پاس جو مصحف ہے وہ چودہ اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۵۶) چھینک آنا موت سے امن کی دلیل ہے

احمد بن محمد نے کسی صحابہ سے اور اُنھوں نے عامہ میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلسوں میں بیٹھا کرتا تھا اور خدا کی قسم میں نے اُن کی مجلس سے زیادہ صاف ستھری اور مہذب مجلس اور کسی کی نہیں دیکھی۔
ایک دن آپؑ نے مجھ سے پوچھا، بتاؤ چھینک کہاں سے نکلتی ہے؟
میں نے عرض کیا، ناک سے۔
آپؑ نے فرمایا، تم سے غلطی ہوگئی۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، پھر کہاں سے نکلتی ہے؟
آپؑ نے فرمایا، سارے بدن سے، جس طرح نطفہ سارے بدن سے نکلتا ہے مگر خارج ہونے کی جگہ عضوِ مخصوص ہے۔
پھر فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انسان کو چھینک آتی ہے تو اس کے سارے اعضاء پھڑک جاتے ہیں اور جس کو چھینک آتی ہے وہ سات دن تک موت سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵۷) = پالتی مار کر بیٹھنا

حماد بن عثمان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ پالتی مار کر بیٹھے ہوئے تھے آپؑ کا دایاں پاؤں بائیں پاؤں کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا، میں آپؑ پر قربان، کیا اس طرح کی نشست مکروہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں یہ بات یہودی کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے فراغت پائی اور عرش کو درست کر لیا، تو آرام و استراحت کے لیے وہ اس طرح بیٹھ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے " اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم " (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ، سوائے اُس کے کوئی خدا نہیں ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ و قائم رہے گا، نہ وہ اونگھتا ہے اور نہ سوتا ہے۔" چنانچہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اسی طرح پالتی مارے ہوئے بیٹھے رہے۔ (الکافی جلد ۲ صـ۶۶۱)

(۵۸) = تحریر میں استثنا ضروری ہے

مراحم بن حکیم کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے کسی کام کے لیے ایک تحریر لکھنے کا حکم دیا۔ جب تحریر لکھ لی گئی تو آپؑ کے سامنے پیش کی گئی، مگر اس میں کہیں کسی چیز کا استثناء نہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس تحریر کو لے جاؤ اور جہاں جہاں استثناء کی ضرورت ہے استثناء لگاؤ ورنہ یہ تحریر نامکمل ہے۔ (الکافی جلد ۲ صـ۶۷۳)

(۵۹) = رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ

قتیبہ اعشی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ آپؑ کے ایک فرزند کی عیادت کے لیے گیا، دیکھا کہ آپؑ دروازہ پر ہیں اور بہت مہموم و محزون ہیں۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، بچے کی طبیعت کیسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم اس کا حال اچھا نہیں ہے۔

پھر آپؑ اندر تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جب آپؑ باہر تشریف لائے تو ہم نے

دیکھا کہ آپؑ کے چہرے پر آثارِ حُزن و ملال ختم ہو چکے ہیں اور آپؑ قدرے مطمئن نظر آرہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ بچّے کی طبیعت اب بہتر ہو گئی ہو گی۔ تاہم میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، بچّے کا کیا حال ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اُس کا انتقال ہو گیا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، جب تک بچّہ زندہ تھا تو آپؑ بہت ہی مغموم و محزون تھے مگر جب اس کا انتقال ہو گیا تو وہ آثارِ حُزن و ملال ختم ہو گئے اور آپؑ مطمئن نظر آرہے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، ہم اہلِ بیت مصیبت وارد ہونے سے قبل تو مضطرب اور پریشان رہتے ہیں، مگر جب حکمِ خدا پورا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کے فیصلہ پر مکمّل رضامندی کا اظہار کر کے حکمِ مالک کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ (الکافی جلد ۳ صفحہ ۲۲۵)

(۶۰) ـــ حقوق کی ادائیگی

کاہلی نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میرے پدر بزرگوار حقوقِ اہلِ مدینہ کو ادا کرنے کے لیے میری والدہ اور ام فروہ کو بھیجا کرتے تھے۔ (الکافی جلد ۳ صفحہ ۲۱۷)

(۶۱) ـــ قیاس پر عمل کرنے والوں کا حشر

ابنِ شبرمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک حدیث میں نے حضرت جعفر ابن محمدؑ سے سُنی ہے۔ اسے جب یاد کرتا ہوں تو میرا دل پاش پاش ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے آپؑ نے فرمایا کہ "مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے فرمایا اور انھوں نے میرے جدِّ نامدار سے سُنا اور اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا۔

ابنِ شبرمہ کہتا ہے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، نہ اُن کے پدرِ بزرگوار نے اُن کے جد کی طرف سے جھوٹ کہا اور اُن کے جد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے جھوٹ کہا، بلکہ واقعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے قیاس پر عمل کیا وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی ہلاک کیا، اور جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ ناسخ کیا ہے اور منسوخ کسے کہتے ہیں، محکم کیا ہے اور متشابہ کیا ہے اور پھر فتوی

دے، تو وہ بھی ہلاک ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ (الکافی جلد۱ ص۴۳)

(۶۲) تقیہ پر عمل

موسیٰ بن اشیم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر ابن محمدؑ باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپؑ سے قرآن مجید کی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ آپؑ نے اُسے بتادیا۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اُس نے بھی آپؑ سے اسی آیت کا مطلب پوچھا۔ آپؑ نے اُس کو دوسرا مطلب بتایا۔

یہ سُن کر مجھے شک گذرا اور میری قلبی کیفیت غیر مطمئن سی ہونے لگی۔ دل ہی دل میں یہ کہنے لگا کہ افسوس، میں ابو قتادہ کو شام میں چھوڑ کر یہاں آیا، وہ تو اس قسم کی غلطی کبھی نہیں کرتے تھے اور یہاں تو یہ سراسر غلط باتیں بتا رہے ہیں۔

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک تیسرا شخص آیا، اُس نے بھی اُسی آیت کا مطلب دریافت کیا۔ آپؑ نے اس کو ایک تیسرا مطلب بتادیا۔ پھر میری سمجھ میں آیا کہ یہ جو کچھ آپؑ فرما رہے ہیں یہ برِبنائے تقیہ ہے۔ اس کے بعد آپؑ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا۔ اے ابن اشیم اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان ابن داؤدؑ کو اقتدار تفویض فرمایا اور کہا۔

"هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورہ ص آیت ۳۹)

ترجمہ (یہ (تو) ہماری بے حساب عطا تھی۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے۔)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اقتدار سونپا تو فرمایا:

"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

(سورۂ حشر آیت ۷)

اور جو کچھ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سپرد فرمایا وہ سب ہمیں بھی عطا کیا (الکافی جلد۱ ص۲۶۵)

(۶۳) باغ کی پیداوار اور اُس کی تقسیم

علی بن ریّان نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے یونس یا کسی اور سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں نے سُنا ہے کہ آپؑ عین زیاد کے پھلوں کا کوئی انتظام کرتے تھے، میں چاہتا ہوں وہ آپؑ کی زبانِ اقدس سے سنوں آپؑ نے ارشاد فرمایا، ہاں، میں حکم دیتا تھا کہ جب پھل تیار ہوجائیں تو باغ

کی دیواروں میں شگاف دیدیے جائیں تاکہ لوگ اس راہ سے آکر پھل کھا سکیں، اور میں نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ باغ میں دس چٹائیاں روزانہ بچھائی جائیں جن میں کی ہر چٹائی پر کم از کم دس آدمی بیٹھ سکیں۔ اور جب دس آدمی پھل کھا کر چلے جائیں تو دوسرے دس آدمی اس پر آکر بیٹھیں، اور ان میں سے ہر ایک کے سامنے ایک مُد کھجوریں رکھ دی جائیں میں نے اُس باغ کے قریب رہنے والوں کے لیے بھی یہ حکم دیا تھا کہ اُن میں جتنے بوڑھے، بچے، مریض اور عورتیں جو یہاں آکر کھانے کی طاقت نہیں رکھتے، اُن میں سے ہر ایک کو ایک مُد کھجور دی جائے اور جب درختوں سے پوری فصل کاٹ کر جھاڑ لی جائے تو نگہبانوں، وکلاء اور مزدوروں کو اُن کی اُجرت دی جائے اس کے بعد جو بچے وہ مدینہ بھیج دی جائے۔ پھر یہاں مختلف خاندانوں کے مستحقین کو کم یا زیادہ اُن کے حسبِ استحقاق تقسیم کرتا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد مجھے چار سو دینار کی کھجوریں بچ جاتی تھیں پیداوار چار ہزار دینار کی ہوتی تھی۔ (الکافی جلد ۳ صفحہ ۵۶۹)

(۶۴) حرمِ کعبہ کا احترام

ابنِ تغلب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے ساتھ مکہ و مدینہ کے درمیان آپؑ کی سواری کے پیچھے سوار تھا جب حرم کے قریب پہونچے تو آپؑ سواری سے اُترے غسل فرمایا، اپنی جوتیاں ہاتھ میں لیں اور پا برہنہ حرم میں داخل ہوئے۔ (الکافی جلد ۴ ص ۳۹۸)

(۶۵) زمانے کے مطابق لباس

حمّاد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا کہ خدا آپؑ کا بھلا کرے آپؑ نے تو یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام موٹا جھوٹا لباس پہنا کرتے تھے آپکے والد کم و بیش چار درہم کی قمیص پہنا کرتے تھے۔ اور آپؑ کو دیکھتا ہوں کہ آپؑ تو ایک عمدہ اور نیا لباس پہنے ہوئے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ جو لباس پہنتے تھے اُس کو اُس زمانے کے لوگ بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ اور آجکل اگر کوئی وہ لباس پہنے تو لوگ اُس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ سنو! بہتر لباس وہی ہے جسے اُس زمانے کے لوگ پہنتے ہوں مگر جب قائمِ آلِ محمدؐ ظہور کریں گے تو وہ حضرت علی علیہ السلام والا لباس پہنیں گے۔ (الکافی جلد ۶ ص ۴۴۴)

• ـــــ زید شحام سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ شبِ جمعہ راستے میں تھے کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، یہ شبِ جمعہ ہے قرآن مجید کی تلاوت کرو۔

میں نے اس آیت سے تلاوت شروع کی : " اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ط (سورۂ دخان آیت ۴۰-۴۱-۴۲)

ترجمہ: " یقیناً تصفیہ (فیصلہ) کا دن ہی اُن سب کا معیّنہ وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے ذرا بھی کام نہ آئے گا، اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی، سوائے جس پر اللہ رحم کرے۔"

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، خدا کی قسم ہم ہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، خدا کی قسم ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اس آیت میں مستثنیٰ فرمایا ہے ہم اُن سے مستغنی ہیں۔ (الکافی جلد ۱ صـ ۴۲۳)

(۶۶) ـــــ بچپن میں عبادت

ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پدر بزرگوار مجھے بھی اپنے ساتھ حج پر لے گئے ہم لوگ طواف میں تھے۔ اس وقت میں کم سن تھا مگر میں پوری طرح عبادت میں مشغول تھا۔ جب پدر بزرگوار نے دیکھا کہ میں پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں تو فرمایا، اے جعفر، اے میرے فرزند! اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے جنّت میں ضرور داخل کر دیتا ہے اور اُس کے ذرا سے عمل پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ (الکافی جلد ۲ صـ ۸۶)

(۶۷) ـــــ جوانی میں عبادت

حفص بن بختری وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جب میں جوان تھا تو عبادتِ الٰہی میں بہت مشغول رہتا تھا۔ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے فرمایا، اے فرزند! یہ عبادت قدرے کم کر دو، اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُس کے تھوڑے ہی عمل کو بھی قبول فرما لیتا ہے۔ (کافی جلد ۲ صفحہ ۸۴)

۶۸ = طلبِ رزق

آلِ منام کے غلام عبد الاعلیٰ سے روایت ہے کہ گرمی کے دن تھے اور گرمی بہت سخت ہو رہی تھی کہ ایک دن مدینہ کی راہوں میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا میں سے ہیں اور آپؑ کا یہ حال کہ ہے اِس شدّت کی گرمی کے دن میں بھی اپنے نفس کا سامان فراہم کرنے میں مشغول ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اے عبد الاعلیٰ میں طلبِ رزق کے لیے نکلا ہوں تاکہ تم جیسوں کا دستِ نگر نہ رہوں۔ (الکافی جلد ۲ صـ۸۶)

• حفص بن ابی عائشہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام سے بھیجا۔ اُس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو خود اس کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ وہ ایک جگہ پڑا سو رہا ہے۔ آپؑ اس کے بالینِ سر بیٹھ گئے اور پنکھا کرنے لگے۔ جب اس کو غیر معمولی ہوا محسوس ہوئی تو وہ جاگ اُٹھا اور آپؑ کو دیکھ بیحد شرمندہ ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، بخدا، تجھے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تو رات میں بھی سوئے اور دن میں بھی۔ تیرے سونے کے لیے رات بہت کافی ہے اور تیری وجہ سے ہمیں دن میں قدرے آرام ملنا چاہیے۔ (الکافی جلد ۵ صـ۷۶)

• مناقب میں بھی حفص سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(مناقب جلد ۳ صـ۳۹۵)

۶۹ = تجارت

محمد بن عذافر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے میرے والد کو ایک ہزار سات سو دینار دیے اور فرمایا اس رقم کو میرے لیے تجارت میں لگادو۔ پھر فرمایا، لیکن مجھے اس کے نفع کی خواہش نہیں، حالانکہ نفع ایک پسندیدہ شے ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ دیکھوں اللہ اس میں کتنا نفع دیتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس رقم سے ایک سو دینار کا نفع ہوا۔

میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؑ کی رقم سے ایک سو دینار

کا نفع ہوا ہے۔

یہ سُن کر آپؑ خوش ہوئے اور فرمایا، اس کو میرے راس المال میں جمع کرلو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرے والد کا انتقال ہوگیا اور آپؑ کی رقم میرے والد کے پاس ہی رہ گئی۔ تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اللہ ہمیں اور تمھیں دونوں کو عفو فرمائے، تمھارے والد کے پاس میرے ایک ہزار آٹھ سو دینار رہ گئے ہیں جو میں نے انھیں تجارت کے لیے دیے تھے، اُس رقم کو عمر بن یزید کے حوالہ کردو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کے بہی کھاتے میں دیکھا تو اس میں تحریر تھا کہ حضرت ابو موسیٰؑ کے میرے پاس ایک ہزار سات سو دینار ہیں اور اس کا نفع ایک سو دینار ہے۔ عبداللہ بن سنان اور عمر بن یزید اس کو جانتے ہیں (الکافی جلد ۵ صـ۷۶)

• عبدالحمید بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے ہاتھی کی ہڈیوں کے لیے دریافت کیا کہ کیا اس کی بیع و شریٰ جائز ہے جس سے کنگھیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، میرے والد بزرگوار کے پاس بھی اس کی کچھ کنگھیاں موجود تھیں۔ (الکافی جلد ۵ صـ۲۲۶)

۷۰ = پسینہ خشک ہونے سے قبل مزدور کی مزدوری ادا کردینا چاہیے

حنّان بن شعیب سے روایت ہے

اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے باغ میں کام کرنے کے لیے ہمارے ایک گروہ کو روزانہ کی مزدوری پر رکھا گیا اور کام کا وقت عصر تک تھا۔ جب سب لوگ کام کرکے فارغ ہوئے تو آپؑ نے متعب سے فرمایا، ان کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ان کی مزدوری ادا کردو۔

(الکافی جلد ۵ صـ۲۸۹)

۷۱ = صلح کا طریقہ

امیر حجاج ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میرے اور میرے داماد کے درمیان ایک میراث کے سلسلے میں اختلاف تھا، ادھر سے مفضّل کا گذر ہوا تو وہ کچھ دیر ہمارے پاس کھڑے رہے پھر کہا دیکھو جھگڑا نہ کرو، میرے گھر آؤ۔ ہم لوگ اُن کے گھر پہونچے تو چار سو درہم پر

اُنھوں نے ہماری صلح کرادی اور یہ رقم بھی اپنے پاس سے ادا کی۔ پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے تو اُنھوں نے کہا کہ سنو! یہ رقم میری نہیں ہے بلکہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ کا حکم ہے کہ اگر ہمارے اصحاب میں سے دو آدمیوں میں کوئی مالی تنازعہ ہو تو میرے مال میں سے دیکر اُن کا جھگڑا چکا دو۔ یہ رقم دراصل حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی ہے۔ (الکافی جلد ۲ صـ ۲۰۹)

(۷۲) = اپنی امامت کا اعلان

عمرو ابن ابی مقدام سے روایت ہے

اس کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا، حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام یوم عرفہ موقف پر کھڑے ہو کر باآوازِ بلند لوگوں کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ ایہا النّاس سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے پھر علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام، پھر حسنؑ، پھر حسینؑ پھر علی ابن الحسینؑ پھر محمد ابن علیؑ پھر ھہ"

یہ اعلان آپؑ نے تین مرتبہ سامنے والوں کی طرف رُخ کرکے کیا، تین مرتبہ دائیں جانب، تین مرتبہ بائیں جانب تین مرتبہ اپنے پسِ پشت کے لوگوں کی طرف رُخ کرکے یعنی بارہ مرتبہ آپؑ نے یہ اعلان فرمایا۔

عمرو بن ابی مقدام کا بیان ہے کہ جب میں منیٰ میں آیا تو عربی دانوں سے پوچھا کہ "ھہ" کا کیا مطلب ہے۔؟

اُنھوں نے بتایا کہ لغت بنی فلاں میں "ھہ" کا مطلب "اَنَا فَاسْئَلُوْنِیْ" یعنی میں، مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

راوی کہتا ہے پھر میں نے دوسرے عربی دانوں سے پوچھا، اُنھوں نے بھی اس کا یہی مطلب بتایا۔ (الکافی جلد ۴ صـ ۴۶۶)

(۷۳) = خالق کا کلام بزبانِ امامؑ

روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ غش کھا کر گر پڑے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا سبب تھا کہ آپؑ کا یہ حال ہوا؟

آپؑ نے فرمایا "میں چند آیاتِ قرآنی کی بار بار تلاوت کر رہا تھا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں یہ آیات براہِ راست اپنے مالک وخالق ہی سے سن رہا ہوں۔

(الکافی جلد ۵ صـ ۹۱)

(٧٤) ـــــ اپنا سرمایہ مختلف مقامات پر رکھنا چاہیے

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ
میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ناصح بن کر آیا اور بولا۔ اے اباعبداللہ! آپ اپنی رقوم کو ایک جگہ کیوں نہیں رکھتے مختلف مقامات پر منتشر کر کے کیوں رکھتے ہیں، اگر یہ سب رقوم ایک جگہ رکھتے تو ان کا استعمال آسان ہوتا اور منفعت بھی زیادہ ہوتی۔

آپ نے ارشاد فرمایا، اگر ایک جگہ کی رقم پر کوئی آفت آئے تو دوسری جگہ کی رقم تو سلامت رہے اور تھیلی تو سب کو ایک جگہ جمع کر ہی لیتی ہے۔ (الکافی جلد ۵ صہ ٩١)

(٧٥) ـــــ جس چیز پر اپنا تصرّف نہ ہو اُس کا وعدہ نہ کیا جائے

عمر بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک شخص کچھ رقم مانگنے کے لیے آیا۔ میں بھی وہاں موجود تھا آپ نے فرمایا، آج تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ البتہ کچھ خطر اور وسیمہ آنے والا ہے وہ فروخت کر کے تمھیں کچھ دے دوں گا، انشاء اللہ۔

اُس شخص نے کہا۔ پھر آپ مجھ سے وعدہ کریں۔

آپ نے فرمایا، میں تم سے اُس چیز کا کیسے وعدہ کر لوں جو میرے قبضہ و تصرّف میں نہ ہو۔ جس قدر مجھے اُمید ہے اتنی ہی مجھ سے تم بھی اُمید رکھو۔ (الکافی جلد ۵ صہ ٩٦)

(٧٦) ـــــ رزقِ حلال

ابوجعفر فرازی کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنے غلام مصادف کو طلب کیا اور اسے ایک ہزار دینار دیے اور فرمایا اس کا سامانِ تجارت خرید و اور مصر لے جاؤ۔ اس لیے کہ (بغیر اس کے معیشت میں اضافہ نہ ہوگا) میرے عیال اور متعلقین زیادہ ہو گئے ہیں۔

لہٰذا اُس نے سامانِ تجارت خریدا اور دوسرے تاجروں کے ہمراہ سفر پر گیا جب

مصر کے قریب پہونچا تو ایک قافلہ جو مصر سے باہر ٹھہرا ہوا تھا اُس سے پوچھا کہ ہمارے پاس جو سامانِ تجارت ہے اس کا اِس شہر میں کیا حال ہے ؟

اُنھوں نے بتایا کہ یہ سامان تو مصر میں نایاب ہے۔

چنانچہ اِنھوں نے آپس میں ایک حلفیہ معاہدہ کیا کہ ہم لوگ اپنا سامان سو فیصد منافع سے کم پر فروخت نہ کریں گے۔

جب یہ لوگ سامان فروخت کر کے اس کی قیمت سو فیصد نفع کے ساتھ وصول کر چکے تو مدینہ واپس آئے اور مصادف وہ رقم لے کر حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اُن کے پاس ہزار ہزار دینار کی دو تھیلیاں تھیں۔ عرض کیا، میں آپ پر قربان اس ایک تھیلی میں تو آپ کا راس المال ہے اور دوسری تھیلی میں اس کا نفع ہے۔

آپ نے فرمایا، یہ نفع تو بہت زیادہ ہے، یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے اس قدر کثیر منافع کس طرح حاصل کیا ؟

تب مصادف نے حلفیہ معاہدے وغیرہ کے بارے میں بتایا۔

آپ نے فرمایا، سبحان اللہ ! تم لوگوں نے ایک مسلمان قوم سے اس قدر کثیر نفع حاصل کر لیا جو ہرگز جائز نہیں۔ پھر آپ نے اس میں سے ایک تھیلی لیکر فرمایا، یہ میرا راس المال ہے (اصل رقم ہے) مگر اس کا نفع مجھے نہیں چاہیے۔ اے مصادف غور سے سنو ! حلال روزی کمانے سے زیادہ آسان تلوار سے جہاد کرنا ہے۔ (الکافی جلد ۵ صـ ۱۶۱)

(۷۷) ═ اناج کی ذخیرہ اندوزی نہ کرو

جہم بن ابی جہم کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے غلام معتب سے کہا۔ مدینہ میں اشیاء کے نرخ بہت بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے پاس کھانے کا سامان کتنا ہے ؟

معتب نے کہا اتنا ہے کہ کئی مہینے کے لیے کافی ہے۔

آپ نے فرمایا، اسے نکالو اور فروخت کردو۔

معتب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مگر مدینہ میں سامانِ خوراک بالکل نہیں ہے

آپ نے فرمایا، نہ ہو، اسے فروخت کردو۔

جب میں نے سب فروخت کردیا، تو فرمایا، اے معتب ! تم بھی اب اور لوگوں کی طرح روز کا سامان روز خرید اکرو۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ایسا کرو۔ کہ میرے عیال کی خوراک میں

نصف جَو اور نصف گیہوں کر دو ۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اتنا رکھتا ہوں کہ اپنے عیال کو گیہوں کھلا دوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ یہ بھی دیکھے کہ میں معیشت میں کفایت شعاری سے کام لے رہا ہوں اور اس میں توازن پیدا کر رہا ہوں ۔ (الکافی جلد ۵ ص ۱۶۶)

(۷۸) ــــ عزلت نشینی

سفیانِ ثوری نے حضرت جعفرؑ ابنِ محمدؑ سے کہا ۔ فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے تو بالکل عزلت نشینی (تنہائی پسندی) اختیار فرمالی ہے ۔

آپؑ نے فرمایا، اے سفیان کیا کروں، زمانہ فاسد ہوگیا ۔ بھائی بند سب بدل گئے، میں نے دیکھا کہ دلی سکون تنہائی میں ہے ۔ پھر آپؑ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

" دنیا سے وفا اسی طرح جاتی رہی جیسے کل کا دن جو گذر گیا ۔ لوگ آپس میں تو بہت خلوص و محبّت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں بچھو بھرے ہوئے ہیں "

(۷۹) ــــ نفاقِ منجملہ

ابن مسکان نے صیقل سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آپؑ نے اپنے ایک عجمی غلام کو ایک شخص کے پاس کسی کام کے لیے بھیجا وہ گیا اور واپس آکر اُس کام کے بارے میں بتایا لیکن وہ امامؑ کو اپنے جواب سے مطمئن نہ کرسکا ۔ جب میں نے دیکھا کہ غلام اپنا مطلب ادا نہیں کرسکا تو خیال ہوا کہ آپؑ اب اس غلام پر غصہ ہوں گے ۔ مگر آپؑ نے ایک تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا اور فرمایا، خدا کی قسم تم زبان سے درماندہ ہو مگر دل سے تو درماندہ نہیں ۔ پھر فرمایا، حیاء عفّت اور زبان کی درماندگی (زبان سے واقف نہ ہو کر عاجز ہونا) قلب کی درماندگی نہیں یہ چیزیں منجملہ ایمان ہیں اور فحش کام، فحش گوئی اور زبان درازی یہ چیزیں منجملہ نفاق کے ہیں ۔

(کتاب الزہد حسین بن سعید اہوازی)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بحار الانوار

باب

۴

علومِ عالم، اخبار و معجزات

اور

اِستجابتِ دُعا

ANSAR

① = اِستجابتِ دُعاء

محمد بن عیسیٰ نے بکر بن محمد ازدی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہم مکّہ کے سفر پر تھے جب مقامِ ربذہ میں پہونچے تو میرے ایک قرابتدار کو جنون لاحق ہوگیا۔ جب ہم حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس پہونچے تو ہم نے آپؑ سے اس کا تذکرہ کیا اور اُس کے لیے دُعاء کی التجا کی۔ آپؑ نے دعاء فرمائی۔

بکر بن محمّد کا بیان ہے جس وقت اُس کو جنون لاحق ہوا ہم نے اُسے دیکھا تھا اور اب جب کہ اُس کو افاقہ ہوگیا جب بھی اُسے دیکھا۔ (وہ بالکل صحت مند تھا) (قربِ الاسناد ص۱۱)

(نوٹ) ربذہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قریہ ہے جو حجاز جاتے ہوئے ذاتِ عِرق کے قریب پڑتا ہے۔ یہیں پر صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوذرؓ کی قبر ہے جن کو حضرت عثمان نے مدینہ بدر کر کے وہاں بھیج دیا تھا اور آپ نے وہیں انتقال فرمایا۔ یہ ایک بالکل بنجر اور ناقابلِ کاشت علاقہ تھا۔ یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ بعد میں کچھ لوگ حضرت ابوذرؓ کی قبر کے آس پاس آباد ہوگئے۔ اور پھر ۳۱۹ سنہ ھ تک یہ علاقہ آباد رہا مگر جب قرامطہ نے خروج کیا، تو جس طرح اُنھوں نے دوسرے آثار کو مٹایا اسی طرح اسے بھی اُجاڑ دیا۔

• سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا۔ مولا! میں آپؑ پر قربان، میرے ماں باپ بلکہ میرا پورا خاندان آپؑ حضرات (اہلبیت) سے تولّا اور دوستی کا دم بھرتا ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، تو سچ کہتی ہے۔ مگر یہ بتا، تو چاہتی کیا ہے؟

اُس عورت نے عرض کیا، میرے بازو میں ایک زخم ہوگیا ہے۔ دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ اسے اچھا کردے۔

آپؑ نے دُعاء فرمائی کہ پروردگارا! تو گونگے اور مبروص تک کو اچھا کردیتا ہے۔ تو بوسیدہ ہڈیوں میں بھی دوبارہ جان ڈال دیتا ہے تو اس کے مرض کو دفع فرما کر صحت اور عافیت کا لباس اِس طرح پہنادے کہ وہ میری دعاء کے اثر کو دیکھ لے۔ اس عورت کا بیان ہے کہ وہاں سے اُٹھی تو زخم بالکل ہی اچھا ہوگیا تھا۔ (امالی شیخ طوسیؒ ص۲۵۹)

(٢) میرے جد نے اس سے زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی دے دیتا

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابی سدیر کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا ہے جو ایک رومال سے ڈھکا ہوا ہے۔ میں نے قریب جاکر آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے جوابِ سلام دیا۔ پھر آپؐ نے طبق کے اوپر سے رومال اُٹھایا، دیکھا کہ اس میں رُطب ہیں۔ آپؐ نے تناول فرمانا شروع کیا۔ میں نے آپؐ کے قریب پہونچ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ایک رطب مجھے بھی عنایت ہو۔ آپؐ نے اس میں سے ایک رطب عنایت فرمایا۔ میں نے اسے کھایا اور اس کے بعد پھر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ایک رطب اور عنایت فرمادیں۔ آپؐ نے ایک رطب اور عنایت فرما دیا۔ میں نے اس کو بھی کھا لیا اور اسی طرح ایک ایک کر کے آپؐ نے مجھے آٹھ رطب دیے اور میں نے کھا لیے۔ میں نے مزید مانگا، تو آپؐ نے فرمایا، بس اتنا ہی تیرے لیے کافی ہے۔ یہ دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔

دوسرے دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک طبق رومال سے ڈھکا ہوا رکھا ہے اور بالکل ویسا ہی جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں نے رکھا ہوا دیکھا تھا۔

میں نے بڑھ کر آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور طبق سے رومال ہٹایا تو اس میں رطب تھے آپؑ اسے تناول فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اور عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، ایک رُطب مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپؑ نے ایک رطب عطا فرمایا۔ میں نے اسے کھا لیا پھر عرض کیا، ایک رطب اور عطا فرما دیجیے۔ آپؑ نے ایک رطب اور عنایت فرما دیا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے میں نے آٹھ رطب آپؑ سے لے لیے۔ اس کے بعد پھر عرض کیا کہ ایک رطب اور عنایت فرما دیجیے آپؑ نے فرمایا، "اگر میرے جد نے اس سے زائد دیا ہوتا تو میں بھی دے دیتا۔"

اب میں نے اپنا خواب آپؑ سے بیان کیا، تو آپؑ اسی طرح مسکراتے رہے جیسے یہ سب کچھ آپؑ کو پہلے ہی سے معلوم تھا۔ (امالی شیخ طوسیؒ ص۔)

(٣) ہر پنجشنبہ کو شیعوں کے اعمال امامؑ کے سامنے پیش ہوتے ہیں

ابنِ کثیر رقی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوعبداللہؑ

کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے بغیر کچھ پوچھے ہوئے خود فرمایا: اے داؤد! یوم پنجشنبہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ اس میں، میں نے تمہارے اُس عمل کو بھی دیکھا جو حُسنِ سلوک تم نے اپنے ابنِ عم سے کیا، اور جسے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اُس کی مدّتِ حیات ختم اور عمر کی رسّی جلد ہی قطع ہونے والی ہے۔

داؤد کا بیان ہے کہ میرا ایک چچازاد بھائی میرا سخت دشمن اور بدطینت انسان تھا۔ مجھے خبر ملی کہ وہ اور اُس کے عیال پریشان حال ہیں تو مکّہ جانے سے پہلے میں نے اُن کے اخراجات کے لیے کچھ رقم بھیج دی تھی۔ جب میں مدینہ پہونچا تو حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے اُس کے مرنے کی خبر مجھے دی۔ (امالی شیخ طوسیؒ ص ۲۶۳)

(۴) جنّ بھی امامؑ کی اطاعت کرتے ہیں

مفضّل بن عمر کا بیان ہے

کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کی خدمت میں کچھ رقم خراسان سے آپؑ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کی معرفت بھیجی گئی اور وہ دونوں مسلسل اس رقم کی نگرانی کرتے ہوئے مقامِ رَے سے گذرے تو ان دونوں کے ہمراہیوں میں سے کسی نے دو ہزار درہموں کی ایک تھیلی اور اُن کے حوالہ کردی کہ اسے بھی امامؑ تک پہونچادیں۔ وہ دونوں اُس تھیلی کو روزانہ سامان کھول کر دیکھ لیا کرتے کہ کہیں گم نہ ہو جائے۔ اسی طرح وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو اُن دونوں میں سے ایک نے کہا، آؤ، ذرا پھر ایک مرتبہ اُس تھیلی کو دیکھ لیں۔ اب جو دیکھا تو وہی تھیلی غائب ہے باقی تمام رقوم موجود ہیں۔ ایک شخص کہنے لگا کہ اب ہم حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کو کیا جواب دیں گے؟ وہ تو ایک امانت تھی۔ دوسرے نے جواب دیا کہ مولا بڑے کریم ہیں مجھے اُمید ہے کہ جو کچھ ہم کہیں گے اُس کا اُن کو خود بھی علم ہوگا۔

الغرض یہ دونوں جب مدینہ پہونچے اور کل رقوم آپؑ کی خدمت میں پیش کیں تو آپؑ نے ازخود دریافت فرمایا کہ وہ رَے والے شخص کی تھیلی کہاں ہے؟

اُنھوں نے سارا قصّہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تم اُس تھیلی کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟

اُنھوں نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے آواز دی، اے کنیز ذرا فلاں فلاں رنگ کی تھیلی تو لے آؤ۔

کنیز وہ تھیلی نکال لائی، اور آپؑ نے اُن کو وہ تھیلی دکھائی اور فرمایا، پہچان لو یہ ہے

وہ تھیلی۔

اُنھوں نے فوراً پہچان کر کہا، جی ہاں، یہی ہے وہ گم شدہ تھیلی۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس میں تمھارا قصور نہیں ہے بلکہ مجھے ایک رقم کی ضرورت ہوئی تو میں نے گذشتہ شب کو ایک جِن سے رقم مہیا کرنے کے لیے کہا تو وہ تمھارے سامان میں سے یہ تھیلی نکال کر لے آیا۔ (بصائر الدرجات جلد ۲ باب ۱۸ صفحہ ۲۶)

• ـــ کتاب الخرائج والجرائح میں بھی مفضّل کی یہی روایت موجود ہے۔

⑤ ═ زنادقہ کے ظہور کی پیشین گوئی

حمّاد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ۱۲۸ھ میں زِندیقیوں کا ظہور ہوگا، اسے میں نے مصحفِ فاطمہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۳ باب ۱۴ صفحہ ۴۲)

(نوٹ) غالباً زنادقہ سے مراد ابن ابی العوجا، اور اُس کے ساتھی ہیں جو آپؑ کے زمانہ کے وسط میں ظاہر ہوئے تھے۔

⑥ ═ ایک صحیفے میں تمام شیعوں کے نام ہیں

ابنِ ابی حمزہ سے روایت ہے۔

اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ شب کے وقت ابوبصیر (جو نابینا ہو چکے تھے) کا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کی ڈیوڑھی کی طرف لے چلا۔ درمیانِ راہ میں اُنھوں نے کہا کہ تم کچھ نہ بولنا۔

جب ڈیوڑھی پر پہونچے تو ابوبصیر نے کھنکھارا اور اندر سے حضرت ابوعبداللہؑ نے اپنی کنیز کو آواز دے کر فرمایا کہ دروازے پر ابو محمد آئے ہوئے ہیں اُن کو بُلا لے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک چراغ روشن ہے اور ایک ٹوکری کھلی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر قدرتی طور پر مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں کانپنے لگا۔ آپؑ نے سرِ اقدس اٹھا کر فرمایا، کیا تم بزاز ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، میں آپؑ پر قربان۔

یہ سن کر آپؑ نے ایک قوہستانی چادر جو تکیہ پر پڑی ہوئی تھی، میری طرف بڑھائی اور فرمایا۔ اسے لپیٹ لو۔ میں نے لپیٹ لیا۔ آپؑ نے ایک کتاب دیکھتے ہوئے پھر مجھ سے

پوچھا، کیا تم بزاز ہو ؟

آپؑ کے اس سوال پر میں مزید کانپنے لگا، اور جب ہم آپؑ سے رخصت ہو کر باہر آئے تو میں نے ابوبصیر سے کہا، اے ابومحمد ! آج کی شب جو کچھ میں نے دیکھا وہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے سامنے دیکھا کہ ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جس میں آپؑ نے ایک کتاب نکالی اور اسے کھول کر دیکھنے لگے۔ جب آپؑ اس کو دیکھ رہے تھے تو مجھ پر خوف طاری ہو رہا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ابوبصیر نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا، وائے ہو تجھ پر تو نے مجھے اسی وقت کیوں نہیں بتایا ؟ یہ تو وہی کتاب تھی جس میں شیعوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اگر تم نے بتایا ہوتا تو میں تمھارے متعلق اُن سے پوچھ لیتا کہ اس کا نام بھی اِس کتاب میں ہے یا نہیں ؟ (بصائر الدرجات جلد ۴ باب ۳ صـ۴۶)

(۷) دشمن کے لیے بددعا

ابنِ سنان سے روایت ہے۔ اس کا بیان کہ جس وقت داؤد بن علی نے آدمی بھیج کر معلی بن خنیس کو قتل کرا دیا، اس وقت ہم لوگ مدینہ میں تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اپنے بیت الشرف سے باہر ایک مہینے تک نہ نکلے۔ داؤد بن علی نے آدمی بھیجا کہ اس سے ملیں لیکن آپؑ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے اپنے کچھ سپاہی بھیجے کہ انھیں جبراً لے آؤ، ورنہ اُن کا سر لے آؤ۔

سپاہی آپؑ کے پاس اُس وقت پہونچے جب آپؑ ہمارے ساتھ ظہر کی نماز میں مشغول تھے۔ اُنھوں نے آپؑ سے کہا کہ چلیے آپؑ کو داؤد بن علی نے بُلایا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اگر میں نہ جاؤں ؟

اُنھوں نے کہا، اگر آپؑ نہ جائیں گے تو ہمیں حکم ملا ہے کہ آپؑ کا سر کاٹ کر لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم لوگوں سے یہ اُمید تو نہیں ہے کہ اپنے رسولؐ کے فرزند کو قتل کر دوگے۔

اُنھوں نے جواب دیا ہمیں نہیں معلوم آپؑ کیا کہتے ہیں، بس ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا ہے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ میری بات مان لو اور واپس ہو جاؤ، اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

اُنھوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہم تو آپؑ کو لیے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ یا آپؑ کا سر

لیکر جائیں گے۔

جب آپؑ نے دیکھا کہ یہ نہ مانیں گے اور مجھے ہلاک کرنے پر آمادہ ہیں تو آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اپنے کاندھوں پر رکھے پھر انھیں پھیلا کر انگشتِ شہادت سے اس طرح اشارہ کیا جیسے کسی کو بُلا کر فرمایا ہو اَلسَّاعۃ اَلسَّاعۃ (ابھی ابھی) یہ کہنا تھا کہ ایک شور بلند ہوا۔ اُن سپاہیوں نے کہا۔ "اُٹھیے اور ہمارے ساتھ چلیے"

آپؑ نے فرمایا، تمھارا حاکم تو مر چکا ہے (اب کس کے پاس لیجاؤ گے ؟)

راوی کا بیان ہے کہ اُن سپاہیوں نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ حاکم واقعًا مر چکا ہے اور یہ شور و غل اسی کی موت پر ہوا تھا۔ یہ سن کر وہ سپاہی واپس ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اُس کی موت اچانک کیسے واقع ہوگئی ؟

آپؑ نے فرمایا، معلی بن خنیس کے ایک غلام نے اُسے قتل کر دیا۔ بات یہ ہے کہ ایک ماہ سے میں نے اس کے پاس جانا ترک کر دیا تھا۔ اس کے آدمی بھیجنے کے باوجود میں نہیں گیا اور جب اُن لوگوں نے اپنے ساتھ لے چلنے کا تہیّہ کر لیا ورنہ میرے قتل پر آمادگی کا اظہار کیا تو میں نے بھی مجبور ہو کر اسمِ اعظم پڑھ کر دعا کی۔ اللہ نے فوراً ہی دعا قبول فرمالی اور ایک فرشتے کے ذریعے سے قتل کرا دیا۔

میں نے دریافت کیا، آپؑ نے دونوں ہاتھ کس لیے اُٹھائے تھے۔ ؟

آپؑ نے فرمایا، یہ طلبِ نصرت تھی۔

میں نے پوچھا آپؑ نے جو کاندھے پر ہاتھ رکھے تھے اس کا کیا مطلب تھا ؟

آپؑ نے فرمایا، یہ تضرّع تھا۔

میں نے پھر دریافت کیا،

آپؑ نے انگشتِ شہادت کیوں اٹھائی تھی ؟

فرمایا، یہ بصبصہ (خوشامد کے طور پر) تھی۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۲ صفحہ ۵۸)

(۸) === علمِ مافی الضمیر (مافی الصدور)

عمر بن یزید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنے دونوں پائے مبارک میری طرف بڑھا دیے اور فرمایا، اے عمر! ذرا انھیں دباؤ۔

معاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں دریافت کروں گا کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ (مگر ابھی یہ بات میرے دل ہی میں تھی)

آپؑ نے فرمایا، اے عمر! میں تمھیں یہ نہ بتاؤں گا کہ میرے بعد امام کون ہوگا؟

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ صـ۶۳)

• سنـ عمر بن یزید کی یہی روایت کشف میں بھی دلائلِ حمیری سے مرقوم ہے

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ۴۲۲)

• سنـ شہاب بن عبداللہ سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا اور ارادہ تھا کہ پوچھوں کہ کیا وہ شخص جو حالت جنابت میں ہو مٹکے میں سے اپنے چُلّو کے ذریعے سے پانی نکال سکتا ہے؟ مگر جب آپؑ کی خدمت میں پہونچا تو یہ مسئلہ دریافت کرنا بھول گیا۔ آپؑ نے میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا، اے شہاب! اگر مُجنب (جنابت والا) مٹکے کے اندر چُلّو ڈال کر پانی نکال لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ صـ۶۳)

• سنـ کتاب الخرائج والجرائح میں بھی شہاب سے یہی روایت مرقوم ہے۔

• سنـ ہشام بن احمد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپؑ اپنی زراعت پر تھے شدید گرمی کا دن تھا، پسینہ آپؑ کے چہرے سے بہہ کر آپؑ کے سینہ پر ٹپک رہا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے مفضّل بن عمر کے متعلق دریافت کروں گا، مگر آپؑ نے از خود فرمایا، ہاں ہاں خدا کی قسم مفضّل ایک مردِ انسان ہے، بلا شُبہ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے مفضّل بن عمر جعفی مردِ انسان ہے۔

میں نے شمار کیا تو آپؑ نے تیس مرتبہ سے زائد یہی ارشاد فرمایا۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ صـ۶۴)

(۹) = ہمارا مخلوق الٰہی میں شمار ہے

اسماعیل بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا، اے اسماعیل! میرے لیے وضو خانہ میں پانی رکھ دو۔

میں نے پانی رکھ دیا۔ آپؑ اُٹھے اور وضو خانے میں تشریف لے گئے اور میں نے

اپنے دل میں کہا، چاہے وضو کریں یا نماز پڑھیں، میں تو انھیں رب ہی کہوں گا۔ پھر فوراً ہی آپؑ وضو خانے سے برآمد ہوئے اور فرمایا، اے اسماعیل! دیوار کو حد سے زیادہ نہ بلند کرو ورنہ وہ گر پڑے گی۔ سنو! ہمیں اللہ کی مخلوق سمجھو، پھر اس کے بعد ہمارے متعلق جو چاہو کہو۔

مگر میں یہی کہتا رہا کہ میں تو یہی کہتا رہوں گا، یہی کہتا رہوں گا۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ ص ۶۳)

مف دلائلِ حمیری میں بھی عبد العزیز سے یہی روایت منقول ہے۔

۱۰ ــ علمِ ما فی الضمیر

شہاب بن عبد ربہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں چند مسائل دریافت کرنے کے لیے حضرت امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر دریافت کرنے سے پہلے ہی آپؑ نے فرمایا۔ اے شہاب! اگر چاہو تو تم بتاؤ اور چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان۔ آپؑ ہی ارشاد فرمائیے، میں کیا پوچھنے آیا ہوں؟

(۱) آپؑ نے فرمایا کہ تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ کیا ایک شخص حالتِ جنابت میں مٹکے کے اندر کوزہ ڈال کر پانی نکال سکتا ہے جبکہ اس کا ہاتھ بھی پانی سے مَس ہو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، یہی پوچھنا تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا، تم پوچھو گے یا میں بتادوں؟

میں نے عرض کیا۔ آپؑ ہی ارشاد فرمادیں۔

(۲) آپؑ نے فرمایا، تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ ایک شخص حالتِ جنابت میں ہے وہ غسل سے پہلے سہواً اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا، جی ہاں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا، اگر اس کے ہاتھوں پر کوئی عینِ نجاست نہیں لگی ہوئی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ مزید بتاؤں یا تم خود ہی بیان کرو گے؟

میں نے عرض کیا، یہ بھی آپؑ ہی بتادیجیے۔

(۳) آپؑ نے فرمایا، تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ ایک شخص غسلِ جنابت کر رہا ہے اُس کے جسم سے پانی کے قطرات ٹپک کر پانی کے برتن میں گر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں یہی پوچھنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

پھر فرمایا، تم دریافت کرنا چاہتے ہو یا میں بتاؤں ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں آپؑ ہی ارشاد فرمائیں۔

(۴) آپؑ نے فرمایا، تم یہ دریافت کرنے آئے ہو کہ ایک تالاب ہے جس کے ایک کنارے پر نجاست پڑی ہوئی ہے، کیا اس میں وضو کر سکتے ہیں ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں یہ بھی دریافت طلب ہے

آپؑ نے فرمایا، اگر اس کے پانی میں بدبو نہ غالب ہوگئی ہو تو دوسرے کنارے پر جا کر وضو کر سکتے ہو۔ اور تم کنوئیں کا پانی جو ٹھہرا ہوا ہے اُس کے متعلق بھی پوچھنا چاہتے ہو تو اگر اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگیا ہو، یا اس میں بدبو نہ آگئی ہو تو اُس کے پانی سے وضو کیا جاسکتا ہے،

میں نے پوچھا، تغیر کا کیا مطلب ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، رنگ میں تغیر (یعنی زردی مائل وغیرہ) اور جب پانی اس میں غالب اور کثیر ہے تو وہ طاہر ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ ص ۶۴)

• ن کتاب مناقب ابنِ شہر آشوب میں بھی شہاب سے یہی روایت منقول ہے۔

• ن زیاد بن ابی حلال سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ لوگوں کے درمیان جابر بن یزید اور اس کی عجیب عجیب روایات و احادیث کے متعلق اختلاف ہوا، تو میں اس کے متعلق دریافت کرنے کے لیے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپؑ نے میرے دریافت کرنے سے پہلے ہی فرمایا، اللہ تعالیٰ جابر بن یزید جعفی پر رحم فرمائے وہ ہماری بیان کردہ روایات بیان کرتا ہے اور خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے وہ غلط روایات کو ہم سے منسوب کرتا ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۴)

• ن عمر بن یزید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ ایک مرتبہ درد میں مبتلا تھے، میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا آپؑ نے کروٹ لی اور اپنا رُخ دیوار کی طرف کرلیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا معلوم نہیں اس مرض میں آپؑ کا کیا انجام ہو۔ میں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا ؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ نے پھر کروٹ بدل کر رُخِ انور میری طرف کیا اور فرمایا، تم جیسا سوچ رہے ہو، ایسا نہیں ہوگا، اس درد سے مجھے کوئی خطرہ نہیں (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۴)

•ـــ۵ـــ حسین بن موسیٰ حناط کا بیان ہے کہ میں اور جمیل بن دراج اور عائذ احمسی حج کے ارادے سے نکلے۔ عائذ کہتا تھا کہ مجھے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے ملاقات کر کے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

چنانچہ ہم لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹھ گئے۔ تو آپؑ نے بغیر کچھ پوچھے ہوئے خود ہی فرمایا سنو! انسان پر جو فریضہ اللہ نے عائد کر دیا ہے۔ اگر اس نے اس کو ادا کر لیا ہے تو اس سے کسی اور چیز کی بازپرس نہ ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم نے عائذ کو آنکھ سے اشارہ کیا اور سب لوگ اُٹھے تو عائذ سے پوچھا، تمھیں کون سا مسئلہ پوچھنا تھا؟

اس نے کہا ابھی ابھی جس کا جواب تم نے سن لیا، میں شب میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا، مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ میں عدمِ قیام کی وجہ سے گنہگار اور ماخوذ نہ ٹھہرا دیا جاؤں اور ہلاکت میں پڑ جاؤں۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۴)

•ـــ۶ـــ کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے عائذ سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۲۴)

•ـــ۷ـــ مناقب ابنِ شہر آشوب میں حسن بن موسیٰ حناط سے اسی کے مثل روایت منقول ہے

(مناقب ابنِ شہر آشوب۔ تہذیب جلد ۲ ص ۱۰۱)

•ـــ۸ـــ جعفر بن ہارون زیات سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ طوافِ کعبہ میں مشغول تھا کہ یک بیک میری نظر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام پر پڑی۔ میں نے دل میں کہا۔ "یہ وہ ہیں جن کی لوگ اتباع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی ایسے ہی ہیں (ہم جیسے بشر)۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ کسی نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ اور سامنے آ کر فرمایا۔ " اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝" (سورۃ القمر آیت ۲۴)

(کیا ہم ایسے کی اتباع کریں جو ہم ہی میں سے ایک بشر ہے؟ اگر ہم نے ایسا کیا تو گمراہ ہو کر جہنم میں جائیں گے۔) (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۵)

•ـــ۹ـــ خالد بن نجیح جوان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا مگر اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ کس کے سامنے حاضر ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھے اپنے قریب بلایا تو فرمایا "اے شخص (غلط نہ سوچ) میرا بھی ایک رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہ آپؑ نے تین بار فرمایا

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ ص ۶۵)

ف ۔ یہی روایت دوسرے اسناد سے باب احوالِ اصحاب حضرت امام ابوعبداللہؑ میں آئیگی۔

(۱۱) لوگوں کے افعال و اعمال کا علم

عمر بن اذنیہ نے عبداللہ نجاشی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیشاب کے بعد استنجا کرتے وقت مجھے شک ہوا کہ میرا جبّہ نجس ہوگیا، میں نے سردی کی رات میں اس کو پانی میں ڈبو دیا۔ جب حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپؑ نے فرمایا۔ سنو! پوستین کا جُبّہ جب تم نے پانی میں ڈبا دیا تو وہ خراب ہو جائے گا۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب۱۱ صفحہ ۶۵)

• ف ابراہیم بن مہزم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک دن شب کو حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت سے نکل کر اپنے گھر مدینہ میں واپس آیا تو مجھ میں اور میری والدہ کے درمیان کسی بات پر تیز زبانی ہوگئی۔

دوسرے دن جب میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور حضرت ابوعبداللہ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے فرمایا، اے مہزم! تجھے کیا ہوگیا تھا کہ تو نے گذشتہ شب اپنی والدہ کو سخت سُست کہا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اُس کا بطن تمہاری جائے سکونت، اُس کی آغوش تمہارا گہوارہ اور اس کے پستان تمہارے دودھ پینے کے برتن رہ چکے ہیں؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، یہ تو درست ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ آئندہ اس پر کبھی ناراض نہ ہونا۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب۱۱ صفحہ۱)

• ف حارث بن حصیرہ ازدی سے روایت ہے کہ ایک شخص کوفہ سے خراسان آیا اُس نے لوگوں کو حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کی ولایت کی طرف دعوت دی۔ ایک گروہ نے اس کی دعوت قبول کی اور اطاعت کی، دوسرے گروہ نے بالکل انکار کر دیا۔ تیسرے گروہ نے توقف اور پرہیز سے کام لیا۔ اس کے بعد ہر گروہ میں سے ایک ایک آدمی ملکر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اُن میں سے اُس شخص نے گفتگو شروع کی جو توقف اور پرہیز کا قائل تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے ایک شخص کی کنیز سے منہ کالا کر لیا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے تو اُس نے اس طرح گفتگو کا آغاز کیا۔

جناب، اللہ آپؑ کا بھلا کرے کوفہ سے ایک شخص آیا اس نے آپؑ کی اطاعت کی طرف ہمیں دعوت دی۔ ہم میں سے ایک گروہ نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ دوسرے گروہ نے انکار کر دیا

تیسرے گروہ نے توقف اور پرہیز سے کام لیا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، تمھارا ان میں کس گروہ سے تعلق ہے ؟

اُس نے جواب دیا کہ میرا تعلق توقف اور پرہیز کرنیوالوں میں سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، مگر تمھارا سارا توقف اور ورع تو فلاں شب میں جاتا رہا تھا۔

یہ سُن کر وہ شخص اپنے اعتقاد میں مشکوک ہو گیا۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ صـ ۲۶)

- ● عمار سجستانی سے روایت ہے کہ عبداللہ نجاشی عبداللہ بن الحسن کا تبع اور زیدیہ فرقہ سے تعلق تھا۔ اتفاقاً ہم اور وہ دونوں مکہ گئے۔ وہ عبداللہ بن حسن سے ملنے گیا اور میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس آیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے امام سے مجھے ملنے کی اجازت دلا دو۔

میں نے اس کی یہ گذارش حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جا کر پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا، اس کو بُلا لو۔

جب وہ آیا تو آپؑ نے اُس سے دریافت فرمایا، بتاؤ، تم نے ایسا کیوں کیا، یاد کرو کہ فلاں دن تم ایک شخص کے مکان کے قریب سے گذر رہے تھے کہ مکان کے پرنالہ سے پانی گرا، تم نے صاحبِ خانہ سے پوچھا، یہ پانی کیسا تھا ؟ اُنھوں نے کہا، نجس تھا۔ تم اُس دن اونی کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ یہ سن کر تم مع اپنے لباس کے نہر میں کود پڑے، تھیں اس حال میں دیکھ کر ہر طرف سے بچے جمع ہو گئے اور تم پر ہنسنے اور تمھارا مذاق اُڑانے لگے۔

عمار کا بیان ہے کہ یہ سُن کر وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ تم نے میرا یہ واقعہ حضرت ابوعبداللہ کو کیوں بتایا ؟

میں نے کہا، واللہ میں نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

جب ہم لوگ آپؑ کے پاس سے نکلے تو اس نے کہا، اے عمار ! یہی اب میرے بھی امام ہیں اور کوئی نہیں ہے ان کے علاوہ۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۰ ۔ صـ ۶۲)

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۴۸)

(الخرائج والجرائح صـ ۲۴۲)

(۱۲) ـــ ازالۂ شک

شعیب عرقوفی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک ہزار درہم بھیجے۔ تو میں نے کہا، میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو اُن کے دیگر اہلِ خاندان پر کیا فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔؟

اُس نے کہا، اگر یہ چاہتے ہو تو اس میں سے پانچ درہم نکال کر اپنی اندرونی جیب میں رکھ لینا اور اپنے پانچ درہم اس میں ملا دینا، تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کیا فضیلت اور فوقیت ہے

الغرض میں نے پانچ درہم اس میں سے نکال کر اپنے پانچ درہم ملا دیے اور لے کر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپؑ نے وہ ساری رقم پھیلا دی اور اس میں سے وہ پانچ درہم نکال کر کہا، یہ پانچ درہم تیرے ہیں انھیں واپس لے اور میرے پانچ درہم جیب سے نکال۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۱ صـ ۶۶)

- مناقب اور الخرائج والجرائح میں بھی اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۵۲)
- کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری کے حوالے سے شعیب کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۴۲۵)

(۱۳) ـــ آلِ محمدؐ کو دھوکا نہ دو

صفوان نے جعفر بن محمد بن اشعث سے روایت کی ہے

اُس کا بیان ہے "تم جانتے ہو کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی امامت کا قائل کیوں ہوا اور مجھے اُن کی معرفت کیسے حاصل ہوئی جبکہ ہمیں ان کے بارے میں کوئی علم تک نہ تھا جیسا کہ ہمارے علاوہ دوسرے لوگ جانتے ہیں؟"

راوی کا بیان ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟

ابوجعفر یعنی ابو دوانیق نے میرے والد محمد بن اشعث سے کہا، اے محمدؐ! میں ایک ایسا آدمی چاہتا ہوں جو ذرا عقل رکھتا ہو تاکہ وہ میرا ایک کام کردے۔

میرے والد نے جواب دیا، ہاں ہاں ایسا آدمی موجود ہے۔ میرے ماموں ابنِ مہاجر ہی ہیں جو بہت ہوشیار آدمی ہیں۔

اُس نے کہا، اچھا، اُن کو بُلاؤ۔

میرے والد نے اُن کو بُلایا، تو ابوجعفر نے کہا اے ابنِ مہاجر! یہ رقم لو، اور یہ کہہ کر

ہزاروں دینار دیے، لولا' مدینہ جاؤ اور یہ ساری رقم عبداللہ بن حسن اور ان کے چند اہلِ بیت جن میں جعفرؑ بن محمدؑ بھی ہوں، کو دو۔ اور کہو کہ میں ایک مردِ مسافر ہوں، خراسان سے آیا ہوں، وہاں آپ کے شیعوں میں سے کچھ لوگوں نے یہ رقم آپ کے لیے بھیجی ہے اور کہا ہے کہ ان لوگوں میں سے ہر شخص کو ان شرائط پر رقم دینا۔ جب وہ رقم لے لیں تو کہنا کہ میں ایک مسافر ہوں اس لیے اس رقم کی وصول یابی کی رسید بھی چاہتا ہوں تاکہ سند رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان ہدایات کے ساتھ ابنِ مہاجر رقم لیکر مدینہ پہونچا، اور یہاں سے جب واپس ابوجعفر کے پاس پہونچا تو وہاں محمد بن اشعث بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ابوجعفر نے پوچھا، لولو کیا کر آئے؟

اُس نے کہا، میں اُن لوگوں کے پاس گیا اور آپ کی ہدایات پر پوری طرح عمل کیا اور یہ رسیدیں ہیں اُس رقم کی جو اُنھوں نے مجھ سے وصول کی، لیکن جب جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس پہونچا تو وہ مسجدِ رسولؐ میں مشغولِ نماز تھے۔ میں نماز ختم ہونے کے انتظار میں وہیں ایک طرف جا بیٹھا اور دل میں کہا جب یہ نماز سے فارغ ہوکر واپس ہوں گے تو ان سے بھی وہی کہوں گا جو کچھ دوسروں سے کہا تھا۔

الغرض جعفرؑ بن محمدؑ نے جلد ہی نماز تمام کی، پھر پلٹ کر مجھے دیکھا اور فرمایا:

"اے شخص اللہ سے خوف کر اور ہم آلِ محمدؐ کو دھوکہ نہ دے اور اپنے حاکم سے جاکر کہہ دے کہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اہلبیتِ محمدؐ کو دھوکہ نہ دے۔

میں نے عرض کیا، خدا آپؑ کا بھلا کرے، اس میں دھوکہ ہی کیا؟

آپؑ نے فرمایا، اچھا میرے قریب آجاؤ، میں تمھیں بتاتا ہوں۔

میں آپؑ کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ تو آپؑ نے وہ سب کچھ بتا دیا جو گفتگو میرے اور تمھارے درمیان ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ ہماری اور تمھاری گفتگو میں موجود تھے۔

ابوجعفر نے کہا، اے ابنِ مہاجر! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہلِ بیتِ محمدؐ کے اندر ہر دور میں کوئی نہ کوئی محدَّث ضرور ہوتا ہے اور آجکل جعفرؑ بن محمدؑ محدَّث ہیں۔ اس واقعے کے بعد میں جعفرؑ بن محمدؑ کی امامت کا قائل ہوگیا۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۱ صـ۶۶)

- الخرائج والجرائح میں مرسلاً یہی روایت مرقوم ہے (صـ۲۴۲)
- کافی میں صفوان سے بھی یہی روایت منقول ہے (جلد ۱ صـ۴۷۵)
- کتاب مناقب میں بھی صفوان سے یہی روایت تحریر ہے (جلد ۳ صـ۳۴۸)

(۱۴) ابوبصیر کا ایک شامی سے وعدۂ جنّت

ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مردِ شامی ہمارے پاس آیا۔ میں نے اُس کو حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کی امامت کی طرف دعوت دی۔ اُس نے دعوت قبول کرلی۔ پھر میں اس مردِ شامی کے پاس اُس وقت گیا۔ جب وہ سکرات کے عالم میں تھا۔

اُس نے مجھ سے کہا، اے ابوبصیر! تم نے جو کہا میں نے قبول کیا، مگر اب میرے لیے جنّت کا کیا ہوگا؟

میں نے کہا، گھبراتا کیوں ہے، میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے تیرے لیے جنّت کا ضامن ہوتا ہوں۔ اِس کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا۔ پھر میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؑ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے از خود فرمایا، تم نے جس آدمی سے جنّت کا وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پورا کردیا۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ صـ ۶۸)

(۱۵) اعجازِ دُعاء

سلیمان بن خالد نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپؑ کے ہمراہ ابوعبداللہ بلخی بھی تھا۔ جب آپؑ ایک ایسے کھجور کے درخت کے پاس پہونچے جس پر پھل وغیرہ کچھ نہ تھے۔ آپؑ نے اُس کو مخاطب کرکے فرمایا، اے اپنے ربّ کی بات سُننے اور اُس کی اطاعت کرنے والے کھجور کے درخت! اللہ نے تجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے اُس میں سے کچھ ہمیں بھی کھلادے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے یہ فرماتے ہی اُس درخت سے مختلف رنگ کے رُطب گرنے لگے اور ہم لوگوں نے خوب شکم سیر ہوکر کھائے۔

بلخی نے یہ دیکھ کر کہا، مولا! میں آپؑ پر قربان حضرت مریمؑ کی طرح یہ بات اللہ نے آپؑ حضرات کے لیے بھی پسند فرمائی ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ صـ ۶۹)

• کتاب مناقب میں بھی سلیمان سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۶۶)

(۱۶) == علم الاخبار

داؤد ابنِ کثیر رقی کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص حج پر گیا، واپسی پر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میری زوجہ کا انتقال ہوگیا اور اب میں تنہا رہ گیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم اُس سے محبت کرتے تھے؟

اُس نے کہا، جی ہاں، میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا اپنے گھر واپس جاؤ، وہ بھی عنقریب پلٹ آئے گی۔ اور جب تم پہونچوگے تو وہ کھانا کھا رہی ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر پہونچا اور داخلِ خانہ ہوا تو دیکھا کہ وہ واقعاً بیٹھی ہوئی کھانا کھا رہی ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۲ بابؑ صـ۷۶)

• ن مناقب میں بصائر الدرجات کے حوالہ سے داؤد کی یہی روایت مرقوم ہے اور آخر میں یہ ہے کہ اُس کی زوجہ کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں کھجور اور منقیٰ تھا۔

(مناقب جلد ۳ صـ۳۶۵)

• ن محمد بن احمد سے روایت ہے کہ کچھ لوگ اہلِ خراسان کے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے بغیر کسی کے سوال کیے ہوئے ارشاد فرمایا "جو شخص غصب اور چوری سے مال جمع کرے گا، اللہ تعالیٰ اس مال کو مہالک کے ذریعے سے برباد کردے گا"۔

لوگوں نے کہا، ہم آپؑ کی بات نہیں سمجھے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، ایک ہوا آئے گی اور سب کو اُڑا کرلے جائے گی۔

• ن کتاب نوادر الحکمۃ میں احمد بن قابوس کے باپ سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(۱۷) == زید کو موت کی خبر

ابواسامہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے دریافت فرمایا اے زید! تمھارا سن کیا ہوگا؟

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اِس وقت میرا سن یہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا اے ابواسامہ! جو کچھ عبادت کرنی ہے کرلو اور ازسرِنو توبہ بھی کرلو۔

یہ سُن کر میں رونے لگا۔
آپؑ نے فرمایا، روتے کیوں ہو؟
میں نے عرض کیا، آپؑ نے تو مجھے میرے مرنے کی خبر دیدی۔
آپؑ نے فرمایا، اے زید! خوش ہوجاؤ کہ تمھارا شمار شیعوں میں ہے اور تمھارا انجام جنّت میں ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۱ صـ۷۳)

(۱۸) مفضّل کی خبرِ مرگ

خالد بن نجیح سے روایت ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے کچھ لوگ کوفہ سے آئے۔ اُنھوں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا کہ مفضل بہت بیمار ہیں آپؑ اُن کے لیے دُعا فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا، انھیں راحت مل گئی۔
یہ بات آپؑ نے مفضل کے مرنے کے تین دن بعد فرمائی تھی۔
(بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۱ صـ۷۳)

(۱۹) ابوحمزہ کی موت کی خبر

ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا، اے ابومحمد! ابوحمزہ کا کیا حال ہے؟
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان۔ انھیں صحیح و تندرست چھوڑ آیا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا، جب تم جاؤ تو میرا سلام کہنا اور یہ بتا دینا کہ فلاں کی فلاں تاریخ تک اپنے سفرِ آخرت (موت) کی تیاری کرلے۔
میں نے عرض کیا۔ وہ اُنس و محبت والے آدمی ہیں اور آپؑ کے شیعوں میں سے ہیں
آپؑ نے فرمایا، ٹھیک کہتے ہو، اے ابومحمد! مگر ہمارے پاس اس کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، مگر وہ آپؑ کا شیعہ ہے۔
آپؑ نے فرمایا، ہاں، بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو، اس پر ہر وقت نگاہ رکھتا ہو، گناہوں سے بچتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوگا۔
ابوبصیر کا بیان ہے۔ جب میں واپس ہوا تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے

جس مہینے اور تاریخ کی نشاندہی فرمائی تھی اسی مہینے اور تاریخ پر ابوحمزہ کا انتقال ہوگیا۔

(بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۱ ص ۷۳)

• مناقب میں ابوبصیر سے یہی روایت ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص ۳۴۹)

• کشف الغمہ میں کتاب دلائلِ حمیری کے حوالے سے ابوبصیر سے یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۲)

(۲۰) نیتوں کا علم

زید شحام سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا۔ اے زید! عبادت میں کوشش کرو اور ازسرِ نو توبہ کرلو۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے مجھے میری موت کی خبر دے دی۔

آپؑ نے فرمایا، اے زید! اگرچہ تم میرے شیعوں میں سے ہو لیکن اس کے باوجود تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی خیر نہیں۔

میں نے عرض کیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں آپؑ کے شیعوں میں سے ہوں؟

آپؑ نے فرمایا، تم میرے شیعوں میں سے ہو، ہمارے پاس صراط، میزان اور ہمارے شیعوں کا حساب کتاب ہے اور یہ بھی ہے کہ ہم تم سے زیادہ تمہارے نفسوں پر مہربان ہیں پھر بھی میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے رفیق کے ساتھ جنت کے اندر اپنے درجہ میں ہوگے۔

(بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۱ ص ۷۳)

(۲۱) اِن میں سے اکثر بندر اور سُور ہیں

ابوحمزہ نے ابوبصیر سے روایت کی ہے۔

کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مناسکِ حج ادا کیے دورانِ طواف میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ پر قربان، اللہ تعالٰی ان تمام بندوں کو بخش دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابوبصیر تم جس مجمع کو دیکھتے ہو ان میں سے اکثر بندر اور سُور ہیں۔

میں نے عرض کیا مجھے بھی دکھائیں۔

آپؑ نے اپنے دہنِ مبارک سے چند کلمات کہے، پھر میری آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور میں نے دیکھا تو واقعتاً اکثر و بیشتر ان میں سے بندر اور سور تھے۔

یہ دیکھ کر میں خوفزدہ ہوا۔ آپؑ نے دوبارہ میری آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور پھر میں پہلے ہی کی طرح دیکھنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو محمدؒ! تم لوگ جنت میں خوش و خرم رہو گے، جہنم میں ڈھونڈے سے بھی نہ ملو گے۔ خدا کی قسم جہنم میں تو تم میں سے تین بھی نہیں ملیں گے، بلکہ دو بھی نہ ملیں گے بلکہ ایک بھی نہیں ملے گا۔ (بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۳ صـ۴۶)

(۲۲) ــــ بینائی واپس آگئی

ابو بصیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے جسدِ مبارک اور کاندھے کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو بصیر! کیا تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں میں آپؑ پر قربان۔ آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیرا اور میں آپؑ کو دیکھنے لگا۔

پھر فرمایا، اے ابو محمدؒ! اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جائے گی تو میں تمھیں اسی حال پر چھوڑ دیتا۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ پھر آپؑ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا۔ (بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۳ صـ۴۷)

• ـ مناقب میں موسیٰ سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۳ صـ۳۶۴)

(۲۳) ــــ احیائے موتیٰ

جمیل بن دراج کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت آئی، اس نے بیان کیا کہ مولا! میں اپنے مردہ بچے کو لحاف سے ڈھانپ کر چھوڑ آئی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، مگر شاید وہ مردہ نہیں ہے اپنے گھر واپس جا کر غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کر، پھر دعا کر اور دعا میں یہ کہہ "اے وہ ذات جس نے مجھے اس بچے کو اس وقت عطا کیا تھا جب وہ کچھ نہ تھا، اب دوبارہ یہ بچہ مجھے عطا فرما دے"۔ پھر اس بچے کو حرکت دے اور دیکھ کسی کو یہ بات نہ بتانا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا، نماز و دعا کے بعد اس بچے کو

حرکت دی تو وہ رونے لگا۔ (بصائر الدرجات جلد ۶ باب ۴ صفحہ ۷۶)

• کتاب مناقب میں جمیل سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۶۵)

• کافی میں محمد بن یحییٰ کی احمد سے اسی طرح کی روایت منقول ہے۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۴۷۴)

(۲۴) === احکامِ ذبح و ذبیحہ

عامر بن علی جامعی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، ہم لوگ اہلِ کتاب کا ذبیحہ کھاتے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں ؟

آپ نے فرمایا، جب تم خود اپنے کان سے سن لو کہ انھوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے تو کھایا کرو۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ اپنے ذبیحہ پر کیا کہتے ہیں ؟

میں نے عرض کیا، نہیں مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے یہودلوں ہی کی طرح تیزی کے ساتھ ایک فقرہ زبان پر جاری فرمایا اور کہا، اسی کا ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۱ صفحہ ۹۵)

(۲۵) === مرغابی کے انڈے کھانے کی ممانعت

اسماعیل بن مہران نے اہلِ برما کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں تھا، آپ سے رخصت ہو کر چلا اور مقامِ اعوص پر پہونچا تو مجھے ایک مسئلہ یاد آیا، میں پھر واپس آیا دیکھا کہ آپ کی بارگاہ میں بہت مجمع ہے۔ میں یہ مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا کہ "کیا مرغابیوں کے انڈے کھائے جائیں ؟

آپ نے فرمایا " یابت " یعنی انڈے " دعا نامیتا " مرغابیوں کے " بناحل " نہ کھاؤ۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۱ صفحہ ۹۶)

• مناقب میں اہلِ دوین کے ایک شخص سے یہی روایت مرقوم ہے

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

(۲۶) — نبطی زبان میں گفتگو

احمد بن محمد بن ابی نصر نے اہلِ جسر بابل کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہمارے قریے میں ایک شخص مجھ کو بہت ستاتا تھا، کہتا تھا "اے رافضی" پھر بُرا بھلا بھی کہتا تھا۔ اُس کو لوگ گاؤں کا بندر کہتے تھے۔

اُس کا بیان ہے کہ ایک سال میں نے حج کیا اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے بغیر میرے کچھ عرض کیے ہوئے فرمایا " قوفہ مانامت "

میں نے پوچھا، کب ؟

آپؑ نے فرمایا، ابھی ابھی۔

میں نے وہ دن اور وقت لکھ لیا۔ جب کوفہ آیا تو اپنے ایک بھائی سے ملاقات ہوئی، تو اُس سے پوچھا، قریہ میں کون مرگیا ہے، کون زندہ ہے ؟

اُس نے کہا " قوفہ مانامت " یہ نبطی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے " گاؤں کا بندر مرگیا "

میں نے پوچھا کب مرا ؟

اُس نے بتایا کہ فلاں روز فلاں وقت مرگیا تھا۔ اور وہ وہی تاریخ بھی جس کی خبر مجھے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے دی تھی۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۱ ص ۹۲)

(۲۷) — عبرانی زبان

ابو ہارون عبدی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اپنے ایک غلام سے کسی کام کے متعلق جو جاری تھا ختم کرنے کی ہدایت فرما کر کہا کہ اگر جلد نہ کیا تو گدھے کی مار ماروں گا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، گدھے کی مار کا کیا مطلب ہے ؟

آپؑ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام ہر جانور کا ایک جوڑا کشتی میں بٹھانے لگے اور جب گدھے کو اُس کشتی پر سوار کرنا چاہا تو وہ اپنی عادت کے مطابق ہٹ کرنے لگا آپ نے کھجور کی ایک شاخ سے اُس کو ضرب لگائی اور کہا " عیسا شاطانا "

یعنی : اے شیطان ! کشتی میں داخل ہو جا۔

• ت ب ابراہیم کرخی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے ابراہیم! کرخ میں تم کہاں ٹھہرتے ہو؟

میں نے عرض کیا وہاں ایک جگہ ہے جس کو شاد رواں کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم قطفتا کو جانتے ہو؟ جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام اہلِ نہروان سے جہاد کے لیے تشریف لے گئے تو قطفتا میں ٹھہرے، وہاں آپؑ کے پاس اہلِ بادوریا آئے اور آپؑ سے بھاری مالگذاری کی شکایت نبطی زبان میں کی اور یہ بھی کہا کہ ہمارے ہی قریب ایک شخص ہے جس کے پاس زمین زیادہ اور مالگذاری بہت کم ہے۔

آپؑ نے اُن سے نبطی زبان ہی میں گفتگو کی۔ " رعررو ظاس عوریا " جس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی مختصر سا رجز ایک طویل رجز سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔

• ت ب فیض بن مختار نے اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہیں تمھارے امام جن کے متعلق تم دریافت کر رہے تھے۔ اٹھو! اور ان کے امامِ برحق ہونے کا اقرار کرو۔

میں نے اُٹھ کر اُن کی پیشانی اور دستِ مبارک کے بوسے لیے اور دعائیں دیں

حضرت ابوعبداللہ نے فرمایا، لیکن ابھی ان کو اس کا اذن نہیں ملا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا میں اس کا تذکرہ کسی اور سے بھی کر سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں اپنی زوجہ اپنے بچوں اور اپنے رفقاء سے کر سکتے ہو۔

اُس وقت میرے ساتھ میری زوجہ، میرے بچے اور رفقاء میں سے یونس بن ظبیان تھے۔ میں نے اُن لوگوں سے تذکرہ کیا تو وہ اس پر شکرِ خدا بجا لائے۔ مگر یونس نے کہا لا واللہ میں نہ مانوں گا جب تک اپنے کانوں سے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے نہ سُن لوں۔ اُس کے پاس گاڑی تھی وہ اس پر سوار ہو کر نکلا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ مجھ سے پہلے پہونچ گیا اور میں بعد میں۔

میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو اس سے فرماتے ہوئے سُنا، اے یونس! بات وہی ہے جو فیض نے تم کو بتائی ہے " رزقہ رزقہ " یونس نے کہا بہتر ہے میں نے ان کی امامت کو تسلیم کیا۔ اور رزقہ نبطی زبان کی لفظ ہے جس کا مطلب ہے ان کے دامن سے وابستہ رہو۔"

• ـ یونس بن ظبیان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ سب سے پہلا خروج حضرت بن عمران کے خلاف مرج دابق میں ہوا جو ملکِ شام میں ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے خلاف حرّان میں ہوا، پھر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے خلاف نہروان میں ہوا اور اب یہ خروج مقام دسکرہ میں امام قائمؑ کے خلاف ہوگا۔ پھر فرمایا " کیف مالح دیر بیرما کی مالح " یونس قریۂ دیر بیرہ کا باشندہ تھا۔ آپؑ نے نبطی زبان میں اس سے کہا کہ دسکرہ تیرے قریۂ دیر بیرہ کے قریب ہے۔

(۲۸) = علم منطق الطیر

فضیل ابنِ یسار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس تھا وہاں کبوتروں کا ایک جوڑا تھا۔ نر اپنی مادہ سے غٹرغوں کر رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، معلوم ہے یہ کیا کہتا ہے ؟

میں نے کہا، نہیں !

آپؑ نے فرمایا، یہ اپنی مادہ سے کہہ رہا ہے کہ اے میری محبوبہ میں اپنے مولا و آقا امام جعفرؑ بن محمدؑ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۴ صـ ۹۸)

• ـ عبداللہ بن فرقد سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ مکّہ جا رہے تھے جب مقامِ سرف پر پہونچے تو ایک کوا آپؑ کے سامنے آکر بولنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا، بھوکا مرجا۔ جس چیز کا تجھے علم ہے اس کا مجھے بھی علم ہے بلکہ اللہ کی طرف سے مجھے تجھ سے زیادہ علم ملا ہے۔

ہم لوگوں نے دریافت کیا، مولا ! یہ آپؑ کو کیا بتا رہا تھا۔ ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، ایک ناقہ عرفات میں گر پڑا ہے۔

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۴ صـ ۹۹)

• ـ بصائر الدرجات میں عبداللہ سے بھی اسی کے مثل ایک دوسری روایت مرقوم ہے

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۴ صـ ۹۹)

• ـ مناقب میں ابن فرقد سے یہی روایت مرقوم ہے (مناقب جلد ۲ صـ ۳۴۶)

• ـ ابان بیاع زطی کے غلام سالم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے باغ میں تھے اور چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا، جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟

ہم نے عرض کیا، ہم آپؑ پر قربان ہمیں تو نہیں معلوم کہ کیا کہتی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ کہتی ہیں کہ پروردگارا! ہم بھی تیری مخلوق ہیں ہمیں بھی تیرے رزق کی ضرورت ہے آج ہمیں ابھی تک تیرا رزق نہیں پہونچا، لہٰذا ہمیں جلد ہی اپنی نعمت عطا فرما۔

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۴ ص ۹۹)

(۲۹) ═ بہائم کی زبان کا علم

سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ہمراہ ایک بلخی جس کا نام ابوعبداللہ تھا جا رہا تھا کہ اچانک ایک ہرن آپؑ کے سامنے آیا اور کچھ کہنے لگا اور خوشامدانہ انداز میں اپنی دُم ہلانے لگا۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اُس سے فرمایا، انشاء اللہ میں یہ تیرا کام ضرور کروں گا۔ تو مطمئن ہو جا۔ اور پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، کچھ معلوم ہے اِس ہرن نے مجھ سے کیا کہا؟

ہم نے عرض کیا، اللہ، اُس کے رسولؐ اور آپؑ ہی جانتے ہیں کہ اس نے کیا کہا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، کہ اس نے یہ شکایت کی ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے کسی نے جال لگا کر میری مادہ کو قید کر لیا ہے اس کے دو چھوٹے چھوٹے شیرخوار بچے ہیں جو نہ ابھی چل پھر سکتے ہیں نہ چارہ چر سکتے ہیں۔ آپؑ اُن سے میری طرف سے یہ درخواست کردیں کہ وہ میری مادہ کو آپؑ کی ضمانت پر رہا کردیں کہ جب دونوں بچے چارہ چرنے کے قابل ہو جائیں گے تو میں اپنی مادہ کو واپس اُن کے حوالہ کردوں گا۔ لہٰذا میں نے اس سے حلف لیا ہے۔

اُس نے کہا کہ میں آپؑ اہلِ بیتؑ کی ولایت سے بَری ہو جاؤں، اگر اپنے وعدے سے انحراف کروں۔

آپؑ نے فرمایا، اور انشاء اللہ میں اُس کا یہ کام کروں گا۔

یہ سُن کر ابوعبداللہ بلخی نے کہا، آپؑ حضرات میں بھی وہی صفت موجود ہے جو حضرت سلیمانؑ میں تھی۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۱۵ ص ۱۰۱)

• ـ ذرا فرق سے مناقب میں بھی سلیمان سے یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۳ ص ۲۳۴)

(۳۰) علمِ منطق الطیر و بہائم

صفوان بن یحییٰ جابر سے روایت کرتے ہیں

ایک مرتبہ میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک شخص نے ایک بکری کا بچہ ذبح کرنے کے لیے لِٹایا۔ وہ بچہ چِلّانے لگا۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا، اِس بکری کے بچّے کی کیا قیمت ہے ؟

اُس نے چار درہم اس کی قیمت بتائی۔ آپؑ نے چار درہم جیب سے نکالے اور اسے دیدیے اور فرمایا، اب اس کو چھوڑ دے۔ یہ دیکھ کر ہم خوش ہوگئے۔

پھر دیکھا کہ ایک شکرا ایک تیتر پر جھپٹا۔ آپؑ نے اپنی آستین سے شکرے کو اشارہ کیا، وہ تیتر کو چھوڑ کر واپس ہوگیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپؑ سے عجیب عجیب باتیں دیکھ رہا ہوں

آپؑ نے فرمایا، ہاں، جب اُس شخص نے ذبح کے لیے بکری کے بچّے کو لٹایا تو وہ بچہ میری طرف دیکھنے لگا اور کہنے لگا، میں اللہ سے اور آپؑ اہلبیت سے پناہ کا خواستگار ہوں اس بات سے جس کا یہ شخص ارادہ رکھتا ہے۔ اور اسی طرح تیتر نے بھی پناہ چاہی۔ اور اگر ہمارے شیعہ ٹھیک رہتے اور ان میں استقامت ہوتی تو میں انھیں طائروں کی زبان سناتا اور سمجھا دیتا۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۳۲)

(۳۱) زمین اپنے خزانے اُگلنے لگی

یونس بن ظبیان، مفضّل بن عمر، ابو سلمہ سراج اور حسین بن ثویر بن ابی فاختہ، ان سب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں تھے۔

آپؑ نے فرمایا، سنو ! زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں ہمارے پاس ہیں اگر ہم چاہیں تو اپنے ایک پاؤں سے ٹھوکر لگائیں اور زمین سے خزانے اُگلنے کے لیے کہیں تو اپنے خزانے ہمارے حکم سے اُگل دے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگائی۔ زمین شق ہوگئی۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اس کے اندر سے سونے کی ایک اینٹ تقریباً ایک بالشت

کی نکالی اور فرمایا، تم لوگ خوب اچھی طرح اس کو دیکھ لو تاکہ تمھیں کوئی شک نہ رہے۔ ہم نے اُس شگاف میں جھانک کر دیکھا تو اس میں سونے کی اور بہت سی اینٹیں ایک کے اوپر ایک چنی ہوئی تھیں۔

یہ دیکھ کر ہم میں سے کسی نے کہا، میں آپ پر قربان، آپؑ کے شیعہ مفلس و محتاج ہیں۔ یہ آپ انھیں عطا فرما دیں۔ آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے شیعوں کو دنیا و آخرت میں ایک ساتھ رکھے گا۔ انھیں جنّتِ نعیم میں داخل کرے گا اور ان کے دشمنوں کو جہنم میں۔ یہ اینٹیں جہنم کا ایندھن ہیں۔ (بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۲ صفحہ ۱۰۹)

• ف مناقب میں ان ہی لوگوں سے یہ روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۲۶۹)

(۳۲) انحرافِ حکمِ امام کا انجام

حفص ابیض تمّار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس زمانے میں معلّیٰ بن خنیس سولی پر لٹکایا گیا تھا میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے ابو حفص! میں نے معلّیٰ بن خنیس کو ایک کام کا حکم دیا، مگر اُس نے اس کے خلاف کیا، بالآخر قتل ہوا۔ صورتِ امر یہ ہوئی کہ ایک دن میں نے اس کو دیکھا کہ وہ بہت پژمردہ اور محزون ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اے معلّیٰ! کیا بات ہے کیوں غمزدہ نظر آرہے ہو، کیا تمھیں اپنے بال بچے وغیرہ یاد آرہے ہیں؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، اچھا میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آیا تو میں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا، اب تم خود کو کہاں دیکھ رہے ہو؟

اُس نے کہا، میں خود کو اپنے گھر میں دیکھ رہا ہوں، یہ میری زوجہ ہے، یہ میرا بچہ ہے میں نے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا، اور خود وہاں سے ہٹ گیا۔ وہ اپنی زوجہ سے تخلیہ میں مل لیا۔ اس کے بعد میں نے کہا قریب آؤ، وہ قریب آیا تو میں نے پھر اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا، اب تم خود کو کہاں دیکھ رہے ہو؟

اُس نے کہا، اب میں آپؑ کے ساتھ مدینہ میں ہوں۔ یہ آپؑ کا مکان ہے۔

میں نے کہا، اے معلّیٰ! ہماری چند احادیث ایسی ہیں جو انھیں محفوظ رکھے گا، اللہ اس کے دین اور دنیا دونوں کی حفاظت کرے گا۔ اے معلّیٰ! دیکھو ہماری حدیثیں (جن کے اظہار پر عوام الناس سے

تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہو) بیان نہ کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے تم کو قتل کر دیں۔
اے معلّیٰ! جو ہماری مشکل احادیث کو اپنے سینہ تک ہی محفوظ اور پوشیدہ رکھے گا اس کا راستہ روشن کرنے کے لیے اُس کے سامنے ایک نور پیدا کر دے گا، اور لوگوں کے درمیان اسے عزّت و وقار عطا کرے گا، مگر جو ہماری مشکل احادیث کو ہر طرف پھیلائے گا اور ہر کس و ناکس سے کہتا پھرے گا، وہ انجام بہ کار یا تو قید ہو کر مرے گا، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اے معلّیٰ سنو! تم قتل کیے جاؤ گے اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (بصائر الدرجات جلد ۸ باب ۱۳ صـ ۱۱۸)

• نوٹ: اشعری نے بھی ابن ابی الخطاب سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(رجال کشی صـ ۲۴۰)

(۳۳) = جنّت کی سیر

عبد اللہ بن سنان سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ایک حوض ہے جس کا طول و عرض بصرہ سے صنعا تک کی مسافت کے برابر ہے۔ کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں میں آپؑ پر قربان ہوں۔

یہ سن کر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیرونِ مدینہ لے گئے اور ایک مقام پر کھڑے ہو کر ٹھوکر ماری۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک نہر اتنی وسیع و عریض ہے کہ جس کا کہ دوسرا کنارہ حدِ نظر سے تجاوز کر گیا تھا اور مجھے نظر ہی نہ آتا تھا۔ جیسے وہ ایک جزیرہ نما بن گیا تھا اور ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس نہر میں ایک جانب کا پانی برف سے زیادہ سفید اور دوسری طرف دودھ، وہ بھی برف سے زیادہ سفید اور درمیان میں شراب یاقوت سے زیادہ خوش رنگ بہہ رہی تھی اور یہ بھی حقیقت کہ ایسی خوش رنگ نہر جس میں اس قسم کی آمیزش ہو میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، یہ نہر کہاں سے نکلتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، یہ جنّت کی نہروں سے نکلتی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے ایک پانی کا چشمہ ہے، ایک دودھ کا چشمہ ہے اور ایک شراب کا چشمہ ہے جو بہہ بہہ کر اِس نہر میں آرہے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نہر کے کنارے بہت سے اشجار ہیں جن میں حوریں جھولا جھول رہی ہیں جن کے لمبے لمبے گیسو ہیں۔ میں نے اُن سے زیادہ حسین و خوبصورت کبھی بھی کسی عورت کو نہیں دیکھا تھا، اُن کے ہاتھوں میں پیالے تھے اتنے خوشنما کہ ویسے کہیں دیکھنے میں نہیں آئے۔ پھر ہم آگے بڑھے اور آپؑ نے ایک حور کی طرف پانی وغیرہ پلانے کا اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی میں نے دیکھا کہ

وہ حور نہر سے پیالہ بھرنے کے لیے جھکی تو درخت کی شاخ بھی اُس کے ساتھ جھک گئی۔ اُس نے ایک پیالہ بھر کر آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرا پیالہ مجھے دیا۔ میں نے جب اسے پیا تو محسوس کیا کہ اس جیسا ذائقہ والا کوئی شربت نہیں پیا تھا۔ اس سے تو مسک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے اپنے پیالہ میں تین رنگ کی شراب دیکھی۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں نے تو کبھی ایسی چیز دیکھی ہی نہیں۔ میرے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ بات بھی ممکن ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا' یہ بہت ہی معمولی سی شے ہے جسے اللہ نے ہمارے شیعوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ سنو! جب کوئی مومن مرتا ہے تو اُس کی روح اِس نہر پر آتی ہے اور یہاں کے باغات میں سیر کرتی ہے اس نہر سے پانی و دیگر مشروبات پیتی ہے اور جب ہمارے دشمن مرتے ہیں تو اُن کی بدروحیں وادیٔ برہوت میں جاتی ہیں جہاں وہ دائمی عذاب میں مبتلا رہتی ہیں' وہاں زقوم کھاتی' اور ماءِ حمیم پیتی ہیں۔ اس وادی سے تم اللہ سے پناہ چاہو۔

(بصائر الدرجات جلد ۸ باب ۱۳ صـ ۱۱۸)

• ب عثمان بن یزید نے جابر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے قرآن کی اس آیت کے متعلق سوال کیا " وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ الانعام آیت ۷۵)

" اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھلادی " اور میں زمین کی طرف سر جھکائے ہوئے تھا۔ آپؑ نے اپنا دستِ مبارک اوپر اٹھایا اور مجھ سے فرمایا سر اوپر کرو۔ میں نے سر اوپر کیا تو دیکھا کہ چھت میں شگاف ہوا اور اس میں سے ایسا نور ساطع ہوا کہ جس کی وجہ سے میری چشمِ بصارت خیرہ ہوگئی۔ آپؑ نے فرمایا' ابراہیمؑ نے ملکوت سمٰوات و الارض کو اس طرح ملاحظہ فرمایا تھا۔ پھر فرمایا' نگاہیں نیچے کرو۔ میں نے نگاہیں نیچے کرلیں۔ پھر فرمایا' اب پھر اوپر دیکھو! میں نے نگاہ اُٹھائی تو دیکھا کہ چھت جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی۔

اس کے بعد آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا' اُٹھے اور جس حجرے میں ہم لوگ تھے اس میں سے نکال کر دوسرے حجرے میں لے گئے۔ اپنا لباس اُتارا' دوسرا لباس پہنا۔ پھر فرمایا' آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کیں، فرمایا' آنکھیں نہ کھولنا۔ تھوڑی دیر ہم یونہی آنکھیں بند کیے رہے۔ پھر فرمایا تمھیں معلوم ہے اب تم کہاں ہو؟

میں نے عرض کیا' جی نہیں' میں آپؑ پر قربان'

آپؑ نے فرمایا' تم اُس ظلمت میں ہو جس میں حضرت ذوالقرنین گئے تھے۔

میں نے عرض کیا' اجازت ہے کہ آنکھیں کھولوں؟

فرمایا، کھول لو، مگر تمھیں کچھ نظر نہ آئے گا۔
میں نے آنکھیں کھولیں تو واقعاً کچھ بھی نظر نہ آیا۔ پھر آپؑ تھوڑی دور چلے اور ٹھہر کر مجھ سے فرمایا، "معلوم ہے اب تم کہاں ہو؟"
میں نے عرض کیا، جی نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، تم چشمۂ آبِ حیات پر کھڑے ہو جس سے حضرت خضرؑ نے پانی پیا تھا۔ اس کے بعد ہم پھر چلے اور اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم میں جا پہونچے۔ اس میں چلنے لگے اور دیکھا کہ وہ عالم بھی ہمارے ہی عالم کے مانند ہے۔ اس میں بھی مکانات وغیرہ تعمیر ہیں، اس میں بھی لوگ آباد ہیں، پھر وہاں سے نکلے اور تیسرے عالم میں پہونچے۔ وہ بھی پہلے اور دوسرے عالموں ہی کے مانند تھا۔ یہانتک کہ پانچ عالموں میں ہم لوگ وارد ہوئے۔
آپؑ نے فرمایا، سنو! یہ وہ ملکوتِ ارض ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے نہیں دیکھا تھا، انھوں نے ان ملکوتِ سموات کو دیکھا تھا جن کی تعداد بارہ ہے۔ اور ہر عالم ویسا ہی ہے جیسا تم دیکھ آئے ہو۔ جب ہم میں سے کوئی امام وفات پاتا ہے تو وہ انھیں بارہ عالموں میں سے ایک عالم میں جا کر سکونت اختیار کرتا ہے اور ان میں سے اس آخری عالم میں امام آخرالزمان قائمِ آلِ محمدؐ رہیں گے جس میں اس وقت ہم ساکن ہیں۔
پھر فرمایا، اب پھر آنکھیں بند کرو۔
میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم پھر اسی مکان اور حجرے میں پہونچ گئے جہاں سے نکلے تھے۔ وہاں پہونچ کر آپؑ نے وہ لباس اُتارا اور اپنا لباس معمول کے مطابق زیبِ تن فرمایا، جب ہم اپنی زمین پر آگئے تو میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، دن کتنا گذر گیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا، تین ساعت دن گذر چکا ہے۔ (بصائرالدرجات جلد ۸ ص ۱۱۹)

(۳۴) آلِ محمدؐ کے خیمے عالمِ بالا میں

ابوبصیر سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے زمین پر ایک ٹھوکر لگائی تو سامنے ایک دریا بہتا ہوا نظر آیا جس میں چاندی کی کشتیاں تھیں۔ ایک کشتی میں آپؑ اور میں سوار ہو گئے اور اس مقام پر پہونچے جہاں بہت سے چاندی کے خیمے نصب تھے۔ آپؑ ایک خیمے میں داخل ہوئے اور نکل آئے اور مجھ سے فرمایا، تم یہ خیمے دیکھتے ہو؟ ان میں سے ایک خیمہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، دوسرا خیمہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ہے، تیسرا

حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کا ہے، چوتھا حضرت خدیجہ صدیقہ کا ہے پانچواں حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہے، چھٹا خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے، ساتواں حضرت علیؑ ابن الحسین کا، آٹھواں خیمہ میرے پدر بزرگوار کا، نواں خیمہ میرا ہے۔ ہم ائمہ اہل بیت میں سے جو بھی وفات پاتا ہے اُس کے لیے یہاں ایک خیمہ نصب ہو جاتا ہے جس میں وہ آکر سکونت اختیار کرتا ہے۔

(الاختصاص ص ۳۲۳)

(۳۵) معلّٰی بن خنیس کی اہل و عیال سے ملاقات

معلّٰی بن خنیس سے روایت ہے۔
اُس کا بیان ہے کہ میں اپنی بعض ضروریات کے لیے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں گیا
آپؑ نے فرمایا، کیا بات ہے، میں تم کو کچھ مغموم و محزون دیکھ رہا ہوں؟
میں نے عرض کیا کہ جب سے عراق سے مجھے وبا پھیلنے کی اطلاع ملی ہے اُسی وقت سے مجھے اہل و عیال کی طرف سے پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔
آپؑ نے ارشاد فرمایا، ذرا اپنا رُخ دوسری طرف کرو۔
میں نے اپنا رُخ موڑا تو سامنے اپنا مکان نظر آیا۔
آپؑ نے فرمایا، جاؤ اپنے اہل و عیال سے مل لو۔
میں مکان میں اندر گیا تو وہاں سارے گھر والے موجود تھے میں نے سب ہی سے ملاقات کی اور کچھ دیر کے بعد باہر آگیا۔
آپؑ نے فرمایا، اب اپنا چہرہ پھر موڑ لو۔
میں نے اپنا چہرہ موڑ لیا اور پھر اُسی طرف دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔

(بصائر الدرجات جلد ۸ باب ۱۲ ص ۱۱۹)

(۳۶) ایک اور اعجاز

سلیمان بن خالد سے روایت ہے، اس کا بیان ہے کہ
ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ سفر میں ابو عبداللہ بلخی بھی تھا۔
آپؑ نے اُس سے فرمایا، ذرا دیکھو، یہاں کہیں کنواں ہے؟
بلخی نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی اور تلاش بسیار کے بعد جب پلٹ کر دیکھا تو کہنے لگا کہ ہمیں تو یہاں کوئی کنواں وغیرہ نظر نہیں آیا۔
آپؑ نے فرمایا، ہاں، ہاں پھر سے دیکھو۔

اُس نے جا کر دیکھا اور واپس آیا اور کہا، اب بھی کوئی کنواں نظر نہیں آیا۔

آپؑ نے باآوازِ بلند ندا دی۔ اے جوش مارنے والے اور حکمِ خدا سُن کر اس کی اطاعت کرنے والے کنوئیں! اللہ نے جو پانی تجھ میں ودیعت فرمایا ہے اُس میں سے مجھے بھی سیراب کر۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک جگہ سے چشمہ اُبلنے لگا جس میں نہایت شیریں پانی تھا۔

بلخی نے یہ دیکھ کر کہا میں آپؑ پر قربان، آپؑ حضرات کو بھی وہ معجزہ عطا ہوا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس تھا۔ (بصائر الدرجات جلد ۱۰ باب ۱۵ ص ۱۴۹)

• ب: محمد بن معروف ہلالی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مقامِ حیرہ پر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی قدمبوسی کے لیے گیا، مگر لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ آپؑ تک پہونچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ چوتھے دن آپ نے مجھے دیکھا تو اپنے پاس بُلایا۔ اور قبرِ امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے لیے تشریف لے چلے۔ میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور آپؑ کی گفتگو مسلسل سُنتا رہا۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ آپؑ کو پیشاب محسوس ہوا۔ آپؑ راستے میں سے ایک طرف ہو گئے۔ ایک جگہ کی ریت کھودی پیشاب کیا، پھر دوسری جگہ کی ریت کھودی وہاں سے پانی نکلا۔ آپؑ نے اس پانی سے طہارت کی۔ پھر وضو فرمایا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی۔ "پروردگارا! تو مجھے ان لوگوں میں قرار نہ دینا جو حد سے آگے بڑھ جائے اور گمراہ ہو گئے اور اُن لوگوں میں بھی قرار نہ دے جو پیچھے رہ گئے اور ہلاک ہوئے۔ تو مجھے درمیانی راہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرما۔" پھر مجھ سے کہا اے غلام! تو نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی سے نہ بتانا۔ (فرحۃ الغری ص ۲۲)

• ب: مناقب میں بھی محمد بن میمون ہلالی سے اسی کے مانند روایت ہے۔

(مناقب جلد ۳ ص ۳۶۳)

(۳۷) === امامؑ کی چند پیشین گوئیاں

ابوجعفر محمد بن معروف ہلال جن کا سن تقریباً ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ سال کا تھا، کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابوعبداللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہ السلام کی قدمبوسی کے لیے حیرہ گیا۔ یہ دور سفاح کا تھا میں نے دیکھا کہ آپؑ کی زیارت کے لیے انبوہِ کثیر اور جمِ غفیر آپؑ کے چاروں طرف جمع ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ لوگوں کے اس مجمعِ کثیر سے مقابلہ کرتا۔ چوتھے دن آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کا مجمع بھی ذرا کم ہو گیا تھا۔ آپؑ نے مجھے اپنے قریب بُلایا اور قبرِ امیر المومنینؑ کی زیارت کے لیے تشریف لے چلے میں بھی ساتھ ہو گیا۔ راستہ میں

آپؑ کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو آپؑ نے ایک طرف جاکر رفع حاجت فرمائی۔ اپنے دستِ مبارک سے ایک جگہ کی ریت ہٹائی، وہاں سے پانی کا ایک چشمہ برآمد ہوا۔ طہارت کے بعد آپؑ نے وضو فرمایا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے پروردگار سے یہ دعا فرمائی "پروردگارا! تو مجھے ان لوگوں میں قرار نہ دینا جو حد سے تجاوز کر گئے اور گمراہ ہوئے اور نہ اُن لوگوں میں قرار دینا جو پیچھے رہ گئے اور ہلاک ہوئے، بلکہ مجھے درمیانی راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما تا رہ۔"

نماز سے فارغ ہو کر آپؑ پھر چل دیے میں آپؑ کے ساتھ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اے غلام سنو! سمندر کا کوئی پڑوسی نہیں، بادشاہ کا کوئی دوست نہیں، اور عافیت کی کوئی قیمت نہیں۔ کتنے ایسے نعمت پانے والے ہیں جنھیں ان نعمتوں کا پتہ بھی نہیں۔ پانچ باتوں پر عمل کرتے رہو" (۱) اللہ سے ہمیشہ طلبِ خیر کرتے رہو، (۲) سہولت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ (۳) حلم اور بُردباری سے کام لیتے رہو (۴) جھوٹ سے پرہیز کرتے رہو (۵) پیمانہ اور ترازو سے ٹھیک ٹھیک ناپو اور تولو۔"

اس کے بعد فرمایا۔ بھاگو اور دور بھاگو اُس وقت جب عرب سے عنانِ حکومت چھین لی جائے۔ نیکیاں ایک طرف روک دی جائیں اور حج بجالانے کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ پھر فرمایا" حج کرو اس سے قبل کہ تمھیں حج سے روکا جائے۔ پھر آپؑ نے قبلہ کی طرف اپنے انگوٹھے سے اشارہ کر کے فرمایا اس طرف ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگ قتل ہوں گے۔

(حضرت علیؑ بن الحسینؑ کے ارشاد کے بموجب) حیرہ وغیرہ میں تقریباً اتنے ہی آدمی قتل ہوئے۔

اس روایت میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے مزید فرمایا "کہ آلِ محمدؐ میں سے ایک مرد ضرور خروج کرے گا اور سفید علم ضرور آراستہ ہوں گے۔" علی بن حسن کا بیان ہے کہ (آپؑ کے حسبِ ارشاد) ۲۵۰ھ میں یحییٰ بن عمر کے خروج کے وقت اہلِ بنی رواس جمع ہوئے اور جامع مسجد میں نماز کے ارادے سے چلے اور ایک سفید عمامے کو نیزے پر لہرائے ہوئے تھے جس کو محمد بن معروف اُٹھائے ہوئے تھے۔

اسی روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "یہ تمھارا دریائے فرات خشک ہو جائے گا۔" چنانچہ دریائے فرات بھی خشک ہو گیا۔ یہ بھی فرمایا کہ" ایک چھوٹی چھوٹی آنکھوں والی قوم تم پر حملہ آور ہو گی اور تمھیں تمھارے گھروں سے باہر نکال دے گی۔"

علی بن حسن کا بیان ہے کہ آپؑ کے ارشاد کے مطابق کیجور آیا اُس کے ساتھ ترکی لوگ تھے اور اُنھوں نے لوگوں کو گھروں سے نکال دیا۔

آپؑ نے یہ بھی فرمایا۔" درندے تمھارے گھروں کا رُخ کریں گے۔" علی بن حسن کا بیان ہے

کہ آپؑ کے ارشاد کے مطابق درندے ہمارے گھروں کی طرف آئے۔ اور آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص خروج کرے گا جس کا رنگ زرد اور سرخی مائل ہوگا اور لمبی مونچھ ہوگی اس کے لیے ایک کرسی عمرو بن حریث کے دروازے پر رکھی جائے گی اور لوگوں کو حضرت علی بن ابی طالبؑ پر تبرا کرنے کا حکم دیگا بہت سے آدمیوں کو قتل کرے گا مگر اسی دن وہ خود بھی قتل کیو جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (نوادر علی بن اسباط)

۳۸ علومِ باطن

سعد اسکاف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہل جبل میں سے ایک شخص بہت سے ہدیے اور تحفے لے کر آیا جن میں ایک تھیلے میں جنگلی جانور کا خشک کیا ہوا گوشت بھی تھا۔

آپؑ نے اُسے کھولا اور فرمایا، یہ واپس لے جاؤ اس کو کتے نے کھایا ہے۔

اُس نے عرض کیا کہ میں نے یہ گوشت ایک مسلمان سے خریدا ہے اُس نے کہا ہے کہ یہ حلال ہے۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اچھا ٹھہرو! ابھی تم کو اس کے بارے میں علم ہو جائے گا۔ یہ فرما کر گوشت کو تھیلے میں رکھ دیا اور کچھ کلمات جاری کیے جن کا مطلب میں نہ سمجھ سکا۔ پھر اُس مردِ جبلی سے فرمایا، یہ اُٹھا کر اس حجرے میں چلے جاؤ۔

اُس نے ایسا ہی کیا اور جب حجرے میں پہونچا تو اُس نے سُنا کہ سوکھے ہوئے گوشت سے آواز آرہی تھی۔ اے بندہ خدا! ہمارے جیسا گوشت نہ امام کے لیے حلال ہے اور نہ اولادِ انبیاء کھائے گی اِس لیے کہ میں حلال اور پاک نہیں ہوں۔

یہ سُن کر وہ شخص اُس تھیلے کو اُٹھا کر باہر نکلا۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اُس سے پوچھا، بتاؤ، اس گوشت نے تم سے کیا کہا؟

اُس شخص نے کہا کہ اس گوشت نے بھی وہ کہا جو آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا یعنی یہ کہ وہ حلال اور پاک نہیں ہے۔

حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا، اے ابوہارون تم کیا سمجھے؟ سنو! ہم وہ سب کچھ جانتے ہیں جس کا دوسروں کو علم نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے، پھر وہ شخص وہ تھیلا لیکر باہر نکلا اور وہ تمام گوشت کتے کے سامنے ڈال دیا۔ (الخرائج والجرائح ص ۲۱۳)

۳۹ درندوں سے حفاظت کے لیے ایک عزیمت

عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ اگر تمھارا کسی درندے سے سامنا ہو جائے تو کیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔

آپ نے فرمایا، سنو! اگر تمھارا سامنا کسی درندے سے ہو جائے تو اس کے سامنے پہلے آیۃ الکرسی پڑھو، پھر یہ کہو تجھ کو میں قسم دیتا ہوں اللہ کی، قسم دیتا ہوں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، قسم دیتا ہوں سلیمان بن داؤد کی، قسم دیتا ہوں علی امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے بعد گیارہ ائمہ علیہم السلام کی۔ تو وہ تمھارے سامنے سے ہٹ جائے گا۔

عبداللہ کاہلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں کوفہ گیا اور اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ ایک قریے میں جانے لگا کہ اچانک ایک درندہ راستے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُس کے سامنے آیۃ الکرسی پڑھی پھر کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں محمد الرسول اللہ کی، قسم دیتا ہوں سلیمانؑ بن داؤدؑ کی، قسم دیتا ہوں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے بعد ائمہ طاہرین کی قسم دیتا ہوں کہ تو ہمارے راستہ سے ہٹ جا۔

یہ سُن کر وہ جس طرف سے آیا تھا اُسی طرف واپس چلا گیا۔ میرے چچا زاد بھائی نے جو میرے ساتھ تھا، کہا کہ ابھی ابھی جو کچھ میں نے تمھیں کہتے ہوئے سُنا ہے اس سے بہتر تو میں نے آج تک حفاظت کی کوئی اور دعا نہیں سنی۔

میں نے کہا، تم نے سُنا ہی کیا ہے؟ یہ دعا تو مجھے حضرت امام جعفر صادق ابن امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے بتائی ہے۔

اُس نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واقعی امامِ برحق ہیں جن کی اطاعت اللہ نے ہم سب پر فرض کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد جب میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارا واقعہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اُس وقت میں نے تم لوگوں کو دیکھا نہیں تھا؟ ہم تو اپنے دوستوں پر ہر وقت نگاہِ حفاظت رکھتے ہیں، اس کے لیے زبان کھولتے ہیں۔ اے عبداللہ!

خدا کی قسم اُس وقت ہم نے ہی اُس درندے کو تمھارے راستے سے ہٹایا تھا۔ اور اس کی تصدیق اس طرح ہے کہ تم لوگ صحرا میں فلاں دریا کے کنارے تھے۔ تمھارے چچا زاد بھائی کا نام بھی میرے پاس لکھا ہوا ہے اور جبتک کہ وہ ہماری امامت کا قائل نہ ہوگا۔ اُس وقت تک وہ مر نہیں سکتا۔

الغرض جب میں کوفہ واپس آیا تو اپنے چچا زاد بھائی سے سب کچھ بیان کر دیا۔ وہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور آپؑ کی امامت کا معتقد ہو گیا تا ایں کہ موت آگئی۔

(الخرائج والجرائح صـ ۲۳۱)

• ن۔ کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے یہی روایت منقول ہے (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۴۱۷)

(۴۰) — قبل از وقت موت کی اطلاع

ولید بن صبیح سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک شب ہم لوگ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی نے دق الباب کیا۔

آپؑ نے کنیز سے فرمایا، دیکھو! دروازے پر کون ہے؟

کنیز گئی اور واپس آکر کہا کہ آپؑ کے چچا عبداللہ بن علیؑ ہیں۔

فرمایا، انھیں اندر بلا لو۔

پھر ہم سے فرمایا کہ تم لوگ دوسرے حجرے (کمرے) میں چلے جاؤ۔

جب عبداللہ بن علیؑ آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ کو کچھ نازیبا کلمات کہے اور چلے گئے اس کے بعد ہم سب باہر نکل آئے اور آپؑ نے اپنی گفتگو وہیں سے شروع کر دی جہاں ختم کی تھی۔ ہم میں سے ایک نے عرض کیا۔ آپؑ کے چچا نے تو آپؑ سے ایسی سخت کلامی کی کہ جو ناسزا تھی۔ اُن کی اس بدکلامی کی وجہ سے جی چاہتا تھا کہ ابھی یہاں سے نکل کر اُن کی خبر لے لی جائے۔

آپؑ نے فرمایا، یہ ہمارا خاندانی مسئلہ ہے اس میں تمھیں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

الغرض جب رات کا کچھ حصّہ گذرا تو کسی نے پھر دروازے پر دستک دی۔

آپؑ نے کنیز سے فرمایا، دیکھو! کون ہے؟

کنیز گئی اور واپس آکر بولی آپؑ کے چچا عبداللہ بن علیؑ ہیں۔

آپؑ نے ہمیں دوبارہ اندر جانے کا حکم دیا۔ اور کنیز سے فرمایا کہ انھیں بلا لو۔

جب وہ آئے تو چیختے چلاتے اور روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ بھتیجے! مجھے معاف کردو، اللہ تمھیں معاف کرے گا مجھے بخش دو، اللہ تمھیں بخش دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، چچا جان! آپ کو اللہ معاف کرے گا اب آپ کے معافی طلب کرنے کا کیا سبب ہوا؟

اُنھوں نے کہا کہ جب میں آرام کرنے کے لیے اپنے بستر پر گیا تو میرے پاس دو حبشی پہونچے اُنھوں نے میری مشکیں باندھ دیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا، اسے لیچلو اور جہنم میں ڈالدو جب وہ مجھے لیکر چلے تو درمیانِ راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے تو میں نے آنحضرتؐ سے فریاد کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اب میں دوبارہ ایسی حرکت نہ کروں گا۔

آنحضرتؐ نے اُن حبشیوں سے میری سفارش فرمائی، اُنھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مگر اس تھوڑے ہی سے عرصے میں اُن سے جس قدر اذیت و تکلیف پہونچی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے جس کو میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، خیر گذشت انچہ گذشت آپ کو جو وصیت وغیرہ کرنا ہو کرلیں۔ (آپ کی موت قریب ہے)

اُنھوں نے کہا، میں کس بات کی وصیت کروں، میرے پاس کوئی مال نہیں، کثیر العیال بھی ہوں اور مقروض بھی۔

آپؑ نے فرمایا، آپ کا قرض میں ادا کروں گا اور آپ کے عیال میرے عیال کے ساتھ رہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم لوگ مدینہ ہی میں تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اُن کے اہل وعیال کو اپنے اہل وعیال میں ضم کرلیا۔ ان کے قرض کو ادا کردیا اور ان کی دختر سے اپنے ایک لڑکے کی شادی کردی۔

(الخرائج والجرائح صـ ۲۳۲)

• حسین بن ابی العلا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے اپنی زوجہ کی شکایت کی کہ بڑی بد اخلاقی سے میرے ساتھ پیش آتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا اُسے میرے پاس لے آؤ۔

جب وہ آئی تو آپؑ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو اپنے شوہر کو کیوں ستاتی ہے؟ وہ اس قدر بد اخلاق عورت تھی کہ اس نے اپنے شوہر کو آپؑ کے سامنے کوسنا شروع کردیا

آپؑ نے فرمایا، دیکھ، اگر تو اسی طرح اپنی ضد پر قائم رہی تو تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے گی۔

اُس نے کہا کہ میں تو خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ تا ابد اس کی صورت نہ دیکھوں۔

آپؑ نے اُس کے شوہر سے فرمایا، اپنی زوجہ کو لے جاؤ اب تم دونوں کا تنازعہ تین دن سے زیادہ نہ رہے گا۔

چنانچہ تیسرے دن اُس کا شوہر آیا، امام علیہ السلام نے اُس کی زوجہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اُس نے کہا، واللہ میں ابھی ابھی اُس کو دفن کر کے آرہا ہوں۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ اس کی زوجہ کا کیا حال ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا، وہ اپنے شوہر کی نافرمان تھی اور اُس کے ساتھ زیادتی اور تعدی کرتی تھی۔ اللہ نے اُس کی عمر کے سلسلے کو کاٹ کر اِس کو نجات دیدی۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۵۱)

(۴۱) ═ بددُعا کا اثر

میثمی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا، جاؤ اور زمزم کے کنویں سے پانی لے آؤ۔

غلام گیا اور تھوڑی دیر میں ہی بغیر پانی لیے واپس آیا اور کہنے لگا کہ چاہِ زمزم پر مقرّرہ غلاموں میں سے ایک غلام نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم عراق کے خدا کے لیے پانی لے جا رہے ہو اس لیے تمھیں پانی نہیں دیا جائے گا۔

یہ سُن کر آپؑ کے چہرے کا رنگ متغیّر ہو گیا۔ آپؑ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور اپنے لبوں کو ذرا حرکت دی، پھر غلام سے فرمایا، اب جاؤ اور پانی لے آؤ کوئی منع نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر پھر آپؑ کھانا تناول فرمانے لگے۔ کچھ دیر کے بعد غلام نے آکر اطلاع دی کہ مولا! جس غلام نے مجھے پانی دینے سے منع کیا تھا وہ چاہِ زمزم میں گر کر مر گیا اور لوگ اس کو نکالنے میں مصروف ہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (الخرائج والجرائح)

(۴۲) ═ ایک ایسی تقریر جس کو ہر شخص نے اپنی اپنی زبان میں سُنا

ابان بن تغلب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر سے مدینہ حضرت ابوعبداللہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کی قدمبوسی کے لیے گیا۔ جب دروازے پر پہونچا تو دیکھا کہ کچھ لوگ آپ سے ملاقات کر کے باہر نکل رہے ہیں جن سے میں واقف نہ تھا جو شکل و صورت میں بہت ہی خوبصورت اور خوش رو تھے کہ میری نظر سے نہ گذرے تھے، بالکل خاموش طبع جیسے بولنا ہی نہ جانتے ہوں جب میں اندر یعنی بیت الشرف میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ سامعین سے ایک حدیث بیان فرما رہے ہیں۔ اس کے جملہ حضرات سامعین بیت الشرف سے باہر آئے جن میں سے کچھ لوگ مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں اور علاقوں کے نظر آئے، سب نے وہ حدیث سُنی اور سمجھی۔ جب ان میں سے کسی سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے تو میری فارسی میں ہی وہ حدیث بیان کی، عرب یہ کہتا تھا کہ نہیں، بلکہ آپ نے عربی زبان میں حدیث بیان کی حبشی بولا کہ نہیں جناب آپ نے تو میری زبان میں حدیث بیان فرمائی، نبطی اور سقلبی کہنے لگے کہ آپ نے وہ حدیث ہماری زبانوں میں بیان فرمائی تھی۔

الغرض یہ لوگ پھر پلٹ کر آپ کی خدمت میں پہونچے اور سب نے اختلافِ زبان اور حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کو تم میں سے ہر شخص نے سُنا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ اعجاز ہمیں عطا فرمایا ہے۔ (کہ ہم کسی زبان میں گفتگو کریں سامع اس کو اپنی زبان میں سمجھ لیتا ہے علاوہ ازیں ہم ہر زبان سے واقف ہیں۔) (الخرائج والجرائح)

(۴۳) ائمہ کیلئے اللہ کی نعمتیں

داؤد ابن کثیر رقّی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہاں آپ کے پاس آپ کے فرزند حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئے مگر وہ کچھ بےچینی محسوس کر رہے تھے۔

آپ نے اپنے فرزند کی مزاج پرسی فرمائی۔

عرض کیا، بابا جان! الحمدللہ کہ میں اللہ کی حفظ و امان میں ہوں اور نوع بہ نوع نعمتوں سے متنعم ہوں مگر اس وقت انگور حرشی اور انار مل جاتے تو بہتر ہوتا۔

میں نے کہا، سبحان اللہ! عالیجاہ یہ تو موسم سرما ہے اس وقت یہ نہیں میسر ہو سکتے۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے داؤد! اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ باغ میں جاؤ ایک درخت پر تم کو انار اور انگور کی بیل پر انگور حرشی مل جائیں گے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ حضرات کی ظاہری و مخفی دونوں امامت کی حکمرانی پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر جا کر انگور اور انار باغ سے توڑے اور لا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں

پیش کیے اور آپؑ نے وہ تناول فرمائے۔

پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے داؤد! یہ اُسی رزقِ قدیم میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُفقِ اعلیٰ سے حضرت مریمؑ بنتِ عمران کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ (الخرائج والجرائح)

(۴۴) سیرِ عالم

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا، تمھارا چہرہ اُداس کیوں ہے؟

میں نے عرض کیا، قرض اور رسوائی نے چہرے کو متغیر کر دیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اپنے بھائی کو لانے کے لیے سندھ کا سمندری سفر کروں۔

آپؑ نے فرمایا جب چاہو چلے جاؤ۔

میں نے عرض کیا، مگر سمندر کی ہولناکیوں اور تکلیفوں سے ڈرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، وہ ذات جو خشکی میں تمھاری حفاظت کرتی ہے وہی سمندر میں بھی تمھارا حافظ اور نگہبان ہے۔ اے داؤد سنو! اگر میرا اسم اور میری روح نہ ہوتی تو نہ دریا بہتے نہ پھل پکتے، نہ درخت سرسبز ہوتے۔

داؤد کا بیان ہے کہ پھر میں سمندری جہاز پر سوار ہوا اور ایک سو بیس دن کا سفر طے کرکے ساحلِ سمندر کے قریب اللہ نے جہاں چاہا مجھے پہونچا دیا اور روزِ جمعہ قبل از زوال باہر نکلا تو دیکھا کہ آسمان پر ہر طرف بادل چھائے ہوئے ہیں اور ایک نور ہے جو وسطِ آسمان ساطع ہے اور اُس کی روشنی زمین کو منوّر کر رہی ہے۔ اچانک میں نے سُنا کہ اے داؤد! یہ وقت تمھارے قرض کی ادائیگی کا ہے، سر اٹھاؤ، تم سلامت ہو۔

میں نے سر اُٹھایا تو پھر آواز آئی "ان سرخ سرخ شگوفوں کے پیچھے جو کچھ ہے اسے لیلو۔ میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ بہت سی طلاءِ احمر (سرخ سونے) کی اینٹیں ہیں جن کے ایک طرف صاف اور سادہ ہے اور دوسری جانب یہ تحریر ہے هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (سورۂ ص آیت ۳۹)

(یہ ہماری عطا ہے پس احسان کر دیا اپنے ہی پاس رکھو، جو بے حساب ہے۔) میں نے انھیں اٹھالیا اور سوچا کہ مدینہ تک ان میں کوئی تصرف نہ کروں گا۔ مدینہ واپس آیا اور امامؑ کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! ہماری عطا وہ نور تھا جو تمھیں نظر آیا تھا، یہ سونا تو تمھارے ربِّ کریم کی عطا ہے تمھیں مبارک ہو۔

اب تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے آپؑ کے خادم سے دریافت کیا۔ اُس نے بتایا کہ اس وقت آپؑ اپنے اصحاب سے باتیں کر رہے تھے جن میں حمران اور عبدالاعلیٰ تھے۔ آپؑ اُن ہی کی طرف متوجہ تھے اور یہی باتیں کر رہے تھے جو تم نے بتائی ہیں پھر نماز کا وقت آگیا تو آپؑ نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے بعد میں نے ان تینوں اصحاب سے بھی دریافت کیا تو اُنھوں نے بھی یہی واقعہ بیان کیا۔ (المصدر السابق ص ۲۳۳)

(۴۵) ــــ تعلیم القرآن اور آپؑ کا اعجاز

روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک غلام جس کا نام مسلم تھا وہ اچھی طرح قرآن نہیں پڑھ سکتا تھا۔ آپؑ نے ایک رات اس کو قرآن مجید کی تعلیم دی تو صبح کو وہ اچھی طرح از خود قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہلے ہی سے قرآن مجید پڑھا ہوا ہو۔

(۴۶) ــــ باطن کا علم

ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی گئی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں کچھ مال حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے گیا اور دل میں کہا کہ بہت سا مال دے رہا ہوں۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا تو آپؑ نے اپنے غلام کو آواز دی اور فرمایا کہ مکان کے ایک گوشے میں ایک طشت رکھا ہوا ہے اُسے لے آؤ۔

جب طشت آیا تو آپؑ نے کچھ کلمات پڑھے تو طشت سے اس قدر دینار گرے کہ میرے اور غلام کے درمیان ایک بڑا ڈھیر لگ گیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ تمھارے مالِ کثیر کے ہم محتاج ہیں؟ ہم تمھارا مال صرف اس لیے قبول کر لیتے ہیں تاکہ تمھیں (تمھارے مال کو) ظاہر کر دیں۔

(الخرائج والجرائح ص ۲۳۲)

(۴۷) ــــ آپؑ کے اشارے پر پہاڑ چلنے لگا

عبدالرحمن بن حجاج کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہا تھا۔ آپؑ بغلہ پر سوار تھے اور میں اپنے گدھے پر تھا۔ (تیسرا اور کوئی نہ تھا) میں نے عرض کیا،

مولا! یہ بتائیں کہ امام کی کیا پہچان ہے؟

فرمایا، اے عبدالرحمٰن! امام اگر اس پہاڑ سے اشارةً کہہ دے کہ تو اپنی جگہ سے حرکت کر، تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔

میں نے جب اُس پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہ واقعاً اپنی جگہ چھوڑ کر چل پڑا۔

آپؑ نے پہاڑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ تو اپنی جگہ سے حرکت کرے۔ (الخرائج والجرائح ص ٢٣٣)

٤٨ ــــ آپؑ کے معجزات

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق (ابو عبداللہ) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ معلّی بن خنیس آپؑ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔

آپؑ نے ان سے سبب گریہ دریافت فرمایا۔

معلّی نے جواب میں عرض کیا کہ مولا! کچھ لوگ باہر کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ فضیلت میں ہم سے افضل کوئی نہیں ہے بلکہ ہم سب برابر ہیں۔

یہ سُن کر آپؑ نے قدرے سکوت فرمایا، پھر آپؑ نے کھجوروں کا ایک طبق منگوایا اس میں سے ایک کھجور اُٹھا کر اُس کے دو ٹکڑے کیے۔ کھجور تناول فرمائی اور اُس کی گٹھلی کو زمین پر ڈال دیا، وہ فوراً درخت بن گئی دیکھتے ہی دیکھتے اس میں پھل بھی آگئے۔ آپؑ نے اس میں سے ایک پھل توڑا، اُس کو درمیان سے دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا تو اُس کے اندر سے ایک رقعہ برآمد ہوا وہ رقعہ آپؑ نے معلّیؓ کو دیا اور فرمایا، اس کو پڑھو۔ معلّیؓ نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى، الحسن والحسین وعلی ابن الحسین اور اسی طرح ترتیب سے امام آخر الزمان علیہم السلام تک اسماء مذکور تھے۔ (الخرائج والجرائح ص ٢٣٣)

● معجزۂ دیگر:

مروی ہے کہ ابو مریم مدنی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حج کے ارادے سے چلا اور مقام شجرہ کے قریب پہونچا میں اپنے گدھے پر سوار تھا، دل میں کہا کہ جلدی پہونچ کر سب کے ساتھ با جماعت نماز ادا کروں، مگر جب پہونچا تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام دوش پر ردا ڈالے ہوئے تسبیحات میں مشغول ہیں، مجھے دیکھ کر

آپؑ نے فرمایا، اے ابو مریم! تم نے نماز پڑھ لی ؟
میں نے عرض کیا، نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، نماز پڑھ لو۔
میں نے نماز ادا کی، پھر وہاں سے ہم لوگ چلے، میں آپؑ کی محمل کے ساتھ ساتھ تھا، میں نے سوچا کہ آج مولا سے تخلیہ کا موقع ملا ہے لہٰذا جی بھر کر جو مسائل چاہوں گا آپؑ سے دریافت کروں گا۔
آپؑ نے فرمایا اے ابو مریم! کیا تم میری محمل کے ساتھ ہی ساتھ چل رہے ہو؟
میں نے عرض کیا جی ہاں۔ (اُس وقت آپؑ کی سواری پر محمل کے پیچھے آپؑ کا غلام سالم بیٹھا ہوا تھا۔) آپؑ نے مجھے دیکھا کہ میں کچھ بےچین سا ہوں۔
آپؑ نے دریافت کیا کہ اے سالم! کیا تمھارے پیٹ میں کچھ تکلیف ہے ؟
میں نے عرض کیا، جی ہاں۔
آپؑ نے فرمایا کیا گذشتہ شب تم نے مچھلی کھائی تھی ؟
میں نے عرض کیا جی ہاں۔
آپؑ نے فرمایا، اس کے بعد کھجوریں بھی کھائی تھیں یا نہیں ؟
میں نے عرض کیا، جی نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اگر اس کے بعد تم نے کھجور کھالی ہوتی تو یہ مچھلی ضرر رساں نہ ہوتی۔
الغرض ہم لوگ چلتے رہے اور بوقتِ زوال آپؑ سواری سے اُترے۔ غلام سے فرمایا کہ وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لایا۔ آپؑ نے وضو فرمایا۔ قریب ہی ایک درخت کا تنا تھا، آپؑ اُس تنے کے قریب گئے اور فرمایا، اے تنے! اللہ نے تیرے اندر جو کچھ پیدا کیا ہے اُس میں سے کچھ ہمیں بھی کھلا دے۔
راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے یہ فرماتے ہی درخت کے تنے میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور وہ سرسبز ہوگیا، شاخیں، ان میں شگوفے اور پھر پھل پختہ ہو گئے۔ آپؑ نے اس میں سے خود بھی تناول فرمائے اور مجھے بھی کھلائے۔ (اور یہ سب کچھ چشمِ زدن میں ہو گیا۔)
(الخرائج والجرائح)

● معجزۂ دیگر :

ابو خالد نے ایک مردِ کندی سے جو بنی عباس کا تیغ بردار تھا روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ جب ابو دوانیق حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام اور اسماعیل کے پاس قیدخانے

میں داخل ہوا اور دونوں کو قتل کا حکم دے کر چلا گیا۔
قاتل (اللہ کی لعنت ہو اُس پر) حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس شب کے وقت آیا، آپ کو قید خانہ کے حجرے سے نکالا، تلوار کا وار کر کے قتل کر دیا اور پھر اسماعیل کی طرف بھی قتل کی نیت سے بڑھا لیکن ان دونوں میں کچھ ردّ و کد ہوئی بالآخر انھیں بھی قتل کر کے ابودوانیق کے پاس پہونچا۔
ابودوانیق نے اس قاتل کو دیکھ کر پوچھا، کیا کر کے آئے ہو؟
اُس نے کہا میں نے دونوں کو قتل کر کے آپ کو اُن کی فکر سے چھٹکارا دلا دیا۔
جب صبح ہوئی تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اور اسماعیل اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان دونوں نے ابودوانیق سے ملاقات کی اجازت چاہی۔
یہ سن کر ابودوانیق نے قاتل کو بلایا اور دریافت کیا کہ کیا تو نے ان کو قتل نہیں کیا؟
اس نے کہا، جی ہاں میں نے دونوں کو پہچان کر قتل کیا تھا۔
ابودوانیق نے کہا، اُس جگہ جا کر دیکھ جہاں تو نے ان کو قتل کیا تھا۔
قاتل وہاں پہونچا تو دیکھا کہ وہاں دو اونٹ نحر کیے ہوئے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مبہوت ہو گیا۔ واپس آیا اور حیرت و استعجاب کے عالم میں گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا اور اسکو سب کچھ بتایا کہ وہاں تو دو اونٹ نحر کیے ہوئے پڑے ہیں جبکہ میں نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔
ابودوانیق نے کہا، دیکھ یہ بات تیرے منھ سے کوئی نہ سنے۔ یہ واقعہ تو بالکل اسی طرح کا ہوا ہے جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رونما ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ
"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط (سورۂ نساء آیت ۱۵۷)
(حالانکہ انھوں نے اُس کو نہ قتل کیا، اور نہ صلیب دی، بلکہ اُن کے لیے (ایک دوسرے شخص کو اس کی (عیسیٰ کی) شبیہ بنا دیا گیا۔)

(۴۹) مُردے کو زندگی بخشنا

عیسیٰ بن مہران سے روایت ہے کہ اہلِ خراسان میں سے وراء النہر کا رہنے والا ایک شخص جو خوشحال اور محبِّ اہلِ بیتؑ تھا، جو ہر سال حج کے لیے جاتا تھا۔ اُس کا معمول تھا کہ حج سے فراغت کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے مدینہ جاتا اور اپنے مال میں سے ایکہزار دینار امامؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا کرتا تھا۔ اُس کی زوجہ اُس کی چچازاد بہن تھی۔ دونوں ہی خوشحال تھے۔ ایک سال اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ

اِس سال میں آپ کے ساتھ حج و زیارت کے لیے جانے کی خواہش مند ہوں۔ اُس کے شوہر نے بھی رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ اُس نے حج و زیارت کا سامان تیار کیا اور حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے عیال اور آپؑ کی صاحبزادیوں وغیرہ کے لیے خراسان کے لیاسہائے فاخرہ قطن و کتاں کے کپڑے اور جواہرات وغیرہ فراہم کیے، اور اُس کے شوہر نے حسب معمول ایک ہزار دینار تھیلے میں رکھے، پھر اُس تھیلے کو اُس صندوقچہ میں رکھا جس میں زیورات اور عطریات رکھے تھے اور یہ سب لیکر مدینہ کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ وہاں پہونچ کر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا اور کہا کہ امسال اپنی زوجہ کو حج و زیارت کی غرض سے ہمراہ لایا ہوں اجازت دیجیے کہ وہ آپؑ کے بیت الشرف پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہو سکے۔

آپؑ نے اجازت دی۔ وہ مومنہ آئی اور جو کچھ ساتھ لائی تھی وہ تحائف پیشِ خدمت کیے اور اپنی قیامگاہ پر واپس ہو گئی۔

دوسرے دن شوہر نے زوجہ سے کہا، وہ صندوقچہ نکالو جس میں ایک ہزار دینار رکھے ہوئے ہیں۔ زوجہ نے صندوقچہ اپنے شوہر کو دیدیا، اُس نے صندوقچہ کھولا تو اس میں ایک دینار کی تھیلی کے علاوہ زیورات وغیرہ سب کچھ موجود تھا۔ یہ بہت حیران ہوا کہ صرف دینار ہی غائب ہو گئے باقی تمام چیزیں موجود ہیں۔ بہرحال مجبوراً اُس نے زیورات رہن رکھ کر ایک ہزار دینار قرض لیے اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، تمھارے ایک ہزار دینار تو ہم تک پہونچ چکے ہیں۔

اُس نے عرض کیا، مولا! آپؑ کے پاس کیسے پہونچ گئے؟

آپؑ نے فرمایا، مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی اس لیے جو رقم تم میرے لیے لیکر آرہے تھے میں نے ایک جنّ کے ذریعے سے وہ رقم منگوالی۔ جب کبھی اچانک کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے تو میں اپنے شیعہ جنّوں میں سے کسی کے ذریعے کام کرالیتا ہوں۔

الغرض وہ شخص اپنی زوجہ کے پاس قیامگاہ پر جانے کی غرض سے واپس ہوا تو واپسی پر اُس نے ایکہزار دینار اپنے امین کو واپس کیے، زیورات لیکر جب گھر (قیامگاہ پر) پہونچا تو دیکھا کہ اُس کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ کنیز سے حال دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ اچانک دل کا دورہ ہوا اور انتقال ہو گیا۔ مجبوراً صبر کے علاوہ چارۂ کار بھی کچھ نہ تھا لہٰذا تجہیز و تکفین کے انتظام کے لیے چلا اور امامؑ کی خدمت میں بھی پہونچا اور عرض کیا کہ مولا! آپؑ کی کنیز (زوجہ) کا انتقال ہو گیا ہے آپؑ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔

اچانک یہ خبر اندوہناک سنکر آپؑ نے اسکو دلاسہ دیا اور ۲ رکعت نماز پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں التجا کی، پھر اُس سے کہا کہ تم اپنی قیامگاہ پر جا کر دیکھو تمھاری زوجہ فوت نہیں ہوئی ہے بلکہ

تم جا کر دیکھو گے کہ وہ کنیز کو ہدایات دے رہی ہوگی وہ بالکل صحیح و سلامت ہے۔

یہ سُن کر وہ شخص اپنی قیامگاہ پر پہونچا اور جس طرح امامؑ نے فرمایا تھا اپنی زوجہ کو اُسی حالت میں دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ بعدہٗ حج کے ارادے سے مکّہ روانہ ہوا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی حج کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ طواف اس کی زوجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا اور اپنے شوہر سے کہا کہ یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے میری روح میرے جسم میں واپس کرنے کی سفارش فرمائی تھی۔

اُس کے شوہر نے کہا، اے نیک بخت! یہی تو میرے مولا و آقا امام ابوعبداللہؑ ہیں۔

(الخرائج والجرائح)

• دیگر :-

داؤد رقّی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان روتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا کہ مولا! میں نے نذر کی تھی کہ اپنی زوجہ کے ساتھ حج کروں گا لیکن وہ یہاں (مدینہ) پہونچ کر مر گئی۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ وہ مری نہیں ہے۔

اُس نے عرض کیا، مولا! میں تو اُس کی میت تیار کر کے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

آپؑ نے فرمایا، تم جا کر دیکھو تو سہی، (وہ زندہ ہے)

وہ جوان واپس گیا اور کچھ دیر کے بعد خوش و خرّم ہنستا ہوا آیا اور بولا کہ مولا! آپؑ نے صحیح فرمایا تھا وہ تو واقعتاً زندہ بیٹھی ہوئی ہے۔

آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے داؤد! کیا اب بھی تم ایمان نہیں لائے؟

میں نے عرض کیا، میرا ایمان تو ہے مگر صرف اطمینانِ قلب چاہتا تھا۔

پھر یومِ ترویہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنے ربّ کے بیت (خانۂ کعبہ) کا اشتیاق ہے

میں نے عرض کیا، مولا! یہ عرفات ہے۔

آپؑ نے فرمایا، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو میرے ناقے کی مہار تھام لو اور اُسے لے آؤ۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ بعدِ عشاء گیا۔ آپؑ برآمد ہوئے، پہلے سورۂ قل ھو اللہ احد اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی، پھر ناقہ پر سوار ہوئے اور مجھے بھی ناقے پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ ہم شب کے وقت آہستہ آہستہ چلے اور جہاں کے جو اعمال تھے بجا لائے۔ پھر فرمایا، یہ بیت اللہ ہے اور وہاں کے بھی اعمال بجا لائے۔ جب صبح طلوع ہوئی تو کھڑے ہوئے اذان کہی اقامت کہی اور مجھے اپنے دائیں

جانب کھڑا کرلیا۔ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ والضحیٰ کی تلاوت کی۔ دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی پھر قنوت پڑھا، سلام پڑھا اور بیٹھ گئے۔ جب آفتاب طلوع ہوگیا تو وہی جوان اپنی زوجہ کو لیے ہوئے ادھر سے گذرا تو اس کی زوجہ نے اپنے شوہر سے کہا، یہی تو وہ شخص ہیں جنھوں نے اللہ سے سفارش کر کے مجھے دوبارہ حیات عطا فرمائی۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۰) علمِ مافی الضمیر

عبدالحمید جرجانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ ایک غلام کسی جھاڑی سے کچھ انڈے اٹھا لایا، میں نے دیکھا کہ ان میں اور مرغی کے انڈوں میں کچھ فرق ہے۔

میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟

اُس نے کہا، یہ مرغابی کے انڈے ہیں۔

میں نے ان کے کھانے سے احتیاط کی کہ جب تک حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت نہ کرلوں، نہ کھاؤں گا۔ پھر مدینہ آیا اور آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کیے اور یہ مسئلہ بھول گیا۔ جب وہاں سے کوچ کرنے لگا تو وہ مسئلہ یاد آگیا، ناقوں کی قطار کی مہار میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے وہ مہار فوراً اپنے ساتھی کو دیدی اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ دیکھا وہاں بڑا ہجوم ہے۔ میں آپؑ کے رُوبرو کھڑا ہوگیا۔

آپؑ نے سر اُٹھایا اور فرمایا: اے عبدالحمید! ہمارے لیے بھی مرغابیاں آتی ہیں۔

میں نے کہا۔ بس مجھے جو پوچھنا تھا آپؑ نے بتا دیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر اپنے ساتھیوں سے ملحق ہوگیا۔ (الخرائج والجرائح)

• شعیب عرقوقی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں اور علی بن ابی حمزہ اور ابوبصیر ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے پاس تین سو دینار تھے جو میں نے آپؑ کے سامنے پیش کیے۔ آپؑ نے ان میں سے ایک حصّہ لے لیا اور بقیہ مجھے واپس کر کے کہا، اسے اسی مقام پر رکھدو جہاں سے تم نے لیا ہے۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا، اے شعیب! ان دیناروں کا کیا معاملہ ہے جو تمھیں واپس کیے گئے ہیں؟

شعیب نے کہا، یہ میں نے اپنے بھائی عمروہ کی رقم میں سے نکال لیے تھے لیکن اس کے متعلق بھائی کو کوئی علم نہیں ہے۔

ابوبصیر نے کہا، پھر یہ کہہ کر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم کو اپنی امامت کی شناخت کرادی۔

جب وہ دینار شمار کیے گئے تو پورے سَو عدد تھے۔ (الخرائج والجرائح)

•۔ ن۔ کتاب کشف الغمہ میں بھی دلائلِ حمیری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۹)

(۵۱) ابوموسیٰ کا خیال رکھنا کیونکہ تم پر اس کے بہت سے حقوق ہیں

شعیب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا تمھارے ساتھ سواری پر کون ہے؟

میں نے عرض کیا۔ مخیّر فاضل ابوموسیٰ بقّال۔

آپؑ نے فرمایا، دیکھو! اس کا بہت خیال رکھنا اس سے غافل نہ رہنا اس لیے کہ تم پر اُس کے بہت سے حقوق ہیں۔ سب سے پہلا حق تو یہی ہے کہ اس کا اور تمھارا دینی رشتہ ہے۔ پھر یہ کہ وہ تمھارا ہم صحبت بھی ہے۔

میں نے عرض کیا، بہت بہتر۔ اگر میرے اختیار میں ہوا تو میں اس کو زمین پر بھی پاؤں نہ رکھنے دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا، بہرحال تم اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔

میں نے عرض کیا، بہت بہتر۔ آپؑ کا ارشاد ہی اس کی اہمیت کے لیے کافی ہے۔

غرض ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ درمیانِ راہ ایک منزل پر اترے جس کو "وتقر" کہتے ہیں اور ابوموسیٰ بقال کو بھی اتارا۔ پھر خادم کو حکم دیا کہ اونٹ کو چارہ وغیرہ دے کر ہمارے لیے کھانا تیار کرے۔ اُس نے ایسا کیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ ادھر میں نے ابوموسیٰ کو دیکھا کہ وہ ایک کوزہ میں پانی لے کر وضو کرنے کے لیے ایک جگہ نشیب میں اُترے۔ کچھ دیر کے بعد کھانا تیار ہوگیا اور خادم نے آکر کہا کھانا تیار ہے۔

میں نے کہا، ابوموسیٰ اس طرف گئے ہوئے ہیں انھیں بھی بُلا لو۔

خادم نے جاکر تلاش کیا، وہ نہیں ملے۔ تلاشِ بسیار کے بعد میں نے کچھ خوفزدہ ہوکر

اللہ سے عہد کیا کہ جب تک وہ نہ مل جائیں گے ہم اس جگہ کو نہ چھوڑیں گے۔ تین دن تک اُن کی تلاش جاری رہی، ناکامی پر افسوس کیا اور اللہ سے عذر و معذرت کی اور صحرائی عربوں کو اُجرت پر تلاش کے لیے مقرر کیا اور اعلان کر دیا کہ جو شخص اُن کو ڈھونڈ کر لائے گا اس کو دس ہزار درہم انعام دوں گا۔

یہ سُن کر صحرائی عرب اُن کی تلاش میں نکلے۔ تین دن تک مسلسل تلاش کرتے رہے چوتھے روز وہ بھی مایوس واپس آئے اور بولے، اے بندۂ خدا! تیرا ساتھی ہمیں نہیں مل سکا۔ پھر اُنھوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ سرزمین جنّوں اور شیاطین کے تصرف میں ہے اس سے قبل بھی بہت سے آدمی یہاں سے گم ہو چکے ہیں معلوم ہوتا ہے اُنھیں بھی کوئی جن لے گیا ہوگا اور بہتر یہی ہے کہ آپ سب ہی یہاں سے چلے جائیں۔

مجبوراً ہم لوگ وہاں سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں پہونچ کر اُن کے اہل و عیال کو اُن کی گمشدگی کی اطلاع دی۔ دوسرے سال ہم لوگ پھر مدینہ آئے اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؑ نے فرمایا، اے شعیب! کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم ابوموسیٰ کا بہت خیال رکھنا اور ان کی دیکھ بھال میں کمی نہ کرنا۔؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، مگر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوموسیٰ پر رحم فرمائے اگر تم جنت میں ابوموسیٰ کے منازل و درجات دیکھو تو تمھاری آنکھیں خنک ہو جائیں۔ ابوموسیٰ کے لیے اللہ کے نزدیک ایک درجہ ایسا تھا کہ بغیر مصیبت میں مبتلا ہوئے اُس کو کوئی بھی نہیں پا سکتا۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۱) قطع رحم کا انجام

عثمان بن عیسیٰ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آکر فریاد کی کہ میرے بھائیوں اور میرے چچا کے لڑکوں نے مجھے گھر رہنا دشوار کر رکھا ہے، آپؑ انھیں سمجھا دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، تھوڑا صبر کرو اسی میں بہتری ہے۔

اس بات کو ایک سال گذر گیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ دوسرے سال میں پھر حاضرِ خدمت ہوا اور ان لوگوں کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا، ابھی صبر کرو۔

پھر تیسرے سال سفر میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کی شکایت کی۔

آپؑ نے پھر صبر کی تلقین فرماتے ہوئے کہا اب عنقریب تمھارے مصائب دور ہونے والے ہیں، تم مطمئن رہو۔

ابھی چند دن ہی گذرے ہوں گے کہ کسی وبا کی وجہ سے وہ سب مر گئے۔

اب پھر میں حاضرِ خدمت ہوا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، کیا حال ہے اب تمھارے گھر والوں کا ؟

میں نے عرض کیا، وہ تو سب ہی مر گئے۔

آپؑ نے فرمایا، یہ اس لیے ہوا کہ ان لوگوں نے تمھارے ساتھ بدسلوکی کی تھی اور اُن کا یہ عمل جاری رہا، نیز حقِ اخوت کو ادا نہیں کیا قطع رحم کیا۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۲) — گُم شدہ اونٹ کی بازیابی

طیالسی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مکّہ سے مدینہ جا رہا تھا کہ راستہ میں میری سواری کا اونٹ گُم ہو گیا جس پر میرا زادِ سفر، دیگر سامان اور لوگوں کی امانتیں بھی تھیں۔

میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں آکر اس پریشانی کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا، مسجدِ رسولؐ میں جاؤ اور یہ دعا کرو:

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَیْتُكَ زَائِرًا لَبَیْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنَّ رَاحِلَتِیْ قَدْ ذَھَبَتْ فَرُدَّھَا عَلَیَّ "۔ (پروردگارا! میں تیرے بیت الحرام کی زیارت کے لیے آرہا تھا کہ میری سواری کا اونٹ کہیں چلا گیا تو اُسے میرے پاس پلٹا دے۔) میں گیا اور دعا کی۔

ابھی میں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ دروازۂ مسجد پر ایک شخص نے پکار کر کہا اے شخص باہر نکل اور اپنی سواری کا اونٹ لے جا، تو نے ہمیں تمام رات پریشان کیا ہے۔

میں نے مسجد سے نکل کر وہ اونٹ لے لیا اور سامان وغیرہ دیکھا تو بالکل صحیح تھا۔ ایک دھاگا بھی گم نہیں ہوا تھا۔ (الخرائج والجرائح صـ۲۳۴)

(۵۳) — میں اللہ کا بندہ ہوں

حسن بن سعید نے عبد العزیز سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں ائمۂ طاہرین علیہم السّلام کی ربوبیت کا قائل تھا۔ ایک دن میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ نے فرمایا، اے عبد العزیز! ذرا وضو کے لیے پانی رکھ دو۔

میں نے پانی رکھ دیا، آپؑ وضو کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے اپنے دل میں کہا، ہم تو ان کے متعلق کچھ اور ہی اعتقاد رکھتے تھے مگر یہ تو وضو کر رہے ہیں۔

جب آپؑ وضو کر کے واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ "اے عبدالعزیز! دیوار پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو ورنہ وہ منہدم ہو جائے گی" میں اللہ کا بندہ اور اُس کی مخلوق ہوں۔"

(الخرائج والجرائح)

● :- سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوا۔ آپؑ بغداد کے کچھ لوگوں کے نام خطوط لکھ رہے تھے

مجھ سے دریافت کیا، تم بغداد جاؤ گے ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، ذرا اِن خطوط کے پہونچانے میں میرے غلام کی مدد کرنا۔

راوی کا بیان ہے۔ کہ ابھی میں آپؑ کے صحنِ خانہ تک ہی گیا تھا کہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ "یہ اللہ کی جانب سے اللہ کی مخلوق پر اُس کی حجت ہیں اور ایوب جزوی اور فلاں فلاں کو اپنی حاجات کے لیے خطوط لکھ رہے ہیں" یہ سوچتے ہوئے دروازے تک جا پہونچا تو آپؑ نے زور سے پکار کر مجھے واپس بُلالیا اور فرمایا "اے سلیمان! میں نے اُن لوگوں کو صرف اِس لیے خطوط لکھے ہیں تاکہ انھیں بتادوں کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہی ہوں اور ہمیں بھی تمھاری ضرورت پڑتی ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۵۴) علم منایا

اسحاق بن عمّار سے مروی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ اموال ہیں جن سے ہم تجارت کرتے ہیں اور ضائع ہو جانے کے خوف سے ان کو متفرق مقامات پر رکھے ہوئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا اچھا ماہِ ربیع تک تم اپنے اموال کو یکجا جمع کر لو۔

راوی کا بیان ہے کہ اسحاق بن عمّار ماہِ ربیع میں انتقال کر گیا۔

(الخرائج والجرائح)

● :- بحر خیاط سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں فطر بن خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ابنِ ملاح بھی آکر بیٹھ گیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

فطر نے مجھ سے کہا، اگر کچھ بیان کرنا چاہتے ہو تو بیان کرو کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ سن کر ابنِ ملاح نے کہا، میں ابنِ البکریہ یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتا ہوں۔

اُس نے پوچھا کیا واقعہ ہے؟

ابنِ ملاح نے کہا ایک مرتبہ میں آپؑ کے پاس تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ آپس میں ہم دونوں محوِ گفتگو تھے کہ اچانک آپؑ نے کچھ سوچتے ہوئے مسجد کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اپنی زبان پر جاری کیا۔

میں نے عرض کیا، کیا بات ہو گئی مولا؟

آپؑ نے فرمایا، میرے چچا زیدؑ ابھی شہید کر دیے گئے۔

پھر آپؑ اُٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔ میں نے وہ دن مہینہ اور وقت لکھ کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا تاکہ صحیح بات کا پتہ چلے۔ پھر جب میں فرات کی طرف گیا اور کوفہ سے آتا ہوا ایک سوار راستہ میں ملا۔ دریافتِ حال کرنے پر اُس نے بتایا کہ زیدؑ فلاں دن فلاں ساعت اور فلاں مہینہ میں قتل کر دیے گئے۔ اور وہ بالکل وہی وقت، دن اور مہینہ تھا جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

یہ سُن کر فطر بن خلیفہ نے کہا، اُن کے پاس علم کا خزانہ ہے حقیقۃً وہ تو علوم کا سمندر ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

• علاء بن سیابہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپؑ نماز میں مشغول تھے کہ اتنے میں ایک ہُدہُد آیا اور آپؑ کے سرِ اقدس کے قریب بیٹھ گیا۔ آپؑ نے سلام پڑھ کر نماز تمام کی پھر اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کچھ کلام کیا۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں تو اِس لیے آیا تھا کہ آپؑ سے کچھ پوچھوں گا، مگر یہاں جو آکر دیکھا وہ تو انتہائی تعجب خیز بات ہے۔

آپؑ نے فرمایا، وہ کیا ہے جس کی وجہ سے تو متعجب ہے۔؟

میں نے عرض کیا کہ یہ ہُدہُد کا کیا معاملہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اس نے میرے پاس آکر شکایت کی کہ ایک سانپ میرے بچوں کو کھا جاتا ہے آپؑ میرے بچوں کی حفاظت کی کوئی بات فرمائیے۔ میں نے کہا کہ تو جا اور میں اس سانپ کے لیے بددُعا کرتا ہوں۔ میں نے بددعا کی وہ سانپ مر گیا۔

پھر میں نے عرض کیا، مولا! میرا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا۔ جب بھی بچّہ کی ولادت ہوتی ہے وہ مر جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، یہ اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ کوئی بلا آتی ہے جس کی وجہ سے

تمھارے بچے مرجاتے ہیں

اب جب تمھارے ہاں ولادت ہوگی تو تم دیکھو گے کہ ایک کُتیا تمھارے گھر میں آئے گی اور تمھاری زوجہ چاہے گی کہ اس کو کچھ کھانے کو دے، مگر تم اپنی زوجہ کو منع کردینا کہ وہ اُسے کچھ بھی کھانے کے لیے نہ دے۔ اور تم کُتیا سے کہنا کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو دور ہو جانے کا حکم دوں اور تجھ پر خدا کی لعنت بھی کرتا ہوں۔ دفع ہو میرے گھر سے۔ اس کے بعد انشاء اللہ تمھارے بچے زندہ رہیں گے۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ بالکل یہی واقعہ پیش آیا اور میں نے حکمِ امامؑ پر عمل کیا اس کے بعد میرے بچے اللہ کے حکم سے زندہ رہے اور فی الحال میرے تین لڑکے زندہ ہیں۔

(الخرائج والجرائح)

• ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے مکہ سے ایک چادر خریدی اور قسم کھائی کہ میں اسے اپنی ملکیت سے نہ نکالوں گا، یہ میرے کفن میں کام آئے گی۔ پھر میں عرفات گیا، وہاں وقوف کیا، پھر مزدلفہ آیا وہاں نماز کے وقت تک قیام کیا۔ نماز کے وقت چادر لپیٹ کر رکھ دی کہ خراب نہ ہو جائے۔ اور وضو کرنے کے لیے اٹھا۔ واپس آیا تو دیکھا کہ وہ چادر غائب ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کے ساتھ منیٰ پہونچا، وہاں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کا فرستادہ میرے پاس پہونچا کہ تم کو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے یاد فرمایا ہے میں فوراً حاضرِ خدمت ہوا۔ آپؑ کو سلام کیا، آپؑ نے فرمایا، تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں ایک چادر دے دوں جو تمھارے کفن میں کام آئے۔

یہ فرمایا اور آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ وہ چادر لے آؤ۔ وہ چادر لے آیا اور آپؑ نے وہ چادر مجھے عطا فرمادی کہ لیجاؤ یہ ہے تمھاری چادر (میں محوِ حیرت رہ گیا)۔

(الخرائج والجرائح)

(۵۵) سرداری کی پیش گوئی

بشیر نبال سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر ملاقات کی اجازت چاہی اس کے بعد مسجد میں گیا۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

تمھارا یہ لباس صاف ستھرا نہیں ہے۔

اُس نے کہا کہ جی ہاں۔ یہ میرے مالک کا لباس ہے "پھر لوبا" میں آپؑ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ اسی دوران ایک غلام تھیلے میں کچھ ملبوسات لایا اور وہ تھیلا سامنے رکھ دیا۔ اُس نے

آپؑ سے تھوڑی دیر بات کی اس کے بعد اٹھ گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اگر وقت آگیا ہے اور تمام علامات صحیح ہیں تو یہی شخص خراسان سے سیاہ جھنڈے والے لشکر کا سردار ہوگا۔

پھر ایک غلام سے جو آپؑ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا، کہا کہ جاکر اُس شخص کا نام معلوم کرو۔ غلام نے بڑھ کر اس کا نام معلوم کیا تو اس نے اپنا نام عبدالرحمٰن بتایا۔

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے تین بار فرمایا، واللہ عبدالرحمٰن۔ ربِ کعبہ کی قسم یہی وہ ہے۔

بشیر کا بیان ہے کہ جب ابومسلم خراسانی نے لشکر کشی کی تو میں اس کے پاس گیا اور دیکھا تو یہ وہی شخص تھا جو اُس وقت ہمارے پاس آیا تھا۔ (الخرائج والجرائح)

● ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میں جو کچھ معلّیٰ بن خنیس کے متعلق بتاؤں اس کو پوشیدہ رکھنا۔

میں نے عرض کیا، بہت اچھا۔

آپؑ نے فرمایا سنو! معلّیٰ بن خنیس اپنا بلند مقام اُس وقت تک نہ پائے گا جب تک وہ داؤد بن علی کے مظالم کو برداشت نہ کرے۔

میں نے عرض کیا، داؤد بن علی اس پر کیا ظلم کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا وہ معلّیٰ کو بلا کر پھانسی پر قتل کرے گا۔

میں نے عرض کیا، یہ واقعہ کب رونما ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا، آئندہ سال۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ جب آئندہ سال آیا تو داؤد بن علی والیٔ مدینہ بن کر آیا اور اُس نے معلّیٰ بن خنیس کے قتل کا ارادہ کیا۔ انھیں بُلا کر اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ ان کی ایک فہرست لکھ کر مجھے دو۔

معلّیٰ بن خنیس نے کہا، میں اُن کے اصحاب میں سے کسی کو نہیں جانتا میں تو اُن کا کارندہ ہوں، صرف اُن کے کاموں کے لیے آتا جاتا رہتا ہوں۔

اُس نے کہا، تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ یاد رکھو! اگر مجھ سے چھپایا تو میں تمھاری گردن اڑا دوں گا۔

معلّیٰ بن خنیس نے کہا تم مجھے قتل سے ڈراتے ہو، سنو! اگر یہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوں تو میں پاؤں نہ اٹھاؤں گا۔

اس جواب پر داؤد بن علی نے معلیٰ کو سولی پر چڑھا دیا اور قتل بھی کر دیا۔ اور وہی ہوا جس کی پیش گوئی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک سال قبل فرمائی تھی۔

(الخرائج والجرائح)

• شیخ عبداللہ بن جعفر حمیری اور شیخ محمد ابن جریر طبری اپنے اسناد کے ساتھ ابوبصیر سے یہی روایت کی ہے۔ (فرح المہموم ص ۲۲۹)

• ابوالعلا اور ابوالمغرا نے بھی ابوبصیر سے یہی روایت نقل کی ہے۔

(رجال الکشی ص ۲۴۲)

(۵۶) = اعرابی کتے کی شکل میں مسخ ہو گیا

علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ درمیانِ راہ ہم ایک خشک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپؑ نے اپنے لبہائے مبارک کو جنبش دی اور کوئی دعا پڑھی جس کو میں نہیں سمجھ سکا۔ پھر فرمایا' اے درخت! اللہ نے تیرے اندر اپنے بندوں کے لیے جو رزق فراہم کیا ہے اُس میں سے ہمیں بھی کچھ کھلا دے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؑ کی دعا فوراً قبول ہوئی اور وہ درخت حسب الارشاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف جھک گیا جس پر پتے اور رُطب سب کچھ موجود تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا' قریب آجاؤ' بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔

ہم نے اس میں سے بہترین اور شیریں رُطب کھائے۔ اسی دوران ایک اعرابی (بدو) سامنے آیا اور بولا' میں نے آج سے زیادہ بڑا جادو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا' ہم گروہِ آئمہ انبیاءِ ماسبق کے وارث ہیں۔ ہم میں کوئی ساحر اور کاہن نہیں ہوتا۔ ہم لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں اللہ ہماری دعا قبول فرماتا ہے اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے بھی دعا کروں تو اللہ تجھے کتے کی شکل میں مسخ کر دے گا اور تو اُسی شکل میں گھر جائے گا اور اپنے اہلِ خانہ پر بھونکے گا۔

اُس اعرابی نے اپنی جہالت کی بناء پر کہہ دیا' ہاں' دعا کر کے دکھاؤ۔

اُس کا یہ کہنا تھا کہ وہ فوراً ہی کتا بن گیا اور اُلٹے منہ واپس ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اس کے پیچھے پیچھے جا کر دیکھو کہ یہ کہاں جاتا ہے۔

میں نے اس کا تعاقب کیا اور دیکھا تو وہ سیدھا اپنے گھر گیا اور اپنے اہلِ خانہ کے

سامنے جاکر بھوں بھوں کرنے لگا۔ اُنھوں نے ڈنڈا اُٹھایا اور اُس کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا۔ اب وہ وہاں سے سیدھا امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف واپس چلا۔ میں نے آکر آپؑ کو سارا قصہ سُنا دیا۔ ابھی ہم مصروفِ گفتگو تھے کہ وہ بھی منہ لٹکائے ہوئے آپہونچا۔ یہ دیکھ کر آپؑ کو اُس پر رحم آگیا کہ وہ آپؑ کے سامنے پہونچ کر زمین پر لوٹنے اور عوعو کرنے لگا آنکھوں میں اُس کے آنسو تھے۔

آپؑ نے پھر دعا فرمائی اور وہ اپنی اصلی حالت پر پلٹ آیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں اے اعرابی! اب تو ایمان لائے گا؟

اُس نے کہا، جی ہاں، مجھ سے غلطی ہوئی مجھے معاف فرما دیجیے، میں آپؑ پر ایمان لاتا ہوں کہ آپؑ واقعاً وارثِ انبیاء ہیں، ساحر نہیں ہیں۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۸)

(۵۷) ═ امامؑ نے معجزۂ حضرت ابراہیمؑ کا لوگوں کے اصرار پر اعادہ فرمایا

یونس بن ظبیان کا بیان ہے کہ میں ایک اجتماع میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے پاس تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا تھا کہ "خُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ" تو کیا وہ چاروں پرندے ایک ہی قسم کے تھے یا مختلف قسموں کے؟

آپؑ نے فرمایا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ وہی معجزہ میں بھی دکھا دوں؟

ہم نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے آواز دی اے طاؤس!

ہم نے دیکھا کہ ایک مور اُڑتا ہوا آپؑ کی خدمت میں آگیا۔

پھر آپؑ نے آواز دی اے غراب!

فوراً ہی ایک کوّا آپؑ کے سامنے حاضر ہوگیا۔

پھر آپؑ نے آواز دی اے بازی!

ایک باز اُڑتا ہوا آپؑ کے پاس آبیٹھا۔

پھر آپؑ نے آواز دی اے حمامہ!

فوراً ہی ایک کبوتر بھی آموجود ہوا۔

اس کے بعد آپؑ نے ان سب پرندوں کو ذبح کر کے اُن کے گوشت کو قیمہ بنا کر آپس

میں یکجا ملا دینے کا حکم دیا۔ اور جب قیمہ وغیرہ بنا کر آپؑ سے عرض کیا کہ آپؑ کے حکم کے بموجب سب کچھ تیار کر دیا گیا ہے۔ تو آپؑ نے طاؤس (مور) کا سر اپنے ہاتھ لیا۔

پھر فرمایا "اے طاؤس اِدھر آ"

ہم نے دیکھا کہ اُس کا گوشت، ہڈیاں اور پر و بال اس قیمہ میں سے نکل نکل کر اپنے سر کے ساتھ ملنے لگے تا اینکہ وہ مکمّل مور بن کر زندہ ہو گیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر آپؑ نے اسی طرح فرداً فرداً پرندوں کے ساتھ کیا اور وہ باری باری زندہ ہو کر آپؑ کے سامنے کھڑے ہوتے رہے۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۸)

(۵۸) شاہِ ہند کا ایمان لانا

ابوالصّلت ہروی حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص آیا اُس نے بتایا کہ دروازے پر بہت سے سوار کھڑے ہیں وہ آپؑ سے ملنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، جا کر دیکھو! کون لوگ ہیں؟

میں نے جا کر دیکھا کہ بہت سے اونٹوں پر صندوق بار کیے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ایک گھوڑے سوار ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا، تم کون ہو؟

اُس نے کہا میں سند (ہند) کا رہنے والا ہوں اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اس کا پیغام اپنے والدِ بزرگوار کو پہنچایا۔

آپؑ نے فرمایا، اس نجس اور خائن شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دو۔

وہ شخص دروازے پر بہت دیر تک کھڑا رہا لیکن آپؑ نے اُس کو اجازت نہ دی تو یزید بن سلیمان اور محمد بن سلیمان نے اس کی سفارش کی تو آپؑ نے اجازت دی۔ وہ ہندی اندر آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ امام کو صحیح رکھے میں سند (ہند) کا رہنے والا ہوں میرے بادشاہ نے مجھے آپؑ کے نام ایک خط دیا ہے جو سربمہر ہے۔ میں دروازے پر کافی دیر تک کھڑا رہا آخر میرا کیا قصور ہے؟ کیا اولادِ انبیاء کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، ٹھہرو! تمھیں ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا وہ خط اس سے لے کر کھولو اور پڑھو!

میں نے خط لیا، کھولا اور پڑھا تو اُس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ خط ہر نجاست سے پاک وطاہر حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف شاہِ ہند کا بھیجا ہوا ہے۔

اَمّا بعدُ۔ اللہ نے آپؑ کے ذریعے سے ہمیں راہِ ہدایت دکھائی ہے میں ایسی کنیز آپؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیج رہا ہوں کہ آج تک میں نے ایسی خوبصورت حسین وجمیل کوئی کنیز نہیں دیکھی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپؑ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی یہ زوجہ بنے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بہت سے زیورات وجواہرات وعطریات بھی روانہ کیے ہیں۔ اس کے ارسال کرنے کے لیے میں نے یہ احتیاط برتی ہے کہ پہلے تمام وزراء کو بُلایا، اُن میں سے ایکہزار دیانت دار امین چنے، پھر ایکہزار میں سے سَو کو منتخب کیا، پھر سَو میں سے بھی دس اور اُن میں سے صرف ایک کا انتخاب کیا ہے جس کا نام میزاب بن حباب ہے اس سے زیادہ مُوثق آج تک میں نے کسی کو پایا ہی نہیں اس کے ساتھ میں اس کنیز کو روانہ کر رہا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے خائن! اسے واپس لے جا، اب یہ کنیز قبول کرنے کے لائق نہیں رہی۔ اس لیے کہ تو نے امانت میں خیانت کی ہے۔

اُس نے حلف اُٹھایا کہ میں نے کوئی خیانت نہیں کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر تیرا کپڑا خود گواہی دیدے کہ تو نے خیانت کی ہے تو کیا تو اللہ پر ایمان لائے گا اور تسلیم کر کے گواہی دے گا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اُس نے کہا کیا آپؑ اس بات سے مجھے معاف فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا پھر تو اپنے کرتوت اپنے بادشاہ کو لکھ۔

اُس نے کہا اگر آپؑ کو اس کا علم ہے تو آپؑ خود ہی لکھ دیں۔

وہ ہندی ایک پوستین کا لباس پہنے ہوئے تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اس لباس کو اُتار دے۔

اُس نے لباس اتار دیا اور امامؑ کھڑے ہوئے اور دو۲ رکعت نماز پڑھی۔ جب سجدہ میں گئے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے سُنا کہ آپؑ سجدے میں یہ فرما رہے تھے کہ پروردگارا! تجھے ان پوشیدہ قوتوں کا واسطہ جو عرش پر ہیں اور منتہائے رحمت کا واسطہ جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے تو اپنے بندے اپنے رسول اپنے امین فی الخلق حضرت محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور اس ہندی کی

پوستین کو حکم دے کہ وہ اپنے آپ فصیح عربی زبان میں راستہ میں ہونے والے واقعے کو تفصیل سے بتائے تاکہ یہ ہمارے دوست احباب سُنیں اور ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب بھی بنے۔ نیز ان کے پاس اہلبیت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی رہے۔

اس کے بعد آپؑ نے سجدے سے سر بلند کیا اور فرمایا اے پوستین! اس ہندی کے متعلق وہ سب کچھ بتا دے جو دورانِ سفر گذرا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان ہے کہ فوراً پوستین میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور وہ مینڈھے کے مانند بن گئی۔ اور اس طرح گویا ہوئی "اے فرزندِ رسولؐ! اس ہندی کو بادشاہِ ہند نے اس کنیز پر امین بنایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس کی پوری پوری حفاظت کرنا۔ لیکن ہند سے روانہ ہو کر ہم جب ایک صحرا میں پہونچے تو سخت بارش ہوئی اور ہمارا تمام سامان بھیگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب بارش رُکی اور مطلع صاف ہوا سورج نکل آیا تو اس ہندی نے اُس خادم کو بُلایا جو اس کنیز کی خدمت پر متقرر تھا جس کا نام بشر ہے اور کہا کہ اس قریب کے شہر سے جا کر کچھ کھانے پینے کے لیے لے آؤ۔

وہ خادم تو شہر چلا گیا، اِدھر اِس نے کنیز کو محمل سے اُتر کر خیمہ میں آجانے کے لیے کہا وہ کنیز محمل سے اُتر کر جب خیمہ میں چلی تو کیچڑ کی وجہ سے اُس نے اپنا پائنچہ اُٹھا لیا جس سے اِس بد دیانت نے اس کنیز کے جسم (پیر) کا حصّہ دیکھ لیا تو اس کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ کنیز بھی راضی ہو گئی اس نے کنیز کے ساتھ بدفعلی کی اور امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔

پوستین کے ذریعے سے یہ تمام تفصیل سن کر وہ مردِ ہندی پاؤں پر گر پڑا اور کہا مجھ پر رحم فرمائیے واقعتاً مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ پوستین جس نے مینڈھے کی شکل اختیار کر لی تھی پھر اپنی اصلی صورت پر آگئی۔

آپؑ نے اس ہندی سے فرمایا کہ اس پوستین کو پہن لو۔ جب اُس نے پہنا تو وہ اس کے گلے میں چپک گئی جس سے اُس کا گلا تنگ ہو گیا دم گھٹنے لگا اور اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے پوستین! اسے چھوڑ دے تاکہ یہ اپنے بادشاہ کے پاس واپس جائے۔ ہم سے زیادہ سزا دینے کا حق اُس کو ہے کہ وہ اپنے آدمی کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔

پوستین نے اُس کا گلا چھوڑ دیا۔

اُس ہندی نے کہا، آپؑ کو اللہ کا واسطہ، اگر آپؑ نے اس ہدیہ کو واپس کر دیا تو مجھے خوف ہے کہ بادشاہ مجھے سخت سزا دے گا جو ناقابلِ برداشت ہو گی۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تو اسلام لے آئے تو کلمہ پڑھ پھر میں یہ کنیز بھی تجھے دے دوں گا اور تیرے بادشاہ سے تیری سفارش بھی کر دوں گا۔

اُس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ آپؑ نے کنیز کے علاوہ دیگر تمام ہدیے قبول کر لیے۔ جب وہ ہندی کنیز کو لیکر اپنے بادشاہ کے پاس واپس پہونچا تو کئی ماہ بعد اُس نے حضرت امام جعفر صادق ؑ کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ خط ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بادشاہِ ہند کی طرف سے۔

امّا بعد ۔ میں نے ایک کنیز آپؑ کو ہدیۃً بھیجی تھی مگر آپؑ نے وہ سب چیزیں جو کنیز کے علاوہ میں نے آپؑ کی خدمت میں ارسال کی تھیں قبول فرمالیں لیکن کنیز واپس کر دی۔ اس پر میرے دل میں شُبہ پیدا ہوا اور میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ انبیاء اور اولادِ انبیاء اور ان کے وارثوں میں بڑی ذکاوت و علم ہوتا ہے یقیناً میرے فرستادہ نے امانت میں خیانت کر لی ہے۔ لہٰذا میں نے ایک مصنوعی خط تیار کر کے اسے بتایا کہ اس میں امامؑ نے تیری خیانت کی شکایت تحریر کی ہے۔ پھر میں نے اس سے قسم کھلا کر اُس کے تمام کرتوت معلوم کر لیے اور اس نے یہ بھی بتایا کہ پوستین نے تمام واقعہ بعینہٖ سب کے سامنے بیان کر دیا۔ یہ واقعہ سن کر مجھے بڑی حیرت اور خوشی ہوئی کہ آپؑ ہی حقیقۃً وارثِ انبیاء ہیں۔ اب میرے دل میں آپؑ کی امامت پر مکمل بھروسہ ہو گیا ہے کہ آپؑ امامِ برحق ہیں۔ میں نے ان دونوں کی گردنیں اڑادی ہیں اور اب میں بصمیمِ قلب ایمان لاتا ہوں أشهد ان لا إله إلا الله محمد رسول الله (وانت حجة الله)

نیز واضح ہو کہ میں خود آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ زیارت حاصل کروں گا۔

چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد وہ ترکِ وطن کر کے خدمتِ امام علیہ السلام میں حاضر ہو گیا اور مدّتِ حیات مومن بن کر مکمّل کی۔ (الخرائج والجرائح صـ ۱۹۹)

(۵۹) عبدی کی زوجہ کی زندگی میں بیس۲۰ سال کا اضافہ

صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عبدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میری زوجہ نے مجھ سے کہا کہ ایک عرصہ ہو گیا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے محروم ہوں اگر ہم حج کے لیے جائیں تو آپؑ کی خدمت میں حاضری کا شرف اور تجدیدِ بیعت نیز

اظہارِ عقیدت کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

میں نے کہا، اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں کہ حج کرنے جائیں۔

اُس نے کہا، میرے پاس کچھ ملبوسات اور زیورات ہیں انھیں فروخت کر کے حج کا سامان کر لیں۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ جب ہم لوگ مدینہ کے قریب پہونچے تو میری زوجہ اتنی شدید بیمار ہو گئی کہ مرنے کے قریب پہونچ گئی۔ میں اُس کی زندگی سے نا اُمید ہو کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ اُس وقت آپؑ گیروا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا، آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور میری زوجہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ میں نے اُس کی ساری کیفیت بیان کی اور عرض کیا کہ میں اُس کی زندگی سے نا اُمید ہو کر وہاں سے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

یہ سُن کر آپؑ نے کچھ تامل فرمایا اور کہا کہ اے عبدی! کیا تم اپنی زوجہ کی طرف سے بہت زیادہ محزون اور پریشان ہو؟

میں نے عرض کیا۔ جی ہاں کافی تردّد ہے مجھے اُس کی طرف سے۔

آپؑ نے فرمایا، اے عبدی! تم اس کی طرف سے متفکر و متردّد اور محزون مت ہو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کے لیے دعا کی ہے جب تم جاؤ گے تو اُس کو روبصحت دیکھو گے اور خادمہ اس کو طبرزد کھلاتی ہو گی۔

میں فوراً ہی وہاں سے مطمئن حالت میں واپس ہوا۔ آکر دیکھا تو واقعاً خادمہ اس کو طبرزد کھلا رہی تھی اور وہ مکمل صحت مند اور توانا نظر آرہی تھی۔

میں نے دریافت کیا کہ تمھاری طبیعت اب کیسی ہے؟

اُس نے کہا، بالکل ٹھیک ہوں۔ اس وقت ذرا شیرینی کو دل چاہتا تھا۔

میں نے کہا کہ، میں تو تمھاری زندگی سے نا اُمید ہو کر یہاں سے نکلا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور تمھارا سارا حال بیان کیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ متفکر نہ ہو اور واپس پلٹ جا۔ اور تو دیکھے گا کہ خادمہ اس کو طبرزد کھلا رہی ہو گی۔

زوجہ نے تصدیق کی اور کہا کہ جب آپ مجھے چھوڑ کر گئے تھے تو میرا دم لوٹ چکا تھا اور ملک الموت قبضِ روح کے لیے تیار تھا کہ اسی دوران ایک بزرگ گیروا لباس پہنے ہوئے آئے اور پوچھا، تیرا کیا حال ہے، کیسی طبیعت ہے؟

میں نے ناامیدی کے عالم میں آنکھوں میں آنسو بھر کر سفارش طلبی کے انداز میں عرض کیا کہ بس اب تو آخری سانسیں ہیں جو پوری کر کے دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں۔ دل میں اُن کی ہمدردی پر ایک اُمید کی کرن بھی تھی کہ ممکن یہ صاحب میری مدد فرمائیں اور پھر ایسا ہی ہوا کہ:

اُنھوں نے ملک الموت کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے ملک الموت! کیا تجھے ہماری بات ماننے اور اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا ہے؟

اُس نے عرض کیا، جی ہاں، ہم فرشتے آپ کے مطیع ہیں۔

پھر اُنھوں نے فرمایا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس کی موت کو بیس سال موخر کر دو

ملک الموت نے کہا۔ ایُّھا الامام آپ کا حکم بسر و چشم۔

پھر وہ بزرگ اور ملک الموت دونوں یہاں سے چلے گئے اور مجھے جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست پایا۔ (الخرائج والجرائح ص ۱۹۸)

(۶۰) کنجی نے بحکم امامؑ شیر کی شکل اختیار کرلی

ابو صامت جلوانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا! مولا! مجھے کوئی ایسا معجزہ دکھائیے کہ جس سے میرے دل سے شک دور ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا تمھاری جیب میں کنجی ہے مجھے نکال کر دو۔

میں نے وہ کنجی نکال کر دی تو وہ آپؑ کے پاس پہونچتے ہی شیر کی شکل میں مجسم ہو گئی میں خوفزدہ ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، ڈرو نہیں اسے لے لو۔

میں نے ڈرتے ڈرتے اُسے ہاتھ لگایا تو پھر کنجی ہی ہو گئی۔ (الخرائج والجرائح)

م ف روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آکر اپنے فقر و فاقے کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا بددل نہ ہو، اللہ تمھاری پریشانی دور فرما دے گا۔

وہ شخص وہاں سے نکلا، راستے میں اسے ایک تھیلی پڑی ہوئی ملی جس میں سات سو دینار تھے۔ اس نے اس میں سے تیس دینار نکالے اور آپؑ کی خدمت میں آیا اور جو کچھ پایا تھا اُس کا ذکر کیا۔

آپؑ نے فرمایا (یہ مناسب نہیں) بلکہ جا کر اس کا اعلان ایک سال تک کرو ممکن ہے

اُس تھیلی کا مالک مل جائے۔

وہ شخص گیا اور سوچا کہ بازاروں اور لوگوں کے مجمع میں اعلان نہ کروں چنانچہ شہر کے باہر ایک راستہ پر جا کر اعلان کیا۔

ایک شخص نے جب اعلان سُنا تو سامنے آیا بولا کہ میرے سات سو دینار جو اس طرح کی تھیلی میں تھے گم ہو گئے ہیں۔

اِس پر اُس نے کہا، ہاں وہ میرے پاس ہیں۔

اُس نے وہ تھیلی دیکھی اور لیکر اپنی ترازو میں تولا تو رقم پوری تھی۔ اُس تھیلی کے مالک نے اُس میں سے ستر دینار نکال کر اِس کو دیے۔

یہ شخص ستر دینار لیکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا، آپؑ نے اسے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا، دیکھو وہ تیس دینار تھے (جن کے استعمال کرنے کا تمھیں حق نہ تھا) اور یہ ستر دینار ہیں جو تیرے لیے حلال ہیں۔ یہ ستر دینار تو سات سو دیناروں سے بھی کہیں بہتر ہیں

(الخرائج والجرائح ص۲۴۲)

(۶۱) جوابِ قرآن لکھنے کی ناکام جسارت

روایت میں ہے کہ ابن ابی العوجا اور دہریوں میں سے تین آدمیوں نے مل کر یہ طے کیا کہ ہم سب مل کر قرآن کا جواب لکھیں اور ہم میں سے ہر ایک، ایک چوتھائی قرآن کا جواب علیحدہ علیحدہ لکھے اور آئندہ سال مکہ میں حج کے موقع پر اِس کو پیش کیا جائے۔

جب آئندہ سال حج کا موقع آیا تو یہ لوگ بھی آئے اور مقامِ ابراہیم پر جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ جب میں نے قرآن کی یہ آیت دیکھی کہ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ (سورہ ھود ۴۴)

تو (میں نے سمجھ لیا کہ جواب لکھنا ممکن نہیں) ہاتھ جواب لکھنے سے روک لیا۔

دوسرے نے کہا، میں نے جب قرآن میں یہ آیت دیکھی

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ط (سورہ یوسف ۸۰)

تو میں مایوس ہو گیا کہ اس کا جواب لکھنا ممکن نہیں اور

یہ لوگ اسی سلسلے میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں اُدھر سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپؑ اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور قرآن مجید کی

اِس آیت کی تلاوت فرمائی : قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ (کہدو اے رسولؐ! اگرچہ تمام انسان اور جنّ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اِس قرآن کی مثل لے آئیں تو اِس کی مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔) (سورہ بنی اسرائیل آیۃ ۸۸)

امام علیہ السلام نے جب اس کی تلاوت فرمائی تو وہ لوگ مبہوت ہو گئے۔

(الخرائج والجرائح)

۶۲ — مردم شناسی

زرارہ کا بیان ہے کہ میں اور عبدالواحد بن مختار اور سعید بن لقمان و عمر بن شجرہ کندی حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہم میں سے عمر بن شجرہ چلا گیا۔

ہم میں سے کسی نے کہا، یہ بڑا اچھا اور بڑا متقی و پرہیز گار آدمی ہے۔ نہایت سخی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم آدمی کو نہیں پہچانتے اور میں ایک نظر میں آدمی کو پہچان لیتا ہوں۔ یہ شخص خبیث ترین انسان ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ہے کہ عمر بن شجرہ حرام کاری کے ارتکاب کا سب سے زیادہ حریص تھا۔ (الخرائج والجرائح)

۶۳ — احیائے موتیٰ

محمد بن راشد نے اپنے جدّ سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے گیا مگر وہاں معلوم ہوا کہ سید حمیری شاعر کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپؑ اُس کے جنازے میں شرکت کیلیے تشریف لے گئے ہیں تو میں قبرستان جا پہونچا وہاں مسئلہ دریافت کیا۔

آپؑ نے اس کا جواب دیا۔ میں اُٹھ کر جانے لگا تو آپؑ نے میرا دامن پکڑ کر روکا اور فرمایا، تم بدعتی گروہ نے علم کو چھوڑ رکھا ہے۔

میں نے کہا، کیا آپؑ امامِ زمانہ ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں ایسا ہی ہے۔

میں نے کہا کوئی دلیل، کوئی علامت ؟

آپؑ نے فرمایا، جو پوچھنا ہو پوچھو، میں انشاء اللہ سب بتاؤں گا۔

اُس نے کہا، اچھا سُنیے، میرا ایک بھائی مرگیا تھا جس کو اسی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ آپؑ اسے بحکمِ خدا زندہ کردیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم اس کے اہل تو نہیں ہو البتہ تمھارا بھائی مردِ مومن تھا اُس کا نام احمد تھا۔

اِس کے بعد آپؑ اُس کی قبر کے پاس پہونچے آپؑ نے اشارہ کیا قبر شق ہوگئی اور وہ اس میں سے نکلا اور بولا، اے بھائی ان کی پیروی کرو اور ان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا، یہ کہہ کر وہ اپنی قبر میں پھر واپس چلا گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، دیکھو اس واقعہ کو کسی دوسرے سے بیان نہ کرنا۔ (الخرائج والجرائح)

(۶۴) ــــ ہم تمام زبانوں کے عالم ہیں

احمد بن فارس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اہلِ خراسان کے کچھ لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ نے اُن کے بغیر کچھ پوچھے ہوئے فرمایا "جو شخص مال جمع کرے اور اسے دبا کر رکھے گا تو جس قدر مال ہوگا اسی قدر اللہ اس کو معذّب کرے گا"۔

اُنھوں نے کہا، ہم عربی نہیں سمجھتے اس لیے آپؑ فارسی میں گفتگو فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا "ہر کہ درم اندوزد جزائش دوزخ باشد" اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو شہر خلق فرمائے ہیں۔ ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں ہر شہر کے چاروں طرف فولاد کی چہار دیواری ہے اس کے ہزار ہزار دروازے ہیں اور وہ سب سونے کے ہیں ہر دروازے کے دو پلّے ہیں، ہر شہر میں ستّر ہزار انسان آباد ہیں جنکی مختلف زبانیں ہیں اور میں اُن تمام زبانوں کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس شہر میں کیا ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان کیا ہے، اپنے سوا، اپنے آباءِ کرام اور اپنے بعد آنے والی اپنی معصوم اولاد کے سوا، سب پر حجّت قائم کرنے کے لیے۔ (الخرائج والجرائح)

• ابنِ فرقد سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عجمی غلام کسی کا پیغام لے کر آیا، مگر وہ مسلسل غیر ضروری باتیں مُہمل الفاظ استعمال کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنا مطلب و مقصد صحیح ادا نہ کر سکا۔

میں نے خیال کیا کہ آپؑ پر اس کا مطلب واضح نہیں ہوا۔

آپ نے فرمایا (پریشان کیوں ہوتا ہے اگر عربی زبان سے ناواقف ہے تو کوئی حرج نہیں) جس زبان میں چاہے گفتگو کر میں تجھے ہر زبان میں مسائل سمجھا سکتا ہوں۔ اگر تو ترکی زبان میں بات چیت کرتا اور سمجھتا ہے تو میں ترکی زبان ہی میں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔ لہٰذا اُس غلام نے ترکی میں گفتگو کی اور آپؑ نے اُس کا جواب اسی زبان میں دیا اور وہ غلام تعجب کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ (الخرائج والجرائح)

• علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ابوبصیر کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ نے کچھ ارشاد فرمایا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم یہ حدیث شیعوں سے بیان کرنے کے لائق ہے ایسی حدیث تو میں نے خود بھی کبھی نہیں سُنی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ ادھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اُدھر آپؑ نے میرے چہرے پر نظر ڈالی اور فرمایا سنو! جب میں ایک لفظ بھی بولتا ہوں تو اس کے ستّر معانی پیدا ہوتے ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

• منصور صیقل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کو گیا اور مدینہ سے گذرا تو روضۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر سلام بجالایا۔ زیارت سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ میری نظر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر جا کر ٹھہر گئی جبکہ آپؑ سجدے میں تھے۔ میں بیٹھ گیا اور آپؑ کا منتظر رہا۔ کافی دیر کے بعد سوچا کہ میں بھی سجدۂ خالق میں کیوں نہ اپنا وقت گذاردوں یہ سوچ کر سجدے میں "سبحان ربی وبحمدہٖ استغفر ربی واتوب الیہ" تین سو ساٹھ سے کچھ زائد مرتبہ کہا۔ اتنے میں آپؑ نے سجدے سے سرِ اقدس اُٹھایا اور روانہ ہوگئے میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے چل دیا اور دل میں کہا، اگر آپؑ نے اجازت دی تو حاضرِ خدمت ہوں گا اور کہوں گا کہ میں آپؑ پر قربان، آپؑ حضرات تو ایسی عبادت بجالاتے ہیں کہ ہم لوگوں سے اس طرح کی عبادت بھلا کیسے ممکن ہے؟

یہ سوچتے ہوئے میں دروازے تک جا پہنچا، آپؑ فوراً ہی بیت الشرف سے برآمد ہوئے، مجھے اندر بلا لیا اور ابھی میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے منصور! تم ہماری حرص نہ کرو جیسی عبادت تم کرتے ہو خلوصِ دل سے ویسی ہی عبادت کرتے رہو وہی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

(الخرائج والجرائح)

(۶۵) == بنی عباس کیلئے پیش گوئی

مروی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقامِ ابوا ء میں جمع ہوئی جس میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس و ابوجعفر منصور اور عبداللہ بن حسن اور محمد و ابراہیم کی اولاد تھی۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ انہوں ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ عبداللہ نے کہا، یہ میرا فرزند محمد جو مہدی ہے اس کام کے لیے مناسب ہے اور یہی اس کا حقدار بھی ہے۔

کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بلایا۔ آپؑ تشریف لائے اور پوچھا کہ آپ حضرات یہاں کس لیے جمع ہوئے ہیں ؟

انھوں نے کہا کہ ہم محمد بن عبداللہ کی بیعت کر رہے ہیں تاکہ خروج کریں۔

آپؑ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ (تم لوگ محمد کو قتل کرانا چاہتے ہو ؟) پھر ابوالعباس کی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، بلکہ یہ چیز تو اس کے بھائی اور اس کی اولاد کے لیے ہے تمہارے لیے نہیں ہے۔ پھر عبداللہ سے کہا سنو! یہ خلافت نہ تمہارے لیے ہے نہ تمہارے دونوں لڑکوں کے لیے ہے بلکہ بنی عباس کے لیے ہے۔ تمہارے دونوں لڑکے قتل ہوں گے، پھر آپؑ وہاں سے چلنے لگے تو فرمایا یہ زرد چادر اوڑھنے والا اس کو قتل کرے گا۔ یعنی ابوجعفر۔

" عبدالعزیز بن علی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میری زندگی ہی میں ابوجعفر نے اُس کو قتل کر دیا۔" الغرض مجمع اُٹھ گیا اور ابوجعفر نے کہا اس کا مطلب ہے کہ خلافت ہمارے لیے پکی ہوگئی۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ ہی کہتا ہوں۔

(الخرائج والجرائح صـ ۲۴۴)

(۶۶) == حبابہ والبیہ کے مسیحا

داؤد رقی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حبابہ والبیہ آئی وہ ایک نیک خاتون تھی۔ اس نے آپؑ سے مسائلِ حرام و حلال دریافت کیے۔ اس کے ان مسائل کو سُن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم نے حبابہ والبیہ کے مسائل سے بھی بہتر مسائل کہیں سُنے ہیں ؟

میں نے عرض کیا کہ مولا ! ہماری جانیں آپؑ پر قربان، ہم تو ان مسائل سے بہت

زیادہ متاثر ہیں اور ہمارے دلوں میں اس کا وقار بڑھ گیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حبابہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا، کیوں والبیہ تمھاری آنکھوں سے آنسو بہنے کی کیا وجہ ہے۔؟

اُس نے کہا، فرزندِ رسولؐ! میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوں کہ میرے خاندان والے کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی مخدوش بیماری ہے اگر کوئی اہل اللہ اور مفترض الطاعۃ تمھارے لیے دعا کر دے تو یہ مرض دور ہو سکتا ہے اور میں بخدا اس مرض سے خوش ہوں اور جانتی ہوں کہ یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہے اور یہ مرض تو اللہ کے صالح بندوں کو بھی لاحق ہو چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، کیا لوگ یہ کہتے ہیں کہ تجھے بہت برا مرض ہے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں، فرزندِ رسولؐ۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنے لبہائے مبارک کو حرکت دی اور کوئی دعا پڑھی جس کو میں نہیں سمجھ سکا۔ اس کے بعد فرمایا زنان خانہ میں جا کر اپنے جسم کو دیکھو !

راوی کا بیان ہے کہ حبابہ زنان خانہ میں گئی اپنے کپڑے اُتار کر دیکھا تو اُس کے جسم پر کوئی داغ نہ تھا اور نہ کوئی نشان تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اچھا اب ان لوگوں کے پاس جا کر بتا دو کہ یہ اُن کی امامت کے صدقے میں اللہ نے مجھے شفا دی ہے۔ (طب الائمہ ص۱۱۰ طبع طہران)

●۔ دعوت راوندی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام چند آدمیوں کے ساتھ تحتِ میزابِ کعبہ تشریف فرما تھے کہ ایک پیر مرد آیا، اُس نے سلام کیا اور کہا، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ اہلبیت سے محبت اور آپؑ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ آجکل ایک شدید مصیبت میں مبتلا ہوں اور اُس سے پناہ مانگنے کے لیے بیت اللہ آیا ہوں، یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور گر پڑا، آپؑ کے قدم چومے اور پیشانی کو بوسہ دیا۔

آپؑ نے اُسے تسلی دی، پھر آپؑ خود بھی متاثر ہوئے اور گریہ فرمانے لگے، اور لوگوں سے فرمایا، دیکھو یہ تمھارا بھائی ہے تمھارے پاس پناہ چاہنے کے لیے آیا ہے دعا کے لیے ہاتھ بلند کرو۔

سب نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تو آپؑ نے بھی اُس کے لیے دعا فرمائی کہ :

" پروردگارا! تو نے اِس شخص کو اُس طینتِ خالص سے خلق فرمایا ہے جس سے تو نے اپنے دوستوں اور اُن کے دوستوں کو خلق فرمایا ہے اگر تو چاہے تو اس سے ساری آفات دور ہو سکتی ہیں، پروردگارا!

ہم تیرے اس بیتِ محترم کے واسطے سے پناہ چاہتے ہیں جس کے واسطے سے ہر شے پناہ چاہتی ہے اے وہ ذات جو اپنے نور کے ذریعے سے تمام مخلوقات سے پوشیدہ ہے میں تجھ سے دعا کرتا ہوں اور حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے دعا کرتا ہوں۔ اے ہر محزون و مکروب و مضطر اور مصیبت زدہ کے غایت و مراد! ہم تجھ سے اِس کے لیے امان چاہتے ہیں اس کو اس مصیبت سے امان دے اور جو مصیبت و بلا اس کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے موقوف فرمادے اور اس کے کرب اور مصیبت کو دور فرمادے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔"

جب آپؑ دعا سے فارغ ہوئے تو وہ شخص چلا گیا اور باب مسجد تک جاکر پھر واپس ہوا اور رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ" واقعاً اللہ تعالیٰ جہاں چاہے اپنی رسالت کو رکھے" "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہٗ " خدا کی قسم ابھی میں بابِ مسجد تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ میری تکلیف دور ہو گئی۔

• سدیر صیرفی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، وہاں بہت سے اہلِ کوفہ بھی موجود تھے۔ آپؑ انکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم لوگ حج کرلو اس سے قبل کہ اس کے بعد تمھیں حج نہ کرنے دیا جائے اور خشکی کا راستہ اور صحرا پُرخطر ہو جائے۔ حج کا فریضہ ادا کرلو قبل ازیں کہ نہروں اور نخلستان کے درمیان عراق میں مسجد منہدم کردی جائے۔ حج ادا کرلو قبل اس کے کہ مقامِ زوراہی درخت سدرہ کاٹ کر اس کھجور کے درخت کی جڑوں پر ڈال دیا جائے جس سے حضرت مریمؑ نے تازہ رُطب توڑے تھے۔ اُس وقت تم کو حج سے روک دیا جائے گا، پھلوں میں کمی واقع ہوگی، آبادیاں ویران ہو جائیں گی، تم لوگ اناج کی گرانی اور حکومت کے ظلم و جور کی مصیبت میں پھنسو گے، تمھارے درمیان بلا اور وبا، اور قحط کے ساتھ ظلم و سرکشی نمودار ہوگی، تمام اطراف سے تم پر فتنے لوٹ پڑیں گے۔

اے اہلِ عراق! جس وقت خراسان سے جھنڈے تمھاری طرف آئیں گے اُس وقت تمھاری تباہی ہے، اہلِ رے کی تباہی ترک سے اور اہلِ عراق کی تباہی اہلِ رے کریں گے پھر اُن کی تباہی چھدرے بالوں والوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

سدیر کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا مولا! چھدرے بالوں والے کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا' وہ ایک قوم ہے جس کے کان چوہے کی طرح چھوٹے چھوٹے ہوں گے اُن کے لباس آہنی ہوں گے اُن کا کلام شیاطین کے کلام جیسا ہوگا' اُن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چہرے پر بال نہ ہوں گے وہ مرد ہوں گے اُن کے شر سے تم لوگ اللہ کی پناہ چاہو' ان ہی کے ہاتھوں دین اللہ فسخ ہوگا اور یہی لوگ ہماری حکومت کا سبب قرار پائیں گے۔ (امالی مفید ص ۳۶)

(۶۷) آلِ محمدؐ سے محبت کی کسوٹی

مامون رقی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے
کہ میں ایک مرتبہ اپنے سید و آقا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ سہل بن حسن خراسانی وارد ہوا۔ اُس نے آپؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا' تھوڑی دیر دم لینے کے بعد بولا' فرزندِ رسولؐ! نرمی اور مہربانی آپؑ حضرات کا حصّہ ہے آپؑ حضرات ہی اہلبیتِ رسولؐ ہیں' امامت آپؑ کی میراث ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپؑ حضرات اپنے حق سے دست کش رہتے ہیں۔ آجکل تو آپؑ کے شیعوں کی کثرت ہے تقریباً ایک لاکھ شیعہ تو خراسان ہی میں موجود ہیں جو آپؑ کی مدد و نصرت کے لیے بےچین ہیں۔

آپؑ نے فرمایا' اے سہلِ خراسانی ٹھہرو (ابھی معلوم ہو جائے گا کہ خراسان میں ہمارے چاہنے والے کتنے ہیں جو وقت آنے پر ہمیں دھوکا نہ دیں گے) یہ کہہ کر آپؑ نے حنیفہ کو بُلا کر فرمایا ذرا تنور میں آگ روشن کرو۔

حنیفہ نے آگ روشن کردی، جب آگ اچھی طرح روشن ہوگئی تو اس نے امامؑ سے عرض کیا' آقا! تنور روشن ہے۔

آپؑ نے فرمایا' اے سہل! میں کون ہوں؟

سہل نے عرض کیا' آپؑ امامِ وقت ہیں۔ اور مفترض الطاعۃ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا' سامنے تنور روشن ہے' میرا حکم ہے کہ اس تنور میں کود جاؤ۔ (تاکہ پتہ چلے کہ تم مجھے امام تسلیم کرتے ہو یا سب کچھ زبانی ہی گفتگو ہے عمل سے میدان خالی ہے اور تمہیں اپنے امام سے کتنی محبت ہے۔؟)

سہل نے سہم کر عرض کیا' مولا' مجھے اس آگ میں نہ جلائیے اور مجھے معاف فرمائیے اللہ آپؑ کے ساتھ مہربانی فرمائے گا۔

آپؑ نے فرمایا' اچھا' معاف کیا۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ ہارونِ مکی اپنے ہاتھ میں جوتے لٹکائے ہوئے جو سر سے پیر تک گردِ راہ میں اَٹے ہوئے آئے اور سلام کیا کہ اے فرزندِ رسولؐ! السّلام علیک

آپؑ نے جوابِ سلام کے بعد فرمایا' اے ہارون! اپنی جوتیاں ایک طرف رکھ دو اور دیکھو سامنے تنور روشن ہے اس میں جاکر بیٹھ جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ ہارون نے فوراً جوتیاں ایک طرف رکھ کر بلا جھجک تنور میں جا بیٹھے

اِدھر آپؑ اس مردِ خراسانی (سہل) سے خراسان کے متعلق گفتگو میں مصروف تھے تھوڑی دیر کے بعد (جب آپؑ نے سہل کی بےچینی کو محسوس کیا تو) فرمایا 'اے خراسانی! اُٹھ اور دیکھ تنور میں کیا ہے؟

خراسانی کہتا ہے کہ میں نے اُٹھ کر دیکھا تو ہارونِ مکی تنور میں نہایت اطمینان سے پالتی مارے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد بحکمِ امام تنور سے برآمد ہوئے ہمیں سلام کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مردِ خراسانی سے دریافت فرمایا 'اے سہل! تیرے خراسان میں ہارونِ مکی جیسے کتنے شیعہ ہوں گے؟

سہل نے شرمندہ ہو کر عرض کیا 'آقا! یقیناً ایسے تو وہاں شاید ہی مل سکیں۔

آپؑ نے فرمایا 'بخدا ایک بھی آدمی ایسا نہ ملے گا۔ اور ہم ایسے وقت میں ہرگز خروج نہ کریں گے جس میں ہمارے پانچ شیعہ بھی ایسے مددگار نہ ہوں جن پر ہمیں اعتماد حاصل ہو۔ ہم موقع اور وقت کو سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۶۲)

(۶۸) === خونِ ناحق کس کی گردن پر؟

محمد ابن ابی کثیر کوفی سے روایت ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ جب بھی میں نماز پڑھتا تھا تو پہلے مستحقینِ لعنت پر لعنت ضرور کرتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک طائر کے پاس جواہرات کا ایک چھوٹا سا برتن ہے جس میں سرخ رنگ کے خضاب کی طرح کوئی چیز ہے۔ وہ طائر روضۂ رسولؐ میں داخل ہوا اور ضریحِ رسولؐ سے دو شخصوں کو نکالا اور اُن کے رخساروں پر وہ خضاب لگا کر انھیں پھر ضریح میں واپس داخل کر دیا اور خود وہاں سے پرواز کر گیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے میں نے اُن سے پوچھا:

یہ طائر کون ہے اور یہ خضاب کیسا ہے؟

اُن لوگوں نے بتایا، یہ ایک فرشتہ ہے جو ہر شبِ جمعہ کو آتا ہے اور ان دونوں کو خضاب لگا کر چلا جاتا ہے۔

یہ خواب دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا اور صبح کو ان دونوں پر لعنت کرنے کو جی نہ چاہا۔ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپؑ نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا، تم نے خواب میں طائر دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا۔ جب کبھی کوئی بری شے خواب میں دیکھو تو یہ آیت پڑھ لیا کرو۔

"إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ" (سورۃ المجادلۃ آیت ۱۰)

"سرگوشیاں تو بس شیطان کی طرف سے ہی ہوتی ہیں تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ انھیں اللہ کے حکم کے بغیر ذرا بھی نقصان نہ پہونچا سکے گا۔"

خدا کی قسم وہ فرشتہ جو اس کام پر مقرر ہے ان دونوں کی تکریم کے لیے ایسا نہیں کرتا بلکہ یہ وہ فرشتہ ہے جو مشرق سے لیکر مغرب تک ساری دنیا پر مقرر ہے کہ جہاں بھی کوئی شخص مظلوم قتل ہو اس کا خون جمع کرے اور لاکر ان دونوں کی گردن پر لگادے (اور چہروں پر خضاب کرے) کیونکہ یہ سارے مظلوم ان ہی دونوں کے سبب سے قتل ہوتے ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صہ ۳۶۳)

(۶۹) ═ ہم اللہ کے بندے ہیں

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ ایک روز میں، خالد جوان، نجم الحطیم اور سلیمان بن خالد، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر اہلِ غلو کی طرح باتیں کر رہے تھے کہ آپؑ پا برہنہ بغیر ردا اوڑھے باہر نکل آئے آپؑ پر لرزہ طاری تھا اور فرما رہے تھے اے خالد، اے مفضل، اے سلیمان اور اے نجم! ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ..... عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۶، ۲۷)

"وہ تو (اس کے) مکرم بندے ہیں۔ وہ قول میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں۔"

صالح بن سہل کا کہنا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے وہ بات کہہ رہا تھا جو غالی لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپؑ نے ایک سخت نظر مجھ پر ڈالی اور فرمایا، اے صالح! وائے ہو تجھ پر (یہ کیا کہتا ہے) ہم لوگ خدا کی قسم اللہ کے بندے ہیں اس کی مخلوق ہیں، اللہ ہمارا ربّ ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اگر اس کی عبادت نہ کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمیں سزا دے گا۔

المناقب جلد ۲ صہ ۲۴۵

(۷۰) ═ زرہ اور عمامۂ رسولؐ آسمانی ہے

عبدالرحمن بن کثیر سے ایک طویل روایت ہے۔ اس میں بیان کیا ہے کہ امام کی تحقیق و تلاش میں ایک شخص مدینہ پہونچا، لوگوں نے اس کو

عبداللہ بن حسن تک پہونچا دیا۔

اُس نے اِن سے چند سوالات کیے۔ اور تسلی بخش جواب نہ پاکر وہاں سے نکلا، تو کسی نے حضرت جعفر صادق بن محمد باقر علیہ السلام کا پتہ بتادیا۔ وہ اُن کی خدمت میں جا پہونچا۔

آپؑ نے اُس کو ایک نظر دیکھا اور فرمایا، اے شخص تم مدینہ میں امام کی تحقیق کے لیے آئے ہوئے تھے اور اُسی کے متلاشی تھے کہ اولادِ حسن میں سے ایک نوجوان نے تمھیں عبداللہ بن حسن کے پاس بھیج دیا، تم نے اُن سے چند سوالات کیے اور غیر تسلی بخش جواب سن کر تم وہاں سے میرے پاس آئے ہو۔ اگر تم چاہو تو بتاؤں کہ تم نے عبداللہ بن حسن سے کیا سوالات کیے تھے اور انھوں نے کیا جوابات دیے تھے۔

اُس نے کہا، سچ فرمایا ہے آپؑ نے۔ میرے ساتھ بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اب ذرا عبداللہ بن حسن کے پاس پھر جاؤ اور اُن سے کہو کہ مجھے رسولِ مقبولؐ کی زرہ اور آپؐ کا عمامہ دکھائیے۔

وہ شخص گیا اور اُن سے کہا (اگر آپ واقعاً وارثِ رسولؐ ہیں تو) آنحضرتؐ کی زرہ اور عمامہ دکھائیے۔

انھوں نے اپنی جالی دار زرہ نکالی اور اُسے پہنا تو وہ بھی بڑی تھی، کہنے لگے رسول اللہؐ بھی اسی طرح پہنتے تھے۔

اِس کے بعد وہ شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور پورا واقعہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، انھوں نے غلط کہا۔ یہ کہہ کر آپؑ نے ایک انگوٹھی نکالی، اس کو زمین پر پھینکا تو اس میں سے زرہ اور عمامہ نکل آیا۔ آپؑ نے زرہ پہنی تو وہ نصفِ ساق تک آئی، پھر عمامہ باندھا وہ بھی ٹھیک اور مناسب تھا۔ پھر آپؑ نے ان دونوں کو انگوٹھی کے نگینہ میں ہی واپس رکھ دیا۔ اور فرمایا، یہ زرہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ یہ زمین پر نہیں بنائی گئی ہے بلکہ اللہ کے خزانۂ کُن میں سے ہے اور امام کا خزانہ اُس کی انگوٹھی میں ہے۔ اللہ کے نزدیک دنیا ایک مختصر سی پیالی کے مانند ہے اور امام کے سامنے وہ ایک صحیفہ کے مانند ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہم اہلبیتِ رسولؐ امام ہی کیسے ہو سکتے ہیں؟ جیسے سب لوگ ہیں ویسے ہی ہم بھی ہوتے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)

(۷۱) علم منایا

شعیب بن میثم سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ

نے فرمایا، اے شعیب! نیکی کرو، اپنے قرابت داروں کے حقوق ادا کرو، بھائیوں کی دیکھ بھال اور اُن کے حقوق کی حفاظت کرو، کسی چیز میں ناانصافی نہ کرو۔ یہ نہ کہو کہ یہ میری اور میرے عیال کی ہے۔ اِس لیے کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہی ان کو رزق بھی دے گا۔

شعیب کا بیان ہے کہ میں نے دل میں کہا، خدا کی قسم اُنھوں نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔

اس کے بعد شعیب صرف چند ماہ زندہ رہا اور پھر مر گیا۔

صندل نے سورہ بن کلیب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا، اے سورہ! تم نے امسال حج کیسے کیا؟

اُس نے کہا، میں نے قرض لے کر حج کیا اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے ادا کردے گا، اور میں نے حج کا ارادہ اس لیے بھی کیا تھا آپؑ کی زیارت کا شوق بھی تھا، اور یہ کہ آپؑ سے گفتگو کا موقع بھی ملے گا۔

آپؑ نے فرمایا، چلو، اللہ نے تمھارا قرض ادا کردیا، یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے مصلّے کا گوشہ اُٹھایا اور بیس دینار شمار کر کے دیے اور فرمایا، یہ تمھارے حج کا خرچ ہے، پھر بیس دینار مزید دیے اور فرمایا، یہ تمھاری پوری باقی ماندہ زندگی کے لیے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ مولا، اِس کا مطلب تو صاف صاف یہی ہے کہ آپؑ نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے سورہ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ ہمارے ساتھ رہو گے؟

صندل کا بیان ہے کہ اس کے بعد سورہ سات ماہ تک زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۵۰)

(۷۲) — جنگِ جمل کے متعلق اہلِ بصرہ کا سوال

سلیمان بن خالد سے ایک طویل روایت میں اسطرح ہے کہ سلیمان بن خالد ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا، آپؑ نے اُس کو بُلایا تو اُس نے عرض کیا کہ اہلِ بصرہ میں سے چند لوگ ملاقات کی اجازت چاہتے ہیں۔

آپؑ نے دریافت کیا، کتنے آدمی ہیں؟

اُس نے کہا معلوم نہیں کتنے ہیں کیونکہ میں نے شمار نہیں کیا۔

آپؑ نے فرمایا بارہ۱۲ ہیں۔
جب وہ لوگ آئے تو انھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور طلحہ وزبیر وعائشہؓ کے درمیان جنگ اور اختلافات کے بارے میں سوال کیا۔
آپؑ نے فرمایا، اس سوال سے تمھارا کیا مطلب ہے ؟
ان سب نے کہا، مقصد صرف معلوم کرنا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، مگر تم لوگ اس معاملہ میں مجھ سے اختلاف کروگے۔ لیکن میں بہر حال تم پر اپنی حجت تمام کروں گا۔ سنو! حضرت علی علیہ السلام بعثتِ رسولؐ سے آپؐ کی وفات تک مومن رہے۔ پھر یہ کہ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام پر کبھی کسی کو امیر نہیں بنایا۔ حضرت علی علیہ السلام جس سریہ یا جنگ پر بھیجے گئے اس میں سردار بنا کر بھیجے گئے۔ طلحہ وزبیر نے آپؑ کی بیعت کی اس کے بعد بیعت توڑ دی (نکثِ بیعت کیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ناکثین وقاسطین ومارقین سے قتال وجدال کرنے کا حکم دیا تھا۔
اُنھوں نے کہا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا تو پھر اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ساری قوم ہی گمراہ ہوگئی تھی۔
آپؑ نے فرمایا، کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اگر میں بتاؤں گا تو تم لوگ اسے نہ مانوگے اور میری مخالفت کروگے اور اب تم بصرہ جاکر اپنے اصحاب سے میری یہ بات بیان کروگے۔ (اور پھر جب وہ بصرہ پہونچے تو انھوں نے یہ بات جا بجا بیان کی۔) (مناقب جلد ۳۔ ص۳۵۱)

علمِ امامؑ (۷۳)

کتاب الدلالات میں ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں امامتِ امام جعفر صادق علیہ السلام کی دلیل چاہتا تھا۔ اس لیے حالتِ جنب میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا۔
آپؑ نے فرمایا، اے ابوعبداللہ تمھارے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ تم حالت جنابت میں اپنے امامؑ کے پاس آؤ۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔ (کہ دیکھیں آپؑ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔)
آپؑ نے فرمایا، کیا تم ابھی تک ایمان نہیں لائے ؟
میں نے عرض کیا، ایمان تو لا چکا ہوں مگر یہ صرف اطمینانِ قلب کے لیے ایسا کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا اب تو تم نے اطمینان حاصل کرلیا، جاؤ اور غسل کرو۔

(مناقب جلد ۳ ص ۳۵۳)

● ۔ ابو العباس بقباق سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن ابی یعفور اور معلّٰی بن خنیس کے درمیان بحث ہوگئی۔

ابن ابی یعفور یہ کہتے تھے کہ اوصیاء درحقیقت علماء، و اتقیاء و ابرار ہوا کرتے ہیں۔ اور معلّٰی بن خنیس کہتا تھا کہ اوصیاء درحقیقت انبیاء ہوتے ہیں۔

فیصلے کے لیے دونوں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس پہونچے جب دونوں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آپؑ نے فرمایا۔

"تم میں سے جو یہ کہتا ہے کہ ہم (اوصیاء) انبیاء ہیں۔ میں اس سے بری ہوں

(مناقب جلد ۳ ص ۳۵۴)

● ۔ سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرے پاس آپؑ کا بہت سا مال جمع ہوگیا تھا میں نے چاہا کہ آپؑ تک پہونچا دوں۔ میں نے آپؑ کے مال میں سے قصداً ایک دینار چھپالیا تاکہ آپؑ کے متعلق جو بات مشہور ہے اس کی تصدیق ہوجائے۔ میں نے ساری رقم آپؑ کے سامنے رکھ دی۔

آپؑ نے فرمایا، اے سدیر! تم نے میری خیانت کی ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں نے کیا خیانت کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، ہمارے مال میں سے تم نے کچھ چھپالیا ہے تاکہ یہ دیکھو کہ ہمارا مذہب کیسا ہے؟

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ نے سچ فرمایا، واقعاً میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے اصحاب جو آپؑ کے متعلق کہتے ہیں وہ کہاں تک صحیح ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہر ضرورت کی چیز کا علم ہمارے پاس ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔؟ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۝

"اور ہم نے ہر شئے کا احاطہ امام مبین میں کر رکھا ہے" (سورہ یٰسٓ آیہ ۱۲)

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاءؑ کے تمام علوم ہمارے علم میں محفوظ ہیں، سب علوم ہمارے سینہ میں جمع ہیں اور ہمارا علم انبیاء کے علم سے ہی متعلق ہے۔ پھر بتاؤ اب تم خود کو کہاں لے جاؤگے

میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے سچ فرمایا، میں آپؑ پر قربان۔

(مناقب جلد ۳ ص ۳۵۴)

(۷۴) ابو حنیفہ سے گفتگو

عبداللہ بن سالم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابو جعفر منصور کے پاس گئے تو ابو حنیفہ نے اپنے چند اصحاب سے کہا آؤ رافضیوں کے امام کے پاس چلیں اور اُن سے چند ایسی باتیں پوچھیں کہ وہ حیران رہ جائیں (اور جواب نہ دے سکیں۔)

الغرض یہ لوگ گئے اور جب حاضرِ خدمتِ امامؑ ہو گئے تو آپؑ نے ابو حنیفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے نعمان! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر ایک بات پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا۔ کیا تم نے اپنے اصحاب سے چلتے وقت یہ کہا تھا کہ "آؤ چلو رافضیوں کے امام کے پاس چلیں اور اُن سے چند ایسی باتیں پوچھیں کہ وہ حیران رہ جائیں؟"

ابو حنیفہ نے کہا، ہاں، ایسا ہی ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر اب جو چاہو پوچھو۔

(ابو حنیفہ ہکّا بکّا رہ گئے اور کچھ بھی نہ پوچھ سکے ناکام ہی واپس آئے۔)

(مناقب جلد ۳ ص۳۵۳)

(۷۵) پیشین گوئی

ابنِ جمہور عمی نے کتاب الواحدہ میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا، واللہ، میں آپؑ سے زیادہ صاحبِ علم، آپؑ سے زیادہ سخی اور آپؑ سے زیادہ شجاع ہوں۔

• آپؑ نے فرمایا، تمھارا یہ کہنا کہ تم مجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو سنو! میرے اور تمھارے جدّ نے اپنے دست و بازو کی کمائی سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے تھے ان سارے غلاموں کے نام بتاؤ ورنہ مجھ سے پوچھو میں بتاؤں گا۔ بلکہ حضرت آدمؑ تک اُن کا سلسلہ (شجرہ) بھی بتا دوں۔

•• پھر تم نے یہ کہا کہ "میں تم سے زیادہ سخی ہوں"

خدا کی قسم میں نے کوئی رات بھی ایسی نہیں گذاری ہے جس میں اللہ کا حق مجھ پر رہ گیا ہو اور وہ مجھ سے اُس کا مطالبہ کرے۔

••• اور تم نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ "میں تم سے زیادہ شجاع ہوں۔"

تو سنو! میں دیکھ رہا ہوں کہ فلاں مقام پر تمھارا سر لا کر حجر زنابیر پر رکھا جائے گا۔

محمد بن عبداللہ بن حسن نے جا کر یہ بات اپنے والد سے کہی۔ تو انھوں نے کہا اے فرزند! اللہ تعالیٰ

تمھارے قتل پر صبر کرنے کا مجھے اجر دے گا۔ اس لیے کہ جعفرؑ نے ایک مرتبہ مجھ سے بھی کہا تھا کہ تم صاحبِ حجرِ زنابیر ہو۔

ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں تحریر کیا ہے کہ جب محمد بن عبداللہ بن حسن کی اس امر پر بیعت کرلی گئی کہ یہی اِس اُمّت کے مہدی ہیں تو ان کے والد عبداللہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے اس سے پہلے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُن کو اس سے منع کر چکے تھے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ جعفرؑ بر بنائے حسد منع کر رہے ہیں۔

الغرض جب وہ آئے تو آپؑ نے اُن کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا "نہ یہ تمھارے لیے ہے اور نہ تمھارے فرزند کے لیے ہے بلکہ یہ ان کے لیے ہے، یعنی سفاح کے لیے ہے۔ پھر ان کے لیے ہے یعنی منصور کے لیے اور یہی احجارزیت پر اس کو اور اس کے بھائی کو طفوف میں قتل کرے گا، جبکہ اس کے گھوڑے کے پاؤں پانی میں ہوں گے۔

یہ سُن کر منصور آپؑ کے پیچھے پڑگیا اور پوچھنے لگا، یا ابا عبداللہ! تم نے کیا کہا تھا؟ آپؑ نے فرمایا، جو کچھ میں نے کہا تھا وہ تم نے سُن لیا اور یہ ہو کر رہے گا۔

پھر منصور سے جس نے سُنا وہ کہتا ہے کہ منصور کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ سے یہ پیشینگوئی سُن کر میں فوراً واپس ہوا اور اپنی حکومت کی تیاری میں مصروف ہوگیا اور جو کچھ آپؑ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔

روایت میں ہے کہ جب منصور نے عبداللہ بن حسن کے فرزندوں کے معاملے کو بڑا اہم سمجھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معلوم کیا تو آپؑ نے ایسی بات فرمائی جس سے ان دونوں کے حالات واضح تھے آپؑ نے فرمایا، میں تمھارے سامنے قرآن کی ایک آیت کی تلاوت کرتا ہوں جس میں ہمارے علم کی انتہا موجود ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

"لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ" (سورہ حشر آیت ۱۲)

"اگر وہ نکالے گئے تو وہ اُن کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر اُن سے لڑائی کی گئی تو وہ اُن کی مدد نہ کریں گے اور اگر اُن کی مدد کریں گے بھی تو پیٹھ پھرا کر بھاگ جائیں گے اور پھر کوئی کمک نہ پائیں گے۔"

یہ آیت سن کر منصور سجدے میں گر گیا اور بولا یا ابا عبداللہ بس یہ کافی ہے۔

(۷۶) استجابتِ دُعا

اسحاق و اسماعیل و یونس بنی عمار کا بیان ہے کہ یونس کے چہرے پر سفید دھبے

نمودار ہونے لگے۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے شکایت کی کہ مولا ! اس مرض میں مبتلا ہوں آپؑ میرے لیے دعا فرمائیے۔

آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد حمد و ثناءِ الٰہی بجالائے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھا، اس کے بعد یہ دعا پڑھی :

" يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا سَمِيْعَ الدَّعَوَاتِ يَا مُعْطِيَ الْخَيْرَاتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِبَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ شَرَّ الدُّنْيَا وَشَرَّ الْاٰخِرَةِ وَاذْهَبْ عَنِّيْ شَرَّ الدُّنْيَا وَشَرَّ الْاٰخِرَةِ وَاذْهَبْ عَنِّيْ مَا بِيْ فَقَدْ غَاظَنِيْ ذَالِكَ وَاحْزَنَنِيْ ۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم مدینہ سے باہر بھی نہ پہونچے تھے کہ چہرے کی سفیدی تقریباً ختم ہوگئی چند دن کے بعد بالکل صحت ہوگئی۔

حکم ابن مسکین کا بیان ہے کہ میں نے یونس کو اس وقت بھی دیکھا تھا جب اُس کے چہرے پر سفید داغ تھے اور جب وہ مدینہ سے واپس آیا تو اس وقت بھی دیکھا کہ اُس کے چہرے پر کوئی داغ نہیں تھا۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۵۸)

• معاویہ بن وہب کا بیان ہے کہ ایک شخص کے لڑکے کے سر میں درد تھا اُس نے آپؑ سے اس تکلیف کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا اُس لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔

جب وہ لڑکا آیا تو آپؑ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا پڑھی۔

" اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ بَعْدِهٖ ۔ " اور وہ حکم خدا سے اچھا ہوگیا۔

(نفس المصدر جلد ۳ صفحہ ۳۵۹)

(۷۷) جنت الفردوس کے مکان کی خریداری

ہشام بن حکم کا بیان ہے کہ اہلِ جبل میں سے ایک بادشاہ ہر سال حج کے موقع پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے مدینہ آیا کرتا تھا اور آپؑ اُسے اپنے کسی مکان میں ٹھہرا دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کا قیام زیادہ دنوں

تک رہا۔ تو اُس نے آپؑ کو دس ہزار دینار دیے کہ اِن کا آپؑ میرے لیے کوئی مکان خرید لیں اور یہ رقم دے کر حج پر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ نے میرے لیے مکان خرید لیا؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں تیرے لیے جنت الفردوس میں ایک مکان خریدا ہے جس کی دستاویز بھی تیار کر لی ہے اور پھر آپؑ نے ایک دستاویز نکال کر پڑھی جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ مکان ہے جس کو جعفرؑ بن محمدؐ نے فلاں بن فلاں جبلی کے لیے خریدا ہے مگر یہ مکان جنت الفردوس میں خریدا گیا ہے جس کی پہلی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، دوسری حد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں، تیسری حد حضرت حسنؑ بن علیؑ ہیں اور چوتھی حد حضرت امام حسینؑ ہیں۔

غرض جب اس شخص نے اس دستاویز کو پڑھا تو کہا، میں آپؑ پر قربان یہ بالکل ٹھیک ہے میں اس خریداری پر راضی ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا سنو! میں نے وہ رقم تم سے لیکر اولادِ امام حسنؑ اور اولادِ امام حسینؑ پر تقسیم کر دی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ اس کو قبول فرمائے گا اور تمھیں جنت میں جگہ دے گا۔

راوی کا بیان ہے پھر وہ شخص اپنے وطن واپس چلا گیا اور وہ دستاویز بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ اس کے بعد وہ بیمار ہوا اور اُسی بیماری میں انتقال کر گیا۔ اپنی بیماری کے دوران اُس نے اپنے تمام اہل وعیال کو بلایا اور اُنھیں قسم دے کر یہ وصیّت کی کہ یہ دستاویز میرے ساتھ کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ اُنھوں نے اُس کی وصیت پر عمل کیا اور جب دوسرے دن صبح کو اُس کی قبر پر اُس کے اہل وعیال میں سے کوئی گیا تو اُس نے وہ دستاویز قبر کے اوپر رکھی ہوئی دیکھی جس پر یہ عبارت تحریر تھی۔ "خدا کی قسم جعفرؑ بن محمدؐ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس کو پورا فرما دیا۔"

(مناقب جلد ۳ ص ۳۵۹)

• ن کتاب شوق العروس میں ہے کہ آبی عبداللہ الدامغانی سے مروی ہے اُس نے کہا کہ میں نے سُنا ہے شبِ معراج کوئی عرش کے درمیان یہ اشعار پڑھ رہا ہے ؎

من یشتری قبۃ فی الخلد ثابتۃ ✧ فی ظل طوبیٰ رفیعات مبانیھا

دلالھا المصطفیٰ واللہ بائعھا ✧ ممن اراد وجبریل منادیھا

"کوئی ہے جو خلد میں ایک ایسا قبہ (مکان) خریدے جو طوبیٰ کے سائے میں ہے۔ اور وہ بہت ہی عالیشان ہے اس کے دلال محمد مصطفیٰؐ ہیں بیچنے والا اللہ ہے اور معلن جبرئیلؑ ہیں (مناقب جلد ۳ ص ۳۵۹)

(۷۸) == امامؑ نے ابومسلم کا خط نذرِ آتش کردیا

ابن کادش عکبری نے اپنی کتاب مقاتل العصابة العلویہ میں تحریر کیا ہے کہ جب ابومسلم کو ابراہیم امام کی موت کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے چند خطوط حجاز بھیجے۔ ان میں سے ایک جعفرؑ بن محمدؑ کو دوسرا عبداللہ بن حسن کے نام اور تیسرا محمد بن علی بن الحسین کو روانہ کیے جس میں ہر ایک کو خلافت کی دعوت دی۔ پہلا خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام تھا۔ جب آپؑ نے اس کا خط پڑھا تو اسے نذرِ آتش کردیا اور فرمایا کہ یہی اس خط کا جواب ہے۔

دوسرا خط قاصد لیکر عبداللہ بن حسن کے پاس آیا۔ جب اُنھوں نے پڑھا تو جواب دیا، میں اب بوڑھا ہوچکا ہوں، البتہ میرا فرزند محمد جو اس امت کا مہدی ہے (وہ اس کام کے لیے مناسب ہے) یہ کہہ کر وہ اپنی سواری پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپؑ باہر تشریف لائے اور ان کے گدھے کی گردن پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا، اے ابومحمد! تم نے اس وقت آنے کی کیوں زحمت برداشت کی؟

اُنھوں نے ابومسلم کے خط کا حال بتایا۔

آپؑ نے فرمایا، تم ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہ حکومت تمھیں کبھی نہ ملے گی۔

یہ سُن کر عبداللہ بن حسن کو غصہ آیا اور بولے، تمھارے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور ہے۔ چونکہ تمھیں میرے فرزند سے حسد ہے اس لیے تم یہ کہہ رہے ہو۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں حسد کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ اور ابوالعباس سفاح کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، یہ ان کے لیے ہے تمھارے لیے نہیں ہے۔ بلکہ ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں کے لیے بھی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے تو عبدالصمد بن علی و ابوجعفر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس آپؑ کے پیچھے ہولیے اور بولے کیا آپؑ یہ فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں واللہ میں یہی کہتا ہوں اور یہی جانتا ہوں۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۵۵)

● رکاز بن رکاز واسطی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

آپؑ نے اُس کے لباس کو ہاتھ میں لے کر دیکھا اور فرمایا، اتنا سفید اور اچھا کپڑا تو میں نے

آج تک نہیں دیکھا۔

اُس نے کہا میں آپؑ پر قربان، یہ ہمارے ملک کا کپڑا ہے۔ میں اس سے بھی اچھا آپؑ کے لیے لایا ہوں۔

آپؑ نے معتب سے کہا، وہ کپڑا اس شخص سے لے لو۔

اس کے بعد وہ شخص باہر نکلا تو آپؑ نے فرمایا۔ اگر یہ تمام علامات سچی ہیں تو یقیناً یہی اُس فوج کا سردار ہوگا جس کے جھنڈے سیاہ ہوں گے اور وہ خراسان سے آئے گی۔ پھر فرمایا، اے معتب! جاؤ اس سے مل کر اس کا نام معلوم کرو۔ اگر اس کا نام عبدالرحمٰن ہے تو پھر واللہ یہ وہی شخص ہے۔

معتب گیا اور نام پوچھ کر واپس آیا اور کہنے لگا کہ مولا! اس نے اپنا نام عبدالرحمٰن ہی بتایا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب اولاد عباس کی حکومت ہوئی تو میں نے دیکھا یہ وہی عبدالرحمٰن ابومسلم ہے۔

اور کتاب رامش افزائی میں ہے کہ ابومسلم خلال وزیر آلِ محمدؐ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خلافت کی پیشکش فوج کے پہنچنے سے پہلے کی تھی، مگر آپؑ نے انکار کر دیا اور اسے بتا دیا کہ ابراہیم امام شام سے عراق نہیں پہنچ سکتا، یہ حکومت اس کے دونوں بھائیوں کے لیے ہے۔ پہلے چھوٹا بھائی ہوگا، پھر بڑا بھائی اور بڑے بھائی کی اولاد میں یہ حکومت رہے گی اور ابومسلم کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پھر جب فوج آگئی تو اُس نے آپؑ کو پھر خط لکھا اور مطلع کیا کہ ستر ہزار سپاہی پہنچ گئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپؑ عنانِ حکومت سنبھالیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرا جواب جو پہلے تھا وہی اب بھی ہے۔

چنانچہ وہی ہوا جو آپؑ نے فرمایا تھا کہ ابراہیم امام، مروان کی قید میں ڈال دیا گیا، اور سفاح کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

میں نے بعض تاریخوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ جب ابومسلم خلال کا خط آیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو رات کے وقت ملا، تو آپؑ نے اسے پڑھ کر چراغ کی لو پر رکھ کر جلا دیا۔ خط لانے والے نے سمجھا کہ شاید اس لیے جلا دیا ہے کہ رازِ افشاء نہ ہو۔ پوچھا، آپؑ اس خط کا کوئی جواب دیں گے؟

آپؑ نے فرمایا، جواب وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۵۶)

(۷۹) == خلافتِ بنی عباس کی پیشنگوئی

اپنے اسناد کے ساتھ ابن ماجہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبداللہ بن حسن سے ارشاد فرمایا دیکھیے! یہ حکومت نہ آپ کو ملے گی، نہ آپ کے فرزندوں کو ملے گی، یہ حکومت تو اس کی یعنی سفاح کی قسمت میں ہے پھر یہ اُس کی (منصور کی) اور اس کے بعد اس کی (منصور کی) اولاد کے لیے ہے یہانتک کہ نابالغ بچے خلیفہ ہوں گے، عورتوں کے مشوروں پر عمل ہوگا۔

عبداللہ بن حسن نے کہا "اے جعفر! خدا کی قسم تم کو اللہ نے اپنے غیب پر مطلع نہیں کیا ہے۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو، یہ محض میرے فرزندوں سے حسد کی بنا پر ہے۔

آپؑ نے فرمایا "نہیں" بخدا مجھے آپ کے فرزندوں سے کوئی حسد نہیں ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ یعنی منصور آپ کے ایک فرزند کو احجار زیت پر قتل کرے گا اور دوسرے کو طفوف میں، جبکہ اُس کے گھوڑے کے پاؤں پانی میں ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؑ غصے میں اُٹھ کھڑے ہوئے اس طرح کہ آپؑ کی چادر کا گوشہ زمین پر لٹک رہا تھا۔

آپؑ کو جاتا ہوا دیکھ کر ابوجعفر منصور آپؑ کے پیچھے چلا گیا اور بولا "اے ابوعبداللہ! آپؑ کو معلوم بھی ہے کہ آپؑ نے کیا کہدیا؟

آپؑ نے فرمایا، میں نے جو کہا بیخبری میں نہیں کہا ہے (اور ایسا ہی ہوگا۔)

راوی کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے ابوجعفر منصور کو کہتے ہوئے سنا ہے اُن کا بیان ہے کہ اُس نے کہا کہ آپؑ سے یہ پیشینگوئی سن کر میں نے اسی وقت سے اپنے عمّال کی فہرست مرتب کرنی شروع کردی اور اپنی حکومت کے درو بست سوچنے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا تو اُس نے آپؑ کا نام جعفرؑ صادق رکھدیا۔ وہ جب بھی آپؑ کا ذکر کرتا، تو یہ ضرور کہتا تھا کہ مجھ سے صادق جعفرؑ بن محمدؐ نے اسی طرح بیان کیا۔ اور آپؑ اسی نام سے مشہور ہوئے، آج بھی جعفرؑ صادق کے نام سے لوگ زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔

(مقاتل الطالبین)

(۵۰) = اِستجابتِ دُعاء

یحییٰ بن ابراہیم بن مہاجر سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، فلاں شخص نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور فلاں نے بھی۔

آپ نے فرمایا، وعلیہم السّلام۔

میں نے عرض کیا، ان لوگوں نے دعاء کی درخواست کی ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا، ان کو کیا ہوگیا ہے ؟

میں نے عرض کیا، ابوجعفر منصور نے اُن کو قید کر رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا، کس بات پر اُس نے انھیں قید کیا ہے۔

میں نے عرض کیا، بات بظاہر تو کچھ نہیں، البتہ اُس نے انھیں اپنا عامل بنایا اس کے بعد انھیں قید کردیا۔

آپ نے فرمایا، کہ اُن کو کیا ہوگیا تھا، کیا میں نے اُن سے نہیں کہا تھا کہ جہنم میں نہ جاؤ لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی۔

اِس کے بعد آپ نے دعاء فرمائی " پروردگارا! تو اُس کے قابو سے اُن کو نکال دے"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم واپس ہوئے تو دیکھا کہ انھیں رہائی مل گئی ہے۔

دیگر :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سُنا کہ حکیم بن عباس کلبی نے ہم اہلبیت کی منقصت میں کچھ اشعار کہے ہیں تو آپ نے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند فرمایا اور عرض کیا "پروردگارا! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے (جس نے ہماری منقصت کی ہے) تو اس پر اپنے کتے کو مسلط فرمادے۔"

کچھ دنوں کے بعد بنی اُمیہ نے اس کو کوفہ بھیجا تو جب یہ وہاں سے چل کر کوفہ کے قریب جوار میں پہونچا تو ایک شیر سے اُس کا سامنا ہوا (اس نے نظر بچاکر بھاگنا چاہا لیکن شیر تو اسی دن سے اِس کا منتظر تھا جس روز امام علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ بلند فرمائے تھے۔) شیر نے ذرا بھی مہلت نہ دی اور اِس کو پھاڑ چیر کر برابر کردیا۔ یہ خبر جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو ملی تو فوراً سجدے میں گر پڑے اور عرض کیا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا فرمایا۔

(مناقب جلد ۳ صــ۳۶۰)

(۸۱) قرآن کی تعلیم خواب میں دینا

عباس بن ہلال نے ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مسلم جعفر بن محمد سندی کا غلام تھا۔ جعفر نے اس سے کہا، چاہتا ہوں کہ میں اپنے نام کے مطابق ہو جاؤں۔ وہ عالم خواب میں قرآن پڑھایا کرتے اور صبح تک پڑھایا کرتے۔

• محمد بن مسعود نے عبداللہ بن محمد بن خالد سے اور انھوں نے وشاء سے اور وشاء نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے یہی روایت کی ہے۔ (رجال الکشی ص ۲۱۷)

(۸۲) اخبار ما یکون

شہاب بن عبد ربہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے شہاب! قریش کے ایک خاندان کے بہت سے لوگ قتل کیے جائیں گے یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کو خلافت کی دعوت دی جائے گی مگر وہ اس سے انکار کر دے گا۔ پھر فرمایا اے شہاب! یہ نہ سمجھنا کہ میں نے اس خاندان سے اپنے بنی عم کے گھرانے کو مراد لیا ہے۔

شہاب کا بیان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے ان ہی لوگوں کو مراد لیا ہے۔

(رجال الکشی ص ۲۶۱)

• احمد بن حسین کا بیان ہے کہ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے سماعہ بن مہران سے ۱۴۵ھ میں فرمایا کہ اگر تم واپس بھی آئے تو ہم تک نہ آؤ گے یہ سن کر وہ آپؑ کے پاس ہی رہ گیا اور اسی سن میں آپؑ نے انتقال فرمایا۔

(رجال الکشی ص ۱۳۸)

(۸۳) بہرصورت امانت میں خیانت کی ممانعت

اسماعیل بن عبداللہ قرشی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، فرزند رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ سے باہر ایک مقام ہے جس کو میں پہنچانتا ہوں وہاں لکڑی کا ایک مجسمہ یا ایک آدمی کی شبیہ ہے جو لکڑی سے تراشا گیا ہے اور وہ لکڑی کے گھوڑے پر سوار اپنی تلوار سونتے ہوئے ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور میں اس سے بیحد خوفزدہ ہوں اس کا رعب مجھ پر غالب ہے۔

آپؑ نے فرمایا تم کسی آدمی کو اس کی معیشت میں دھوکا دینا چاہتے ہو۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو! اس نے تمھیں پیدا کیا ہے وہی تمھیں موت بھی دے گا۔

اُس نے عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے صحیح آگاہی فرمائی اور اس آگاہی کو اس کے اصل و معدن سے نکالا۔ فرزندِ رسولؐ! اب میں آپؑ کو سچی بات بتا دوں جو تعبیر آپؑ نے دی ہے وہ صحیح ہے۔ میرے پڑوس کے ایک شخص نے اپنی ایک جائیداد فروخت کرنے کے لیے میرے سامنے گفتگو کی۔ میں نے چاہا کہ اسے معمولی سی قیمت پر خرید لوں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ اس جائیداد کا میرے علاوہ کوئی خریدار نہیں ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کیا تمھارا وہ پڑوسی ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری (برائت) کا اظہار کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، فرزندِ رسولؐ! اگر وہ ناصبی ہوتا تو اُسے دھوکا دینا میرے لیے جائز و حلال ہو سکتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، مگر امانت تو اُسی کی ہے جس نے تم کو امین بنایا ہے اور وہ تم سے امانت داری کی توقع رکھتا ہے خواہ وہ قاتلِ حضرت امام حسینؑ ہی کیوں نہ ہو۔ (کافی جلد ۷، ص ۲۹۳)

(۸۴) آپؑ کے عطا کردہ سنگریزے جواہرات بن گئے

مروی ہے کہ ایک دن منصور نے آپؑ کو بُلایا اور آپؑ کے ساتھ سوار ہو کر بیرونِ شہر گیا۔ وہاں ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا۔ پہلے تو اُس نے یہ چاہا کہ منصور سے سوال کرے، مگر فوراً اُس نے اپنا رُخ اُس کی طرف سے موڑ کر امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ آپؑ نے وہاں پڑے ہوئے سنگریزوں میں سے تین مٹھی سنگریزے اُٹھا کر اسے دیے اور فرمایا، لیجاؤ، اور ان کو تالے میں بند کر کے رکھو۔

منصور کے مصاحبین میں سے کسی نے کہا، تو نے بادشاہ کو چھوڑ کر ایک فقیر سے سوال کیا، جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؑ نے اس کو جو سنگریزے اُٹھا کر دیے تو وہ شرمندہ سا ہونے لگا اور اُس کے چہرے پر ندامت کا پسینہ آگیا۔ مگر اس کے باوجود اُس نے جواب دیا کہ میں نے اُس سے سوال کیا ہے جس کی عطا پر مجھے بھرپور وثوق ہے۔ یہ سنگریزے مجھے بحرِ کرم و بخشش سے ملے ہیں اس لیے قابلِ قدر ہیں۔

وہ ان سنگریزوں کو لیے ہوئے اپنے گھر آیا، اور اپنی زوجہ کے سامنے رکھ دیے۔

زوجہ نے کہا، یہ سنگریزے تجھے بھیک میں کس نے دیدیے؟

اُس نے کہا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عطا فرمائے ہیں۔ آلِ محمدؐ سے

اگر بھیک میں سنگریزوں کی بجائے خس وخاشاک مل جاتا تو وہ بھی باعث تونگری بن سکتا تھا۔
زوجہ نے کہا، اور کچھ بھی فرمایا ہے اُن حضرت نے ؟
اُس نے کہا، ہاں، یہ کہا تھا کہ ان کو لیجا کر تالے میں بند کر کے رکھ دینا۔
زوجہ نے کہا، آنحضرتؐ نے جو کچھ فرمایا ہے صحیح فرمایا ہے۔ ان میں سے کچھ لیجا کر کسی جوہری کو دکھا دینا چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ ان سنگریزوں کی کیا قدر و قیمت ہے۔
اُس نے ایسا ہی کیا اور تھوڑے سے سنگریزوں کو ایک یہودی کے پاس لے گیا اور کہا کہ بتاؤ ان کی کیا قیمت ادا کر سکتے ہو ؟
یہودی نے دیکھ کر کہا کہ یہ دس ہزار درہم کی قیمت کے جواہرات ہیں اگر تمھارے پاس اور بھی ہوں تو وہ بھی لے آؤ میں سب کی قیمت یکمشت ادا کر دوں گا۔
(یہ سن کر وہ شخص دل میں سوچنے لگا بھلا بادشاہ اس قدر کثیر رقم مجھے کیسے دے سکتا تھا واقعی اہلبیتِ رسولؐ سے جو کچھ بھی ملتا ہے وہ کم نہیں ہوتا ہے۔

(مشارق الانوار ص ۱۱۲)

(۸۵) ═ صالحین کے ساتھ کھانے میں برکت ہوتی ہے

مسمع کردین بصری سے روایت ہے
اُس کا بیان ہے کہ میں کبھی دن رات میں ایک مرتبہ کے علاوہ مزید کچھ نہیں کھاتا تھا۔ جب کبھی میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں جاتا تو دیکھتا کہ دسترخوان اُٹھ چکا ہے۔ شاید یہ خیال اس لیے ہوا کہ آپؑ کے سامنے دسترخوان نہ ہوتا۔ مگر مجھے دیکھ کر آپ دسترخوان منگواتے اور ہم سب ہی آپؑ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور اس کھانے کے بعد مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ مگر جب کسی دوسرے کے پاس کھانا ہوتا تو اول تو یہ کہ میرا پیٹ ہی نہ بھرتا تھا دوسرے یہ کہ پیٹ میں ایسا نفخ ہوتا کہ رات کی نیند حرام ہو جاتی تھی۔
میں نے اس بات کی شکایت آپؑ سے کی اور عرض کیا کہ جب آپؑ کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں تو مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔
آپؑ نے فرمایا، اے ابوسیار یہاں تم ایسے صالحین کے ساتھ کھانا کھاتے ہو جن سے ملائکہ آکر مصافحہ کرتے ہیں۔
میں نے عرض کیا کہ وہ صالحین کون ہیں جن کے ساتھ ملائکہ مصافحہ کرتے ہیں۔
یہ سُن کر آپؑ نے اپنے ایک بچے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، ملائکہ میرے ان بچوں کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ لطف و مہربانی سے پیش آتے ہیں۔

(الکافی جلد ۱ ص ۳۹۳)

(۸۶) ایک معجزۂ امامؑ

عیون المعجزات منسوب بہ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ میں داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کے بیت الشرف میں بیٹھے ہوئے انبیاء علیہم السّلام کے فضائل بیان کر رہے تھے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا، واللہ! خدا نے جس قدر بھی انبیاء پیدا کیے ہیں اُن میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ پھر آپؑ نے اپنی انگشتِ مبارک سے انگوٹھی اتار کر زمین پر رکھدی اور زبان سے چند کلمات جاری فرمائے۔ زمین شق ہوگئی اور قدرتِ خداوندی سے ایک بحرِ ذخّار و موّاج نظر آیا جس میں زبرجد کا بنا ہوا سبز رنگ کا ایک سفینہ تھا اور اس کے وسط میں سفید موتی کا ایک قبّہ جس کے ہر چہار جانب ہرے رنگ کے مکانات تھے اُس قبّہ پر یہ عبارت تحریر تھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیٌ امیرالمومنین بشّر القائم فانہ یقاتل الاعداء ویغیث المومنین وینصرہ عزّ وجل بالملائکۃ فی عدد نجوم السّماء"

ترجمہ: "نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں علیؑ مومنین کے امیر ہیں، قائمؑ کی بشارت دیدو اس لیے کہ وہی دشمنوں سے جنگ کریں گے، مومنین کی فریاد رسی کریں گے، اللہ تعالےٰ ستاروں کی تعداد کے برابر ملائکہ سے اُن کی مدد فرمائے گا۔"

اس کے بعد آپؑ نے کچھ کلمات مزید زبان پر جاری فرمائے تو وہ قبّہ اوپر آگیا، آپؑ نے فرمایا، تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ، ہم اس قبّے کے اندر گئے اور دیکھا کہ اس میں چار کرسیاں ہیں جو مختلف جواہرات سے مرصّع ہیں۔ آپؑ ایک کرسی پر بیٹھ گئے مجھے دوسری کرسی پر بٹھایا اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اور اسمٰعیل کو دونوں کرسیوں پر بٹھادیا، پھر سفینہ کو بحکم خدا چلنے کو کہا، وہ اس متلاطم و موّاج دریا میں موتی اور یاقوتی پہاڑوں کے درمیان چلنے لگا۔ آپؑ نے سفینہ میں بیٹھے ہی بیٹھے اپنا ہاتھ دریا میں ڈال کر موتی اور یاقوت نکالے اور مجھ سے فرمایا، اے داؤد! اگر تم کو دنیا کے مال کی ضرورت ہو تو اس میں سے اپنی ضرورت کے بقدر لے لو۔

میں نے عرض کیا، مولا! مجھے مالِ دنیا کی ضرورت نہیں۔ آپؑ نے وہ موتی اور یاقوت دریا میں پھینک دیے۔ پھر اپنا ہاتھ دریا کے اندر داخل کیا اور اس میں سے مشک و عنبر نکالے۔ آپؑ نے خود بھی اسے سونگھا اور مجھے بھی سونگھنے کے لیے دیا، حضرت موسیٰؑ و اسمٰعیل نے بھی سونگھا۔ پھر آپؑ نے اسے بھی دریا میں پھینک دیا اور وہ سفینہ چلتا رہا، یہانتک کہ ہم ایک بڑے جزیرے پر جا پہونچے جو اس دریا کے وسط

میں تھا ہم نے دیکھا کہ اس جزیرے میں بہت سے سفید موتی کے بنے ہوئے قبّے ہیں جن میں سُندس اور استبرق کے فرش بچھے ہوئے ہیں ان کے دروازوں پر ارغوانی پردے لٹک رہے ہیں اور اسے ہر چہار جانب سے فرشتے گھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان فرشتوں نے ہمیں دیکھا تو نہایت اطاعت اور فرمانبرداری کے انداز سے آپؑ کی ولایت کا اقرار کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

میں نے عرض کیا، مولا! یہ سب قبّے کس کے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، یہ قبّے ائمہ اہلبیتِ محمدؐ کے ہیں۔ جب کوئی امام دنیا سے رحلت کرتا ہے تو وہ یہاں اپنے قبّے میں آکر مقیم ہو جاتا ہے ایک وقت معلوم تک کے لیے، جس کا ذکر اللہ نے خود فرمایا ہے۔

پھر ہم نے عرض کیا کہ چل کر جناب امیر المومنین علیہ السّلام کو سلام کریں۔ ہم اُٹھے اور آپؑ بھی ہمارے ساتھ اُٹھ کر چل دیے اور ایک انتہائی آراستہ وپیراستہ قبّے کے دروازے پر پہونچے، یہ قبہ سب سے بڑا تھا ہم سب اس کے اندر چلے گئے، دیکھا کہ حضرت امیر المومنینؑ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے بڑے ادب واحترام سے سلام کیا، پھر دوسرے قبّے میں پہونچ گئے، وہاں حضرت امام حسن علیہ السّلام کو سلام عرض کیا وہاں سے تیسرے قبّے میں گئے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو سلام کیا، پھر حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام کے قبّے میں پہونچے سلام بجالائے اور یہاں سے نکل کر حضرت محمد بن علیؑ علیہ السّلام کے قبّے میں جاکر سلام کیا، یہ تمام قبّے بہت ہی خوبصورت اور آراستہ تھے۔

الغرض یہاں سے جب واپس ہوئے تو اسی جزیرے میں آئے اور وہاں ایک اور بہت ہی بڑا قبّہ نظر آیا جو سفید موتیوں کا بنا ہوا تھا اور مختلف اقسام کے فروش وپردوں سے مزیّن تھا اس میں ایک سونے کا تخت تھا جو مختلف قسم کے جواہرات سے مرصّع تھا۔ میں نے عرض کیا مولا یہ قبّہ کس کا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، یہ قُبّہ قائم آلِ محمدؐ صاحب الزمانِ آخر علیہ السّلام کا ہے۔

اِس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زبانِ مبارک سے کچھ کلمات کہے اور ہم لوگ پھر مدینہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بیت الشرف میں موجود تھے آپؑ نے اپنی انگوٹھی اُتاری اپنے سامنے زمین سے مَس کی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہاں پر نہ کوئی شگاف تھا نہ کوئی شگاف کا معمولی سا نشان۔

(عیون المعجزات ص ۸۲)

(۸۷) پیش گوئی

کتاب دلائلِ حمیری میں ابو بصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو محمد! کیا تم اپنے امام کو پہچانتے ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، آپؑ ہی تو وہ (امامؑ) ہیں اور یہ کہہ کر میں نے آپؑ کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیا۔

آپؑ نے فرمایا، سچ کہا تم نے۔ لیکن جب تم نے پہچان لیا تو اپنے امام سے متمسک رہنا۔

میں نے عرض کیا، مگر میں چاہتا ہوں کہ آپؑ امام ہونے کی کوئی علامت دکھا دیں۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو محمد! اب پہچاننے کے بعد علامت کی کیا ضرورت ہے؟

میں نے عرض کیا اس لیے تا کہ میرے ایمان و یقین میں اضافہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا اے ابو محمد! جب کوفہ پلٹ کر جاؤ گے تو تمہارے یہاں دو لڑکے تولد ہوں گے ایک عیسیٰ اور اس کے بعد محمدؐ۔ اِن دونوں کے بعد دو لڑکیاں تولد ہوں گی۔ اور یہ بھی سُن لو کہ تمہارے ان دونوں فرزندوں کے نام ہمارے اِس صحیفۂ جامعہ میں تحریر ہیں جس میں ہمارے تمام شیعوں کے نام مع اُن کے باپ، ماں اور اجداد و انساب کے اور جو اُن کی اولاد تا قیامت پیدا ہوگی اُن سب کے نام تحریر ہیں۔

پھر آپؑ نے وہ صحیفہ نکال کر مجھے دکھایا، وہ زرد مائل بہ سُرخ تھا۔

(کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۰)

• کتاب الخرائج والجرائح میں بھی یہی حدیث ابو بصیر سے مرقوم ہے۔

(۸۸) اے زید! صراط و میزان اور ہمارے شیعوں کا حساب بھی ہمارے پاس ہی ہوگا

کتاب الدلائل میں زید شحام سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا، اے زید! تمہارا کیا سن ہے؟

میں نے عرض کیا، میرا سن یہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو اسامہ! خوشخبری سُن لو کہ تم ہمارے شیعوں میں سے ہو اور ہمارے

ساتھ ہو، کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم ہمارے ساتھ ہو ؟

میں نے عرض کیا جی ہاں، میرے مولا! میں تو اس بات پر بیحد خوش ہوں، مگر مولا یہ تو فرمائیے کہ آپ حضرات کے ساتھ میں کیسے رہوں گا؟ (چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔)

آپ نے فرمایا، اے زید! (غم اور تردد نہ کرو) صراط ہمارے پاس، میزان ہمارے پاس اور ہمارے شیعوں کا حساب بھی ہمارے پاس ہی ہوگا (تمھارے پرچوں پر نمبر تو ہم ہی دیں گے پھر تمھیں تردد کیوں ہے؟) اور یاد رکھو! ہم تم سے زیادہ تم پر مہربان ہوں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اور حارث بن مغیرہ نضری جنت کے اندر ایک ہی درجہ میں ہو۔

(۸۹) ــــ اِستجابتِ دُعا،

عبدالحمید بن ابوالعلا، سے متعلق روایت ہے۔

یہ محمد بن عبداللہ بن حسین کا دوست مخصوصین میں سے تھا۔ اس کو ابوجعفر منصور نے گرفتار کر کے قید سخت میں ڈال دیا۔ وہ کافی عرصہ تک قید میں رہا۔ حج کے موقع پر عرفہ کے دن حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے محمد بن عبداللہ کی ملاقات ہوئی۔

آپ نے پوچھا اے ابو محمد! تمھارے دوست عبدالحمید کا کیا حال ہے؟

راوی کا بیان ہے، میں نے عرض کیا، اُسے ابوجعفر نے گرفتار کر کے ایک عرصے سے تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا ہے۔

یہ سُن کر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک بلند کیے پھر میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا، اے ابو محمد! واللہ، تمھارے دوست نے رہائی پائی۔

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے عبدالحمید سے پوچھا تمھیں رہائی کس وقت ملی؟

اُس نے کہا، مجھے یومِ عرفہ بعد عصر رہائی نصیب ہوئی۔

(یہی وہ وقت تھا جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کے لیے دُعا، کے لیے دستِ مبارک بلند کیے تھے۔) (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۴۲۱)

● ــ کتاب الدلالات میں حنان سے بھی یہی روایت مذکور ہے۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۳۶)

● ــ دیگر :

بکر بن ابی بکر حضرمی کا بیان ہے کہ ابوجعفر منصور نے میرے والد کو قید کر دیا۔ میں نے جا کر اس کی خبر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو دی۔

آپ نے فرمایا، میں اپنے بیٹے اسماعیل کی بیماری سے آجکل دعا میں مشغول ہوں

لیکن پھر بھی تمہارے والد کے لیے دعا کروں گا۔

میں مدینہ میں کچھ دنوں ٹھہرا رہا۔ ایک دن آپؑ نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ واپس جاؤ۔ اللہ تمہارے والد کو رہائی دلادے گا، مگر اسماعیل کی قبضِ روح کے بارے میں اللہ نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے

راوی کا بیان ہے میں نے مدینہ سے کوچ کیا اور شہر ابن ہبیرہ تک پہونچا تھا کہ ابوجعفر گھوڑے پر سوار نظر آیا میں نے بآوازِ بلند پکار کر کہا۔ "ابوبکر حضرمی بہت بوڑھا ہے"

ابوجعفر نے کہا مگر اس کا بیٹا اپنی زبان بند نہیں رکھے گا۔ اچھا اس کے باپ کو چھوڑ دو۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۲۵)

(۹۰) == فضیلتِ مومن

مالک بن جہنی سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا اپنے دل میں ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اتنے میں آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے مالک! واللہ، تم لوگ ہی ہمارے حقیقی شیعہ ہو۔ تم ہمارے فضائل کے متعلق بیحد باتیں کرتے ہو اے مالک جس طرح کسی میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اللہ کے اوصاف، اس کی کنہ وحقیقت، اس کی قدرت اور اس کی عظمت کو بیان کر سکے اس لیے کہ اللہ تعالے کا مثل ونظیر ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح کسی میں یہ بھی طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالے نے ایک مومن بھائی کا حق دوسرے مومن بھائی پر جو واجب کیا ہے اس کو ادا کر سکے اور بیان کر سکے۔ اے مالک! جب مومنین آپس میں ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ انھیں محبت ومغفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور جبتک وہ جُدا نہیں ہوتے اُن کے گناہوں میں مسلسل تخفیف وتعفیف ہوتی رہتی ہے پھر جو لوگ اللہ کے نزدیک خاص ہوں اُن کے شرف کو کوئی کس طرح بیان کر سکتا ہے۔ (جب کسی کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے تو وہ پھر اپنا نہیں ہوتا بلکہ اُس کی ہر چیز اللہ کی ہو جاتی ہے۔)

(۹۱) == علم مایکون

رفاعہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تشریف لائے اور میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے انھیں لیکر اپنی آغوش میں بٹھالیا، پیشانی کو بوسہ دیا اور سینہ سے لگالیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے رفاعہ! مگر یہ بچہ آلِ عباس کے ہاتھوں قید ہوگا

پھر رہا ہوگا، دوبارہ پھر گرفتار کیا جائے گا اور اُن کے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۲۳)

(۹۲) صبر و تحمّل کی ہدایت

مرازم سے روایت ہے کہ جب وہ مکّہ میں تھا تو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اے مرازم! اگر تم کسی شخص کو مجھ پر سب و شتم کرتے ہوئے سنو تو اُس وقت تم کیا کروگے؟

میں نے عرض کیا، اسے قتل کردوں گا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، نہیں بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا اور کچھ نہ کرنا۔

اس کے بعد میں مکّہ سے موسمِ گرما میں زوال کے وقت نکلا۔ گرمی سخت محسوس ہو رہی تھی کہ ایک خیمہ کی طرف سے میرا گذر ہوا۔ میں اس میں داخل ہوا، وہاں کچھ لوگ تھے میں بھی اُن کے ساتھ بیٹھ گیا اور ان میں سے ایک شخص کو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام پر سبّ و شتم کرتے ہوئے سُنا، تو مجھے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کا ارشاد یاد آگیا جس میں آپؑ نے مجھے ایسے موقع پر صبر و تحمّل کی نصیحت فرمائی تھی، لہٰذا میں نے اس پر صبر و تحمّل سے ہی کام لیا، ورنہ اگر آپؑ نے یہ نہ فرمایا ہوتا تو میں اُسے ضرور قتل کردیتا۔

(۹۳) یہ عثمِ جنّ کا قاصد ہے

کتاب الدلائل میں ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں مکّہ اور مدینہ کے درمیان حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کے ہمراہ سفر میں تھا کہ ایک مقام پر آپؑ اپنے بائیں جانب ملتفت ہوئے تو ایک سیاہ رنگ کے کتّے کو دیکھ کر فرمایا، خدا تیرا بُرا کرے اس قدر تیزی سے کیوں جا رہا ہے۔

یہ سُنتے ہی اُس نے طائر کی شکل اختیار کی اور پرواز کر گیا۔

آپؑ نے فرمایا، یہ عثم جنّ کا قاصد ہے۔ ہشام ابھی ابھی مرا ہے۔ یہ اُڑ کر شہر بہ شہر اُس کی خبرِ مرگ سُنا رہا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۲۴)

(۹۴) امام قومِ جنّ پر بھی اللہ کی حجت ہے

عمّار سجستانی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں برابر آتا اور ملاقات کی اجازت چاہتا تھا۔ ایک شب کو

میں آیا تو منیٰ میں آپؑ کے خیمہ میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ چند جوان جو شکل و صورت سے پہاڑی معلوم ہوتے تھے آئے اور انھیں ملاقات کی اجازت ملی۔ اتنے میں عیسیٰ شلقان اندر سے آیا اور اُس نے جا کر میرا ذکر کیا۔ آپؑ نے مجھے اجازت دی، میں اندر گیا۔

آپؑ نے فرمایا "اے عمّار! تم کب سے آئے ہوئے ہو؟

میں نے عرض کیا، اُن جوانوں سے قبل ہی آیا تھا جو آپؑ سے ملاقات کے لیے آئے تھے، مگر اُن کو نکلتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا" یہ سب قومِ جنّ سے تھے، چند مسائل دریافت کیے اور چلے گئے۔

(۹۵) ═ اپنی موت کی اِطّلاع

شہاب بن عبد ربّہ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا، اُس وقت تمھارا کیا حال ہو گا جب محمد بن سلیمان تمھیں میری موت کی خبر سُنائے گا۔

شہاب کا بیان ہے کہ میں محمد بن سلیمان کو نہ پہچانتا تھا اور نہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔؟ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کوفہ و بصرہ میں میری تجارت کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا دولت میں فراوانی ہو گئی تو ایک دن میں بصرہ میں محمد بن سلیمان کے پاس تھا جو اس وقت والیٔ بصرہ تھا اُس نے مجھے ایک خط دکھا کر کہا "اے شہاب! تمھارے امام حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کے انتقال پر صبر کا ثواب اللہ ہم دونوں کو عطا فرمائے۔

اس وقت مجھے آپؑ کی وہ گفتگو یاد آئی۔ میں گریہ ضبط نہ کر سکا۔ وہاں سے اپنے مکان پر پہونچا اور آپؑ کی وفات پر مزید گریہ کیا۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۴۹، اعلام الوریٰ صـ ۲۶۹)

- ن محمد بن مسعود نے علی بن محمد سے انھوں نے احمد بن محمد سے انھوں نے فضل سے اُنھوں نے شہاب سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (رجال الکشی صـ ۲۶۰)
- ن محمد بن مسعود نے عبد اللہ بن محمد وشّار سے، اُنھوں نے محمد بن فضیل سے اُنھوں نے شہاب سے یہی روایت کی ہے۔ (رجال الکشی صـ ۲۶۰)
- ن دیگر:

محمد اصفہانی کا بیان ہے کہ میں مکّہ میں معروف بن خربوذ کے پاس بیٹھا تھا وہاں اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ دیکھا کہ اہلِ مدینہ سے کچھ لوگ عمرہ کے ارادے سے اپنے گدھوں پر سوار چلے آ رہے ہیں۔ معروف نے کہا، ان سے پوچھو وہاں کی کوئی نئی خبر تو نہیں ہے؟

میں نے پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ عبداللہ بن حسن کا انتقال ہوگیا۔ میں نے معروف کو بتا دیا۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو کچھ اور لوگ آتے ہوئے دکھائی دیے۔

معروف نے کہا، جاؤ ان سے بھی پوچھو کہ کوئی نئی خبر تو نہیں ہے؟

میں نے جا کر پوچھا تو اُنھوں نے کہا، عبداللہ بن حسن کو غش آگیا تھا، اب افاقہ ہے

میں نے معروف کو بتایا، تو اس نے کہا، سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ لوگ صحیح کہتے تھے یا یہ صحیح کہتے ہیں۔ ابنِ مکرّمہ (حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام) نے تو مجھے بتایا تھا کہ عبداللہ بن حسن کی قبر اور اُن کے فرزندوں کی قبریں فرات کے کنارے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابو دوانیق ان لوگوں کی میتیں یہاں سے لیگیا اور فرات کے کنارے اُن کی قبریں بنائیں۔ (رجال الکشی صـ ۱۳۹)

(۹۶) = استجابتِ دُعاءِ امامؑ

بشر بن طرخان کا بیان ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے تو میں آپؑ کی زیارت کے لیے گیا۔

اُنھوں نے دریافت فرمایا کہ تمھارا کیا ذریعۂ معاش ہے؟

میں نے عرض کیا، تجارت۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، کیا جانوروں کی تجارت کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں اور میں اُس وقت بالکل بوسیدہ حالت میں تھا۔

آپؑ نے فرمایا، میرے لیے ایک بغلہ (خچر) بھورے رنگ کا جس کا پیٹ سفید ہو تلاش کر دو۔

میں نے عرض کیا، اس رنگ کا بغلہ تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ پھر بھی میں وہاں سے اُس کی تلاش میں چل دیا۔ باہر جا کر میں نے دیکھا کہ ایک غلام اسی رنگ کے بغلہ پر سوار ہے۔

میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کس کی ملکیت ہے؟

اُس نے اُس کے مالک کی نشاندہی کی۔ میں خچر کے مالک کے پاس گیا اور بہرحال میں نے اُس کو خرید لیا اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس لیکر پہونچا۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں، میں ایسا ہی بغلہ چاہتا تھا۔

آپؑ نے خوش ہو کر مجھے دعاء دی اور فرمایا اللہ کرے تیری اولاد پھولے پھلے اور پروان چڑھے اور تیری روزی میں اضافہ و برکت ہو۔ آپؑ کی دعاؤں کی برکت سے روزی اور اولاد میں غیر متوقع ترقی ہوئی

(رجال الکشی صـ ۲۰۰)

(٩٧) == پہاڑ کا گریہ کرنا

محمد بن فیض نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابوجعفر دوانیقی نے ایک مرتبہ آپؑ سے عرض کیا آپؑ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، کیا ہے ؟

اُس نے عرض کیا، یہاں ایک پہاڑ ہے جس سے سال بھر میں چند قطرات ٹپکتے ہیں اور منجمد ہو جاتے ہیں جو بیاضِ چشم کے لیے بہت مفید ہیں لوگ اس کا سرمہ لگاتے ہیں اور آنکھ پر چھائی ہوئی سفیدی دور ہو جاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں میں اسے جانتا ہوں اگر کہو تو اس پہاڑ کا نام اور اس کا تفصیلی حال بھی بیان کردوں۔ یہ کہ اس پہاڑ پر انبیاءِ بنی اسرائیل میں سے ایک نبی اپنی قوم کے مظالم سے بچ کر یہاں رہنے لگے تھے اور مصروفِ عبادت رہتے تھے۔ جب ان کی قوم کو معلوم ہوا تو وہ لوگ وہاں بھی پہونچ گئے اور انھیں قتل کر دیا۔ یہ پہاڑ اُس نبی کے غم میں روتا ہے اور یہ قطرات اس کے آنسو ہیں اور اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک چشمہ ہے جس سے شب و روز پانی نکلتا ہے مگر اس چشمہ تک رسائی نہیں۔

(٩٨) == آپؑ کے بیت الشرف کو نذرِ آتش کیا گیا

مفضل بن عمر سے مروی ہے کہ

منصور نے اپنے حرمین کے والی حسن بن زید کو حکم دیا کہ جا کر جعفر بن محمدؑ کے مکان کو جلا دو۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور آپؑ کے بیت الشرف کو نذرِ آتش کر دیا۔ آگ بیت الشرف کو جلاتی ہوئی دروازے اور دہلیز تک پہونچ گئی لیکن حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام اُن ہی آگ کے شعلوں میں سے گذر کر باہر تشریف لے آئے آگ نے آپؑ کو کچھ نقصان نہیں پہونچایا۔ جب آپؑ آگ کے شعلوں میں سے گذر رہے تھے تو یہ بھی فرما رہے تھے میں اعراق الثری (زمین کی نسل مراد حضرت اسماعیل) کا فرزند ہوں میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔ (مناقب جلد ٣ ص ٣٦٢)

(٩٩) == دشمنِ علیؑ پر کالے ناگ کا تسلط

ابو الصباح کنانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا

کہ ہمدان میں میرا ایک پڑوسی ہے جس کا نام جعد بن عبداللہ ہے وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام پر سبّ وشتم کرتا ہے آپؑ کی اجازت ہے کہ میں اُس خبیث کو قتل کر دوں ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا' اسلام نے اس طرح کے قتل کو روک دیا ہے ۔لہٰذا تم اُسے لونہی چھوڑ دو، وہ خود ہی اپنے کیفرِ کردار کی سزا بھگت لے گا ۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ واپس پہونچا اور نمازِ صبح کی ادائگی کے لیے مسجد پہونچا تو کسی نے کہا کہ جُعد اپنے بستر پر پھولی ہوئی مشک کی طرح مُردہ پڑا ہوا پایا گیا ۔لوگ اس کو اٹھانے کے لیے گئے تو اُس کے جسم کا گوشت گل سڑ گیا تھا اور ہڈیوں سے جُدا ہو کر گرنے لگا ۔لوگوں نے اس کے جسم کے ٹکڑوں کو ایک چمڑے کی چادر پر جمع کیا اور جب اُٹھا کر چلنے لگے تو دیکھا کہ اس کی چارپائی کے ایک طرف کالا ناگ موجود تھا ۔الغرض اس کو اُسی حالت میں دفن کر دیا گیا ۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۶۴)

(۱۰۰) = وعدہ وفائی

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست بنی اُمیہ کے کاتبوں میں سے تھا ۔ایک دن اُس نے مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت دلا دو ۔

میں نے اُس کے لیے ملاقات کی اجازت لے لی ۔ اور اُس کو امامؑ کی بارگاہ میں لے آیا وہ آیا سلام کیا اور بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا' میں آپؑ پر قربان' میں اس قوم (بنی امیہ) کے دیوان میں ملازم تھا وہاں سے میں نے زرِ کثیر کمایا اور اُس میں حق ناحق (حلال وحرام) کی قطعاً تمیز نہ کی ۔

آپؑ نے فرمایا' سچ ہے اگر بنی اُمیہ کو ایسے آدمی نہ ملتے جو اُن کے کاتب بنیں اور اُن کے لیے مالِ غنیمت لائیں اور اُن کی طرف سے جنگ کریں تو وہ ہمارے حقوق کو کبھی ہم سے چھین ہی نہیں سکتے تھے ۔ واقعتاً اگر لوگ بنی اُمیہ کو اپنے اموال سے خراج دینا چھوڑ دیتے تو اُن کے پاس اتنا ہی مال ہوتا جتنا اُن کے پاس تھا ۔

اُس نے کہا' میں آپؑ پر قربان' کیا اس سے نکلنے اور عہدہ برآ ہونے کی بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا' اگر میں بتا دوں تو کیا تو اُس پر عمل کرے گا ؟

اُس نے عرض کیا' ضرور کروں گا ۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا' پھر' اب تک جو مال وہاں سے کمایا ہے سب نکالو اور اُس میں سے جس مال کا مالک معلوم ہو وہ اُسی تک پہونچا دو اور جس کا مالک معلوم نہ ہو سکے وہ اُس کے مالک کی

طرف سے تصدق کر دو، پھر میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ جوان دیر تک گردن جھکائے ہوئے سوچتا رہا، پھر بولا، میں آپؑ پر قربان، میں آپؑ کے حکم پر عمل کروں گا۔

ابی حمزہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ آیا اور اپنا تمام مال و اسباب حتیٰ کہ اپنے جسم کا لباس بھی تصدق کر دیا۔ پھر ہم لوگوں نے چندہ جمع کر کے اُس کے لیے لباس خریدا اور اُس کے اخراجات کے لیے کچھ رقم اُسے دی۔

راوی کا بیان ہے کہ چند ہی مہینوں کے بعد وہ بیمار ہوا، ہم اُس کی عیادت کے لیے جاتے رہے ایک دن پہونچے تو دیکھا کہ وہ غشی کے عالم میں تھا، جب اُس نے آنکھ کھولی اور مجھے دیکھا تو بولا، اے علی! واللہ تمہارے امامؑ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

اِس کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا، ہم نے اُس کی تجہیز و تکفین کی۔ یہاں سے فارغ ہو کر میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ آپؑ نے مجھے نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے علی! میں نے تمہارے دوست سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔

میں نے کہا، آپؑ نے سچ فرمایا، میں آپؑ پر قربان، اُس نے بھی اپنی موت سے قبل اس کی تصدیق کر دی تھی۔ (المناقب جلد ۳ صـ ۲۶۵)

(۱۰۱) شجرۂ طوبیٰ کی لکڑی

داؤد رقی کا بیان ہے کہ میرے دو بھائی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر اُن میں سے ایک کو اتنی شدید پیاس لگی کہ اپنے گدھے سے گر پڑا اور دوسرا بھی اس کے سامنے ہی گر گیا اور نماز پڑھ کر اللہ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر ائمہؑ کو یکے بعد دیگرے پکارتا رہا، تا اینکہ اس نے حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ کو بھی اپنی مدد کے لیے پکارا تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ یہ لکڑی لیکر اپنے بیہوش اور پیاس سے جاں بہ لب بھائی کے لبوں سے لگا دے اس کی تمام تکلیف دور ہو جائے گی۔

چنانچہ اُس نے وہ لکڑی اُس شخص سے لیکر اپنے بھائی کے لبوں سے لگا دی تو اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ کر بیٹھ گیا پھر اُس لکڑی کو منہ میں رکھ دیا تو پیاس دور ہو گئی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ زیارت سے فراغت کے بعد وعار کرنے والا مدینہ پہونچا تاکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو۔ آپؑ نے اُسے دیکھ کر فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے اور وہ لکڑی کہاں ہے؟

اُس نے کہا، مولا ! جب میں نے اپنے بھائی کو مصیبت میں مبتلا دیکھا تھا تو میں بیحد پریشان تھا لیکن جب اس کو مصیبت سے نجات مل گئی (گویا اس کو دوبارہ زندگی مل گئی) تو میں اتنا خوش ہوا کہ مجھے اُس لکڑی کے اُٹھانے اور حفاظت کرنے کا خیال ہی نہ رہا، وہ وہیں چھوٹ گئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، سنو ! جس وقت تم اپنے بھائی کے غم میں مبتلا تھے۔ اخی خضر میرے پاس آئے اُن کی معرفت میں نے شجرۂ طوبیٰ کی لکڑی کا ایک ٹکڑا تمھارے پاس بھیجا تھا۔

پھر آپؑ نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، وہ ٹوکری اُٹھا لاؤ۔

وہ ٹوکری اُٹھا کرلے آیا، آپؑ نے اس کو کھولا اور اس میں سے بعینہ وہی لکڑی کا ٹکڑا نکالا اور مجھے دکھایا تو میں نے اُسے پہچان لیا، پھر آپؑ نے اُس کو ٹوکری ہی میں رکھدیا۔

(١٠٢) — آپؑ نے شیر کا کان پکڑ کر دور ہٹا دیا

ابو حازم عبد الغفار بن حسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم بن ادھم کوفہ آئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ (یہ منصور کی خلافت کا دور تھا) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی آئے ہوئے تھے۔ جب آپؑ مدینہ واپس جانے کے قصد سے کوفہ سے چلے تو علمائے کوفہ اور صاحبانِ فضل آپؑ کو رخصت کرنے کے لیے آپؑ کے ساتھ آئے جن میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادھم بھی تھے مگر یہ آپؑ سے آگے چلے گئے لیکن راستہ میں انھیں ایک شیر سر راہ بیٹھا ہوا ملا۔ ابراہیم ادھم وہیں ٹھہر گئے اور کہنے لگے کہ حضرت جعفر بن محمدؑ کو آجانے دو دیکھیں وہ کیا کریں گے۔ اتنے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی پہونچ گئے۔ کسی نے آپؑ کو بتایا کہ راستہ پر شیر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپؑ آگے بڑھے شیر کے قریب پہونچے اور اُس کا کان پکڑ کر راستے سے دور ہٹا دیا، پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا :

"سنو ! اگر لوگ اللہ کی اطاعت کا صحیح معنیٰ میں حق ادا کریں تو اس شیر کی پشت پر اپنا سامان بھی لاد سکتے ہیں۔" (مناقب جلد ٢ صفحہ ٣٦٧)

(١٠٣) — میرے چچا زیدؑ کو کس حال میں چھوڑا

داؤد ابنِ کثیر سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے دریافت فرمایا، اے داؤد ! ہمارے پاس آنے میں اتنی تاخیر کیوں کی ؟

میں نے عرض کیا، کوفہ میں ایک کام تھا۔
آپؑ نے فرمایا، وہاں کس کو چھوڑ آئے ہو؟ (اور میرے چچا زیدؑ کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟)
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، وہاں آپؑ کے چچا زیدؑ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ ایک گھوڑے پر سوار، کمر میں تلوار حمائل اور بآوازِ بلند امر بالمعروف کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے تھے اور نہی عن المنکر سے گریز کی راہ بتا رہے تھے۔ (لوگو! جس کو علم کی ضرورت ہو وہ میرے بھتیجے جعفر بن محمدؑ کے پاس جائے کیونکہ وہ حجتِ خدا ہیں اور جس کو امر بالمعروف کا حق ادا کرنا ہے وہ میرے ساتھ آئے۔)

یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! آج تمھیں ایک عجیب چیز دکھاتا ہوں۔ پھر
پھر آپؑ نے سماعہ ابنِ مہران کو بُلا کر فرمایا کہ ایک ٹوکری میں رُطب لے آؤ۔
ٹوکری آئی تو آپؑ نے اس میں سے ایک رُطب لیا، اُسے کھایا اور گٹھلی کو زمین پر ڈال دیا اور وہ فوراً ایک درخت خرما بن کر کھڑا ہو گیا، پھلوں کے خوشے آئے آپؑ نے ایک خوشے کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس میں سے ایک پھل توڑ کر چاک کیا، اس میں سے ایک سفید پارچہ نکالا، اسے کھول کر مجھے دیا اور فرمایا، اسے پڑھو۔

میں نے دیکھا کہ اس میں دو سطریں تحریر تھیں، پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" دوسری سطر میں تحریر تھا اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ‌ ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ (سورہ توبہ آیت ۳۶)
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ الحسن بن علیؑ، الحسین بن علیؑ، علی ابن الحسینؑ، محمد بن علیؑ، جعفر بن محمدؑ، موسیٰ بن جعفرؑ، علی بن موسیٰؑ، محمد بن علیؑ، علی بن محمدؑ، الحسن بن علیؑ الخلف الحجۃ

پھر فرمایا، اے داؤد! تمھیں معلوم ہے یہ تحریر کس زمانے کی ہے؟
میں نے عرض کیا، یہ تو اللہ جانے یا اس کا رسولؐ جانے یا آپؑ حضرات جانیں۔
آپؑ نے فرمایا، یہ حضرت آدمؑ کی خلقت سے دو ہزار سال قبل کی تحریر ہے۔

(غیبۃ النعمانی ص ۴۲)

(۱۰۴) ــــ کوہِ ابو قبیس پر دُعا

لیث بن سعد سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ۱۱۳ھ میں، میں نے حج کیا عصر کی نماز پڑھ کر کوہِ ابو قبیس پر چڑھا وہاں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یہ دُعا مانگ رہا ہے:

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ سانس کے منقطع ہونے تک (ایک سانس میں) پھر یَا حَیُّ یَا حَیُّ ایک ہی سانس میں، پھر یَا رَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ ایک سانس کے بقدر، پھر یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ سات بار پھر کہا پروردگارا! میں اس وقت انگور کھانا چاہتا ہوں مجھے کھلا دے، پروردگارا! میری یہ چادر بھی بوسیدہ ہو چکی ہے ایک چادر بھی عطا فرما دے۔

لیث کا بیان ہے کہ ابھی اُس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک ٹوکری بھری ہوئی انگور وہاں موجود تھے حالانکہ اُس وقت انگوروں کی فصل ہی نہیں تھی اور دو نئی چادریں بھی حاضر تھیں۔ اُس نے انگور کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میں بول پڑا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجیے کیونکہ آپؑ کی دعا کے بعد میں آمین کہہ رہا تھا۔

اُنھوں نے کہا، اچھا آگے آجاؤ اور تم بھی اس نعمتِ خداوندی سے لطف اندوز ہو جاؤ۔

میں نے آگے بڑھ کر کھانا شروع کیا تو محسوس کیا کہ ایسے لذیذ انگور میں نے کبھی کھائے ہی نہیں تھے۔ ان انگوروں میں بیج بھی نہیں تھے۔ میں نے خوب شکم سیر ہو کر کھائے مگر ٹوکری میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

پھر اُنھوں نے کہا ایک چادر بھی لے لو۔

میں نے کہا، نہیں، اس کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔

اُنھوں نے کہا، اچھا ذرا ایک طرف ہو جاؤ تاکہ میں چادر تبدیل کر کے پہن لوں۔

میں وہاں سے ہٹ گیا اور اُنھوں نے چادر بطور لنگ باندھ لی اور دوسری چادر اوڑھ لی اور وہ دونوں پرانی چادریں لپیٹ کر ہاتھ میں لے لیں اور پھر کوہِ صفا و مروۃ کی جانب رُخ کیا، میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ صفا و مروۃ کے درمیان سعی کے مقام پر پہونچے تو انھیں ایک شخص ملا، اُس نے کہا مجھے کپڑے پہنا دیں اللہ آپؑ کو کپڑے پہنائے گا۔

اُنھوں نے وہ کپڑے اس سائل کو دیدیے۔

میں نے بڑھ کر اُس سائل سے دریافت کیا، یہ کون صاحب ہیں؟

اُس نے کہا، یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔

لیث کا بیان ہے کہ پھر میں نے اُن کو بہت تلاش کیا، مگر وہ نہ ملے، میں چاہتا تھا کہ اُن سے کوئی حدیث سنوں بس آپؑ کی اس کرامت و فضیلت کی جو اللہ کے نزدیک تھی کیا تعریف بیان کی جا سکتی ہے جس کو میں نے بچشمِ خود دیکھا۔

(صفۃ الصفوۃ ابنِ جوزی جلد ۲ صد ۹۷)

(کشف الغمہ جلد ۲ صد ۲۷۶)

۱۰۵ پروردگارا! مجھے جنّت کے انگور اور رُطب کھلا دے

مزارِ کبیر میں محمد بن مشہدی نے سفیان ثوری سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ مقامِ عرفات میں میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ "پروردگارا! میں نے جو قدم تیری اطاعت میں بڑھائے ہیں اُنھیں کفّارہ قرار دے ان قدموں کا جو میں نے تیری معصیت میں بڑھائے تھے۔" اسی طرح دعا کرتے کرتے آخر میں آپؑ نے عرض کیا پروردگارا! میں تیرا مہمان ہوں تو مجھے جنّت سے شکم سیر کر اور جنّت کے انگور اور رطب مجھے کھلا دے۔

سفیان ثوری کا بیان ہے کہ واللہ یہ دُعا سُن کر میں نے چاہا کہ اُتر پڑوں اور کچھ کھجوریں اور کیلے خرید کر ان سے عرض کروں کہ یہ لیجیے، یہ جنّت کے انگور اور رُطب کا بدل ہے مگر جب مڑ کر دیکھا تو آپؑ کے سامنے دو بھری ہوئی ٹوکریاں ایک میں رُطب اور دوسری میں انگور ہیں، رکھی ہوئی ہیں۔

بحار الانوار

باب

۵

دورِ منصورِ دوانیقی

ANSAR

امام جعفر صادق علیہ السلام اور منصور دوانیقی کا دور

(۱) = دشمن کی حکومت میں جینے کا سلیقہ

ابو بصیر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا ہے "آپؑ نے فرمایا، اے لوگو! اللہ سے ڈرو، تم پر اپنے امام کی اطاعت لازم ہے۔ جو کچھ تمہارے امام کہیں وہی تم بھی کہو اور جن معاملات میں وہ خاموش رہیں تم بھی خاموش رہو، اِس لیے کہ تم لوگ ایسے شخص کی سلطنت و حکومت میں ہو کہ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ○ (سورۂ ابراہیم آیت ۴۶)

"اور اگرچہ ان کی چالیں ایسی تھیں کہ جن سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے"

(آپؑ نے اس سے بنی عباس کی حکومت مراد لی ہے) پس اللہ سے ڈرو تم لوگ ایسے دور میں ہو کہ نہ صلح ہے نہ جنگ۔ اپنے قبیلے اور عشیرے میں نماز پڑھو، ان کے جنازوں میں شریک ہو اور ان کی امانتوں کو ادا کرو۔ (امالی ابن شیخ طوسی ص ۶۱)

(۲) = دُعا برائے حفاظت از شرِ دشمن

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا، ابو جعفر منصورِ دوانیقی نے حضرت امام جعفر صادق بن محمدؐ باقر علیہ السلام کو قتل کے ارادے سے طلب کیا۔ اپنے سامنے چمڑے کا فرش بچھا کر تلوار رکھ لی، اور ربیع سے کہا، اے ربیع! جب میں ان سے باتیں کرتے ہوئے درمیان میں تالی بجاؤں تو تم بڑھ کر اُن کی گردن مار دینا۔

مگر جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے اور اُس نے آپؑ کو دیکھا تو اپنے مقام سے اٹھا اور بولا۔ مرحبا اے ابو عبداللہ! اھلاً و سھلاً (خوش آمدید) میں نے آپؑ کو اِس لیے بُلایا ہے کہ آپؑ کے قرض کو ادا کردوں اور آپؑ کی ذمّہ داروں کو آسان کردوں۔

اس کے بعد اہلِ خانہ اور متعلقین کی خیر و عافیت دریافت کی اور کہا اللہ نے آپؑ کی

حاجت پوری کردی، آپ کے قرض کو ادا کر دیا، آپ اپنا انعام و جائزہ لے لیں۔ اے ربیع تم یہیں رہنا جب تک جعفر بن محمدؑ اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس نہ پہونچ جائیں۔

الغرض، جب حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام وہاں سے چلے تو ربیع نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا۔ "یا اباعبداللہ! آپ نے وہ تلوار رکھی ہوئی دیکھی ہوگی؟ وہ آپ ہی کے لیے رکھی ہوئی تھی اور چمڑے کا فرش بھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں لب حرکت میں ہیں۔ یہ فرمائیے کہ آپ کیا پڑھ رہے تھے۔؟

آپ نے فرمایا، اے ربیع! جب میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے سے آثارِ شر ظاہر ہو رہے ہیں تو میں نے یہ دُعا پڑھی:

"حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْمَرْبُوْبِيْنَ وَحَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَحَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ وَحَسْبِيَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ حَسْبِيْ مَنْ هُوَ حَسْبِيْ حَسْبِيْ مَنْ لَّمْ يَزَلْ حَسْبِيْ، حَسْبِيَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۳۰۴)

●۔۔ دیگر:

علی بن میسر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے۔ ابو جعفر منصور نے اپنے ایک غلام کو اپنے پسِ پشت کھڑا کیا اور حکم دیا کہ جب میں اشارہ کروں تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی گردن مار دینا۔

غرض جب آپ تشریف لائے اور آپ کی نظر منصور پر پڑی تو آپ نے اپنے دل ہی دل میں کوئی دعا پڑھی اس کے بعد یہ کہا: "یا من یکفی خلقه کلھم ولا یکفیه احد اکفنی شر عبد اللہ بن علی۔"

پھر یہ ہوا کہ نہ تو ابو جعفر منصور اپنے غلام کو دیکھ سکا اور نہ اس کا غلام ابو جعفر منصور کو دیکھ پایا۔ بالآخر ابو جعفر منصور نے آپ سے کہا، اے جعفر بن محمد! میں نے اس گرمی میں آپ کو زحمت دی ہے آپ واپس چلے جائیے۔

جب حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام وہاں سے باہر تشریف لائے تو ابو جعفر منصور نے اپنے غلام سے کہا کیا بات ہے میں نے تجھے حکم دیا تھا، تو نے اس کی تعمیل کیوں نہ کی؟

اُس نے کہا، لا واللہ میں تو ان کو دیکھ ہی نہیں سکا، معلوم ہوتا تھا، میرے اور اُن کے

درمیان کوئی شئے حائل ہوگئی ہے۔

ابوجعفر منصور نے غلام سے کہا' اچھا اگر یہ بات تونے کسی اور سے کہی تو میں تیری گردن اُڑادوں گا۔ (مختصر البصائر صث، بصائر الدرجات جلد ۱ باب ۱۵ ص ۱۴۲)

• الخرائج والجرائح میں بھی علی بن میسر سے اسی کے مثل روایت ہے۔
(الخرائج والجرائح ص ۲۴۵)

• دیگر :

حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ابودوانیق منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو قتل کے ارادے سے طلب کیا تو والئ مدینہ نے آپؑ کو گرفتار کر کے اُس کے پاس روانہ کردیا۔ ادھر منصور کو آپؑ کے قتل کی جلدی تھی اُدھر آپؑ کے پہونچنے میں تاخیر ہوگئی۔

الغرض جب آپؑ اُس کے سامنے پیش ہوئے تو وہ آپؑ کو دیکھ کر ہنسا' خوش آمدید کہا' اپنے پاس بٹھالیا اور بولا' فرزندِ رسولؐ! سچ تو یہ ہے کہ میں آپؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر میں نے آپؑ کو دیکھا تو میرے دل میں آپؑ کی محبت اُبھر آئی' خاندانی خون جوش مارنے لگا۔ میں اپنے خاندان میں آپؑ سے زیادہ معزّز کسی اور کو نہیں پاتا اور نہ میں کسی سے متاثر ہوں مگر اے ابوعبداللہ کیا بات ہے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپؑ' لوگوں کی تحقیر اور عیب جوئی کرتے ہیں اور ہمارا تذکرہ برائی کے ساتھ کرتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا' اے امیر المومنین! میں نے آپ کا تذکرہ کبھی برائی کے ساتھ نہیں کیا۔

وہ پھر مسکرایا اور بولا' خدا کی قسم تم میرے نزدیک ان تمام لوگوں سے زیادہ سچے ہو جنھوں نے مجھ سے چغلی کی ہے۔ اب آپؑ کے سامنے یہ میرا دربار ہے ڈریے نہیں دل کھول کر خواہ کوئی بھی آپؑ کا بڑا کام ہو یا چھوٹا' پیش کریں میں آپؑ کی کوئی بات رد نہیں کروں گا۔

پھر اُس نے آپؑ کو واپسی کی اجازت دی اور انعام اور تحائف پیش کیے۔

آپؑ نے فرمایا' اے امیر المومنین (اللہ کی دی ہوئی نعمات بحمداللہ) میرے پاس دولت و ثروت' مال و متاع سب کچھ ہے۔ البتہ اگر آپ میرے ساتھ کچھ حسنِ سلوک کرنا چاہتے ہیں تو میرے خاندان کے اُن لوگوں کے قتل کا حکم منسوخ کردیں جنھوں نے آپ سے اختلاف کیا ہے۔

ابودوانیق نے کہا' یا اباعبداللہ! میں آپؑ کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں' بلکہ ان کو ایک لاکھ درہم بھی دیتا ہوں آپؑ وہ درہم لے جا کر اُن میں تقسیم کردیں۔

آپؑ نے فرمایا' یا امیر المومنین! آپ نے واقعتاً یہ صلۂ رحم سے کام لیا۔

پھر جب آپؑ اس کے دربار سے نکلے تو آپؑ کے آگے پیچھے سردارانِ قریش اور ہر قبیلے کے نوجوان اور اُن میں ابو دوانیق کا ایک مخبر بھی تھا:

اُس نے کہا، فرزندِ رسولؐ! جس وقت آپؑ امیر المومنین کے دربار میں داخل ہوئے تو میں نے غور سے دیکھا کہ آپؑ کے دونوں لب متحرک تھے آپؑ کچھ پڑھ رہے تھے وہ کون سی دُعا تھی؟

آپؑ نے فرمایا، وہ دعا یہ تھی:

"یا مَنْ لَا یضام ولا یرام وبہ تواصل الارحام صل علیٰ محمدٍ وّاٰلِہٖ واکفنی شرہ بحولک وقوتک

بخدا، میں نے اتنا ہی کہا جتنا تو نے سُنا۔

پھر وہ مخبر پلٹ کر ابو دوانیق کے پاس گیا اور آپؑ کی گفتگو سنائی۔

اُس نے کہا، خدا کی قسم اُن کا اتنا کہتے ہی میرے دل سے سارا شر اور غصہ کافور ہو گیا

• ن دیگر:

مروی ہے کہ جب منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اُس نے عجمیوں میں سے کچھ ایسے لوگوں کو اس کام پر متعین کیا جو قطعاً جاہل تھے۔ انھیں بہت سا مال اور عمدہ پوشاکیں دیں۔ (یہ لوگ تقریباً سو تھے) پھر اُن سے کہا گیا کہ تم میرے ایک دشمن کو قتل کر دینا جب وہ میرے پاس شب کے وقت آئے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان سب نے اپنے ہتھیار سنبھالے اور تعمیل حکم کے لیے تیار ہو گئے۔ ادھر اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بُلایا۔ اور ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھایا کہ اب میرا دشمن آنے والا ہے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

لیکن جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے تو وہ سب کُتّوں کی طرح عوعو کرنے لگے، اپنے ہتھیار ایک طرف پھینک دیے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ لیے اور سجدے میں گر کر اپنا منھ خاک پر مَلنے لگے۔

منصور نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اُسے خود اپنی ہی جان کا خطرہ لاحق ہوا اور آپؑ سے کہا کیا بات ہے؟ آپؑ کیسے تشریف لائے۔

آپؑ نے فرمایا، تو نے ہی تو طلب کیا تھا اس لیے میں تو غسل کر کے اور حنوط لگا کر آیا ہوں۔ تاکہ تجھے اسکی بھی تکلیف نہ دوں۔

منصور نے کہا معاذ اللہ، بھلا، ایسا کس طرح ممکن ہے؟ بلا وجہ آپؑ کو زحمت ہوئی ہے۔ آپ واپس تشریف لے جائیں۔

آپؑ واپس تشریف لے آئے اور وہ عجمی اسی طرح سجدے میں پڑے رہے۔
منصور نے اپنے ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ بادشاہ کا دشمن آیا تھا اُس کو تم نے قتل کیوں نہیں کیا؟
اُن سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے اُس آقا و مولا کو کیسے قتل کرسکتے ہیں جو روزانہ ہمارے پاس آتا ہے، ہمارے اوپر شفقت و مہربانی کرتا ہے جو ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم ان کے سوا کسی اور کو اپنا والی و آقا نہیں سمجھتے۔
یہ سُن کر منصور خوفزدہ ہو گیا اور اُس نے رات ہی رات میں ان سب کو واپس کر دیا اور اس کے بعد اُس نے آپؑ کو زہر سے شہید کیا۔ (مشارق الانوار ص ۱۱۲)

۳ = صلۂ رحم کے متعلق احادیث

عبدالوہاب بن محمد بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کے لیے فرش بچھا دیا جائے۔
پس اس کے پہلو میں فرش بچھا دیا گیا، اس پر آپؑ کو بٹھایا اور آواز دی علی کو میرے پاس لاؤ، مہدی کو میرے پاس لاؤ۔ (یہ اُس نے کئی مرتبہ کہا)
درباریوں نے کہا ابھی حاضر کرتے ہیں اے امیر المومنین! مہدی کو عطریات بہت پسند ہیں اس لیے ہر وقت معطر رہتا ہے۔ ذرا دیر میں وہ بھی آیا، مگر اُس کے آنے سے پہلے اُس کی خوشبو آنے لگی تھی۔ اس کے بعد منصور، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا، اے ابوعبداللہ! کوئی حدیث صلۂ رحم کے متعلق بیان کیجیے جسے مہدی بھی سُنے۔
آپؑ نے ارشاد فرمایا، "مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان کیا، اُن سے اُن کے پدر بزرگوار نے، اُن سے اُن کے پدر بزرگوار نے، اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص جس کی عمر صرف تین سال باقی رہ گئی ہو اگر وہ صلۂ رحم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں تیس۳۰ سال کا اضافہ فرما دے گا، اور اگر کسی کی عمر تیس۳۰ سال باقی رہ گئی ہو اور وہ قطعِ رحم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں تخفیف کر کے تین سال کر دے گا (یا کر دیتا ہے) پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:
" يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (سورۂ رعد آیت ۳۹)
(اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔)

منصور نے کہا، جی ہاں، یہ حدیث اچھی ہے مگر میرا ارادہ یہ حدیث سننے کا نہ تھا
آپؑ نے ارشاد فرمایا، اچھا، پھر دوسری سنو۔ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے بیان کیا، اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے اُن کے پدرِ عالیقدر نے اور اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

★ "صلۂ رحم سے بستیاں آباد رہتی ہیں عمروں میں اضافہ ہوتا ہے خواہ اُن بستیوں کے رہنے والے نیکوکار بھی نہ ہوں۔"

منصور نے کہا، جی ہاں یہ حدیث بھی اچھی ہے مگر میرا ارادہ اے ابوعبداللہ! اِس حدیث کے سُننے کا بھی نہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا تو پھر تیسری حدیث سنو۔ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے بیان فرمایا، اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے، اُن سے اُن کے پدرِ عالیقدر نے اور اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

★ "صلۂ رحم سے (قیامت کے دن) حساب کو آسان بنا دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بُری موت سے بچا دیتا ہے۔"

منصور نے کہا، جی ہاں، میں یہی حدیث سُننا اور مہدی کو سنوانا چاہتا تھا۔

(امالی شیخ طوسی ص۳۰۶)

(۴) منصور سے گفتگو

داؤد شعیری نے منصور کے مصاحب سے روایت کی ہے کہ منصور کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کوئی بات پہونچی تو اُس نے آپؑ کو طلب کیا۔ جب آپؑ اُس کے دروازے پر پہونچے تو اندر سے دربان نکلا اور کہا، اس ظالم و جابر کے عتاب سے اللہ آپؑ کو بچائے کیونکہ اس وقت وہ آپؑ پر بہت ہی برافروختہ (ناراض) ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ میرا محافظ و مددگار ہے وہ میری مدد فرمائے گا (انشاء اللہ) تم میرے لیے اُس سے ملنے کی اجازت لے آؤ۔

اُس نے آپؑ کے لیے اجازت طلب کی۔ آپؑ اندر تشریف لے گئے اُس کو سلام کیا اور اُس نے جوابِ سلام دیا اور کہنے لگا، اے جعفر! کیا تمھیں بھی معلوم ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھارے جد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ "اے علیؑ! اگر مجھے اس کا ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت کا ایک گروہ تمھارے بارے میں بھی وہی کہنے لگے گا جو نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کہتے ہیں تو میں تمھاری ایسی فضیلت بیان کرتا کہ جس مجمع سے تم گذرتے لوگ برکت و شفا

کے لیے تمھارے قدموں کی خاک اُٹھا کر لیجاتے۔"

اور حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی ارشاد فرمایا کہ "میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں پڑ جائیں گے، ایک میری محبت میں حد سے گذرنے والے، دوسرے میری دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے والے"۔ اور میرا اس میں کوئی قصور نہیں اُنھوں نے ایسا اظہار معذرت کے لیے کیا کہ وہ غالی اور مفرط کے قول پر راضی نہیں۔ خدا کی قسم اگر عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے قول پر خاموش رہتے تو اللہ ان کو بھی معذب کر دیتا، اور تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمھارے متعلق کیا کیا جھوٹ اور بہتان کہا جاتا ہے مگر اُن سب پر تمھاری خاموشی اور رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ حجاز کے احمق اور کمینے لوگوں کا خیال ہے کہ تم اعلم دہر ہو، معبود کی حجت و ناموس ہو، اُس کے ترجمان ہو، اُس کے علم کا مخزن ہو، اُس کے عدل کی میزان ہو، اس کے وہ روشن چراغ ہو جس سے طالبِ حق کے لیے تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور راستہ واضح ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمھارے حدود کو نہ پہچاننے والے کسی عامل کا عمل نہ دنیا میں اللہ قبول کرے گا اور نہ قیامت کے دن اُس کے عمل کا کوئی وزن ہوگا، اُن لوگوں نے تمھیں حد سے بڑھا دیا ہے اور ایسی باتیں تمھارے متعلق کہتے ہیں جو تم میں نہیں ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے متعلق غلط فہمی نہ پیدا ہونے دو۔ سچ سچ کہدو اس لیے کہ سب سے پہلے تمھارے جد (محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچ بولے تھے اور سب سے پہلے تمھارے جد بزرگوار (حضرت علیؑ) نے اُن کی تصدیق کی تھی تمھیں بھی یہی چاہیے کہ ان ہی حضرات کے نقشِ قدم پر چلو اور انھیں کا راستہ اختیار کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! میں بھی اسی شجر زیتون کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں، خانۂ نبوت کی قندیلوں میں سے ایک قندیل ہوں ادب آموزِ کاتبانِ قضا ہوں، پروردۂ آغوشِ صاحبانِ کرامت و خوبی ہوں، میں اس مشکوٰۃ کے چراغوں میں سے ایک چراغ ہوں جس میں سارے انوار کا نچوڑ اور کلمہ باقیہ کا خلاصہ ہے اور جو برگزیدہ و منتخب ہستیوں کے بعد تا قیامت باقی رہے گا۔

یہ سن کر منصور حاضرین کی طرف ملتفت ہوا اور بولا، انھوں نے تو مجھے ایک ایسے سمندر میں ڈال دیا جس کا نہ کہیں کنارہ نظر آتا ہے اور نہ اس گہرائی کا پتہ چلتا ہے، اس کے سامنے بڑے بڑے علما حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ اس سمندر میں بڑے بڑے پیراک غرق ہو جائیں گے، بڑے بڑے غوطہ خور غوطہ لگا کر ناکام واپس ہو جائیں گے، یہی تو خلفائے اسلام کے گلے کی پھانس ہے جس کو نہ مٹانا جائز ہے، نہ قتل کرنا روا ہے۔ اگر ہم اور یہ دونوں اس ایک شجر سے نہ ہوتے جس کی جڑ طیب و طاہر ہے جس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں جس کے پھل شیریں ہیں جس کی ذریت بابرکت جس کی عقل و حکمت

پاک و مقدّس ہے۔ تو میں ان کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتا، اس لیے کہ میں نے سُنا ہے کہ یہ ہماری عیب جوئی کرتے ہیں اور ہمیں بُرا کہتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا' آپ اپنے رشتہ داروں اور خاندان کے افراد کے متعلق ان لوگوں کی بات نہ مانیں جن کے لیے جنّت حرام اور جن کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ چغل خور ایک دھوکہ باز گواہ ہے اور لوگوں کو بہکانے میں ابلیس کا شریکِ کار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝

(سورۃ الحجرات آیت ۶)

(ترجمہ)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو' جب کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو اُس کی تحقیق کر لیا کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی جہالت کے سبب سے لوگوں کو صدمہ پہنچاؤ پھر اپنے کیے پر خود ہی نادم ہونا پڑے۔)

ہم لوگ آپ کے انصار و اعوان اور آپ کی سلطنت کے ستون و ارکان بنے رہیں گے جبتک آپ نیکی کا حکم دیں گے' اپنی رعایا میں احکام قرآن نافذ کریں گے اور اللہ کی اطاعت کریں گے اور شیطان کی ناک رگڑتے رہیں گے اور آپ کے پاس تو وسعتِ فہم اور کثرتِ علم ہے آپ آدابِ الٰہی کی معرفت رکھتے ہیں آپ پر واجب ہے کہ جو شخص آپ سے قطع رحم کرے آپ اُس کے ساتھ صلۂ رحم کریں' جو آپ کو محروم کرے آپ اُس کو عطا کریں' جو آپ پر ظلم کرے آپ اُسے معاف کریں' اس لیے کہ صلۂ رحم کے بدلے میں صلۂ رحم کرنے والا درحقیقت صلۂ رحم کرنے والا نہیں کہا جائے گا' بلکہ دراصل صلۂ رحم کرنے والا وہ ہے کہ جو اُس کے ساتھ قطعِ رحم کرے اور یہ اُس کے ساتھ صلۂ رحم کرے۔

لہٰذا اللہ آپ کی عمر زیادہ کرے آپ صلۂ رحم سے کام لیکر اپنے قیامت کے دن کے حساب کو اپنے لیے ہلکا کرلیں۔

منصور نے کہا' جائیے آپؑ کی قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے میں نے آپؑ کو چھوڑ دیا اور آپؑ کی حق پسندی و سچائی کی بنا پر میں نے آپؑ کو درگزر کیا۔ اب آپ مجھے کوئی ایسی نصیحت کریں جو واقعاً مجھے برائیوں سے بچائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا' آپ حلم اور برداشت سے کام لیا کریں یہ علم کا ستون ہے۔ آپ قدرت و طاقت کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھیں کیونکہ اگر آپ نے

اپنی قدرت و طاقت کا استعمال کیا تو گویا آپ نے اپنے غیظ کی تشفی کی، یا اپنی کدورت کا مداوا کیا، یا آپ نے اپنے کو باصولت و باشوکت و بارُعب کہلوانے کی خواہش کی۔

اور یہ بھی یاد رکھیں، اگر آپ نے کسی مستحقِ سزا کو سزا دیدی تو زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے کہ آپ نے عدل و انصاف سے کام لیا، مگر مستحقِ سزا آپ کے عدل پر صبر کرے، اس سے بہتر یہ ہے کہ وہ آپ کا شکریہ ادا کرے۔

منصور نے کہا، آپؑ نے بڑی اچھی اور بہت مختصر الفاظ میں نصیحت کی اب آپؑ اپنے جدّ حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کی فضیلت میں کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں جس سے عوام واقف نہ ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا اور اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے انکے والدِ بزرگوار نے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب میں شبِ معراج آسمان پر پہونچا تو میرے ربّ نے مجھ سے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے متعلق تین باتیں کہیں اور فرمایا، اے محمدؐ!

میں نے عرض کیا " لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ میرے پروردگار!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سنو! علی امام المتقین، قائد الغرّ المحجلین اور یعسوب المومنین ہیں، علیؑ کو جاکر اس کی خوشخبری سُنا دینا۔

جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خوشخبری سُنائی تو حضرت علی علیہ السلام اپنے پروردگار کے شکر کے لیے سجدہ میں گر گئے، پھر سجدے سے سرِ اقدس اُٹھایا اور عرض کیا، یا رسولُ اللہ! کیا میری قدر و منزلت اس حد کی ہے کہ وہاں بھی میرا ذکر ہوا ہے؟

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں، اے علی! اللہ تم کو خوب جانتا ہے اور رفیقِ اعلیٰ میں تمہارا تذکرہ رہتا ہے۔"

منصور نے کہا۔" ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

ترجمہ: "یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے" (سورۂ مائدہ آیت ۵۴) (امالی ص۶۱۱)

• ن۔ کتاب مستدرک میں اپنے اسناد کے ساتھ حسین بن محمد بن عامر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(مستدرک)

⑤ حُسنِ سلوک کی ضرورت

مہاجر بن عمار کا بیان ہے کہ ابو دوانیق (منصور) نے مجھے مالِ کثیر دے کر مدینہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ میں اُس (علوی) خاندان والوں سے انتہائی عاجزی اور انکساری سے پیش آؤں اور اُن کی باتیں نوٹ کرتا رہوں۔

اُس کا بیان ہے کہ میں مدینہ آ کر قبرِ رسولؐ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ دن رات وہیں رہنے لگا، اوقاتِ نماز کے علاوہ میں کبھی وہاں سے نہیں ہٹتا تھا اور قبرِ رسولؐ کے پاس جو سائلین آتے تھے اُن کے سامنے درہم لٹا دیا کرتا تھا بلکہ اُن پر ایک چیز کے بعد دوسری چیز لُٹایا کرتا تھا، یہاں تک کہ اولادِ امام حسن علیہ السلام میں سے کچھ جوانوں اور بوڑھوں سے میرے مراسم بھی استوار ہو گئے میں اور وہ کافی گھُل مِل گئے۔

اُس کا بیان ہے کہ اس دوران جب بھی میں حضرت ابو عبداللہ کے پاس جاتا تو وہ میرے ساتھ بڑے لطف و کرم سے پیش آتے۔ ایک دن جب میں اُن کے پاس گیا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا، اے مہاجر! (اور ابھی تک میں نے اپنا نام یا کُنیت کسی کو نہیں بتائی تھی۔) جا کر اپنے امیر سے کہدو کہ جعفر بن محمدؑ نے کہا ہے کہ یہ جو تم اپنے خاندان کے ساتھ کر رہے ہو انھیں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور تم اس قوم کے مفلس نوجوانوں کے پاس جاسوسی کرنے کے لیے آ گئے ہو تاکہ ممکن ہے کہ ان کے منھ سے کوئی لفظ نکل جائے تو اُن کا خون بہانے کا جواز پیدا ہو جائے۔ کاش تم ان کے ساتھ نیکی کرتے صلۂ رحم سے کام لیتے اور اُن کے افلاس کو دور کرتے، اس جاسوسی سے زیادہ انھیں اس کی ضرورت تھی۔ الغرض میں ابو دوانیق کے پاس واپس گیا اور کہا کہ میں ایک ساحر و کذّاب و کاہن کے پاس سے واپس آ رہا ہوں۔ اُس نے یہ سب کچھ کہا ہے۔

ابو دوانیق نے کہا، انھوں نے سچ کہا ہے واقعی اس اہلِ خاندان کو اس کے سوا کسی اور سلوک کی زیادہ ضرورت ہے مگر دیکھنا، یہ باتیں کوئی اور نہ سُننے پائے۔

(الخرائج والجرائح ص ۲۴۴)

• ن ابو القاسم اصفہانی کی کتاب الترغیب والترہیب میں اور ابن عبد ربّہ کی کتاب "العقد الفرید" میں مرقوم ہے کہ منصور نے جب آپؑ کو دیکھا تو بولا، اگر میں نے تمھیں قتل نہ کیا تو اللہ مجھے قتل کرے۔

آپؑ نے فرمایا، اے امیر المومنین! سلیمانؑ کو اللہ نے ملک عطا فرمایا، اُنھوں نے

اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت ایوبؑ مصیبت میں مبتلا ہوئے، اُنھوں نے صبر کیا، حضرت یوسفؑ پر ظلم کیا گیا، اُنھوں نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ آپ بھی ان ہی حضرات کے وارث ہیں اس لیے آپ کو زیادہ حق پہونچتا ہے کہ اُن کی تاسی کریں۔

یہ سُن کر منصور نے کہا، اے ابو عبد اللہؑ ادھر آئیے آپ سے تو مجھے رشتۂ قربت حاصل ہے، میری شاخ درشاخ رشتہ داری ہے، آپ کے اندر ہر طرح کی سلامت رَدِی بھی ہے، آپؑ کی طرف سے مجھے کوئی شکایت نہیں۔ پھر داہنے ہاتھ سے مصافحہ کیا بائیں ہاتھ سے معانقہ کیا، اور انعام واکرام اور خلعت دیے جانے کا حکم دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے جو ربیع سے منقول ہے کہ اُس نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا، اپنی حاجتیں بیان کرو۔

آپؑ نے بہت سے لوگوں کی درخواستیں پیش کیں۔

اُس نے کہا، مگر آپ خود اپنی ضروریات وحوائج بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم اس کی اجازت نہ دوگے کہ میں تمھارے پاس نہ آیا کروں؟

اُس نے کہا، یہ ممکن نہیں۔ (مناقب جلد ۳ ص ۲۵۸، عقد الفرید جلد ۳ ص ۲۲۴)

• ــ دیگر :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ منصور نے علمائے مدینہ کو طلب کیا۔ جب ہم لوگ دروازے پر پہونچے تو ربیع باہر نکلا اور بولا، آپ حضرات میں سے دو آدمی امیر المومنین کے پاس جائیں۔

لہٰذا میں اور عبد اللہ بن حسن اندر گئے۔ جب اُس کے پاس جا کر بیٹھے تو وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا تم ہی وہ ہو جسے علم غیب کا دعویٰ ہے؟"

میں نے کہا، نہیں، اللہ کے سوا تو کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔

اُس نے کہا، کیا تم ہی وہ ہو کہ جس کے پاس خراج آتا ہے؟

میں نے کہا، نہیں، خراج تو صرف آپ کے پاس آتا ہے۔

اُس نے کہا، معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟

میں نے کہا، نہیں۔

اُس نے کہا، میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم لوگوں کے حلیے بگاڑ دوں، تمھارے دلوں کا

سارا کینہ و عداوت نکال دوں اور تمھیں بھیک مانگنے کے لیے سرِ راہ بٹھا دوں۔ اس کے لیے میں نے اہلِ شام و حجاز والوں کو نہیں بُلایا ہے اس لیے کہ وہ آئیں گے تو تمھارے لیے تباہی لائیں گے۔

میں نے کہا، اے امیرالمومنین! حضرت ایوبؑ مصیبت میں مبتلا ہوئے، تو اُنھوں نے صبر کیا۔ حضرت یوسفؑ پر ظلم ہوا، اُنھوں نے معاف کر دیا، حضرت سلیمانؑ کو سلطنت ملی، اُنھوں نے شکرِ خدا ادا کیا آپ بھی تو ان ہی حضرات کی نسل سے ہیں۔

یہ سن کر وہ خوش ہوا اور بولا، اچھا ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث سُناؤ جو تم نے کسی وقت مجھے سُنائی تھی۔

میں نے کہا، مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے بیان کیا، اُن سے میرے جد نے اور انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "رحم ایک رسّی ہے جو زمین سے آسمان تک تنی ہوئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ جو مجھے کاٹے گا اُسے اللہ کاٹ دے گا اور جو مجھے باقی رکھے گا (یا جو مجھ سے ملا رہے گا) اللہ اس کو باقی رکھے گا۔"

اُس نے کہا، نہیں یہ نہیں بلکہ وہ دوسری حدیث تھی

میں نے کہا، دوسری حدیث سنو! مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے میرے جدِ بزرگوار نے اور اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کیا اور اس کو اپنے نام سے مشتق کیا۔ جس نے اس کو باقی رکھا (وصل کیا) اس کو میں باقی رکھوں گا اور جس نے اس کو کاٹا (قطع تعلق کر لیا) اس کو میں بھی کاٹ دوں گا (یعنی اُس سے میرا بھی تعلق قطع ہو جائے گا)

اُس نے کہا، یہ بھی نہیں ہے وہ ایک اور حدیث تھی۔

میں نے کہا، اچھا ایک اور حدیث یہ ہے کہ "مجھ سے بیان فرمایا میرے پدرِ بزرگوار نے اور ان سے بیان کیا میرے جدِ بزرگوار نے اور اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے فرمایا کہ "بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی عمر صرف تین سال باقی رہ گئی تھی اُس نے صلۂ رحم سے کام لیا، اللہ نے اس کی عمر تینتیس ۳۳ سال کر دی گئی اور بنی اسرائیل کا ایک دوسرا بادشاہ تھا اُس کی عمر تیس سال باقی تھی اس نے قطع رحم سے کام لیا، اللہ نے اس کی عمر کم کر کے تین سال کر دی۔

منصور نے کہا، ہاں ہاں یہی حدیث میں چاہتا تھا۔ اچھا لو آج میں صلۂ رحم سے کام لے رہا ہوں۔ کہ آپ سب حضرات بخوشی اپنے اپنے وطن واپس چلے جائیں۔

ہم سب واپس آ گئے۔ (غوالی اللئالی)

۶ — منصور نے آپؑ سے اہلِ خاندان کی شکایت کی

فضل بن ربیع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ منصور نے ابراہیم بن جبلہ کو حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا، ابراہیم کہتا ہے کہ جب میں نے آپؑ کو منصور کے حکم کی اطلاع دی تو میں نے خود سُنا کہ آپؑ نے یہ دعا پڑھی۔

اللھم انت ثقتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الدعا۔

ربیع کا بیان ہے کہ جب آپ حاضرِ دربار کیے گئے تو میں نے اندر جا کر حضرت جعفرؑ بن محمدؑ اور ابراہیم کی آمد کی اطلاع دی۔ منصور نے مسیّب بن زہیر ضبّی کو بلایا، اُسے تلوار دی اور کہا، جب جعفرؑ بن محمدؑ آئیں گے تو میں اُن سے باتیں کروں گا اور تمھیں اشارہ کر دوں گا تم اُن کی گردن مار دینا حکم کا انتظار نہ کرنا۔

یہ سُن کر میں باہر آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ سے میری دوستی تھی۔ جب حج کو جایا کرتا تو برابر آپؑ سے ملتا اور آپؑ کی صحبت میں رہتا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اُس ظالم و جابر نے آپؑ کے متعلق ایسا حکم دیا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب آپؑ کو جو کچھ کسی سے کہنا سُننا ہو اور وصیت کرنی ہو کر لیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو، جب وہ مجھے دیکھے گا تو ایسا کرنے سے باز رہے گا۔

پھر آپؑ نے دروازے کا پردہ پکڑا اور یہ دعا پڑھی:

یا اللہ جبرئیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الدعا۔

پھر آپؑ اندر داخل ہوئے آپؑ کے لب حرکت میں تھے۔ میں سمجھ نہ سکا کہ آپؑ کون سی دعا پڑھ رہے تھے۔ ادھر منصور پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ جیسے آگ پر کسی نے پانی ڈال دیا اور وہ بُجھ گئی، اسی طرح اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ادھر حضرت جعفرؑ بن محمدؑ آگے بڑھے اور اس کے تخت کے قریب پہونچے۔ آپؑ کو دیکھتے ہی وہ فوراً اٹھا آپؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا پھر بولا، یا اباعبداللہ! آپؑ کو زحمت دینا مجھ پر گراں تھا مگر میں نے آپؑ کو اس لیے بُلایا ہے کہ آپؑ سے آپؑ کے اہلِ خاندان کی شکایت کروں کہ وہ میرے ساتھ عزیزوں جیسا سلوک نہیں کرتے مجھے بے دین کہتے ہیں، میرے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں۔ فرض کیجیے، اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص خلیفہ ہو جائے جو مجھ سے بھی زیادہ دور کا رشتہ دار ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو تو یہ اُس کی بات خوب سُنیں گے اور خوب اطاعت کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، یا امیر المومنین! ان لوگوں نے آپ کے ساتھ اتنا برا سلوک نہیں کیا جتنا آپ کے سلفِ صالحین کے ساتھ سلوک کیا گیا۔ حضرت ایوبؑ مصائب میں مبتلا ہوئے اُنھوں نے صبر سے کام لیا، حضرت یوسفؑ پر ظلم کیا گیا مگر اُنھوں نے معاف کر دیا، حضرت سلیمانؑ کو سلطنت عطا ہوئی اُنھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

منصور نے کہا، لیجیے، میں نے بھی صبر کیا اور معاف کیا اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں پھر کہا، یا ابا عبداللہ! میں نے آپؑ سے ایک مرتبہ صلۂ رحم کے متعلق ایک حدیث سُنی تھی وہ بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا سنو! مجھ سے بیان فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے، اُن سے بیان کیا میرے جدّ نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسنِ سلوک اور صلۂ رحم سے دنیا آباد رہتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔"

اُس نے کہا، یہ حدیث نہیں، وہ دوسری حدیث تھی۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا دوسری بھی سن لو۔ بیان کیا مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے بیان کیا میرے جدِّ عالی قدر نے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ "جو شخص چاہتا ہے کہ اُس کی موت تاخیر سے آئے اور وہ تندرست رہے تو اُسے چاہیے کہ وہ صلۂ رحم سے کام لے (یعنی اپنے اعزا کے حقوق کو ادا کرے)

اُس نے کہا، یہ بھی نہیں ہے وہ تو کوئی اور ہی حدیث تھی۔

آپؑ نے فرمایا کہ اچھا تیسری حدیث بھی سناتا ہوں۔ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ عالی قدر نے اور اُن سے بیان کیا میرے جدِّ امجد نے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے رحم کو دیکھا کہ عرش سے لپٹا ہوا ہے اور اللہ سے ایک قاطعِ رحم کی شکایت کر رہا ہے۔"

میں نے دریافت کیا، اے جبریل! ان دونوں رشتہ داروں کے درمیان کتنی دوری ہے؟

جبرئیل نے کہا، سات پشتوں کی۔

منصور نے کہا، یہ بھی نہیں۔ وہ کوئی اور حدیث تھی۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، چوتھی حدیث بیان کرتا ہوں۔" مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے بیان کیا اور اُن سے میرے جدِّ نامدار نے بیان فرمایا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ایک شخص جو اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا تھا اس کی جانکنی کا وقت

آیا اور اسی کے جوار میں ایک ایسا شخص تھا جو عاق شدہ تھا' اعزا کے حقوق ادا نہ کرتا تھا' اللہ نے فرمایا' اے ملک الموت! اس عاق شدہ کی عمر کتنی باقی ہے

ملک الموت نے کہا تیس سال۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کی عمر اس نیکوکار کو دے دو۔

منصور نے اپنے ایک غلام کو عطر لانے کا حکم دیا' وہ جب عطر لایا تو اس نے خود ہی اپنے ہاتھ سے آپ کو معطر کیا' چار ہزار دینار بطور تحفہ و ہدیہ پیش کیے' ایک سواری منگائی۔ غلام سواری لے کر آگیا تو اس نے سواری کو بالکل ہی تخت کے پاس کھڑا کیا اور آپؑ کو خود سوار کرایا' آپؑ چلے تو میں بھی آپؑ کے آگے دوڑتا ہوا چلا۔ میں نے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے الحمد للہ ..... الدعا۔

میں نے عرض کیا' کہ' فرزندِ رسولؐ! اس ظالم و جابر نے مجھے کئی مرتبہ تلوار دی کہ اس سے ان کو قتل کر دو۔ مگر میں راضی نہ ہو۔ بالآخر اس نے مسیب ابنِ زہیر کو بلایا' اسے تلوار دے کر حکم دیا کہ اس سے قتل کر دے۔ مگر میں نے دیکھا کہ آپؑ کوئی دعا پڑھ رہے تھے جس کو میں سن نہ سکا کہ وہ کون سی دعا تھی۔؟

آپؑ نے فرمایا' یہ جگہ دعا تعلیم کرنے یا بتانے کی نہیں ہے۔

پھر میں شب کو آپؑ کے پاس گیا تو آپؑ نے وہ دعا مجھے تعلیم کی۔

(۷) = آپؑ پر بہتان لگانے کی فوری سزا

محمد بن حسن بن شمعون سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن فضل بن ربیع حاجب منصور سے مکہ میں ملاقات کی تو اس نے بتایا کہ مجھ سے میرے باپ نے اور اُن سے میرے دادا ربیع نے بیان کیا کہ ایک دن منصور نے مجھے بلایا اور کہا' اے ربیع! جعفرؑ بن محمدؑ کو حاضر کرو' واللہ! میں اُن کو ابھی قتل کروں گا۔

یہ حکم پا کر میں چلا اور جب اُن کے پاس پہونچا تو عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! اب آپؑ کو جو وصیت کرنی ہو کر لیں۔

آپؑ نے فرمایا' چلو میں منصور کے ہی چلتا ہوں تم مجھے اُس سے ملاقات کی اجازت دلا دینا۔

میں منصور کے پاس پہونچا اور کہا' وہ آپ سے ملاقات چاہتے ہیں۔

اُس نے کہا' اچھا' اُنھیں بُلا لاؤ۔

میں آپؑ کو بُلا کر اندر لے گیا اور جیسے ہی آپؑ کی نگاہ منصور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کے لبوں کو حرکت ہو رہی ہے مگر وہ کیا پڑھ رہے ہیں، یہ نہ سمجھ سکا۔ انھوں نے آگے بڑھ کر منصور کو سلام کیا تو اُس نے اُٹھ کر انھیں گلے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا تمھاری جو بھی ضروریات ہوں اُن سے مجھے آگاہ کریں۔

آپؑ نے بہت سے لوگوں کی درخواستیں اُس کے سامنے پیش کیں۔ اُس نے اُن سب کو منظور کر لیا۔ پھر کہا، تم اپنی ذاتی حاجت بھی تو بیان کرو۔

آپؑ نے فرمایا میری حاجت صرف یہ ہے کہ مجھے یہاں نہ بُلایا کریں۔

منصور نے کہا، یہ ممکن نہیں۔ اس لیے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپؑ کو غیب کی باتیں معلوم ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم سے یہ بات کس نے کہی ہے۔؟

منصور نے وہاں بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اُس بوڑھے سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا اے شخص! کیا تو نے مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے سُنا ہے؟

بوڑھے نے کہا، جی ہاں سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے امیر المومنین! کیا یہ بوڑھا حلف سے کہے گا؟

منصور نے بوڑھے سے کہا، حلف سے کہو۔

بوڑھے قسم کھانا شروع کی تو آپؑ نے منصور سے فرمایا، سنیے! میرے پدرِ عالیقدر نے مجھ سے بیان فرمایا اور انھوں نے اپنے جد سے سُنا اور انھوں نے حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ "اگر کوئی بندہ اپنی قسم میں اللہ کے تنزّہ اور اُس کی پاکی کا اقرار کرے خواہ وہ جھوٹی ہی قسم کیوں نہ کھا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس پر فی الفور عذاب نازل نہیں کرتا، اس لیے کہ اُس نے اللہ کے منزّہ ہونے اور اس کی پاکی کا اقرار کر لیا ہے۔ اس کے برعکس میں جس طرح کہوں اس طرح حلف اُٹھوائیے۔

منصور نے کہا، ہاں ہاں جس طرح آپ کہیں گے اسی طرح اس کو حلف اُٹھانا ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس بوڑھے سے فرمایا، کہو! کہ "میں اللہ کی قوّت و طاقت سے خود کو بَری کر کے اپنی قوّت و طاقت پر بھروسہ کروں گا، اگر میں نے آپؑ کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے نہ سُنا ہو۔"

ان الفاظ میں حلف اُٹھانے کے لیے بوڑھا ہچکچانے لگا، منصور نے اپنا ڈنڈا اُٹھایا اور بولا، خدا کی قسم، اگر تو نے ان الفاظ میں حلف نہ اُٹھایا تو میں تجھے اس ڈنڈے پر اُٹھا لوں گا۔

اب بوڑھا مجبور ہوگیا اور اُس نے مُنہ سے ان ہی الفاظ میں حلف اُٹھایا اور ابھی حلف کے الفاظ ختم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اُس کی زبان کتے کی طرح منھ سے باہر نکل آئی اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام وہاں سے اُٹھ کر تشریف لے گئے۔

ربیع کا بیان ہے کہ منصور نے مجھے بلایا اور کہا، وائے ہو تجھ پر دیکھ اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کر دینا ورنہ لوگ بہک جائیں گے۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے قسم دے کر پوچھا کہ:

فرزندِ رسولؐ! منصور نے تو آپؑ کو ایک انتہائی مخدوش اقدام کے ارادے سے طلب کیا تھا مگر جیسے ہی اُس کی نگاہیں آپؑ کی نگاہوں سے ملیں اس کا سارا غم و غصہ کافور ہو گیا، آخر آپؑ نے کون سی دعا پڑھی تھی؟

آپؑ نے فرمایا اے ربیع! میں نے کل شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے جعفرؑ! کیا تم منصور سے خائف و ترساں ہو؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اچھا، جب تمھاری نگاہ اُس پر پڑے تو یہ دعا پڑھ لینا۔

دُعا برائے حفظ از شرِ اعداء

"بِسْمِ اللّٰهِ اَسْتَفْتِحُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ اَسْتَنْجِحُ وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَوَجَّهُ اَللّٰهُمَّ ذَلِّلْ لِيْ صُعُوْبَةَ اَمْرِيْ وَكُلَّ صُعُوْبَةٍ وَّ سَهِّلْ لِيْ حُزُوْنَةَ اَمْرِيْ وَكُلَّ حُزُوْنَةٍ وَّ اكْفِنِيْ مُؤْنَةَ اَمْرِيْ وَكُلَّ مُؤْنَةٍ۔ (امالی شیخ طوسی صـ ۲۹۲)

دیگر:

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ایک شخص حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کے درِ دولت پر پہونچا اور آپؑ سے ملا اور کہنے لگا کہ آپؑ اپنی جان بچانے کی تدبیر کیجیے۔ فلاں بن فلاں نے منصور سے آپؑ کی چغلی کھائی ہے کہ آپؑ شیعوں سے اس امر پر بیعت لے رہے ہیں کہ آپؑ خروج کریں گے۔

یہ سُن کر آپؑ نے تبسم فرمایا اور کہا، اے بندۂ خدا! ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی فضیلت کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو خواہ اسے از روئے حسد و بغض کتنا ہی

چھپایا جائے یا انکار کیا جائے اس میں ایسی حرکت پیدا کرتا ہے کہ وہ از خود ظاہر ہو جاتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ بیٹھو ابھی میرا بلاوا آرہا ہوگا، تم بھی میرے ہی ساتھ چلنا اور دیکھنا کہ قدرتِ خدا سے وہ بات کیسے ظہور میں آتی ہے جس سے کوئی مومن بچ نہیں سکتا۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کچھ لوگ آئے اور بولے چلیے، آپؑ کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُٹھے اور منصور کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ غیظ و غضب میں بھرا بیٹھا ہے۔ آپؑ کے پہونچتے ہی اُس نے کہا کہ تم عامۃ المسلمین کے خلاف خروج کے لیے شیعوں سے بیعت لے رہے ہو، اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو تم انھیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو، باہم فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہو ؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، نہیں میں نے اس طرح کی تو کوئی بات نہیں کی ہے۔

منصور نے کہا، مگر یہ بات فلاں شخص تو کہتا ہے کہ تم نے ایسا کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، یہ جھوٹا ہے۔

منصور نے کہا، میں اس سے حلف اُٹھواتا ہوں، اگر اس نے حلف اُٹھالیا تو میرے لیے تمہیں سزا دینے کے لیے یہی کافی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، خیر، اگر اُس نے جھوٹا حلف اُٹھایا تو اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا۔

منصور نے اپنے حاجب سے کہا کہ اس شخص سے کہو کہ جو کچھ بھی اُس نے جعفرؑ بن محمدؑ کے متعلق بیان کیا ہے اس کی تصدیق کے لیے حلفیہ کہے۔

حاجب نے اُس شخص سے سختی کے ساتھ کہا کہ اس طرح حلف سے کہو "واللہ الذی لا الٰہ الا اللہ" (اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، نہیں، ان الفاظ کے ساتھ اس سے حلف نہ لو۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سُنا ہے کہ وہ میرے جدِّ امجد جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، بعض لوگ جھوٹا حلف بھی اٹھا لیتے ہیں اور اس حلف میں اللہ کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں اُس کے صفاتِ حسنہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اُس کے جھوٹے حلف کے گناہ پر اللہ کی عظمت و بزرگی حاوی ہو جاتی ہے بر ایں بنا اُس کی سزا موخر کر دی جاتی ہے۔ لہٰذا میں خود اس سے حلف اٹھواؤں گا۔ اور طریقہ اختیار کروں گا جس کے متعلق میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ میرے جدِّ امجد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس طرح جھوٹا حلف اُٹھائے گا اُس کے گناہ کی سزا اس کو فوراً ملے گی۔

منصور نے کہا، اچھا، اے جعفر! تم خود ہی اس سے حلف اُٹھوالو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس شخص سے کہا، ان الفاظ میں حلف اُٹھاؤ کہ "اگر میں نے تم پر جھوٹ الزام لگایا ہو تو میں اللہ کی قوت و طاقت سے بیزار ہو کر اپنی ہی قوت و طاقت کی پناہ میں ہوں"

اُس شخص نے ان ہی الفاظ میں حلف اُٹھایا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگارا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کو ابھی موت دے۔

آپؑ کا یہ فقرہ تمام نہ ہوا تھا کہ وہ شخص گر کر مر گیا۔ اور پھر اس کی لاش کو لوگ وہاں سے اُٹھا کر لے گئے۔

منصور کے چہرے پر امام علیہ السلام کی طرف سے جو آثارِ غضب نمایاں تھے وہ مسرت میں تبدیل ہو گئے اور امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، اے جعفر! اب آپؑ اپنی حاجت بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، میری حاجت صرف یہ ہے کہ میں فوری طور پر اپنے اہل و عیال میں واپس پہنچوں کیونکہ وہ سب میری وجہ سے پریشان ہوں گے۔

منصور نے کہا، آپؑ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔

الغرض آپؑ وہاں سے بہت عزت و احترام کے ساتھ اپنے بیت الشرف کی جانب روانہ ہو گئے۔ منصور کو سخت حیرت تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اُس مرنے والے شخص کی موت اتفاقی اور مفاجاتی واقع ہوئی ہے۔ مگر اور لوگ اس کی میّت کو دیکھنے اور اس کے معاملے پر غور کرنے لگے۔ اور جب وہ اپنے تابوت میں رکھا گیا اور لوگ ابھی اس کی موت پر غور کر رہے تھے مختلف قسم کی قیاس آرائیاں اس کے بارے میں ہو رہی تھیں کہ اچانک وہ اپنے تابوت میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے چہرے سے کفن ہٹا کر بولا "اے لوگو! میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر جو الزام تراشی کی تھی اس کی وجہ سے مجھے یہ سزا ملی ہے کہ خداوندِ عالم مجھ پر غضبناک ہے جہنّم کی آگ کے شعلے مجھ پر لپک کر جلا رہے ہیں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور جس طرح میں ہلاک ہوا تم لوگ ایسی غلطی کر کے ہلاک ہونے بچنے کی سعی کرنا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا چہرہ کفن میں چھپا لیا اور پھر بے حس و حرکت لیٹ گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو اب اس میں جان نہ تھی مردہ تھا۔ اس لیے اس کو دفن کر دیا گیا۔

(الخرائج والجرائح صـ ٢٤٤)

۰۳ دیگر :

صفوان جمال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام دوسری مرتبہ کوفہ تشریف لے گئے تو میں سواری پر سوار کر کے آپؑ کو لے گیا۔ جب آپؑ منصور کے شہر اور محلہ ہاشمیہ میں پہونچے تو آپؑ نے رکاب سے پاؤں نکالے لبغلہ شہبا طلب کیا اور سفید لباس جس میں سفید ہی ازار بند تھا زیب تن فرمایا، جب آپؑ منصور کے دربار میں پہونچے تو اُس کہا :

اے ابو عبد اللہ! تم نے تو خود کو بالکل انبیاء کے مشابہہ بنا لیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم مجھے اولادِ انبیاء نہیں سمجھتے ؟

اُس نے کہا، جو کچھ بھی ہیں آپؑ، میرا ارادہ تو یہ ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو مدینہ بھیجوں جو وہاں کے تمام نخلستان کاٹ ڈالیں اور ان کو مع اُن کی ذرّیت کے اسیر کرلائیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ یا امیر المومنین! یہ کس جُرم کی سزا ہیں ؟

اُس نے کہا، مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا غلام معلیٰ بن خنیس تمہاری حکومت کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے اور تمہارے لیے اموال جمع کر رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اُس نے کہا، مجھے تو ہرگز یقین نہیں آئے گا تاوقتیکہ تم اپنی عورتوں کی طلاق، غلاموں کی آزادی اور جانوروں سے دستبرداری کی قسم نہ کھاؤ گے۔

آپؑ نے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا آپ کے نزدیک صحیح ہے۔ جو اللہ پر راضی نہ ہو وہ کس مد میں ہے ؟

منصور نے کہا، اچھا، تم مجھ پر علمِ فقہ جاری کر رہے ہو ؟

آپؑ نے فرمایا، پھر آپ مجھے فقہ سے دور کیوں سمجھتے ہیں؟ میں فرزندِ رسولؐ ہوں۔

اس نے کہا اچھا میں اُس شخص کو بلاتا ہوں جس نے تمہاری شکایت کی ہے۔

جب وہ آیا تو آپؑ نے اس سے قسم کھلانے کیلئے فرمایا، تو اُس نے کہا میں اُس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ عالم الغیب و الشہادت اور رحمٰن و رحیم ہے کہ آپؑ نے یہ کہا ہے اور میں سچا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، وائے ہو تجھ پر تو اللہ کی حمد و ثناء کر رہا ہے اس لیے اللہ تجھ پر عذاب نازل کرنے میں شرم کر رہا ہے۔ بلکہ تو اس طرح کہہ کہ "میں اللہ کی قوت و طاقت سے بیزار و بری ہو کر اپنی قوت اور طاقت پر بھروسہ کرتا ہوں"۔ اس نے جب ان الفاظ میں حلف اُٹھایا تو فوراً ہی وہ گر کر مر گیا۔ ابو جعفر منصور نے کہا اب میں کسی کا اعتبار نہ کروں گا۔ پھر آپؑ کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔ (الکافی جلد ۶ صـ ۴۴۵)

۸ — والیٔ مدینہ کو برسرِ منبر ٹوکنا

عبداللہ بن سلیمان تیمی سے روایت ہے
کہ جب عبداللہ بن حسن کے دونوں فرزند محمد اور ابراہیم قتل کر دیے گئے تو ایک شخص مدینہ میں آیا جس کا نام شیبہ بن عفال تھا جسے منصور نے مدینہ کا والی بنا دیا تھا۔ جب وہ پہونچا تو جمعہ کے دن مسجدِ نبوی میں خطبہ دینے کی غرض سے منبر پر جاکر حمد و ثناءِ الٰہی بجالایا اور کہنے لگا۔

اے لوگو! سنو! علی ابنِ ابی طالبؑ نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی، مومنین سے جنگ کی، چاہتے تھے کہ خود خلیفہ رہیں دوسرے کو نہ ہونے دیں، مگر اللہ نے اُن کو اس سے محروم کر دیا، وہ اسی رنج میں مر گئے اور یہ اُن کی اولاد اُن ہی کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے وہ خلافت کے مستحق نہیں۔ پھر بھی اپنے لیے خلافت چاہتے ہیں۔ اسی لیے یہ لوگ اس حدودِ مملکت میں قتل ہوئے اپنے خون میں نہائے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی یہ تقریر لوگوں کو انتہائی ناگوار ہوئی مگر کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ اُسے ٹوکتا، اتنے میں مجمع کے اندر سے ایک شخص قومسی دبیز ازار پہنے ہوئے اٹھا اور گویا ہوا۔

ہم اللہ کی حمد و ثناء کرتے اور حضرت محمدؐ خاتم النبیّین و سیّد المرسلین پر اور اللہ کے تمام رسولوں، اور اُس کے انبیاء پر درود بھیجتے ہیں۔ اے خطیب! سُن! جو باتیں تو نے اچھی کہی ہیں ان کے مصداق ہم ہیں اور جو باتیں بُری کہی ہیں ان کا مستحق تو اور تیرا امیر سب سے زیادہ ہے۔

اے اونٹ کی برہنہ پشت پر سوار ہونے والے، دوسروں کے توشہ سے کھانے والے اگر تجھے میری بات کا یقین نہ ہو تو آزمائے اپنی ازار پہن اور واپس جا۔

اس کے بعد وہ شخص مجمع سے مخاطب ہوا اور بولا، لوگو! سنو! میں تمھیں بتاتا ہوں کہ قیامت کے دن میزانِ عدل میں ہلکا ہونے والا اور سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والا وہ ہے جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کو فروخت کر دے اور یہ فاسق ایسا ہی ہے۔

سب مجمع بحرِ سکوت میں غرق تھا، مگر والیٔ مدینہ بغیر کچھ کہے ہوئے منبر سے نیچے آیا اور وہاں سے چلا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا، وہ کون شخص تھا جس نے اس بیباکی کے ساتھ والیٔ مدینہ کو ٹوکا اور اُس کی زبان بند کر دی۔

لوگوں نے کہا، یہی تو جعفرؑ ابن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ صلواۃ اللہ وسلامہٗ علیہم ہیں۔ (امالی شیخ طوسی صـ۳۱-۳۲)

⑨ ایمان کی مٹھاس کہاں ہوتی ہے؟

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب صفات الشیعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حیرہ کے مقام پر دورِ ابوالعباس میں ایک مرتبہ ابوجعفر منصور دوانیقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

اے ابوعبداللہؑ! کیا بات ہے کہ تمہارے شیعہ ایک ہی نشست میں اپنے دل کی وہ بات اُگل دیتے ہیں کہ فوراً اُن کے مذہب وعقائد کا پتہ چل جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، یہ اُن کے دل میں ایمان کی مٹھاس ہے اور اسی مٹھاس کو وہ ظاہر کر دیتے ہیں۔

⑩ مکھی کیوں پیدا کی گئی

منصور کے مصاحبِ خاص ربیع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ منصور کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مکھی منصور کے منہ یا ناک پر آبیٹھی، اُس نے مکھی کو ہاتھ سے اُڑا دیا، وہ پھر آبیٹھی منصور نے پھر اُڑا دیا تیسری مرتبہ پھر آبیٹھی، اُس نے مکھی کو پھر اُڑا دیا اور عاجز ہوگیا اور جھنجلا کر کہنے لگا:

یا ابا عبداللہ! آخر اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ جابروں اور متکبّروں کو عاجز کرنے کے لیے (تاکہ اس حقیر وکمزور جانور کے لیے لوگوں کا تکبّر جھڑ جائے اور اللہ کی جبروتیت اور کبریائی کے سامنے ذلیل ہو کر رہ جائے)

(علل الشرائع صـ ۷۹)

• حلیۃ الاولیاء میں احمد بن مقدام رازی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۵، حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صـ ۱۹۸)

(مطالب السئول صـ ۸۲)

⑪ نسلِ علیؑ و فاطمہؑ کی برتری کی دلیل

عبید بن زرارہ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے خاندان کے چند لوگوں کے ساتھ زیاد بن عبیداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سب کو پکار کر کہا، اے اولادِ علیؑ و فاطمہؑ

عام لوگوں پر تمھیں کیا فضیلت و فوقیت حاصل ہے ؟

سب خاموش رہے، میں نے کہا، ہمیں عام لوگوں پر یہی ایک فضیلت کیا کم ہے کہ ہمیں اولادِ علیؑ و فاطمہؑ ہونے پر فخر ہے لیکن کسی اور نسل سے نہ ہونے پر نہ افسوس ہے نہ تمنا مگر اِس کے برخلاف غیروں کو یہ تمنا ہے کہ کاش ہم لوگ نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہوتے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ اس حدیث کی روایت کی جائے (علل الشرائع ص۵۸۳)

(۱۲) = عجیب الخلقت مخلوق

صفوان جمّال سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ مقامِ حیرہ میں تھا کہ آپؑ کے پاس ربیع آیا اور اُس نے کہا امیرالمومنین نے آپؑ کو بُلایا ہے۔

آپؑ تشریف لے گئے پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آ گئے۔

میں نے عرض کیا، آپؑ بہت جلد واپس تشریف لے آئے۔

آپؑ نے فرمایا، انھیں، مجھ سے ایک چیز کے متعلق معلوم کرنا تھا، تم ربیع سے دریافت کرنا کہ وہ کس چیز کے متعلق سوال تھا۔

صفوان کا بیان ہے کہ ربیع سے میرے بڑے اچھے روابط تھے میں وہاں سے ربیع کے پاس پہونچا، اُس سے دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ میں تمھیں آج ایک عجیب بات بتاتا ہوں کہ کچھ عرب کے بدّو سانپ کی چھتری (ایک قسم کا خودرَو پودا ہے جو برسات کے بعد ریگستانوں میں پیدا ہوتا ہے) چُننے کے لیے گئے۔ وہاں اُنھیں ایک قسم کی عجیب مخلوق پڑی ہوئی نظر آئی وہ اُسے اُٹھا کر میرے پاس لے آئے۔ میں نے اُسے خلیفۂ وقت کے سامنے پیش کر دیا، اُنھوں نے حضرت جعفر ابن محمدؑ کو بلالیا کہ وہی بتا سکتے ہیں کہ یہ کونسی مخلوق ہے ؟ میں اُنھیں بُلا لایا، خلیفہ نے پوچھا، یا اباعبداللہ! یہ بتائیے کہ فضا میں کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، فضا میں تاریک موجیں ہیں۔

اُس نے پوچھا کیا اس میں کچھ مخلوق ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

اُس نے پوچھا، اس میں کونسی مخلوق ہے۔

آپؑ نے فرمایا، وہاں کی مخلوق کے اجسام مچھلی جیسے اور سر چڑیوں کی طرح اور اُن کے سروں پر مرغ کی طرح کلغی اور گردن کا نچلا حصّہ بھی مرغ کی طرح اور اُن کے بازو چڑیوں کی طرح

بالکل سفید جیسے چمکتی ہوئی چاندی۔

خلیفہ منصور نے کہا، وہ طشت لایا جائے جس میں وہ مخلوق رکھی ہوئی ہے۔

طشت لایا گیا اور اس مخلوق کو دیکھا گیا تو وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتائی تھی۔ آپؑ نے بھی جب اس کو دیکھا تو فرمایا، ہاں یہی وہ مخلوق ہے جو اس موجِ مکفوف و تاریک میں رہتی ہے۔

اس کے بعد منصور نے آپؑ کو واپسی کی اجازت دیدی۔ جب آپؑ واپس ہوئے تو خلیفہ منصور نے کہا، اے ربیع! واقعی یہ ہمارے گلے کی اٹکی ہوئی ہڈی اعلم الناس ہیں۔

(الخرائج والجرائح ص۲۳۴)

• ن: دلائلِ حمیری میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (کشف الغمہ جلد۲ ص۴۲۹)

(۱۴) ـــــ امامؑ سے ملاقات کی تدبیر

ہارون بن خارجہ سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دیدیں۔ پھر اپنے فقہاء سے پوچھا

فقہاء نے کہا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

عورت نے کہا، میں اس طرح کی طلاق کو تسلیم نہیں کرتی۔ جب تک یہ مسئلہ حضرت امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے نہ دریافت کیا جائے۔

امام علیہ السلام اس وقت مقامِ حیرہ میں مقیم تھے۔ اس لیے کہ یہ ابوالعباس کا دور تھا

راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ شخص حیرہ میں پہونچا، مگر آپؑ سے مسئلہ نہ پوچھ سکا اس لیے کہ ابوالعباس کا حکم تھا کہ کوئی شخص ابو عبداللہ سے ملاقات کو نہیں جا سکتا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے بہت سوچا کہ آپؑ سے کیونکر ملاقات کی جائے؟

حُسنِ اتفاق میں نے دیکھا کہ ایک بھیری والا صوف کا جبّہ پہنے ہوئے کھیرے فروخت کر رہا ہے میں نے اُس سے پوچھا تمھارے ان سارے کھیروں کی کیا قیمت ہے؟

اُس نے کہا، ایک درہم۔

میں نے ایک درہم اس کو دیا اور کہا، ذرا اپنا جُبّہ بھی مجھے دیدو۔ اُس نے وہ جُبّہ بھی مجھے دے دیا، میں نے اُسے پہن کر آواز لگائی۔ یہ کھیرے کون خریدتا ہے۔ اسی طرح آواز لگاتا ہوا امامؑ کے قریب چلا گیا۔ تو ایک غلام نے آواز دی۔ اے خیار فروش اِدھر آ۔

میں قریب پہونچا تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، تم نے بڑے

اچھے حیلہ سے کام لیا۔ اچھا، بتاؤ تمھیں کیا کام ہے۔

میں نے کہا، میں ایک مشکل میں پھنسا ہوا ہوں؛ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ایک ہی وقت میں تین طلاق دے دیں۔ فقہاء سے رجوع کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اب تم رجوع نہیں کر سکتے۔ میری مطلقہ زوجہ کہتی ہے کہ جب تک یہ مسئلہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نہ پوچھا جائے گا میں ہرگز تسلیم نہ کروں گی۔

آپ نے فرمایا، تم اپنی زوجہ کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔ کوئی بات نہیں۔

(الخرائج والجرائح صـ ۲۳۴)

• ب۔ محترمہ کندی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابو دوانیق ربذہ میں آیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے۔

اُس نے کہا، جو شخص مجھ سے جعفرؑ بن محمدؑ کے لیے معافی کا طلب گار ہوگا واللہ میں اُس کو بھی قتل کر دوں گا۔

یہ کہہ کر اُس نے آپ کو بُلایا، آپؑ تشریف لے گئے اور فرمایا، یا امیرالمومنین! آپ میرے ساتھ نرمی اور رفق سے کام لیجیے۔ خدا کی قسم میں آپ کے پاس گاہے گاہے تو آتا رہتا ہوں

ابو دوانیق منصور نے کہا اچھا واپس جائیے۔

آپؑ بخیر و عافیت واپس چلنے لگے تو اُس نے عیسیٰ بن علی سے کہا کہ اُن سے جا کر پوچھو نرمی کس کے ساتھ کی جائے ؟

وہ دوڑا ہوا گیا اور پوچھا، یا اباعبداللہ! امیرالمومنین دریافت فرماتے ہیں کہ نرمی کس کے ساتھ کی جائے۔ آپؑ کے ساتھ یا اس کے ساتھ ؟

آپؑ نے فرمایا، میرے ساتھ۔ (الخرائج والجرائح صـ ۲۳۴)

(۱۴) منصور قتلِ امامؑ سے دست کش ہوگیا

محمد بن عبیداللہ اسکندری کا بیان ہے کہ میں امیرالمومنین ابوجعفر منصور کے ندیماء اور خاص مصاحبین میں سے تھا۔ اور اُس کے تمام مصاحبین میں اُس کا مخصوص رازدار تھا۔ ایک دن میں اس کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ بہت ہی غمگین ہے اور ٹھنڈی سانسیں بھر رہا ہے۔

میں نے کہا، امیرالمومنین! آپ کو کیا پریشانی لاحق ہے ؟

اُس نے کہا، اے محمد! میں اولادِ فاطمہ میں سے سَو آدمیوں کو ہلاک کر چکا ہوں مگر

ابھی تک اُن کا سردار اور امام باقی ہے۔

میں نے کہا، اُن کا سردار اور امام کون ہے ؟

اُس نے کہا، جعفرؑ بن محمدؑ الصّادق۔

میں نے کہا، یا امیرالمومنین ! اُن کو تو عبادتِ الٰہی سے ہی فرصت نہیں ملتی، ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں انھیں طلبِ مُلک وخلافت سے کیا کام۔

اُس نے کہا، اے محمدؐ ! میں جانتا ہوں کہ تم اُن کے فضائل و امامت کے قائل ہو۔ مگر مملکت وحکومت عقیم و بانجھ ہوتی ہے وہ اپنے پرائے کسی کو بھی نہیں دیکھتی میں نے قسم کھائی ہے کہ جبتک اُن سے فارغ نہ ہو جاؤں آج رات کا کھانا نہ کھاؤں گا۔

محمدؐ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر واللہ مجھ پر زمین تنگ ہوگئی اُس نے تیغ زن کو بُلایا اور اُس سے کہا، جب میں ابوعبداللہ جعفرؑ صادق کو بلاؤں اور اُن سے دورانِ گفتگو اپنی سر سے عمامہ اُتاروں تو یہ علامت یاد رکھو، تم فوراً اُن کی گردن ماردینا۔

اِس کے بعد اُس نے فوراً ہی حضرت ابوعبداللہ کو بُلایا۔ جب آپؑ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے دونوں لب حرکت میں ہیں معلوم نہیں آپؑ کون سی دعا، پڑھ رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ منصور کا قصر اس طرح ڈگمگانے لگا جیسے کسی گہرے سمندر میں کشتی ڈگمگاتی ہے اور آپؑ کے سامنے منصور کا یہ حال تھا کہ سر و پا، برہنہ مارے خوف کے جسم کانپ رہا تھا۔ دانت سے دانت بج رہے تھے کبھی چہرہ بالکل سُرخ اور کبھی بالکل زرد ہو جاتا تھا، اسی پریشانی میں اس نے آپؑ کا بازو تھاما اور تختِ سلطنت پر بٹھادیا اور خود مؤدّبانہ سامنے بیٹھ گیا جیسے کوئی ادنیٰ غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے، اور کہا، فرزندِ رسولؐ ! آپؑ نے اس وقت کیسے زحمت فرمائی ؟

آپؑ نے فرمایا، میں حکمِ خدا و رسولؐ اور حکمِ امیرالمومنین کی تعمیل کرتے ہوئے آیا ہوں۔

اُس نے کہا، مگر میں نے تو آپؑ کو نہیں بلایا تھا، یہ غلطی میرے فرستادہ کی ہے۔ اچھا، اب آپؑ اپنی کوئی حاجت یا ضرورت بیان کریں۔

آپؑ نے فرمایا، بس ضرورت یہی ہے کہ بلا ضرورت مجھے نہ بلایا کریں۔

اُس نے کہا، آپؑ مطمئن رہیں، ایسا ہی ہوگا۔

اِس کے بعد آپؑ فوراً ہی وہاں سے واپس ہوگئے اور میں نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا منصور نے لحاف منگوایا اور اوڑھ کر سو گیا۔ نصفِ شب میں اُس کی آنکھ کھلی تو میں اُس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر خوش ہوا اور بولا ابھی نہ جانا، میں اپنی قضا نماز ادا کرلوں تو تم سے

ایک بات کرنی ہے۔

جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

سنو! جب میں نے جعفرؑ بن محمدؑ کو بلایا اور چاہا کہ وہ کام کروں جس کا عزم بالجزم کر چکا ہوں، تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس نے اپنی دُم سے میرے پورے قصر کو گھیرے میں لے لیا ہے اور منھ پھاڑ کر میری طرف آرہا ہے اور صاف عربی زبان میں یہ بھی کہہ رہا ہے کہ اے ابوجعفر منصور! مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ اگر تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو کوئی گزند پہونچائے تو میں تجھے مع تیرے گھر بھر کے نگل جاؤں۔

یہ سن کر میری عقل گم ہوگئی، میرے بند بند کانپنے لگے اور دانت سے دانت بجنے لگے۔

محمد بن عبد اللہ اسکندری کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، یا امیر المومنین! اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اُن کے پاس اسماء کا علم اور دعائیں ایسی ہیں کہ اگر وہ اُن میں سے کسی کو پڑھ دیں تو رات مبدل بہ دن ہو جائے دن اپنی ضیاء کو شب میں چھپا دے۔ اگر وہ اسماء اور دعائیں سمندر پر پڑھ دیں تو وہ بھی اپنی موجوں کے تموّج کو ساکن کر دے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے منصور سے کہا، یا امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے چلا جاؤں۔ ؟ اُس نے مجھے اجازت دے دی منع نہیں کیا۔

چنانچہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا، سلام بجالایا، اور عرض کیا، میرے مولا و آقا! آپؑ کو اپنے جدّ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ، میری درخواست ہے کہ آپؑ مجھے وہ دعا تعلیم فرما دیجیے جو آپؑ نے ابوجعفر منصور کے دربار میں داخل ہوتے وقت پڑھی تھی۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں تمھیں وہ دعا تعلیم کی جا سکتی ہے۔

پھر آپؑ نے مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی۔

(مہج الدعوات)

• صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنے والدِ محترم سے اور اُنھوں نے اپنے شیوخ سے اور اُنھوں نے محمد بن عبد اللہ سکندری سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(مہج الدعوات ص۱۸)

(۱۵) امامؑ کا بنی عباس سے خطاب

معتب اور مصادف امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کے دونوں غلاموں نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن ولید مدینہ آیا تو بنی عباس اُس کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شکایت لیکر آئے کہ انھوں نے ماہر خصی کا تمام ترکہ خود لے لیا اور ہمیں محروم کر دیا۔

اس پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں آپؑ نے فرمایا، سنو! جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث بہ رسالت فرمایا تو ہمارے جدّ امجد حضرت ابو طالبؑ خود بہ نفسِ نفیس آپؐ کی مدد و نصرت فرماتے تھے اور تمہارے جد عباس اور ابو لہب آپکی تکذیب کرتے تھے۔ شیاطین کفر کو آنحضرتؐ کے خلاف اُبھارتے اور طرح طرح کی مصیبتیں کھڑی کرتے تھے۔ پھر تمہارے جد نے (مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا۔) جنگِ بدر میں قبائلِ کفار کی قیادت کی۔ سواروں کے پیش پیش رہے اور ان کی سرداری کرتے رہے سب کی خوراک کی ذمہ داری بھی اُنھوں نے اُٹھائی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ کے خلاف جنگ کرنیوالے وہی تھے۔ پھر تمھارے جد، ہمارے آزاد کردہ غلام تھے، جب ہماری تلواریں اُن کے سروں پر چمکیں تو خوفزدہ اور با دلِ ناخواستہ اسلام لائے۔ اُنھوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف قطعاً ہجرت نہیں کی۔ اِس لیے اللہ نے ہماری ولایت اور وراثت سے اُن کو محروم کر دیا چنانچہ اُس کا ارشادِ گرامی ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورۃ الانفال آیت ۷۲)

ترجمہ:۔ " اور جو لوگ ایمان لائے مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی، پس تمھارے ذمہ ذرا بھی اُن کی سرپرستی نہیں ہے۔ "

اِس کے بعد فرمایا، یہ جو مرا ہے یہ ہمارا غلام تھا، ہم نے اس کی میراث لے لی۔ اِس لیے کہ وہ تمھارا نہیں ہمارا غلام تھا اور اولادِ رسولؐ اس کے والی و وارث ہیں اور ہماری ماں فاطمہ زہراؑ اس کی وراثت کی حقدار ہوئیں۔ (مناقب جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

(۱۶) منصور دوانیقی کی حکومت کی پیشنگوئی

ابو بصیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ رسولؐ میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ابو دوانیق

اور داؤد بن علی اور سلیمان بن مجالد آئے اور ایک طرف مسجد میں بیٹھ گئے تو اُن سے کہا گیا کہ یہ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ (۵۱)

یہ سن کر داؤد بن علی اور سلیمان بن مجالد آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ ان دونوں سے فرمایا؛ تمھارا وہ جبار کیوں نہیں آیا۔ ؟

انھوں نے آپؑ کے سامنے معذرت پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرے گا کہ وہ والیٔ خلافت ہوگا، لوگ اس کے پیچھے ہوں گے اور وہ شرق و غرب کا مالک ہوگا، لوگ اُس کے مطیع ہوں گے، اُن کی گردنیں اس کے سامنے جھکیں گی۔

داؤد نے پوچھا، کیا اس میں بھی کچھ مدت لگے گی ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، بخدا تمھارے بچے حکومت سے اسی طرح کھیلیں گے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

ان دونوں نے جو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سُنا تھا وہ ابوجعفر منصور دوانیقی سے بیان کیا، اور اسے حکومت کی بشارت دی۔ جب یہ دونوں بشارت دے کر واپس ہوئے تو آپؑ نے سلیمان بن مجالد کو پکارا اور فرمایا، اے سلیمان بن مجالد! یہ لوگ اپنے ملک کو بہت وسعت دیں گے جب تک وہ کسی کا خون نہ بہائیں گے۔ پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، مگر جب یہ خون بہائیں گے تو پھر اُن کے لیے اس حکومت کا چت اِس کے پٹ سے بہتر ہوگا۔

پھر دوانیق آپؑ کے پاس آیا، اور دونوں کے قول کی تصدیق چاہی۔

آپؑ نے اُن کی تصدیق کی۔ اور جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔

(المناقب جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ فی احوال امام محمد باقرؑ)

(۱۷) معلیٰ بن خنیس کے قاتل کیلیے بددعا

اعمش و ربیع و ابن سنان و علی ابن ابی حمزہ و حسین بن ابی العلاء و ابوالمعزا اور ابوبصیر سے روایت ہے۔ ان سب کا بیان ہے کہ جب داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے معلیٰ ابن خنیس کو قتل کیا اور اس کا سارا مال ضبط کر لیا تو

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، دیکھو! میرے غلام کو تم نے قتل

کر دیا اور میرا مال ضبط کر لیا۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اگر انسان کا بچہ مرجائے تو اُسے نیند آجاتی ہے لیکن جس کا مال چھین لیا گیا ہو اُسے نیند نہیں آتی۔ خدا کی قسم، میں اللہ سے تمھارے لیے بد دعار کروں گا۔

داؤد نے کہا، اچھا تم ہمیں اپنی بد دُعار سے ڈراتے ہو اور اس طرح کہا ہے جیسے وہ آپ کی ہنسی اڑا رہا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام اپنے گھر واپس آگئے، اور رات بھر قیام و قعود میں مصروف رہے۔ ادھر داؤد نے اپنے پانچ سپاہی بھیجے اور کہا انھیں میرے پاس لے آؤ، اور اگر نہ آئیں تو اُن کا سر لے آؤ۔

چنانچہ وہ سپاہی آئے۔ آپ اُس وقت نماز میں مشغول تھے۔ اُنھوں نے کہا چلیے داؤد نے آپ کو بُلایا ہے۔

آپ نے فرمایا، اگر میں نہ چلوں تو...... ؟

اُنھوں نے کہا، تو پھر اُس نے ہمیں آپ کا سر لانے کا حکم دیا ہے۔

آپ نے فرمایا، مگر تم لوگ واپس جاؤ اِس میں تمھاری دنیا و آخرت دونوں کی بہتری ہے۔

اُنھوں نے واپسی سے انکار کیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اپنے کاندھوں پر رکھ کر پھیلایا، پھر اپنی انگشتِ سبابہ (شہادت کی اُنگلی) کے اشارے سے کہا اَلسَّاعَۃ اَلسَّاعَۃ (ابھی ابھی)

آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ناگاہ ہم نے شور و غل کی آواز سُنی اور آپ نے اُن سپاہیوں سے کہا، واپس جاؤ، تمھارا حاکم مر گیا ہے۔

وہ لوگ واپس چلے گئے۔

جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اُس نے اپنے آدمی بھیجے تھے کہ میری گردن ماردیں۔ میں نے اسمِ اعظم کے واسطے سے بد دُعار کی، اللہ نے ایک فرشتے کو اس کی ہلاکت کے واسطے بھیجا، فرشتے نے اپنے نیزے سے اُسے قتل کر دیا۔

لبابہ بنتِ عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ اُس شب کو داؤد پڑا سو رہا تھا اُس پر غشی طاری تھی اور میں اُسے تلاش کرتی ہوئی جب اُس کے پاس پہونچی تو دیکھا کہ وہ چت پڑا ہے اور اس کے سینے پر ایک بڑا سانپ بیٹھا ہوا ہے اور اُس سانپ کا منھ داؤد کے منھ پر ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالا اور سانپ کو پکڑا اس نے اپنا پھن میری طرف کیا

میں نے اُسے پھینک دیا، وہ گھر کے ایک گوشے میں رینگنے لگا۔ میں نے داؤد کو جگانے کی کوشش کی، مگر وہ دم بخود تھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اُسے بتاؤں کہ سانپ تیرے سینے پر تھا۔ میں پریشان تھی۔ وہاں سے پلٹی تو دیکھا کہ سانپ ابھی اسی طرح پڑا ہوا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح پھر اُسے اُٹھا کر پھینکا اور آکر داؤد کو جھنجوڑا مگر اب وہ مر چکا تھا

اور ادھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا سر سجدہ سے اُٹھایا ہی تھا کہ چیخ و پکار کی آوازیں سُنی جانے لگیں۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۵۷)

(۱۸) منصور آپؑ کو اژدہے کے خوف سے قتل نہ کر سکا

ربیع (جو منصور کا حاجب تھا) کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ منصور کا قول ہے کہ میں ابوعبداللہ اور اُن کے خاندان کو اس طرح قتل کروں گا کہ روئے زمین پر ان کا ایک بچہ بھی نہ رہ جائے گا اور شہرِ مدینہ کو اس طرح کھنڈر بناؤں گا کہ وہاں ایک دیوار بھی کھڑی نظر نہ آئے گی۔

آپؑ نے فرمایا، اُس کے اس طرح کہنے کی پروا نہ کرو اور اُس کو اُس کی سرکشی پر ہی چھوڑ دو۔

پھر جب آپؑ دو پردوں کے درمیان تشریف لے گئے تو منصور کی آواز میرے کان میں آئی، جعفرؑ بن محمدؑ کو جلد بُلا لاؤ۔

میں اُنھیں بُلا کر لے گیا تو منصور نے کہا، اے ابنِ عم، میرے رشتہ دار، اے سیّد اے میرے قرابتدار! خوش آمدید۔

اِس کے بعد آپؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے تخت پر بٹھا لیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپؑ کو اس لیے بُلایا ہے کہ یہ دس ہزار دینار ہیں۔ آپؑ انھیں اپنے اہلِ خاندان میں تقسیم کر دیں۔

آپؑ نے فرمایا، آپ یہ کام میرے سوا کسی اور کے سپرد کر دیں۔

اُس نے کہا، یا اباعبداللہ! آپؑ کو میں قسم دیتا ہوں کہ یہ کام آپؑ ہی انجام دیں۔

پھر اُس نے آپؑ کو گلے لگایا، انعام و اکرام و خلعت دی اور رُخصت کیا۔ اور مجھ سے کہا، اے ربیع! ان کے ساتھ چند آدمی حفاظت کے لیے روانہ کردو جو انھیں مدینہ تک پہونچا آئیں۔

ربیع کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے تو میں نے کہا

یاامیرالمومنین ! آپ تو اُن پر بہت زیادہ برہم تھے پھر اُن سے اس قدر خوش اور راضی ہونے کا کیا سبب ہوا ؟

منصور نے کہا: اے ربیع ! بات یہ ہے کہ جب میں دروازے پر گیا تو ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا، وہ اپنے پھن کو میری طرف کیے ہوئے انسانی زبان میں مجھ سے بولا۔ خبردار ! اگر تو نے فرزندِ رسولؐ کو ذرا بھی نقصان پہونچایا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

یہ سُن کر میں بہت خوفزدہ ہوگیا۔ اسی وجہ سے میرا رویّہ ابوعبداللہ علیہ السلام سے اتنا نرم ہوگیا تھا۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۵۷)

(۱۹) آپؑ کی سفارش کے اثرات

حسن بن محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ علی بن ہبیرہ، رفید پر حد درجہ غضبناک ہوا۔

رفید نے اس کی شکایت حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے کی اور آپؑ سے مدد اور پناہ کی درخواست کی۔

آپؑ نے فرمایا، واپس جاؤ اور اس سے میرا سلام کہو اور یہ بھی کہنا کہ میں نے رفید کو تمھاری پناہ میں دیا اب اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کرنا۔

رفید نے کہا مگر وہ مردِ شامی بڑا ہی خبیث آدمی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ، جو میں نے کہا ہے اُس پر عمل کرو۔

رفید کا بیان ہے کہ میں چلا تو راستے میں ایک اعرابی ملا، اُس نے پوچھا کہاں جارہے ہو ؟ تمھارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم قتل کیے جاؤ گے۔ ذرا اپنا ہاتھ دکھاؤ۔

میں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ تو وہ کہنے لگا، یہ مقتول کا ہاتھ ہے۔ اچھا زبان دکھاؤ وہ بھی دیکھ لوں۔

میں نے زبان دکھائی، تو اُس نے کہا، اب تم جاسکتے ہو، خطرے والی بات نہیں ہے۔ تمھاری زبان میں وہ پیغام ہے کہ اگر اس کو لے کر تم کسی پہاڑ کے پاس بھی جاؤ گے تو وہ بھی تمھارے سامنے جھک جائے گا۔

الغرض، میں جب علی بن ہبیرہ کے پاس پہونچا تو اُس نے حکم دیا کہ اِس کو قتل کردیا جائے۔

میں نے کہا، اَیُّھَا الامیر ! مجھے قتل کی دھمکی نہ دیجیے کیونکہ میں از خود آپ کے

پاس کسی خاص کام کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں مجھے آپ کے آدمی زبردستی نہیں لے کر آئے۔

اُس نے تخلیے میں مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا، بتاؤ وہ کون سا خاص کام ہے جس کے لیے تم از خود میرے پاس آئے ہو۔؟

میں نے عرض کیا کہ آپ کے مولا و آقا حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میں نے تمھارے غلام رفید کو تمھاری پناہ میں دیا، اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچنا چاہیے۔

اُس نے کہا، اللہ اللہ کیا واقعی حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السّلام نے تجھ سے یہ کہلایا ہے اور مجھے سلام بھی کہا ہے؟

میں نے قسم کھائی تاہم اُس نے تین مرتبہ قسم کھلائی، پھر میری مشکیں کھول دیں اس کے بعد کہا، مگر مجھے صرف اسی پر تسکین نہ ہوگی تاوقتیکہ تو بھی میرے ساتھ وہی سلوک کرے جو میں نے تیرے ساتھ کیا ہے۔

میں نے عرض کیا، مگر میں یہ جسارت ہرگز نہیں کر سکتا کہ آپ کی مشکیں باندھوں۔

اُس نے کہا، مگر اس کے بغیر مجھے تسکین نہ ہوگی۔

مجبوراً، میں نے اُس کی مشکیں کس کر باندھیں اور پھر کھول دیں۔ اس کے بعد اُس نے اپنی مُہر میرے حوالے کی اور کہا، اب میرے تمام امور تمھارے ہاتھوں انجام پائیں گے جیسا تم چاہو انتظام کرو۔ اب تم ہی منتظم ہو۔

•۔ دیگر :

محمد بن سعید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے التماس کیا کہ خراج دینے میں تاخیر ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپؑ ایک سفارشی رقعہ محمد بن ابی حمزہ ثمالی کے نام لکھ دیں

آپؑ نے فرمایا (رقعہ کی ضرورت نہیں ہے) تم اس سے جا کر کہدو کہ میں نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "جس نے ہمارے ملنے والوں میں سے کسی کا اکرام کیا، اس پر اللہ کرم کرنا شروع کرے گا، اور جس نے اس کی اہانت کی وہ اللہ کی ناراضگی کا سامنا کرے گا، جس نے میرے شیعوں پر احسان کیا اُس نے درحقیقت امیرالمومنین علیہ السّلام پر احسان کیا، اور جس نے امیرالمومنین علیہ السّلام پر احسان کیا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کیا، جس نے رسول اللہؐ پر احسان کیا اُس نے اللہ پر احسان کیا، اور جس نے اللہ پر احسان کیا، وہ خدا کی قسم ہمارے ساتھ جنّت میں درجۂ عالی پر ہوگا۔"

راوی کا بیان ہے کہ میں محمد بن ابی حمزہ ثمالی کے پاس آیا اور اُس سے یہ حدیث بیان

کی، اُس نے کہا تجھے خدا کی قسم سچ بتا کیا واقعاً تو نے یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنی ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں۔

اُس نے کہا "اچھا بیٹھو" معاً ایک غلام کو آواز دے کر بلالیا اور کہا کہ ذرا دیکھنا علی بن محمد بن سعید پر کتنی رقم خراج کی واجب الادا ہے؟

غلام نے حساب دیکھ کر بتایا کہ ساٹھ ہزار درہم۔

اُس نے غلام سے کہا کہ رجسٹر سے اُن کا نام خارج کر دو۔ پھر اُس نے رقم کی ایک تھیلی، ایک کنیز اور ایک سواری مع زین و لجام مجھے دی۔

اِس کے بعد میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا، اے ابو محمد! تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اُسے تم بتاؤ گے یا میں تمھیں سارا ماجرہ کہہ سناؤں۔؟

میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ آپؑ ہی بیان فرما دیں تو بہتر ہوگا۔

آپؑ نے تمام واقعہ اس طرح بیان فرمایا گویا آپؑ وہاں موجود سب کچھ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے ہوں۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۶۱)

(۲۰) امامؑ سے ملاقات پر منصور نے کس طرح پابندی اُٹھائی

محمد بن سنان نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ منصور نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کے قتل کا کئی مرتبہ ارادہ کیا، مگر جب بھی انھیں قتل کرنے کے ارادہ سے طلب کرتا، اور آپؑ اُس کے پاس تشریف لے جاتے تو آپؑ کو دیکھ کر اُسکی ہیبت طاری ہوجاتی تو وہ سب کچھ بھول کر قتل سے باز رہتا۔

علاوہ ازیں اُس نے آپؑ سے ملاقات پر پابندی عائد کردی اور سخت پہرے لگادیئے، جس کی وجہ سے مسائل دریافت کرنے والوں کو بیحد پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تا اینکہ مسائلِ نکاح و طلاق معطل ہو کر رہ گئے۔

یہ بات آپؑ کے مخصوصین اور شیعوں پر بہت شاق تھی۔ جب یہ پابندی اپنے انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے منصور کے دل میں یہ بات پیدا کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

کوئی ایسا تحفہ اور تبرک مانگے کہ اُس جیسا کسی کے پاس نہ ہو۔

آپؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عصائے مبارک کا ایک ٹکڑا بھیج دیا۔

وہ اُسے پا کر بید خوش ہوا اور حکم دیا کہ اس کے چار حصے کیے جائیں اور ملک کے چار مقامات پر بھیج دیے جائیں۔ اس کے بعد کہا' اِس کا بدلہ میرے پاس اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپؑ پر سے ملاقات کی پابندی اٹھاؤں اور کوئی تعرض نہ کروں اور آپؑ کا علم آپؑ کے شیعوں میں پھیلنے کی اجازت دیدوں۔ سب آپؑ سے بیخوف وخطر ملاقات کریں' نشست اختیار اور علم حاصل کریں تاہم اتنی احتیاط کریں کہ جس شہر میں میں رہوں اُس میں آپؑ نہ رہیں۔ اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم حاصل کرنیوالوں کا تانتا لگ گیا اور آپؑ کے بحرِ علوم سے لوگوں نے اپنے اپنے کوزے وظروف بھرنے شروع کر دیے۔

(۲۱) ــــ داؤد بن عروہ کیلیے بددُعا

برسی نے مشارق الانوار میں ابوبصیر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "معلیٰ بن خنیس ہمارے درجے میں پہونچ جائے گا۔ اس طرح کہ آئندہ سال داؤد بن عروہ مدینہ کا والی بن کر آئے گا اور وہ معلیٰ سے استدعا کرے گا اور حکم بھی دے گا کہ وہ ہمارے شیعوں کے نام اسے لکھ کر دے۔ معلیٰ انکار کرے گا اور وہ اسے قتل کر کے دار پر چڑھا دے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آئندہ سال داؤد بن عروہ مدینہ کا والی بن کر آیا اور معلیٰ کو طلب کیا' اُس سے شیعوں کے نام پوچھنے کی کوشش کی۔ معلیٰ نے نام بتانے سے انکار کیا۔ داؤد بن عروہ نے قتل کی دھمکی دی۔

معلیٰ نے کہا خدا کی قسم میں قتل ہو جانے سے نہیں ڈرتا۔ بخدا اگر وہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی چھپے ہوئے ہوں تو میں پاؤں نہ اٹھاؤں گا۔

داؤد بن عروہ نے معلیٰ کے قتل اور دار پر چڑھانے کا حکم دیدیا۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام داؤد بن عروہ کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا' اے داؤد! تو نے میرے ایک دوست اور ایک وکیل کو قتل کر دیا' اور اسی پر اکتفاء نہ کی بلکہ اس کی لاش دار پر لٹکا دی۔ خدا کی قسم' میں تیرے لیے بددعا کروں گا کہ اللہ تجھے بھی اسی طرح قتل کرے جس طرح تو نے اُسے قتل کیا ہے۔

داؤد بن عروہ نے کہا' تم مجھے بددُعا سے ڈراتے ہو۔ جاؤ اگر اللہ تمھاری بددعا قبول کرلے

تو ضرور میرے لیے بددعا کرو۔

یہ جواب سُن کر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام وہاں سے غصہ کے عالم میں نکلے۔ آپؑ نے بیت الشرف پہونچکر شب میں غسل فرمایا، رو بقبلہ ہوئے اور اس طرح عرض کیا:

" یا ذا یا ذی یا ذوا " اپنے تیروں میں سے ایک تیر داؤد بن عروہ پر چلادے تاکہ اس کا دل چھد جائے۔"

اس کے بعد اپنے غلام سے فرمایا' باہر جاکر دیکھ اور سُن کہ معلن کیا اعلان کر رہا ہے۔؟

غلام گیا اور یہ خبر لایا کہ داؤد ہلاک ہو گیا ہے۔

یہ سُن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا سر سجدے میں رکھ دیا اور فرمایا'

" میں نے ایسے تین کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کی تھی کہ اگر ان کلمات کی قسم زمین کو دیتا تو وہ بھی زلزلہ میں آجاتی۔

• ف اسی قسم کی ایک روایت الکافی جلد ۲ صـ ۵۱۳ پر بھی منقول ہے۔

(۲۲) دُعا برائے دفع شرِ اعداء

عبداللہ بن فضل بن ربیع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ۱۴۷ھ میں منصور نے حج کیا اور مدینہ آیا۔ ربیع کو حکم دیا کہ: جعفر بن محمدؑ کے پاس کسی کو بھیج جو انھیں سختی کے ساتھ گرفتار کر کے میرے پاس لائے۔ اگر میں نے انھیں قتل نہیں کیا تو اللہ مجھے قتل کر دے۔

ربیع نے قدرے تغافل و لاپروائی سے کام لیا تاکہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے یا بھول جائے۔ مگر اُس نے دوبارہ ربیع کو یاد دلایا اور کہا کسی کو بھیجو کہ وہ انھیں سختی کے ساتھ گرفتار کر کے لے آئے۔

ربیع نے پھر تغافل سے کام لیا تو منصور نے ربیع کو ایک سخت عتاب آمیز خط لکھا اور حکم دیا کہ کسی کو بھیجو جو انھیں میرے سامنے حاضر کرے۔

اب مجبوراً اس کو ایسا کرنا پڑا۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آئے تو ربیع نے کہا' یا ابا عبداللہ! آپؑ اب اللہ کو یاد کریں۔ یہ وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی دوسرا ٹال نہیں سکتا۔

آپؑ نے فرمایا " لاحول ولاقوۃ الا باللہ "۔

پھر ربیع نے منصور کو بتایا کہ جعفر بن محمدؑ حاضر ہیں۔

جب آپؑ اُس کے سامنے تشریف لے گئے تو اُس نے بہت سخت کلمات کہے اور یہ بھی کہا کہ اے دشمنِ خدا! تجھے اہلِ عراق نے اپنا امام بنالیا ہے۔ تیرے پاس یہ لوگ مالِ زکوٰۃ بھیجتے ہیں، میری سلطنت میں یہ کفر والحاد ناقابلِ برداشت ہے۔ کیا تو میرے لیے مصیبت کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ اگر میں نے تجھے قتل نہ کیا تو اللہ مجھے قتل کردے۔

حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا، یا امیرالمومنین! حضرت سلیمانؑ کو اللہ نے سلطنت عطا فرمائی، اُنھوں نے اس کا شکر ادا کیا۔ حضرت ایوبؑ مصائب میں مبتلا ہونے اُنھوں نے صبر سے کام لیا، حضرت یوسفؑ پر اُن کے بھائیوں نے ظلم کیا، انھوں نے اُن سب کو معاف کر دیا۔ آپ بھی تو اس تختِ سلطنت کے مالک ہیں بڑے اختیارات ہیں چاہے کسی کو قتل کرا دیں یا معاف کردیں۔

جب منصور نے آپؑ کے یہ فقرات سُنے تو (نرم پڑ گیا اور) بولا:

اے ابا عبداللہ! ادھر آؤ میرے پاس آؤ۔ تم ایک وسیع القلب، سلیم الطبع اور بے ضرر انسان ہو۔ اللہ تمھیں اپنے رشتہ دار کی طرف سے اس سے بھی بہتر جزا دے جو ایک رشتہ دار کو دیا کرتا ہے۔ پھر آپؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس اپنی مسند پر بٹھا لیا اور حکم دیا عطر لایا جائے عطر لایا گیا تو خود اپنے ہاتھ سے آپؑ کی ریشِ مبارک میں اتنا عطر لگایا کہ ٹپکنے لگا اور کہا، اُٹھو، اللہ کے حفظ و امان میں رہو۔ ربیع سے کہا، ابو عبداللہ کو انعام و خلعت بھی دے دو۔

پھر کہا اے ابو عبداللہ! اب تم اللہ کے حفظ و امان میں واپس جاؤ۔

آپؑ واپس ہوئے۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے ملاقات کر کے کہا کہ میں نے آپؑ کے آنے سے پہلے کچھ اور ہی رنگ دیکھا تھا اور آپؑ کے آنے کے بعد رنگ ہی بدل گیا تھا یہ بتائیے کہ آپؑ نے کون سی دعا پڑھی تھی؟

آپؑ نے فرمایا میں نے یہ دعا پڑھی تھی:

اللهم احرسنی بعینك التی لا تنام واكنفنی بركنك الذی لا یرام واغفرلی بقدرتك علیّ ولا اهلك وانت رجائی اللهم انت اكبر واجل مما اخاف واحذر اللهم بك ادفع فی نحره واستعیذ بك من شره:

اللہ نے میرے ساتھ وہ کیا جو تم نے دیکھ لیا

(کشف الغمہ جلد ۲ صٖ ۲۷۴، مطالب السئول صٖ ۸۳)

• سند دیگر :

عبداللہ بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں منصور کے ساتھ مقام ربذہ میں تھا۔ اُس نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو طلب کرنے کے لیے آدمی بھیجا تھا، ادھر مجھے بھی بلا بھیجا جب میں دروازے پر پہونچا تو میں نے منصور کی آواز سُنی کہ اسے جلد میرے سامنے پیش کرو۔ اگر میں نے اسے قتل نہ کیا تو اللہ مجھے قتل کرے۔ اگر میں نے اس کے خون سے زمین کو رنگین نہ کیا تو اللہ میرے خون سے زمین کو رنگ دے۔

میں نے دربان سے پوچھا، یہ کس کے لیے کہہ رہے ہیں ؟

اُس نے کہا، حضرت جعفر ابن محمدؑ علیہ السلام کے لیے۔

ابھی وہ یہ جواب دے ہی رہا تھا کہ حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام چند سپاہیوں کی حراست میں لائے گئے۔ جب آپؑ دروازے پر پہونچے تو دروازے کا پردہ اُٹھانے سے پہلے ہی میں نے دیکھا کہ آپؑ کے لب متحرک ہوئے اور پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئے۔

آپؑ کو دیکھتے ہی منصور نے کہا "اے میرے ابن عم! مرحبا، اے فرزند رسولؐ! مرحبا، آئیے اور آگے آجائیے یہانتک کہ اُس نے آپؑ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور کھانا منگوایا میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ آپؑ کو بکری کا گوشت کھلا رہا تھا۔ پھر اُس نے اُن کی حاجتیں پوری کیں اور واپس جانے کی اجازت دیدی۔ جب آپؑ باہر نکلے تو میں نے عرض کیا آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں آپؑ کا دوست ہوں۔ منصور جو کچھ کہہ رہا تھا وہ بھی میں نے سُنا، مگر جب آپؑ دروازے پر پہونچے تو آپ کے دونوں لب متحرک تھے اور یقیناً کوئی دُعا ضرور پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد جو سلوک اُس نے آپؑ کے ساتھ کیا۔ وہ بھی میں نے دیکھا اگر مناسب ہو تو وہ دعا مجھے بھی تعلیم فرما دیجیے تاکہ جب میں اُسکے پاس جاؤں تو وہ دعا پڑھ لیا کروں۔ آپؑ نے فرمایا میں نے یہ دعا پڑھی تھی۔"

ماشاء اللہ ماشاء لایاتی بالخیر الا اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ کل نعمۃ فمن اللہ ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۴۲۸)

(۲۳) == اسناد دُعائے حجاب

حافظ ابوالفتح محمد بن احمد کی کتاب خصائص میں ہے کہ قیس بن ربیع نے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن منصور نے مجھے بلایا اور

کہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس حبشی کے متعلق مجھے کیا اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ؟

میں نے کہا، وہ حبشی کون، یا امیر المومنین ؟

اُس نے کہا، جعفر بن محمدؑ، خدا کی قسم میں اُسے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دوں گا۔

اس کے بعد اُس نے اپنے فوجی سرداروں میں سے ایک سردار کو طلب کیا اور حکم دیا ایک ہزار سپاہی لے کر مدینہ جاؤ، جعفر بن محمدؑ پر چھاپہ مارو اور اُن کا اور اُن کے فرزند موسیٰ بن جعفر کا سر لے آؤ۔

فوجی سردار اُسی وقت روانہ ہوا اور مدینہ پہونچا۔

اس کی خبر حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو پہونچی تو حکم دیا کہ دو ناقے لائے جائیں ناقے لائے گئے تو آپؑ نے ان دونوں کو گھر کے دروازے پر باندھ دیا اور اپنی اولاد موسیٰ و اسماعیل محمد و عبد اللہ کو بلایا اور انھیں لیکر محرابِ عبادت میں بیٹھ گئے اور ان کو دعا پڑھانے لگے۔

ابو بصیر کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے مولا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اس فوجی سردار نے ہمارے مکان پر چھاپہ مارا، ادھر میرے پدر بزرگوار دعا پڑھ رہے تھے اور ادھر فوجی سردار اور سپاہی آگے بڑھے۔ اُس نے حکم دیا "یہ دونوں جو سامنے کھڑے ہیں ان کے سر اُتار لو۔"

سپاہیوں نے بڑھ کر ان دونوں کے سر قلم کیے اور لیکر منصور کے پاس پہونچے اور جس کوٹھری میں دونوں سر رکھے گئے، اُس میں منصور آیا تو دیکھا کہ دو ناقوں کے سر ہیں۔

منصور نے پوچھا، یہ کیا ؟

فوجی سردار نے کہا، مالک! میں بہت تیزی سے اس مکان میں داخل ہوا جس میں جعفر بن محمد تھے۔ وہاں پہونچ کر میرا سر چکرا گیا اور کچھ نظر نہ آیا کہ سامنے کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے دو آدمی کھڑے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ یہی ہیں جعفر بن محمد اور اُن کے فرزند موسیٰ بن جعفر بس میں نے فوراً اُن دونوں کے سر قلم کر دیے لیکن یہاں آکر یہ نظر آرہا ہے کہ یہ تو ناقوں کے سر ہیں۔

منصور نے کہا اچھا، اس امر کو پوشیدہ رکھنا۔

لہٰذا، میں نے یہ بات اُس کی حیات تک پوشیدہ رکھی۔

ربیع کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے اُس دعا کے متعلق دریافت کیا۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ دعائے حجاب تھی۔ اور پوری دعا تعلیم فرمائی۔

(مہج الدعوات ص ۲۱۳)

• ... الآبیؑ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں نے یہ مصمم عزم کرلیا ہے کہ مدینے کو تباہ و برباد کردوں تمام گھروں میں آگ لگادوں۔

آپؑ نے فرمایا، یاامیرالمومنین! ضروری ہے کہ میں آپ کو ایک مشورہ دوں۔ خواہ اسے آپ قبول کریں یا نہ کریں۔

اُس نے کہا، فرمائیے کیا کہنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، دیکھیے آپ کے اسلاف میں سے تین بزرگ گذرے ہیں:

- ایک حضرت ایوبؑ تھے جو مصائب میں مبتلا ہوئے اور انھوں نے صبر کیا۔
- دوسرے حضرت سلیمانؑ تھے جن کو سلطنت عطا ہوئی، انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔
- تیسرے حضرت یوسفؑ تھے جن پر بھائیوں کے ظلم ہوئے۔ مگر انھوں نے معاف کردیا۔ اب آپ ان میں سے جس کی چاہیں پیروی کریں۔

منصور نے کہا، اچھا، میں سب کو معاف کرتا ہوں۔

(۲۴) مکہ سے خیر پرواز کرگیا، اب تو شر ہی شر ہے

راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ منصور کے دروازے پر اہلِ مکّہ و مدینہ دونوں کھڑے تھے۔ ربیع نے اہلِ مکّہ کو پہلے ملاقات کی اجازت دی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا، تم نے مدینہ والوں کو پہلے کیوں نہ بلایا؟ مکّہ والوں پر مؤخّر کیا۔

ربیع نے کہا، اس لیے کہ مکّہ ہی اصل مقام ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں مقام تو ہے مگر خدا کی قسم اس میں سے خیر تو پرواز کرگیا ہے اب تو وہاں شر ہی شر باقی رہ گیا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۴۳۹)

(۲۵) منصور دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہوگیا

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتایا گیا کہ منصور کو جب سے خلافت ملی ہے موٹا جھوٹا لباس پہنتا ہے اور معمولی غذا

کھاتا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، وائے ہو اُس پر کہ اتنی بڑی سلطنت کا مالک ہوتے ہوئے نہ وہ اچھا کھا سکتا ہے نہ عمدہ لباس پہن سکتا ہے۔
کسی نے کہا، وہ بڑا بخیل ہے مال و دولت جمع کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، اُس خدا کا شکر ہے کہ اس نے اُس بدبخت کو دین سے تو محروم کر ہی دیا ہے لیکن دنیا میں بااختیار اور صاحب مال و دولت و حکومت ہوتے ہوئے دنیاوی عیش و آرام سے بھی محروم کر دیا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صؔ ۴۴۰)

(۲۶) ــــ فرزندِ رسولؐ آپ میرے پاس کیوں نہیں آتے

ابنِ حمدون کا بیان ہے
ایک مرتبہ منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا۔ کیا بات ہے کہ آپؑ ہمارے پاس نہیں آتے جس طرح تمام لوگ آتے ہیں؟
اس کے جواب میں آپؑ نے تحریر فرمایا، میرا کوئی ایسا جرم نہیں کہ جس کی سزا کے خوف سے حاضری دوں۔ تمھارے پاس آخرت کی کوئی بھلائی نہیں جس کی اُمید میں حاضری دیا کروں۔
اُس نے پھر خط لکھا، آپؑ ہمارے پاس بیٹھ کر پند و نصائح کیا کریں۔
آپؑ نے جواب دیا، جو دنیا چاہتا ہے وہ تمھیں نصیحت کیوں کرے گا اور جو آخرت کا طلبگار ہے وہ تمھاری صحبت کیوں اختیار کرے گا؟
منصور نے کہا، خدا کی قسم انھوں نے مجھے لوگوں کے منازل و اقدار میں فرق بتادیا مجھے معلوم ہوگیا کہ کون دنیا چاہتا ہے اور کون آخرت کا خواہش مند ہے اور وہ تو اُن لوگوں میں سے ہیں جو آخرت چاہتے ہیں دنیا نہیں چاہتے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صؔ ۴۴۸)

• منصور بن یونس نے عینیہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا۔
آپؑ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ سے اپنی تنہائی اور اہلِ مدینہ کی طرف سے بے آرام ہونے کی شکایت کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تم آتے ہو تو میں تمھیں دیکھتا ہوں اور مسرور ہوتا ہوں کاش یہ ظالم مجھے اجازت دیتا کہ میں ایک مکان لیتا اس میں خود بھی رہتا اور تمھیں بھی رکھتا، اور اسے مطمئن کر دیتا کہ ہماری طرف سے کبھی کوئی گزند اُس کو نہ پہونچے گا۔ (معرفت اخبار الرجال کشی صؔ ۲۲۲)

۔۔۔ نے محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے اور انھوں نے علی بن حکم سے بھی یہی روایت کی ہے اور اس میں یہ جملہ بھی ہے کہ میں طائف میں ایک مکان لیتا۔ (کافی جلد ۸ ص ۲۱۵)

(۲۷) نماز کی حدود چار ہزار ہیں

کراجکی نے کنز الفوائد میں ذکر کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر منصور جمعہ کے دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے نکلا تو ایک شخص نے جس کا نام رزام غلام خالد بن عبداللہ نے دیکھ کر کہا: یہ کون ہے جس کو امیر المومنین سے اس قدر قربت حاصل ہے کہ اس کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چل رہے ہیں۔؟

کسی نے کہا کہ یہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔

اُس نے کہا' خدا کی قسم' مجھے معلوم نہ تھا' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ابوجعفر منصور کا منہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے پاپوش بن جائے۔

اس کے بعد وہ اُٹھا اور منصور کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا۔ بولا' یا امیر المومنین! مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

منصور نے کہا' مسئلہ اگر پوچھنا چاہتے ہو تو اِن سے دریافت کرو۔

رزام نے کہا' نہیں میں تو آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

منصور نے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا' ان ہی سے دریافت کرلو۔

مجبوراً رزام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب متوجہ ہوا اور کہا ذرا آپؑ نماز اور اس کی حدود کے متعلق مجھے بتا دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا' نماز کے چار ہزار حدود ہیں مگر ان میں سے کسی حد پر تم سے مواخذہ نہیں ہو گا۔

اُس نے پوچھا' یہ بتائیے کہ نماز میں کیا چیز ترک کرنا جائز نہیں اور بغیر اس کے نماز مکمّل نہیں ہوسکتی؟

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا' نماز اسی شخص کی مکمل ہوگی جو ہر طرح باطہارت ہو' پورا بالغ ہو' اس میں وسوسہ نہ ہو' انحراف نہ ہو' عارف ہو' واقف ہو انکساری کے ساتھ ثابت قدم ہو' امید اور ناامیدی' صبر اور بے صبری کے درمیان اس طرح

کھڑا ہو جیسے اللہ کے سارے وعدے اور وعید اسی کے لیے ہیں۔ سارے علائق سے کٹ کر اسی سے لَو لگائے، اسی کی طرف رجوع کرے، اسی سے مدد چاہے۔

الغرض جب کوئی شخص اس طرح نماز ادا کرے گا تو یہ وہ نماز ہوگی جس کا حکم دیا گیا ہے اور جس کی یہ خبر دی گئی ہے کہ "نماز انسان کو فواحش و منکرات سے بچاتی ہے۔"

یہ سن کر منصور نے آپؑ کی طرف رُخ کیا اور کہا، یا اباعبداللہ! (خدا کرے) ہم لوگ آپؑ کے بحرِ ذخار سے ہمیشہ اپنے اپنے کوزے بھرتے رہیں۔ آپؑ کی قربت اختیار کریں، آپؑ اندھوں کو بینائی دیتے ہیں۔ آپؑ کے نور سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ ہم لوگ آپؑ کے بحرِ طمطام اور دریائے تقدس میں سدا پیرتے رہیں۔

(فلاح السائل صـ ۲۳)

(۲۸) محمد بن مروان اور سلطانِ نوبہ کی گفتگو

منصور سے کہا گیا کہ آپ کی قید میں محمد بن مروان ہے۔ ذرا اس کو یہاں بُلا کر پوچھیے کہ اُس کے اور سلطانِ نوبہ کے درمیان کیا واقعہ ہوا تھا۔

جب اُس کو بُلا کر پوچھا گیا تو اُس نے بیان کیا کہ اپنی حکومت کے آخری دَور میں جب میں جزیرۂ نوبہ پر پہونچا اور حکم دیا کہ شاہی شامیانہ نصب کیا جائے۔ شامیانہ نصب کیا گیا تو اہلِ نوبہ اس شامیانے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ اُن کا سلطان بھی آیا جو ایک طویل القامت کشادہ پیشانی والا تھا، وہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اُس نے سلام کیا اور زمین پر ہی بیٹھ گیا۔

میں نے کہا، کیا بات ہے، تم فرش پر کیوں نہیں بیٹھتے؟

اُس نے جواب دیا، میں اِن کا سلطان ہوں اور اللہ جس کو بلندی عطا فرمائے اُس کا فرض ہے کہ تواضع و انکساری سے کام لے۔

پھر اُس نے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ لوگ اپنے جانوروں سے اس قدر لاپروا ہیں کہ وہ زراعت کو روند ڈالتے ہیں؟

میں نے کہا، یہ کام ہمارے غلاموں کے سپرد کیا گیا ہے ان کی عدم توجہی کی بناء پر اور جہالت سے وقوع میں آجاتا ہے۔

اُس نے پھر پوچھا، آپ لوگ شراب کیوں پیتے ہیں؟ آپ کے مذہب میں تو شراب قطعاً حرام ہے؟

میں نے کہا، ہمارے پیرو اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

اس نے مزید پوچھا، آپ لوگ حریر کا (ریشمی) لباس اور سونے کے زیورات کیوں پہنتے ہیں؟ یہ بھی تو آپ کے مذہب میں حرام ہے، یہی آپ پیغمبرؐ کا حکم ہے۔

میں نے کہا، ہمارے عجمی ملازمین چونکہ یہی پہنتے ہیں اس لیے ہم نے اُن کے اور اپنے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے اُن ہی جیسا لباس وغیرہ پہننا شروع کر دیا۔

میرا یہ جواب سن کر اُس نے ہنستے ہوئے میری بات کا مذاق اُڑایا۔

پھر کہنے لگا اے ابنِ مروان، نہیں، جو تم کہتے ہو، وہ بات نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ تمھیں حکومت ملی تو تم نے ظلم و ستم کا بازار گرم کرنا شروع کر دیا اور احکاماتِ خدا اور رسولؐ کی مخالفت کرنے لگے اسی بناء پر اللہ تعالےٰ نے تمھیں زوالِ سلطنت کا مزا چکھایا۔ یہ اللہ کی طرف سے تم پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ تم ہماری سرزمین پر ہو کہیں یہاں بھی تم پر مزید عذاب نازل ہو اور ہم بھی اس کی زد میں آجائیں، لہٰذا یہاں سے چلے جاؤ۔ (تنبیہ الخاطر)

(۲۹) دنیا جائے عبرت ہے

ربیع کے غلام یاسر سے روایت ہے کہ میں نے ربیع کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ جب منصور نے حج کیا اور مدینہ گیا تو ایک شب اُسے نیند نہ آئی۔ اُس نے مجھے بُلایا اور کہا، اے ربیع! تم ابھی ابھی فروتنی اور نرم روی کے ساتھ ابوعبداللہ جعفرؑ بن محمدؐ کے پاس جاؤ۔ اور تنہا جاسکو تو بہت اچھا ہے، اور اُن سے کہو کہ تمھارے ابنِ عم نے تمھیں سلام کہا ہے اور ابھی بُلایا ہے۔

اگر وہ فوری طور پر آنے کے لیے تیار ہو جائیں تو اپنے ساتھ لے آنا اور اگر سردست آنے میں کوئی عذر کریں تو انھیں اختیار ہے۔ سختی سے کام نہ لینا، نرمی سے کام لینا، ان کا عذر قبول کر لینا اور کسی قسم کا جبر نہ کرنا۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی ڈیوڑھی پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ آپؑ اپنے حجرے میں تنہا ہیں لہٰذا بلا اجازت ہی داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ آپؑ کے رُخسار خاک آلود ہیں، دعا کے لیے دونوں ہاتھ بلند ہیں چہرہ اور دونوں رُخسار گرد سے بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے ہمت نہ ہوئی کہ کچھ کہوں یہانتک کہ آپؑ نماز سے فارغ ہوئے اور میری طرف متوجّہ ہوئے۔

میں نے عرض کیا اَلسَّلَامُ علیکَ یا اباعبداللہ۔

آپؑ نے فرمایا وعلیکَ السَّلَامُ یا اخی، کیسے آنا ہوا؟

میں نے عرض کیا، آپؑ کے ابنِ عم نے آپؑ کو سلام کہا ہے۔" پھر وہ پیغام پہونچا جو منصور نے کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ربیع! افسوس، (اور یہ آیت پڑھی)

"أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ط

(سورۃ الحدید آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل عاجزی کے ساتھ اللہ کی یاد اور اُس کے نازل کردہ حق کی جانب جُھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی مانند نہ ہو جائیں جنھیں اس سے قبل کتاب دی گئی تھی اور ایک عرصۂ دراز گذرنے کے بعد اُن کے دل سخت ہو گئے۔"

پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے ربیع! افسوس، (پھر یہ آیت پڑھی)

"أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۞ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۞ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ج فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ع

(سورۃ الاعراف آیت ۹۷، ۹۸، ۹۹)

ترجمہ: "کیا اہلِ بستی اپنے آپ کو ہمارے عذاب سے محفوظ سمجھتے ہیں کہ وہ اُن پر رات کے وقت آجائے جبکہ وہ سو رہے ہوں۔" (۹۷) یا

"کیا اہلِ بستی اپنے آپ کو ہمارے عذاب سے امان میں خیال کرتے ہیں کہ وہ اُن پر دوپہر کے وقت آجائے درآنحالیکہ وہ کھیل کود میں مشغول ہوں۔" (۹۸)

"اور کیا وہ اپنے آپ کو اللہ کی تدبیر سے محفوظ سمجھتے ہیں اور سوائے نقصان اُٹھانے والے لوگوں کے کوئی اپنے کو اللہ کی تدبیر سے محفوظ نہیں سمجھتا۔" (۹۹)

اچھا، جاؤ اور امیر المومنین سے بھی میری طرف سے علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہہ دینا۔

یہ فرما کر آپؑ نے اپنا رُخ موڑا اور نماز کی طرف متوجہ ہو گئے۔

میں نے عرض کیا، اس سلام کے بعد کیا کہہ دوں۔ آپؑ تشریف لے چلیں گے یا نہیں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، اُن سے کہدینا:

"اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰیۙ وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى ۝ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰى ۝ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰىۙ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤىۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى ۝" (سورۃ النجم آیت ۳۳ تا ۴۰)

ترجمہ: "کیا تونے اُس شخص کو دیکھا جس نے (حق سے) روگردانی کی (اس نے اللہ کی راہ میں) اور تھوڑا سا دیا پھر ہاتھ روک لیا۔ کیا اُس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ (اس کے سبب سے) دیکھتا ہے۔؟ یا، کیا جو کچھ موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اُسے اس کی خبر نہیں دی گئی؟ (اور اس کی بھی) جو کہ (حق سے) وفا کرنے والے ابراہیم کے (صحیفوں میں ہے)؟ یہ کہ کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہے۔ اور یہ کہ انسان کو صرف اُس کی کوشش کے مطابق ہی ملے گا۔ اور یہ کہ اُس کی کوشش تو عنقریب دیکھی (جانچی) جائے گی۔"

یہ بھی کہدینا کہ اے امیر المومنین! خدا کی قسم ہمیں آپ سے ڈر معلوم ہوتا ہے اور آپ کے ڈر کی وجہ سے ہماری عورتیں بھی خوفزدہ ہیں انھیں آپ جانتے ہی ہیں کتنی رقیق القلب ہوتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ صاف صاف بتادیں کہ کیوں بلایا ہے۔ اور اگر آپ درگذر کریں تو میں آپ کے لیے پانچ وقت کی نمازوں میں دعاگو رہوں گا۔ آپ نے خود اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے آپ کے جد سے اور اُنھوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چار اشخاص کی دعاؤں کو اللہ تک پہونچنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ باپ کی دعا، بیٹے کے لیے • بھائی کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھائی کے لیے • مظلوم کی دعا، • مخلص کی دعا۔

ربیع کا بیان ہے کہ ابھی یہ بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ منصور کے فرستادہ میری تلاش میں آپہونچے۔ میں آپؑ کے پاس سے واپس ہو کر منصور کے پاس گیا اور سب کچھ کہہ سُنایا۔

یہ حال سُن کر وہ رونے لگا اور بولا " جاکر کہدو، تشریف لانے اور نہ لانے کا آپؑ کو اختیار ہے لیکن فی الحال میرا مقصد آپؑ کے ساتھ ملکر تھوڑی دیر بیٹھنا ہے۔ اور عورتوں کا جو آپؑ نے ذکر کیا ہے تو آپؑ اُن کو میرا سلام پہونچادیں اور انھیں اطمینان دلاکر اُن کے خوف کو دور کردیں۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں وہاں سے پھر واپس آیا اور منصور کا پیغام پہونچا دیا۔
یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا کہ جا کر امیر المومنین سے کہدینا کہ آپ نے واقعاً رشتہ داری کا لحاظ کیا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔
یہ کہہ کر آپؑ کی آنکھوں آنسو بھر آئے اور چند قطرے آپؑ کے دامن پر بھی گر پڑے پھر فرمایا، اے ربیع ! یہ دنیا ہے یہاں کی مسرتوں اور آرائشوں سے جس قدر بھی تم چاہو فائدہ اٹھا لو مگر نتیجہ میں وہی ہوگا جو موسمِ بہار کے آخر کا ہوتا ہے کہ پھول پھل پتے سب آتے ہیں مگر اپنی مدت پوری کر کے سب ختم ہو جاتے ہیں۔
لہٰذا جو شخص نصیحت اور سبق حاصل کرنا چاہے اور فرائض کو مدِ نظر رکھے اللہ نے انسان کو عقل عطا فرمائی ہے اچھے اور بُرے انجام پر نظر رکھے۔ کیونکہ اس دنیا نے بہت سے اپنے چاہنے والوں کو دھوکا دیا ہے۔ اُن کے پاس آئی اور دل لبھا کر چلی گئی۔ وہ پڑے سوتے رہے کہ موت نے آکر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، یا، دن کے وقت جبکہ وہ لہو و لعب میں مشغول تھے کہ اُن کی موت آن پہونچی اور وہ اس دنیا سے کیسے نکالے گئے اور ایسی دور دراز جگہ پہونچے جہاں ان کے لیے الم ہی الم ہیں۔ اب انھیں ندامت ہے۔ وہ انتہائی تلخ پانی پینے پر مجبور ہیں۔
لہٰذا افسوس ہے اُس شخص پر جو اس دنیا سے خوش ہے اور یہ اُسے بھلی لگ رہی ہے۔ کیا وہ اپنے آباء و اجداد، اپنے دوستوں اور دشمنوں کی قبروں کو نہیں دیکھتا۔
اے ربیع ! وہ شخص جو فریب خوردہ دنیا ہے جب اپنی موت کو سامنے دیکھے گا اور یہ دیکھے گا کہ اُس کی ساری اُمیدیں منقطع ہو چکی ہیں تو اسے کس قدر پریشانی ہوگی، اُس کا کتنا بڑا نقصان ہوگا اور اُسے کتنا دُکھ ہوگا۔ اِس وقت تو وہ جو چاہے کرے اس لیے کہ اُسے ایک طویل عمر مل گئی ہے اُس کی تمام اُمیدیں پوری رہی ہیں مگر کیا اس کو بڑھاپا نہیں آئے گا، یا اُسے دُکھ بیماری نہیں آئے گی۔ ہم اللہ سے اپنے اور تمھارے دونوں کے لیے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں عملِ خالص اور اپنی اطاعت کی توفیق دے، حق کی معرفت عطا کرے، اپنی رحمت کے زیرِ سایہ رکھے گناہوں سے بچائے۔
ربیع کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، یا ابا عبد اللہ! آپؑ کو اپنے اس حق کا واسطہ جو آپؑ کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ہے یہ بتائیں! آپؑ اپنے رب سے کیا دعا مانگ رہے تھے؟ اپنے خوف کو دور کرنے کے لیے کیا دُعا پڑھ رہے تھے؟ شاید آپؑ کی دُعا سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہونچے، بہت سے فقیر غنی ہو جائیں۔ اور بخدا، یہ میں کسی اور کے لیے نہیں خود اپنے لیے کہہ رہا ہوں۔
ربیع کا بیان ہے کہ آپؑ نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا اور دعاؤں کی کتاب

اٹھائی اور اس میں سے یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا مُدْرِكَ الْهَارِبِیْن...

(مہج الدعوات ص۱۷۵)

(۳۰) قبہ حمراء اور یوم ذبح

مہج الدعوات کے ایک قدیمی نسخہ میں

محمد بن ربیع حاجب سے روایت ہے کہ منصور ایک دن اپنے قصر قبۂ حمراء میں بیٹھا تھا اور یہ قصر محمد و ابراہیم کے قتل سے پہلے قبۂ حمراء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور جس دن وہ اس میں بیٹھتا تھا اُس دن کو یوم ذبح کہا جاتا تھا۔ اس نے حضرت جعفر ابن محمدؑ کو مدینہ سے گرفتار کر کے بلایا تھا، اُس نے دن بھر قبۂ حمراء میں قیام کیا جب رات ہوئی تو کافی دیر کے بعد اُس نے میرے والد ربیع کو بلایا اور کہا، اے ربیع! تم خوب جانتے ہو کہ میرے نزدیک تمہارا کیا مقام ہے۔ کوئی کام ہوتا ہے تو ہم تمہارے علاوہ کسی اور سے نہیں کراتے، نہ کسی کو اطلاع دیتے ہیں اور نہ کسی سے کوئی مشورہ لیتے ہیں یہاں تک کہ گھر کی عورتوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔ تمام کام تمہارے ذریعے سے انجام کو پہونچتے ہیں۔

ربیع نے کہا، یا امیرالمومنین! یہ اللہ کا کرم اور آپ کی مہربانی ہے۔

منصور نے کہا، نہیں تم واقعاً ایسے ہی ہو۔ اچھا اب اسی وقت جعفر ابن محمدؑ بن فاطمہؑ کے پاس جاؤ اور وہ جس حال میں ہوں اسی حال میں اور جس لباس میں ہوں اسی لباس میں لے کر آؤ۔

میں نے " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن " کہا۔ اور دل میں سوچا خدا کی قسم یہ تو سخت مصیبت آگئی۔ اگر میں لاتا ہوں تو یہ غصہ میں بھرا ہوا ہے انھیں قتل کر دے گا اور اگر نہیں لاتا، تو یہ مجھے بھی نہ چھوڑے گا بلکہ میری اولاد کو بھی قتل کر دے گا، میرا سارا مال اسباب ضبط کر لے گا۔ اس وقت میرے سامنے دنیا و آخرت دونوں ہی ہیں لیکن نفس مجھ پر آگیا تو دنیا کو پیشِ نظر رکھا اور آخرت کو نظر انداز کر دیا۔

محمد بن ربیع کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھے بلایا، میں اُن کی اولاد میں سب سے زیادہ سخت اور باہمت سمجھا جاتا تھا، اور کہا، جعفر بن محمدؑ کے گھر جاؤ اُن کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو جاؤ (دروازہ نہ کھلوانا ورنہ وہ اپنا لباس تبدیل کریں گے) اچانک اُن کے پاس وارد ہو جاؤ اور جس حال میں وہ ملیں اسی طرح انھیں لیکر آجاؤ۔

محمد بن ربیع کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی رات گذری تھی کہ میں جا پہونچا، سیڑھی لگوائی دیوار پر چڑھا اور مکان میں کود پڑا۔ دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں جسم پر ایک قمیض اور

ایک لنگ ہے۔ جب اُنھوں نے نماز ختم کی اور سلام پڑھا، تو میں نے کہا چلیے آپؑ کو امیرالمومنین نے طلب کیا ہے۔

اُنھوں نے کہا، اچھا، ذرا لباس تبدیل کر لوں۔

میں نے کہا، نہیں، اس کی اجازت نہیں ہے۔

اُنھوں نے کہا، ذرا طہارت خانہ (بیت الخلاء) ہو آؤں۔

میں نے کہا، نہیں، اس کی اجازت نہیں۔ آپؑ جس حالت میں ہیں بعینہ اسی طرح چلیں۔ میں نے اُنھیں اسی قمیص اور لنگ میں گھر سے نکالا۔ اس وقت اُن کی عمر ستّر سال سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ وہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اُن کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ مجھے ترس آیا اور کہا آپؑ میرے ملازم کی سواری پر بیٹھ جائیں۔

الغرض اُنھیں لے کر میں اپنے باپ ربیع کے پاس پہونچا تو میں نے منصور کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

اے ربیع! جعفرؑ بن محمدؑ کے آنے میں بہت دیر لگ گئی۔

وہ سخت تقاضا کر رہا تھا۔ جب ربیع نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کو اس حال میں دیکھا تو اُس کے آنسو نکل آئے۔ ربیع برابر اظہارِ تشیّع کیا کرتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے ربیع! میں جانتا ہوں کہ تم ہماری طرف مائل ہو بس اتنی مہلت دے دو کہ میں اُس کے سامنے جانے سے پہلے میں دو۲ رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگ لوں۔

ربیع نے کہا، آپؑ کی مرضی ہے۔

چنانچہ آپؑ نے اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک دعا پڑھی جس کو میں سمجھ نہ سکا۔ وہ کوئی طولانی دعا تھی اور ادھر منصور برابر تقاضا کیے جا رہا تھا۔ جب آپؑ اپنی طویل دعا سے فارغ ہوئے تو ربیع نے آپؑ کا ہاتھ پکڑا اور منصور کے پاس لے گیا۔ جب آپؑ دربار کے صحن میں پہونچے تو کھڑے ہو گئے۔ آپؑ کے دونوں لب متحرک تھے۔ خبر نہیں کیا پڑھ رہے تھے۔ پھر وہ آپؑ کو منصور کے پاس لے گیا۔

منصور آپؑ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ اے جعفرؑ! تم خاندانِ بنی عباس سے اپنے بغض وحسد اور مفسدہ پردازی کو نہ چھوڑو گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تمھارے اس بغض وحسد کو بڑھاتا ہی جا رہا ہے۔ آخر یہ کہاں تک پہونچے گا، اس کی کوئی انتہا بھی ہے۔؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، یا امیرالمومنین! میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔

میں دورِ بنی اُمیہ میں تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے اور آپ کے سب سے بڑے دشمن تھے اور انھیں اس حکومت کا کوئی حق نہ تھا، مگر خدا کی قسم میں نے ان کے خلاف بھی بغاوت نہیں کی تو بھلا اب جبکہ آپ کا دور ہے جو میرے قریبی رشتہ دار یعنی ابن عم ہیں، میں کیوں بغاوت کروں گا اور آپ تو ہمارے ساتھ حسنِ سلوک بھی کرتے ہیں۔

یہ سُن کر منصور گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ وہ ایک نمدے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بائیں جانب جرمقانی تکیہ تھا اور نمدے کے نیچے تلوار تھی اور جب بھی وہ اُس قبّے میں بیٹھتا تھا تو تلوار ساتھ ہوتی تھی۔

پھر کہنے لگا، نہیں، تم نے ضرور ایسا کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

اس کے بعد نمدے کا ایک سرا اٹھا کر اس کے نیچے سے خطوط کی ایک گڈّی نکال کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف پھینکی اور کہا۔ یہ خطوط تمھارے ہیں جو تم نے خراسان والوں کو لکھے تھے تاکہ وہ ہماری بیعت چھوڑ کر تمھاری بیعت کریں۔

آپؑ نے فرمایا، یا امیر المومنین! واللہ میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی نہ میں اسے جائز سمجھتا ہوں میں تو بہر حال آپ سے خوش ہوں۔ اور بھلا میں اِس کبر سنی میں یہ کام کیوں کروں گا جبکہ قویٰ مضمحل اور کمزور ہو چکے ہیں۔ پھر بھی اگر آپ کو میری طرف سے اطمینان نہیں ہے تو میری باقی زندگی آپ کے نوجیوں کی قید میں گذر جائے گی، مجھے ان کے ساتھ کر دیجیے۔

اُس نے کہا، نہیں، ہرگز نہیں۔

اِس کے بعد اُس نے گردن جھکائی، کچھ سوچ کر تلوار پر ہاتھ ڈالا، اُس کا قبضہ پکڑا اور تقریباً ایک بالشت نیام سے باہر کھینچا۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے کہا، انا للہ۔ خدا کی قسم اب یہ گئے۔ مگر اُس نے تلوار پھر نیام میں رکھ لی اور بولا۔ اے جعفرؑ! تمھیں شرم نہیں آتی، یہ بڑھاپا یہ نسب اور پھر جھوٹ بولتے ہو، مسلمانوں میں افتراق پیدا کرتے ہو۔ چاہتے ہو کہ خونریزی اور فساد برپا ہو، والیانِ حکومت اور عوام کے درمیان فتنہ کی بنیاد رکھ رہے ہو۔

آپؑ نے فرمایا، یا امیر المومنین! خدا کی قسم میرا یہ فعل نہیں ہے، نہ یہ میرا خط ہے نہ یہ میری تحریر ہے، نہ یہ میری مُہر ہے۔

اُس نے پھر تلوار کھینچی اور اس مرتبہ تقریباً ایک ہاتھ کے برابر نکال لی۔ میں نے کہا، اِنّا للہ، بس اب تو یہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اور معاً یہ بھی دل ہی میں کہہ رہا تھا کہ اگر اس نے مجھے کوئی حکم دیا تو میں اس کی حکم عدولی کروں گا۔ اس لیے کہ مجھے گمانِ غالب تھا کہ وہ آپؑ کے قتل کا مجھ ہی کو حکم دے گا، اگر ایسا ہوا تو میں بجائے حضرت جعفر بن محمدؑ کے منصور ہی کو تہہ تیغ کر دوں گا

خواہ مجھ پر یا میری اولاد پر کچھ کیوں نہ بیت جائے اور اس سے پہلے جو کچھ میں نے کیا تھا، اُس کے متعلق اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

ادھر منصور آپؑ کو برابر سخت سُست کہے جا رہا تھا اور آپؑ معذرت پیش کر رہے تھے۔ اس کے بعد اُس نے پھر تلوار کھینچی اور مرتبہ تو اُس نے تقریباً پوری تلوار باہر نکال لی تھی اور اس مرتبہ پھر میری زبان سے اِنّا لِلّٰہ بیساختہ نکل گیا اور یقین ہو گیا کہ بس اب یہ ضرور ہی انھیں قتل کر دے گا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر تلوار نیام میں رکھ لی اور قدرے توقّف کر کے کہنے لگا:

میرا غالب خیال تو یہی ہے کہ اے جعفرؑ! تم سچّے ہو اور یہ تمھارا کام نہیں ہے۔

اے ربیع! وہ صندوقچہ فلاں جگہ اسی قبّے میں رکھا ہوا ہے لے آؤ۔

میں جا کر لے آیا۔ اور اس کے سامنے رکھ دیا۔

اُس نے کہا، اس کو کھولو۔

میں کھول دیا تو اُس نے اپنے ہاتھ سے عطر کی ایک شیشی نکالی اور اپنے ہاتھ پر عطر چھڑک کر آپؑ کی ریشِ مبارک میں عطر لگایا، اتنا لگایا کہ ریشِ مبارک سفید سے کچھ سیاہی مائل ہو گئی۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میری سواری جس پر میں خود بیٹھتا ہوں ان کو بٹھاؤ، دس ہزار درم بھی دیدو۔ ان کو عزت و احترام کے ساتھ ان کے بیت الشرف پہونچا۔ یا اگر یہ چاہیں یہیں پر ہمارے ساتھ رہیں اب انھیں اختیار ہے۔

الغرض میں اس کے پاس سے بہت خوش و مسرور نکلا کہ حضرت جعفر صادقؑ بچ گئے۔ مگر مجھے تعجب تھا کہ اُس کا ارادہ تو کچھ اور ہی تھا مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور جب میں صحن میں پہونچا تو میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! مجھے حیرت ہے آپؑ کے بارے میں اُس نے کیا تہیہ کیا تھا اور اللہ نے آپؑ کی کس طرح حفاظت کی۔ اللہ کی قدرت اور طاقت کے سامنے تمام عزائم و ارادے اور طاقتیں فسق و بیکار ہو جاتی ہیں۔ میں نے سُنا تھا کہ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھ کر کوئی دعاء پڑھی تھی اور صحن میں پہونچ کر بھی آپؑ نے کوئی دعاء پڑھی تھی۔

آپؑ نے فرمایا پہلی دعاء دعائے کرب و شدائد تھی جس کو میں نے آج سے پہلے کسی اور کے لیے نہیں پڑھا تھا۔ اس دعاء کو میں نے ان تمام دعاؤں کا نعم البدل قرار دیا جسے میں نماز کے بعد پڑھا کرتا تھا۔ کیونکہ جو دعاء میرے روزانہ کے معمولات میں ہے اُسے کبھی نہیں چھوڑتا، اور دوسری دعاء جو صحن میں پڑھی تھی یہ وہ دعاء ہے کہ جسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جنگِ احزاب کے دن پڑھی تھی۔ پھر آپؑ نے وہ دعاء مجھے تعلیم فرمائی۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اگر مجھے منصور کا خوف نہ ہوتا تو یہ ساری رقم میں تمھیں دیدیتا۔

مگر خیر، تم نے مدینہ میں میری ایک زمین مجھ سے مانگی تھی اور اس کی قیمت دس ہزار دینار دے رہے تھے مگر میں نے اسے فروخت نہیں کیا۔ آج وہ زمین میں تمھیں ہبہ کرتا ہوں (بلاقیمت)۔ میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ! مجھے وہ دونوں دعائیں تعلیم فرما دیجیے۔ یہ مجھ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ مجھے اُس زمین کی ضرورت نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا ہم اہلبیت جو چیز کسی کو دیدیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ میں تمھیں وہ دونوں دعائیں بھی لکھوادوں گا، اور وہ زمین بھی تمھارے سپرد کردوں گا۔ میرے ساتھ چلو تو میں ابھی دے دوں گا۔

میں آپؑ کے ہمراہ آپؑ کی قیامگاہ پر گیا جیسا کہ منصور کا حکم بھی تھا۔ آپؑ نے اُس زمین کا ہبہ نامہ بھی مجھے لکھ کر دیدیا اور وہ دونوں دعائیں بھی لکھوادیں۔

میں نے عرض کیا، فرزند رسول! منصور آپؑ کو جلد سے جلد حاضر کرنے کے لیے بہت تقاضا کر رہا تھا اور آپؑ اس وقت بڑے اطمینان سے یہ طویل دعا پڑھ رہے تھے جیسے آپؑ کو اس کا کوئی خوف ہی نہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔ میں نے نمازِ فجر کے بعد دوسری ضروری دعاؤں کے ساتھ اس دعا کو بھی پڑھ لیا تھا۔ یہ دو رکعتیں نمازِ چاشت کی تھیں جس کو میں نے مختصراً پڑھا۔ اس کے اس دعا کو پڑھا۔

میں نے عرض کیا کہ کیا آپؑ کو منصور کا خوف لاحق نہیں ہوا ؟

آپؑ نے فرمایا، اللہ کا خوف اس کے خوف سے کہیں زیادہ ہے۔ میرا دل منصور سے زیادہ اللہ کو بڑا اور عظیم سمجھتا ہے۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اس وقت منصور کو جس قہر و غضب اور جلال میں دیکھا تو خیال ہوا کہ یہ انسان نہیں کچھ اور ہے۔ پھر جب میں اس سے تنہائی میں ملا تو اس سے پوچھا یا امیر المومنین میں نے آپ کی ایک عجیب بات دیکھی۔

اُس نے پوچھا وہ کیا ؟

میں نے کہا، یا امیر المومنین! آپ حضرت جعفرؑ بن محمدؑ پر اس قدر سخت ناراض تھے کہ اتنا غصہ کرتے ہوئے میں نے کبھی آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ حد یہ ہے کہ اتنے غضبناک تو آپ عبداللہ بن حسن پر بھی نہ ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ آپ ابھی تلوار سے ان کو قتل کر دیں گے۔ آپ نے پہلے نیام سے ایک بالشت تلوار نکالی پھر نیام میں ڈال دی پھر جعفر صادقؑ پر عتاب کیا، پھر ایک ہاتھ کے برابر تلوار نکالی، پھر آپ نے ان کو سخت سست کہا، پھر آپ نے پوری تلوار نکالی ذرا سی نیام میں

باقی رہ گئی اور مجھے پورا یقین ہو گیا تھا کہ اب آپ اُن کو قتل کریں گے کہ یک بیک آپ نرم پڑے اور اُن سے راضی ہو گئے اور اس حد تک راضی ہوئے کہ مجھے حکم دیا، عطر دان لانے کا آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اُن کی ریش مبارک میں وہ عطر لگایا جو بالخصوص آپ کے استعمال کا تھا جس کو آپ کا بیٹا مہدی بھی استعمال نہیں کر سکتا تھا، نہ آپ کا ولیعہد نہ آپ کے چچا صاحبان اس میں سے عطر استعمال کر سکتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان کو جائزہ انعام دیا، سواری دی اور مجھے حکم دیا کہ نہایت عزت و احترام سے ان کو گھر پہونچاؤ۔

منصور نے جواب دیا، وائے ہو تجھ پر اے ربیع! یہ ایسی بات نہیں جو کسی سے کہی جا سکے اس کا پوشیدہ رہنا ہی بہتر ہے اور خاص کر میں یہ نہیں چاہتا کہ اولادِ فاطمہ کو یہ بات معلوم ہو تو وہ اس پر ناز کریں گے اور ہم لوگوں کے مقابلہ میں اپنی فضیلت اور برتری جتائیں گے۔ پھر بھی میں تم سے وہ بات پوشیدہ نہ رکھوں گا۔ پہلے یہ دیکھ لو کہ گھر میں کوئی ہے تو نہیں، اگر کوئی موجود ہو تو اس سے کہو کہ وہ کچھ دیر کے لیے باہر چلے جائیں۔

میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو وہاں سے ہٹا دیا۔

منصور نے کہا، دیکھنا کوئی باقی نہ رہے۔

میں نے یقین دلایا کہ اب کوئی نہیں ہے۔

منصور نے کہا، کہ جو کچھ میں تم سے کہوں، خبردار! کسی کو کانوں کان بھی علم نہ ہو ورنہ یہ سمجھ لو میں تمھارے پورے کنبہ کو تہ تیغ کردوں گا اور مال و اسباب ضبط کرلوں گا۔

میں نے عرض کیا، یا امیر المومنین! خدا کی پناہ، بھلا میں ایسا کر سکتا ہوں۔ (اس عہد و پیمان کے بعد) پھر.....

منصور نے کہا، اے ربیع! سنو! میں نے تو قطعاً طے کر لیا تھا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کو قتل کر دوں گا اس سلسلہ میں اُن کا کوئی عذر و سماجت بھی نہ سنوں گا، اُن کا معاملہ میرے نزدیک عبداللہ بن حسن سے بھی زیادہ اہم تھا اس لیے کہ میں اُن کو اور اُن کے آباء کو عہد بنی اُمیہ ہی سے جانتا تھا، مگر جب پہلی مرتبہ ان کے قتل کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل ہو کر میرے اور ان کے درمیان آستین چڑھائے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے آگئے۔ اُن کے تیور سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے میں نے دوبارہ جب تلوار نکالی تو پھر آنحضرتؐ بالکل ہی قریب آگئے اور اس انتظار میں تھے کہ اگر میں کچھ کروں تو وہ بھی مجھ سے بدلہ لیں۔ یہ دیکھ کر میں رُک گیا اور سمجھا کہ یہ کوئی واہمہ یا جناتی حرکت ہے۔ میں نے تیسری مرتبہ تلوار کھینچی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ پھیلائے، آستین چڑھائے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار تھے اور قریب تھا کہ وہ مجھ پر ہاتھ چلادیں۔ خدا کی قسم میں ڈرا کہ اگر میں نے

ذرا کچھ کیا یعنی اقدامِ قتل کا ارادہ کیا تو آنحضرتؑ بھی اس سے قبل ہی مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہ سب میں نے دیکھا اور بنی فاطمہ وہ ہیں کہ جن کے حق سے وہی ناواقف ہوگا، جو شریعت سے ناواقف ہو
اے ربیع! یہ بات کسی کے کان تک نہ پہونچنے پائے۔

محمد بن ربیع کا کہنا ہے کہ یہ بات مجھ سے میرے باپ نے منصور کے انتقال کے بعد بتائی اور میں نے بھی یہ بات کسی سے نہیں کہی جبتک کہ مہدی و موسیٰ و ہارون نہ مرگئے اور جبتک محمد قتل نہ کردیا گیا۔ (مہج الدعوات صـ ۱۹۲)

(۳۱) مقامِ سالحین کا واقعہ

محمد بن مرازم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے
اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام ابوجعفر منصور کے پاس سے واپس چلے تو میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔ جب آپؑ مقامِ سالحین پر اوّلِ شب میں پہونچے تو وہاں عشر وصول کرنے والا سپاہی مل گیا جو وہیں سالحین میں اوّلِ شب میں عشر وصول کرنے پر متعین تھا۔

اُس نے کہا، میں آپؑ کو آگے نہ جانے دوں گا۔

آپؑ نے اس سے بہت اصرار کیا، مگر وہ کسی طرح نہ مانا۔ میرے ساتھ مصادف بھی تھے اُنھوں نے کہا، میں آپؑ پر قربان، اس کتّے نے آپؑ کو بہت ستایا اور ڈرایا ہے۔ یہ کہیں آپؑ کو واپس نہ بھیج دے اور نہ معلوم منصور آپؑ کے ساتھ پھر کیا سلوک کرے۔ اگر آپؑ کی اجازت ہو تو میں اور مرازم دونوں مل کر اس کا گلا گھونٹ کر نہر میں پھینک دیں؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں رُک جاؤ۔

اور پھر آپؑ اس سے مسلسل اجازت مانگتے رہے تاآنکہ رات کا زیادہ حصہ گذر گیا تب اُس نے اجازت دی۔ آپؑ وہاں سے چلے اور فرمایا، اے مرازم! یہ بہتر ہوا یا وہ جو تم لوگ کہتے تھے؟

میں نے کہا، یہی بہتر ہوا، میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ نے فرمایا اے مرازم! انسان کبھی معمولی سی ذلّت سے نکلنے کے لیے بڑی ذلت یا مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ (الکافی جلد ۸ صـ ۸۷)

(۳۲) ایک بندۂ مومن کے لیے سفارشی خط

حسن بن علی بن یقطین نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اُس کے جدّ سے روایت کی ہے

اس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن خالد کے کاتبوں میں سے ایک شخص اہواز میں ہمارا والی بن کر آیا اور مجھ پر اتنی مالگذاری باقی تھی کہ جس کی پاداش میں میری ساری جائیداد ضبط ہو جانے کا خطرہ تھا جس سے میری تباہی ہو جاتی۔ اور مجھے یہ بھی خوف تھا کہ اگر میرا اس کا سامنا ہو گیا اور میں نے بقایا ادا نہ کیا تو وہ مجھے میری جائیداد سے نکال دے گا اس لیے میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا تاکہ ان سے اس معاملہ میں مدد لوں۔ آپ نے مجھے ایک چھوٹا سا پرچہ تحریر کر کے دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ کا تحت سایۂ عرش ایک ایسا سایہ ہے جس کے نیچے وہی ساکن ہو گا جو اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرے اور ذاتی طور پر اسکی اعانت کرے یا اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے خواہ آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو اور حاملِ رقعہ بھی تمھارا مسلمان بھائی ہے۔

یہ رقعہ لکھ کر آپؑ نے اس پر اپنی مہر لگائی اور مجھے دیا، اور فرمایا، یہ لو اس رقعہ کو اُسے دے دینا۔

میں رقعہ لیکر اپنی آبادی میں اس کی جائے قیام پر پہونچا، ملنے کی اجازت چاہی اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قاصد ہوں۔ جیسے ہی اس نے امام علیہ السلام کا نام سُنا وہ پابرہنہ باہر نکل آیا۔ مجھے دیکھا تو سلام کیا، میری پیشانی کو بوسہ دیا اور پوچھا۔

کیا آپ ہی میرے مولا کے قاصد ہیں ؟

میں نے کہا جی ہاں۔

اُس نے کہا، اگر آپ واقعی میرے مولا کے قاصد ہیں تو یہ میرے لیے جہنّم سے رہائی کا ذریعہ ہے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر اپنی نشست گاہ پر مجھے بٹھایا اور خود میرے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ جب آپ چلے تھے تو میرے مولا کیسے تھے ؟

میں نے کہا، بخیر و عافیت تھے۔

بولا، واللہ، واللہ ؟

میں نے کہا، واللہ۔ اُس نے پھر دُہرایا تو میں نے جواب دیتے ہوئے وہ پرچہ اُس کے حوالہ کیا، اُس نے رقعہ لیکر بوسہ دیا اور کھول کر پڑھا، اور کہنے لگا۔ اے برادر! آپ اپنا کام بتائیے تاکہ میں اسے انجام دے کر اپنے مولا سے سرخرو ہو جاؤں۔

میں نے کہا، آپ کے فلاں فلاں رجسٹر میں میرے ذمّہ ایک ہزار درہم باقی ہیں اگر آپ وہ معاف فرما دیں تو میرے لیے بڑی اہمیت کا باعث ہو گا میں یہ رقم ادا نہیں کر سکتا۔

اُس نے فوراً رجسٹر منگوایا اور میرے نام کا تمام بقایا مٹا دیا' اور مجھے بری الذمہ ہونے کا پرچہ لکھ دیا، پھر اپنی رقم کا صندوق منگوایا اور اس میں سے آدھی رقم مجھے دیدی۔ پھر اپنے تمام جانور منگوائے اُن میں سے بھی آدھے مجھے دیدیے؛ اور اپنے تمام غلاموں میں سے آدھے غلام میرے حوالہ کر دیے۔ اس کے بعد اپنے تمام ملبوسات منگوائے ان میں سے بھی آدھے مجھے دیدیے مختصر یہ کہ اُس نے اپنی ساری ملکیت میں مجھے آدھے کا مالک بنادیا۔ اور یہی کہتا رہا' اب آپ مجھ سے خوش ہوئے ؟ میں کہتا رہا' جی ہاں' جی ہاں میں بہت خوش ہوں۔

جب حج کا زمانہ آیا تو میں نے اپنے دل میں کہا' اُس نے مجھے ہر طرح خوش کیا' اس کا عوض تو ہرگز نہیں دیا جا سکتا البتہ جس بات کو خدا اور رسولؐ پسند کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ میں حج پر جا کر اس کے لیے دعاء خیر کروں، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جا کر ان کا شکریہ ادا کروں اور اُس شخص کے لیے آپؑ سے دعاء کی التجا کروں۔

بنا برایں میں مکّہ کے ارادہ سے نکلا اور راستہ وہ اختیار کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا جاؤں۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ چہرہ پر مسرت جھلک رہی ہے۔

آپؑ نے دریافت اے فلاں! اُس شخص نے (جس کو میں نے رقعہ لکھا تھا) تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ؟

میں نے سارا واقعہ سُنا دیا' آپؑ بہت خوش ہوئے۔ پھر میں نے عرض کیا مولا! جو سلوک اُس نے میرے ساتھ کیا' کیا آپؑ اُس سے خوش ہو گئے ؟

آپؑ نے فرمایا' ہاں' خدا کی قسم میں بھی خوش ہوا اور میرے آباء و اجداد بھی خوش ہوئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش ہوئے اور عرش پر اللہ بھی اُس سے خوش ہوا۔

(اعلام الدین دیلمی)

• ف عدۃ الداعی میں بھی حسین سے یہی روایت ہے (عدۃ الداعی ص ۱۳۶)

(۳۳) جس نے آلِ محمدؐ کا خون بہایا اُس کی سلطنت بھی گئی

محمد بن اسمٰعیل نے معاویہ بن عمار' علا ابن سبابہ اور ظریف بن ناصح سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب ابو دوانیق نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے

پاس طلبی کے لیے آدمی بھیجا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور یہ دعا پڑھی

اللھم انك حفظت الغلامین لصلاح ابویھما فاحفظنی لصلاح ابائی محمد و علی و الحسن والحسین و علی ابن الحسین و محمد بن علی علیھم السلام اللھم انی ادرء بك فی نحرہ و اعوذ بك من شرہ۔

پھر جمال سے فرمایا چلو۔ جب ابو دوانیق کے دروازے پر پہونچے اور ربیع سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا، یا ابا عبد اللہ! وہ آپ پر بیحد غصہ کر رہا ہے میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں کا کوئی درخت بغیر کاٹے، کوئی مال بغیر ضبط کیے اور ان کی ذرّیت کے ہر فرد کو اسیر کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر آپ نے آہستہ آہستہ زیر لب کوئی دعا پڑھی پھر اندر داخل ہوئے اُسے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ اُس نے جوابِ سلام دیا۔ اور کہا خدا کی قسم میرا یہ قطعی ارادہ ہے کہ کوئی درخت بغیر کاٹے اور کوئی مال بغیر ضبط کیے نہ چھوڑوں۔

آپ نے فرمایا، یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو مصائب میں مبتلا کیا، اُنھوں نے صبر کیا۔ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کو حکومت دی، اُنھوں نے شکر ادا کیا، حضرت یوسفؑ پر ظلم ہوا، اُنھوں نے معاف کر دیا۔ آپ بھی تو ان ہی حضرات کی نسل سے ہیں اس لیے آپ سے بھی یہ اُمید کی جاتی ہے کہ اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر گامزن رہیں گے۔

منصور نے کہا، تم نے سچ کہا، جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔

آپ نے فرمایا، یا امیر المومنین! ہم اہلِ بیتؑ میں سے کسی کا بھی خون کسی نے بہایا، اللہ نے اس سے سلطنت چھین لی۔

یہ سن کر وہ غصہ سے کانپ گیا اور آپے سے باہر ہو گیا۔

آپ نے فرمایا، یا امیر المومنین! غصہ نہ کیجیے، ذرا غور سے سُنیے۔

یہ ملک پہلے آلِ ابی سُفیان کے پاس تھا، یزید لعنۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا، اللہ نے ان لوگوں سے ملک چھین کر آلِ مروان کو دیدیا۔ جب ہشام نے جناب زیدؒ کو قتل کیا، تو اللہ نے اُس سے یہ ملک چھین لیا۔ اور آپ لوگوں کے حوالے کر دیا۔

اُس نے کہا، بات تو آپ نے بالکل سچ کہی ہے۔ اچھا چھوڑیے ان باتوں کو۔ یہ

فرمائیے کہ آپؑ کو کس چیز کی حاجت ہے ؟

آپؑ نے فرمایا (حاجت کچھ نہیں) صرف واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔

اُس نے کہا، یہ آپؑ کے اختیار میں ہے جب چاہیں چلے جائیں۔

یہ سُن کر آپؑ دربار سے نکل آئے تو ربیع نے آپؑ سے کہا، آپؑ کے لیے اُس نے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھے اُس کی ضرورت نہیں۔

ربیع نے کہا، اگر آپؑ نے انکار کیا تو وہ ناراض ہوگا، اسے لے لیجیے۔ آپؑ کو اگر ضرورت نہ ہو تو تصدق کر دیجیے گا۔ (کافی جلد ۲ صـ ۵۲۲)

(۴۴) ماہِ رمضان کے روزے میں تقیہ

داؤد بن حصین نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے اور اس نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اور یہ ابو العباس سفاح کا دور تھا، آپؑ اُس وقت مقامِ حیرہ میں تھے۔

آپؑ کا بیان ہے کہ میں ابو العباس کے پاس گیا۔ (وہ رمضان کی تیس۳۰ تاریخ تھی) لوگ شک میں تھے کہ آج روزہ ہے یا نہیں، حالانکہ (بخدا) وہ روزہ کا ہی دن تھا میں نے اُس کو سلام کیا۔

اُس نے پوچھا، اے ابو عبداللہ! آج تم روزے سے ہو ؟

میں نے کہا، نہیں۔ اُس کے سامنے دسترخوان لگا ہوا تھا۔

اُس نے کہا، تو پھر آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔

آپؑ کا بیان ہے کہ میں قریب گیا کھانا کھایا اور کہا کہ میرا روزہ بھی آپ کے ہی ساتھ ہے اور میری عید الفطر بھی آپ ہی کے ساتھ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا آپؑ نے اس ماہِ رمضان کے دن میں کھانا کھالیا ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم، مجھے اس ماہِ رمضان کے دن میں افطار کر لینا زیادہ پسند ہے بجائے اس کے کہ میری گردن ماردی جائے۔

(الکافی جلد ۳ صـ ۸۳)

(۳۵) اسیری کے بعد رہائی

اپنے اسناد کے ساتھ یونس بن ابی یعقوب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے تنہائی میں مجھے بتایا کہ جب مقامِ باخمرا میں ابراہیم بن عبداللہ بن حسن قتل کر دیے گئے اور ہمیں مدینہ سے نکالا گیا یہاں تک کہ کوئی بالغ مرد ہمارا نہ چھوڑا اور ہم سب کو کوفہ بلالیا گیا۔ وہاں ایک ماہ تک حکم کا انتظار کرتے رہے اور امید یہی تھی ہم اب قتل کر دیے جائیں گے۔

ایک دن ربیع حاجب منصور نکلا اور بولا، کہاں ہیں علوی خاندان کے لوگ ؟ اُن میں سے دو آدمی امیرالمومنین کے حضور میں چلیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں اور حسن بن زیدؑ، یہ دو آدمی اندر داخل ہوئے اور اُس کے سامنے پہونچے تو اُس نے مجھ سے کہا، تم ہی وہ ہو کہ جسے علم غیب کا دعوٰی ہے ؟

میں نے کہا، نہیں۔ غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اُس نے پھر کہا، تم ہی وہ ہو جس کے پاس اطرافِ ملک سے خراج آتا ہے ؟

میں نے کہا، نہیں، یاامیرالمومنین ! خراج تو صرف آپ کے پاس آتا ہے۔

وہ بولا، تمھیں معلوم ہے کہ میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے ؟

میں نے کہا، نہیں۔

اُس نے کہا، میں نے قطعی طے کرلیا ہے کہ تمھارے گھر منہدم کرادوں، کنوئیں اور تالاب مٹی سے پٹوادوں، تمھارے باغات کٹوادوں اور تم سب کو وہاں سے ہٹا کر کوہِ شراۃ پر بھجوادوں تاکہ اہلِ حجاز و عراق میں سے کوئی تمھارے پاس نہ پہونچ سکے اِس لیے کہ یہی لوگ تمھیں فساد پر آمادہ کرتے ہیں۔

میں نے کہا، یاامیرالمومنین ! حضرت سلیمانؑ کو سلطنت عطا ہوئی، اُنھوں نے خدا کا شکر ادا کیا، حضرت ایوبؑ مصیبت میں مبتلا ہوئے اُنھوں نے صبر کیا، حضرت یوسفؑ پر ظلم ہوا، انھوں نے سب کو معاف کر دیا، آپ بھی تو اُن ہی حضرات کی نسل سے ہیں۔

یہ سن کر وہ مسکرایا، اور بولا، پھر سے کہیے آپؑ نے کیا کہا ؟

میں نے دوبارہ وہی الفاظ کہے۔

اُس نے کہا، تمھارے ہی جیسا زعیم قوم اور سمجھ دار ہونا چاہیے۔ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور اہلِ بصرہ کا جرم بھی تمھیں ہبہ کیا۔ اب ذرا وہ حدیث تم پھر سے بیان کرو

جو کبھی تم نے اپنے والدِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے آباء و اجداد سے اور اُنھوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنی ہو۔

میں نے کہا۔ بیان کیا مجھ سے میرے پدرِ عالیقدر نے اور اُنھوں نے سُنا اپنے آباءِ کرام سے اور اُنھوں نے حضرت علیؑ سے اور اُنھوں نے سُنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "صلۂ رحم کرنے سے بستیاں آباد ہوتی ہیں، عمریں طویل ہوتی ہیں، گھروں میں اضافہ ہوتا ہے، خواہ صلۂ رحم کرنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اُس نے کہا، یہ وہ حدیث تو نہیں ہے۔

میں نے کہا، اچھا میں دوسری سُنائے دیتا ہوں۔ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور اُن سے اُن کے آباء و اجداد نے اور اُن سے حضرت علیؑ نے اور اُن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارحام عرش بر معلّق ہیں اور بآوازِ بلند کہتے رہتے ہیں کہ اُس سے ملو جو مجھ سے ملے اور اُس سے قطعِ تعلّق کرو جو مجھ سے قطع تعلّق کرے

اُس نے کہا، یہ بھی وہ حدیث نہیں ہے۔

میں نے کہا، تیسری حدیث بھی سُن لو۔ مجھ سے بیان فرمایا میرے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے بیان کیا اُن کے آباءِ کرام نے اور اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے، اُنھوں نے سُنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم پیدا کیا اور اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیے رکھا۔ اب جو صلۂ رحم کرے گا میں بھی اس سے ملوں گا اور جو قطع رحم کرے گا میں بھی اُس سے نہ ملوں گا۔"

اُس نے کہا، یہ بھی وہ حدیث نہیں ہے۔

میں نے کہا، اچھا چوتھی حدیث بھی سن لو۔ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور اُن سے اُن کے آباءِ کرام نے بیان فرمایا، اور اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا اور اُن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی عمر صرف تین سال باقی رہ گئی تھی اُس نے صلۂ رحم سے کام لیا تو اللہ نے اُس کی عمر بڑھا کر تیس ۳۰ سال کر دی۔"

اس نے کہا، جی ہاں، اے ابوعبداللہ! یہی وہ حدیث ہے جو تم نے کبھی بیان کی تھی۔ اچھا بتائیے آپؑ کس شہر میں آپؑ سکونت پسند کرتے ہیں؟ خدا کی قسم میں آپؑ حضرات کے ساتھ صلۂ رحم کروں گا۔ میں نے مدینہ کے لیے کہا، اور اجازت لیکر ہم خیر سے واپس ہوئے۔ (مقاتل الطالبین ص۲۵)

[illegible]

بحار الانوار

باب
۶

امام ابو حنیفہ
و
دیگر علمائے عصر

ANSAR

① مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے
امام جعفر صادقؑ سے ابوحنیفہ کا سوال

حسن بن محبوب نے سماعہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ فرزندِ رسولؐ یہ فرمائیے کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، صرف ایک دن کی (آفتاب کی) مسافت کے بقدر بلکہ اس سے کم۔

ابوحنیفہ کو تعجب ہوا اور بات سمجھ میں نہ آئی۔

آپؑ نے مزید وضاحت فرمائی کہ آفتاب صبح کو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور ایک دن سے بھی کم وقت کے اندر غروب ہو جاتا ہے۔ (احتجاج طبرسی)

② عمرو بن عبید سے مناظرہ

عبدالکریم بن عتبہ ہاشمی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں مکہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اسی اثناء میں چند معتزلہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں عمرو بن عبید، واصل بن عطا، حفص بن سالم اور کچھ ان کے روساء تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب ولید قتل کیا جا چکا تھا اور اہلِ شام میں اختلاف پھیلا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے خوب بحث مباحثے اور لمبی چوڑی تقریریں کیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص لمبی چوڑی تقریریں کر رہا ہے بہتر یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک آدمی گفتگو کرے جو تمہاری طرف دلائل پیش کر سکے مگر اختصار کے ساتھ۔

اُنھوں نے عمرو بن عبید کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔ اس نے بھی ایک تقریر کی اور کہنے لگا کہ جب اہلِ شام نے اپنے خلیفہ کو قتل کر دیا اور اللہ نے ان لوگوں کو آپس ہی میں ایک دوسرے سے

ٹکرا دیا۔ ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا تو ہم نے نظر ڈالی اور دیکھا کہ ایسا شخص جو دیندار، عقلمند، با مروّت اور خلافت کا اہل ہو وہ صرف محمد بن عبداللہ بن حسن ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کے گرد جمع ہو کر ان کی بیعت کرنے اور بیعت کے لیے دعوت دینے کا ارادہ کیا۔ جو اُن کی بیعت کرے گا ہم اُس کے ساتھ ہوں گے اور وہ ہمارے ساتھ ہو گا۔ جو ہمیں چھوڑ بیٹھے گا ہم بھی اس سے تعرّض نہ کریں گے مگر جو آمادۂ پیکار ہو گا ہم اُس سے جہاد کریں گے، اُس کو اُس کی بغاوت پر سزا دیں گے اور اسے حق اور اہلِ حق کی طرف واپس لائیں گے۔ اس ارادے کے تحت ہم نے چاہا کہ آپؑ کے سامنے بھی اس مسئلہ کو پیش کریں، اس لیے کہ آپؑ کے فضل و شرف اور آپؑ کے شیعوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے آپ جیسے شخص سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔

جب عمرو بن عبید اپنی تقریر ختم کر چکا، تو آپؑ نے فرمایا کیا تم سب لوگ یہی کہتے ہو جو عمرو بن عبید نے کہا ہے؟

سب نے اقرار کیا۔

یہ سُن کر آپؑ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ رسولِ اکرمؐ پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا "اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے تو ہم ناراض، اگر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تو ہم خوش۔

اے عمرو! یہ بتاؤ کہ اگر ساری اُمّت مل کر یہ قلادۂ خلافت تمھارے گلے میں ڈال دے اور تم بغیر کسی مزاحمت اور جنگ و جدال کے خلیفہ بن جاؤ اس کے بعد تم سے کہا جائے کہ اب تم جسے چاہو اپنا ولیعہد بناؤ، تو تم کس کو ولیعہد بناؤ گے؟

اُس نے جواب دیا، میں مسلمانوں سے مشورہ لوں گا۔

آپؑ نے پوچھا کہ کیا سارے مسلمانوں سے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے پوچھا، کیا تمام فقہاء اور نیک سیرت لوگوں سے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے پھر پوچھا، قریش و غیرِ قریش سب سے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے پوچھا، عرب و عجم سب سے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اے عمرو! تم یہ بھی بتاؤ کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مانتے ہو یا ان سے برائت کا اظہار کرتے ہو۔

اس نے جواب دیا، ہم ان دونوں کو مانتے ہیں۔
فرمایا، اے عمرو! اگر تم ان دونوں سے برأت کا اظہار کرتے ہوتے تب تو تمھارے لیے یہ جائز تھا کہ ان دونوں کی مخالفت کرو۔ لیکن اگر ان دونوں کو مانتے ہو تو پھر اگر تم ایسا کروگے تو تمھارا یہ عمل ان کے خلاف ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت عمر نے بغیر کسی کا مشورہ لیے اُن کی (ابوبکرؓ کی) بیعت کرلی اور ان کو خلیفہ بنادیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے (مرتے وقت) یہ خلافت بغیر کسی سے مشورہ لیے ہوئے پھر حضرت عمر کو واپس کردی۔ اس کے بعد اُنھوں نے (مرتے وقت) چھ آدمیوں کی مجلسِ شوریٰ مقرر کردی اور اس شوریٰ سے انصارِ مدینہ کو تو بالکل ہی خارج کردیا اور قریش میں سے بھی اُن چھ کے سوا سب ہی خارج تھے۔ پھر اس مجلسِ شوریٰ کے متعلق بھی لوگوں کو ایسا حکم دیا کہ میرے خیال میں نہ تم اس کو پسند کروگے نہ تمھارا کوئی اور ساتھی۔

عمرو بن عبید نے پوچھا، انھوں نے کیا کیا؟

آپؑ نے فرمایا، حضرت عمر نے یہ کیا کہ صہیب کو یہ حکم دیا کہ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور یہ چھ آدمی ان تین دنوں کے اندر آپس میں مشورہ کرتے رہیں، وہاں کوئی ساتواں آدمی نہ ہو، سوائے عبداللہ ابن عمر کے، جو صرف انھیں مشورہ دیں گے لیکن خلافت سے اُن کو کوئی مطلب نہ ہوگا۔ پھر مہاجرین و انصار میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے انھیں حکم دیا کہ اگر تین دن گذر جائیں اور یہ لوگ کسی کا انتخاب کرکے اُس کی بیعت نہ کریں تو تم لوگ ان چھ آدمیوں کی گردن ماردینا۔ اگر تین دن کے اندر ان چھ میں سے چار کسی ایک پر متفق ہوجائیں اور دو مخالف ہوں تو اُن دونوں کی گردن اُڑادو۔

اے عمرو بن عبید! اب تم ہی بتاؤ، کیا ایسی مجلسِ شوریٰ پر تم راضی ہو؟

عمرو بن عبید اور اُن کے ساتھیوں نے کہا، نہیں، ہم تو اس پر راضی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اے عمرو! یہ بھی چھوڑو۔ اب یہ بتاؤ جس شخص کی خلافت کی تم دعوت دے رہے ہو۔ اگر فرض کرو اس کی بیعت کرلو اور ساری اُمت بھی اس پر اجماع و اتفاق کرلے، دو آدمی بھی اس سے اختلاف کرنے والے نہ ہوں پھر تم لوگ ان مشرکین کا رُخ کرو، جو نہ اسلام لاتے ہوں نہ جزیہ دیتے ہوں تو تمھیں اور تمھارے اس تجویز کردہ خلیفہ کو کچھ معلوم ہے کہ ان کے ساتھ جنگ میں کیا سلوک ہونا چاہیے جو سیرتِ رسولؐ کے مطابق ہو؟

اُنھوں نے کہا، ہاں ہمیں معلوم ہے۔

آپؑ نے فرمایا، وہ کیا؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ پہلے ہم انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ اگر انھوں نے انکار کیا تو پھر کہیں گے جزیہ دو۔

آپ نے فرمایا، خواہ وہ مجوسی ہوں یا اہلِ کتاب ؟

اُنھوں نے کہا، جی ہاں خواہ مجوسی ہوں یا اہلِ کتاب ۔

آپ نے فرمایا، اور خواہ وہ بُت پرست ہوں یا آتش پرست یا بہائم پرست۔ یعنی اہلِ کتاب نہ ہوں ؟

اُنھوں نے کہا جی ہاں سب برابر ہیں ۔

آپ نے فرمایا، تم لوگ قرآن پڑھتے ہو ؟

اُنھوں نے کہا، جی ہاں ۔

آپ نے فرمایا، قرآن کی یہ آیت پڑھو: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○ (سورۃ التوبۃ آیت ۲۹)

ترجمہ: "تم اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں سے لڑو، جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اُن چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنھیں اللہ اور اُس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا، اور نہ ہی دینِ حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ ذلیل "وخوار" ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ (خراج) ادا کریں۔"

آپؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ نے مستثنیٰ کیا ہے اور اہلِ کتاب کی شرط رکھ دی ہے تو کیا یہ (اہلِ کتاب) اور غیر اہلِ کتاب دونوں برابر ہیں ؟

عمرو بن عبید نے کہا۔ جی ہاں ۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے یہ حکم کہاں سے اخذ کیا ؟

اُس نے کہا، میں نے لوگوں کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا (اسے بھی تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ کا حکم ہے، تاہم) فرض کرو اُن لوگوں نے جزیہ دینے سے انکار کیا، تم نے ان سے جنگ کی اور فتحیاب ہوئے تو پھر مالِ غنیمت کا کیا کرو گے ؟

عمرو بن عبید نے کہا، اس کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ نکال لیں گے اور چار حصے اُن تمام لوگوں پر تقسیم کر دیں گے جو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

آپؑ نے فرمایا، کیا واقعی ان تمام لوگوں پر مالِ غنیمت کو تقسیم کر دو گے جو تمھارے ساتھ جنگ میں شریک تھے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں ۔

آپ نے فرمایا، اگر ایسا کرو گے تو تم سیرتِ رسولؐ کے خلاف کرو گے اور میرے اور تمہارے درمیان اس کا فیصلہ فقہائے بزرگ اہلِ مدینہ کریں گے اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ عرب سے صلح کی کہ وہ ہجرت نہ کریں اپنی آبادی میں رہیں اس شرط پر کہ اگر کوئی دشمن ہم پر حملہ کرے تو وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر اُن سے جنگ کریں مگر مالِ غنیمت میں اُن کا کوئی حصّہ نہ ہوگا۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم مالِ غنیمت ان تمام لوگوں پر تقسیم کیا جائے گا جو جنگ میں ہمارے ساتھ شریک رہے ہیں اِس طرح تو تم اُن مشرکین کے معاملہ میں عملِ رسولؐ کے خلاف کرو گے۔

اچھا، اگر اسے بھی چھوڑ دیا جائے تو یہ بتاؤ صدقہ کے متعلق تم کیا کہتے ہو ؟

عمرو بن عبید نے یہ آیت پڑھی :

"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا......

(سورۃ التوبۃ آیت ۶۰)

ترجمہ :

"صدقات تو صرف فقرار و مساکین و (متعلقہ) کارندوں (کیلئے ہیں)........"

آپ نے فرمایا، ہاں ٹھیک ہے مگر ان کے درمیان تقسیم کیسے کرو گے ؟

اُس نے کہا، میں اس کے آٹھ حصّے کروں گا۔ اس آیت میں اس کے مستحقین آٹھ قسم کے بتائے گئے ہیں۔ ایک ایک حصّہ ہر قسم کے لوگوں دیدیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا، خواہ ایک قسم کے لوگ دس ہزار ہوں اور دوسری قسم کے لوگ ایک یا دو ہوں ؟ تم اُس ایک کو اتنا دیدو گے جتنا دس ہزار کو دو گے ؟

اس نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، اگر ایسا کرو گے تو سیرتِ رسولؐ کے خلاف کرو گے اور کیا تم اہلِ شہر کے صدقات اور اہلِ دیہات کے صدقات میں بھی ایسا ہی کرو گے کہ سب کو برابر تقسیم کرو گے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، اگر ایسا کرو گے تو یہ بھی تمہارا عمل سیرتِ رسولؐ کے خلاف ہوگا۔

اس لیے آنحضرتؐ اہلِ شہر کے صدقات اہلِ شہر میں تقسیم فرماتے تھے اور اہلِ دیہات کے صدقات اہلِ دیہات میں یعنی اہلِ شہر اور اہلِ دیہات پر برابر، برابر تقسیم نہیں فرماتے تھے، بلکہ جس قدر صدقات آتے اُن کو اپنی رائے سے مناسب سمجھ کر تقسیم فرماتے تھے۔ اگر تم کو اس میں کوئی شک ہو تو مدینہ کے فقہاء شیوخ موجود ہیں اُن سے معلوم کرلو، وہ بتائیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح تقسیم فرماتے تھے۔ یہ فرما کر آپؑ پھر عمرو بن عبید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :

اے عمرو! خدا سے ڈرو، اور اے گروہِ مردم! تم لوگ بھی اللہ سے ڈرو، میرے پدرِ بزرگوار جو تمام اہلِ زمین میں سب سے بہتر اور ان میں سب سے زیادہ کتابِ خدا اور سنّتِ رسول کے عالم تھے، نے مجھ سے بیان فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:
"جو شخص بزورِ شمشیر لوگوں کو اپنی خلافت وحکومت کی دعوت دے جبکہ مسلمانوں میں کوئی اُس سے زیادہ صاحبِ علم موجود ہو تو وہ گمراہ ہے۔" (احتجاج طبرسی ص۱۹۷)

• ت۔ علی نے اپنے باپ سے انھوں نے ابنِ عمیر سے انھوں نے ابنِ اذنیہ سے انھوں نے زرارہ سے اور انھوں نے عبدالکریم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(الکافی جلد ۵ ص ۲۳)

(۳) گناہانِ کبیرہ از روئے قرآن

کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن عبید آپؑ کی خدمت میں آیا تو اس نے یہ آیت پڑھی:
"اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ (سورۃ النساء آیت ۳۱)
(اگر تم اُن (گناہانِ) کبیرہ سے اجتناب کروگے جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے۔)
اور عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ کتابِ خدا سے معلوم کروں کہ گناہانِ کبیرہ کون کون سے ہیں۔؟
آپؑ نے ارشاد فرمایا، اچھا، اے عمرو! پھر آپؑ نے گناہانِ کبیرہ کی پوری تفصیل کتابِ خدا سے اس طرح پیش کی:

- شرک باللہ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ..." (سورۃ النساء آیت ۴۸)
- ناامیدی "وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ..." (سورہ یوسف آیت ۸۷)
- عقوق والدین۔ کیونکہ عاق شدہ جبّار وشقی ہے۔ "وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ ......" (سورہ مریم آیت ۳۲)
- قتلِ نفس "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا....." (سورۃ النساء آیت ۹۳)
- [1] قذفِ المحصنات وظلم سے یتیم کا مال کھانا "اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا ...." (سورۃ النساء آیت ۱۰)
- میدانِ جنگ سے فرار "وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ" (سورۃ انفال آیت ۱۶)
- سود خوری "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا..." (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵)
- سحر (جادو کرنا) "وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ...." (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۲)
- زنا "وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝" (سورۃ الفرقان ص ۶۸)

[1] پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا

- عمداً جھوٹی قسم کھانا " اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا...... (سورۃ آل عمران آیت ۷۷)
- زکوٰۃ سے انکار کرنا یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ (سورہ توبہ آیت ۳۵)
- جھوٹی گواہی اور شہادت کا چھپانا۔ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ...... (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۳)
- شراب نوشی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شراب پینے والا مثل بت پرست کے ہے ....
- ترکِ نماز رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے بموجب جو شخص عمداً ترکِ نماز کرے وہ اللہ اور اس کے رسول سے بری ہے ....
- نقضِ عہد اور قطع رحم اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ (سورہ البقرۃ آیت ۲۷)
- قولِ زور (جھوٹ بولنا) وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ..... (سورۃ الحج آیت ۳۰)
- اللہ کی شان میں گستاخی اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ..... (سورۃ الاعراف آیت ۹۹)
- کفرانِ نعمت وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (ابراہیم آیت)
- ناپ تول میں کمی وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ...... (سورۃ المطففین آیت ۱)
- لواطہ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ.. (سورۃ النجم آیت ۳۲)
- بدعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے بموجب: "جو شخص کسی کو بدعت کرتے ہوئے مسکرائے تو اس نے دین کے منہدم کرنے میں مدد کی۔"

راوی کا بیان ہے کہ عمرو بن عبید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح اور بہ تفصیل سن کر چیخیں مارتا، روتا اور یہ کہتا ہوا نکلا واقعاً جس نے آپؑ حضرات سے علم و فضل میں جھگڑا کیا اور آپؑ حضرات کی میراث چھینی وہ ہلاک ہوا۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۵)

(۴) امام ابوحنیفہ کے امام جعفر صادقؑ سے چالیس۴۰ سوالات

ابو القاسم بغار نے مسند ابی حنیفہ میں تحریر کیا ہے کہ حسن بن زیاد کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟

انھوں نے جواب دیا، حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام۔

جب منصور نے آپؑ کو طلب کیا تو اس نے میرے پاس بھی آدمی بھیج کر کہلایا:

اے ابوحنیفہ! عوام الناس حضرت جعفر بن محمدؑ کے گرویدہ وشیدا ہوتے جا رہے ہیں لہٰذا اُن کی اس عام فہم شہرت کو ختم کرنے کے لیے سخت ترین اور پیچیدہ سوالات کا مجموعہ مرتب کر کے میرے سامنے دربارِ عام میں اُن سے دریافت کر کے لوگوں کو اُن کی علمی حیثیت سے آگاہ کیا جائے۔

لہٰذا میں نے چالیس سوالات مرتب کر لیے۔

پھر منصور نے مجھے بُلایا، وہ اس وقت مقامِ حیرہ میں تھا۔ جب میں وہاں پہونچا تو حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام منصور کے پہلو میں تشریف فرما تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی میرے دل پر اُن کی ہیبت ایسی طاری ہو گئی کہ میں گویا سب کچھ بھول گیا۔ الغرض میں نے سلام کیا اور منصور نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کیں پھر کہنے لگا اے ابوعبداللہ! یہ امام ابوحنیفہ ہیں

آپؑ نے فرمایا، ہاں میں ان کو پہچانتا ہوں۔

پھر منصور میری جانب متوجہ ہوا اور بولا، اے ابوحنیفہ! اپنے مسائل ابوعبداللہؑ سے دریافت کر لو۔

میں اُن سے سوال کرنے لگا اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام جواب دیتے لگے اور کہنے لگے کہ اس مسئلہ میں تم یہ کہتے ہو، اہلِ مدینہ یہ کہتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں۔

الغرض آپؑ نے چالیس مسائل کے جواب اس طرح دیے کہ ہمارے خیالات کا بھی اظہار کیا، اہلِ مدینہ کے فقہاء کے خیالات کا اظہار بھی کیا اور اپنے مسائل سے بھی واضح طور آگاہ کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر امام ابوحنیفہ نے کہا، اب لوگوں میں سب سے بڑا عالم اور فقیہ وہی تو مانا جائے گا جو تمام مکاتیبِ فکر کے اختلافات کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔

(مناقب جلد ۳ صـ ۳۸۱)

(۵) ــــ علمِ نجوم و فلکیات

ابان بن تغلب نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مردِ یمنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپؑ نے فرمایا، خوش آمدید، مرحبا، اے سعد!

اُس شخص نے کہا، آپؑ کو میرا یہ نام کیسے معلوم ہوا۔ یہ نام تو میری ماں نے رکھا تھا
آپؑ نے فرمایا، اے سعد مولیٰ! تم نے سچ کہا۔
اُس نے مزید متعجب ہو کر عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان یہ (مولیٰ) غلام تو میرا لقب ہے۔
آپؑ نے فرمایا، واقعاً، ایسا لقب دینا اچھی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ" (سورۃ الحجرات آیت ۱۱)
(اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے نہ پکارو)
خیر اے سعد یہ بتاؤ! تمھارا پیشہ کیا ہے؟
اُس نے کہا، میں اس خاندان کا ایک فرد ہوں جو علم نجوم و علم فلکیات کا ماہر شمار کیا جاتا ہے۔
آپ نے فرمایا، اچھا یہ بات ہے تو بتاؤ کہ آفتاب کی روشنی چاند کی روشنی سے کتنے گنا زیادہ ہے؟
اس نے کہا، یہ تو مجھے نہیں معلوم۔
پھر آپؑ نے فرمایا، یہ بتاؤ چاند کی روشنی زہرہ کی روشنی سے کتنے گنا زیادہ ہے؟
اُس نے کہا، یہ بھی مجھے نہیں معلوم۔
آپؑ نے فرمایا، بتاؤ، عطارد کی روشنی سے مشتری کی روشنی کتنے گنا زیادہ ہے؟
اُس نے کہا، مجھے اس کا علم نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا اُن ستاروں کے نام بتاؤ جن کے طلوع ہونے پر گائے اور بیل ہیجان میں آجاتے ہیں؟
اُس نے جواب دیا مجھے اس کا علم نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اے برادر یمنی! کیا تمھارے یہاں اس علم کے علماء ہیں؟
اُس نے کہا، جی ہاں۔ ایسے ایسے علماء ہیں کہ فال لینے کے لیے چڑیا اڑاتے ہیں اور اس کے پیچھے ایک تیز رفتار سوار کی مسافت ایک ساعت میں طے کر لیتے ہیں۔
آپؑ نے فرمایا اور عالم مدینہ تمھارے علماء سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ نہ اُس کو فال کی چڑیا اُڑانے کی ضرورت ہے نہ اُس کے پیچھے چلنے کی۔ وہ آسمان کے بارہ بُرج، بارہ سمندر اور بارہ عالموں کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔
اُس نے کہا، میرا تو یہ گمان بھی نہ تھا کہ دنیا میں کوئی ایک عالم ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

(۶) ــــ علمِ نجوم کا عالم

ہشؔام خفاف سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا۔ نجوم پر تمھاری نظر کیسی ہے ؟

میں نے عرض کیا، عراق میں مجھ سے بہتر علمِ نجوم کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

اچھا بتاؤ، تمھارے نزدیک فلک کی گردش کیسی ہے ؟

میں نے اپنے سر سے ٹوپی اُتاری اور اسے گردش (چکر) دیدیا۔

آپ نے فرمایا، اگر تمھارے بتانے کے مطابق آسمان کی گردش بھی ایسی ہی ہے تو بنات النعش وجدی اور فرقدین کے متعلق کیا کہو گے۔ یہ سب سمتِ قبلہ میں ہیں اور کبھی ایک دن بھی گردش میں نہیں آتے ؟

میں نے کہا، واللہ، یہ بات تو مجھے معلوم نہیں۔

پھر آپ نے دریافت فرمایا، بتاؤ کہ سکینہ کی روشنی زہرہ سے کتنے حصّہ کم ہے ؟

میں نے عرض کیا، واللہ اس ستارے کا تو میں نے کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا، اور نہ یہ سُنا کہ اس کا کسی نے تذکرہ کیا ہو۔

آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، ایک ستارہ ہی چھوڑ دیا تو پھر تم لوگ حساب کس بِنا پر کیا کرتے ہو ؟ پھر فرمایا، بتاؤ زہرہ کی روشنی قمر سے کتنے حصّے کم ہے ؟

میں نے کہا، اس بات کو اللہ کے سوا کسی کو بھی علم نہیں ہے۔

پھر فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ قمر کی روشنی سورج سے کتنے درجے کم ہے۔

میں نے کہا، مجھے یہ بھی نہیں معلوم۔

آپ نے فرمایا، ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔

اس کے بعد دریافت فرمایا، یہ بتاؤ دو لشکر آپس میں مدِمقابل ہیں اُن کے پاس اپنے اپنے محاسب اور نجومی ہیں دونوں اپنے حساب سے اپنے اپنے لشکروں کو فتح و کامیابی کی پیشینگوئی کرتے ہیں، پھر دونوں آپس میں جنگ کرتے ہیں نتیجہ میں ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہوتی ہے تو آخر وہ ستارے کہاں ہوتے ہیں (کہ جس سے ایک کا حساب غلط ہو جاتا ہے ؟) ؟

میں نے عرض کیا، واللہ میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا، ہاں ٹھیک کہتے ہو، واقعۃً تم نہیں جانتے۔ حساب تو صحیح ہے مگر اس کا علم تو اُسی کو ہو گا جو ان تمام ستاروں کی پیدائش کا علم بھی رکھتا ہو۔ (الکافی جلد ۸ صفحہ ۲۸۱)

⑦ ایک اعتراض اور اُس کا جواب

نوح بن شعیب اور محمد بن حسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابنِ ابی العوجاء نے ہشّام بن حکم سے پوچھا، کیا اللہ حکیم نہیں ہے؟

ہشام نے کہا، ہاں ہاں، بلکہ وہ تو احکم الحاکمین ہے۔

ابنِ ابی العوجاء نے کہا، اگر ایسا ہے تو ہمیں اللہ کے اس قول کے متعلق بتاؤ۔

"فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً" ۔ (سورۃ النساء آیت ۳)

ترجمہ (تو عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں نکاح کرلو دو، دو عورتوں اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے، پس اگر تمھیں احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ کرسکو گے، تو پھر ایک ہی زوجہ پر اکتفاء کرو۔)

بتاؤ کہ یہ فریضہ ہے یا نہیں ؟

ہشّام نے کہا، ہاں، فرض ہے۔

ابنِ ابی العوجاء نے کہا، پھر اللہ کے اس قول کے متعلق بتاؤ :

"وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ" (سورۃ النساء آیت ۱۲۹)

ترجمہ: (اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں (ازواج) میں عدالت قائم کرو گو تمھارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل ایک ہی طرف رغبت نہ کرنا۔)

کیا کوئی حکیم دو طرح کی باتیں کرتا ہے ؟

ہشّام کے پاس اس اعتراض کا کوئی جواب نہ تھا، اس لیے فوراً حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ روانہ ہوئے۔

آپؑ نے ہشّام کو دیکھا تو فرمایا، اے ہشّام ! نہ یہ وقت حج کا ہے اور نہ عمرے کا پھر تم کیسے آگئے ؟

ہشّام نے کہا، میں آپؑ پر فدا ایک اہم کام آپڑا ہے۔ ابن ابی العوجاء نے مجھ سے ایک سوال کیا ہے جس کا جواب نہ دے سکا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا سوال ہے ؟

ہشّام کا بیان ہے کہ میں نے سارا قصّہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

فانکحوا ما طاب لکم .... تعدلوا فواحدۃ

پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ کر سکو گے ...... (یعنی نان و نفقہ میں)

اور اللہ تعالیٰ نے جو دوسری ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النسآء ..... (اور تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ تم تمام بیبیوں (ازواج) میں برابری (عدل) نہ کر سکو یعنی الفت و مودّت میں)

جب ہشام نے واپس جاکر یہ جواب ابن ابی العوجاء کو دیا تو اُس نے کہا واللہ یہ جواب تمھارا نہیں ہے۔ ضرور کسی سے پوچھ کر آئے ہو۔ (الکافی جلد ۵ صـ۳۶۲)

(۸) = لڑکا اور اُس کا تمام مال اُس کے باپ کا ہے

عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں ایک دن زیاد بن عبید اللہ حارثی کے پاس موجود تھا کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے آکر اپنے باپ کی شکایت کی کہ میرے باپ نے میری اجازت کے بغیر میری لڑکی کا عقد کسی سے کر دیا ہے۔ (کیا یہ صحیح ہے؟)

زیاد نے حاضرینِ مجلس سے پوچھا، یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟

اُنھوں نے کہا، اُس لڑکی کا نکاح باطل ہے۔

پھر زیاد نے میری طرف توجّہ کی اور بولا:

یا ابا عبد اللہؑ! آپ کا کیا خیال ہے؟

جب اُس نے مجھ سے یہ سوال کیا تو میں اُن لوگوں سے مخاطب ہوا جنھوں نے عقد کو باطل قرار دیا تھا، اور پوچھا، کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منجملہ اور احادیث کے اس حدیث کی روایت نہیں کرتے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کی شکایت لیکر آیا (جو بالکل ایسی ہی شکایت تھی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اور تمھارا سارا مال تمھارے باپ کا ہے۔

اُنھوں نے کہا، ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تو ہے۔

میں نے کہا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اور اس کا سارا مال تو اس کے باپ کا ہو مگر اُس کی لڑکی کا نکاح کرنا اس کے لیے جائز نہ ہو؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: مگر زیاد نے ان لوگوں کے قول کو تسلیم کرلیا اور میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ (رکافی جلد ۵ ص ۲۹۵)

۹ — مستحب کو واجب پر مقدم نہ کرو

معاویہ بن عمار کا بیان ہے کہ مفضل بن غیاث کی بہن جب مرنے لگی تو اس نے اپنے مال کے متعلق وصیت کی کہ میرے سارے مال کا ایک تہائی فی سبیل (کارِ خیر) کے لیے ہے۔ ایک تہائی فقراء و مساکین کے لیے ہے اور ایک تہائی حج کے لیے ہے۔

مگر جب اس کے مال کا اندازہ لگایا گیا تو اتنا نہ تھا کہ اس کی تینوں وصیتوں پر عمل ہو سکے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر میں اور مفضل بن غیاث دونوں ابنِ ابی لیلیٰ کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ انھوں نے فتویٰ دیا کہ جس قدر بھی مال ہے اس کا ایک ایک تہائی تینوں مدوں میں خرچ کر دیا جائے۔

اس کے بعد ہم ابنِ شبرمہ کے پاس آئے۔ اس نے بھی یہی فتویٰ دیا، پھر ہم امام ابوحنیفہ کے پاس آئے، انھوں نے بھی ان دونوں کے مطابق فتویٰ دیا۔ اتنے میں حج کا موسم آیا اور ہم لوگ حج کے لیے گئے۔

مفضل بن غیاث نے مجھ سے کہا، چلو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے بھی دریافت کریں۔
صورتِ مسئلہ یہ بھی تھی کہ اس عورت (مفضل کی بہن) نے کوئی حج بھی نہیں کیا تھا۔

الغرض ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا، پہلے اس مال سے حج ادا کرو اس لیے کہ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اس کے بعد جو رقم بچے اس میں کچھ ایک مد میں دو اور کچھ دوسری مد میں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ مسجدِ رسولؐ میں گئے اور امام ابوحنیفہ سے ملے اور ان سے کہا کہ ہم نے وہ مسئلہ حضرت جعفر بن محمدؑ سے بھی پوچھا، انھوں نے تو یہ فتویٰ دیا ہے کہ پہلے اس مال سے فریضۂ حج ادا کرو اس لیے کہ اس عورت پر حج واجب تھا، اس کے بعد جو بچ رہے اس میں سے کچھ ایک مد میں اور کچھ دوسری مد میں دے دو۔

راوی کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اسے بغور سنا مگر سکوت اختیار کیا اور کچھ نہ بولے۔
اس کے کچھ دنوں کے بعد ہم نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے

کہا کہ ہمارے اُستاد امام ابوحنیفہ کا یہ فتویٰ ہے کہ پہلے حج ادا کیا جائے حج سے جو رقم بچ رہے اس سے کچھ ایک مد میں صرف کر دی جائے اور کچھ دوسری مد میں۔

میں نے کہا، واللہ! یہ فتویٰ تو امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کا ہے اور امام ابوحنیفہ اور علماءِ اہلِ مدینہ وغیرہ کا فتویٰ اس سے مختلف تھا اُنھوں نے ہم سے یہ فتویٰ سن کر اپنا فتویٰ بدل دیا۔

اُنھوں نے کہا کہ ہمیں تو وہ یہ بتا گئے ہیں۔ (الکافی جلد، صـ۶۳)

(۱۰) امام ابوحنیفہ اور قیاس

عیسیٰ بن عبداللہ قریشی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ؛ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے۔

آپؑ نے اُن سے دریافت فرمایا، میں نے سُنا ہے کہ تم قیاس کیا کرتے ہو؟

اُنھوں نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، قیاس ہرگز نہ کیا کرو اس لیے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس پر عمل کیا تھا کہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے۔ اُس نے آگ اور مٹی کا مقابلہ کر کے قیاس کیا (کہ مٹی پست درجہ ہے اور آگ بلند درجہ رکھتی ہے) اُس کو چاہیے تھا کہ وہ آدمؑ کی نورانیت کا مقابلہ نورانیتِ آتش سے کرتا اور دیکھتا کہ ان دونوں کے مدارج میں کتنا فرق ہے؟

(الکافی جلد ۱ صـ۵۸)

(۱۱) انسانی اعضاء کی تشریح

سالم ضریر کا بیان ہے کہ ایک نصرانی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ تشریح الاعضاء کے متعلق سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں بارہ جوڑ، دوسو چھیالیس ۲۴۶ ہڈیاں اور تین سو ساٹھ رگیں پیدا کی ہیں۔ رگیں پورے جسم کو سیراب کرتی رہتی ہیں، ہڈیاں ان رگوں کو سنبھالے ہوئے ہیں اور گوشت ان ہڈیوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔ پھر اعصاب (پٹھے) اس گوشت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں میں بیاسی ۸۲ ہڈیاں پیدا کی ہیں۔ ہر ہاتھ میں اکتالیس ہڈیاں، جن میں پنجے کے اندر پینتیس ۳۵ ہڈیاں، کلائی میں دو ۲ ہڈیاں، بازو میں صرف ایک ہڈی اور کاندھے میں تین ہڈیاں، اس طرح ایک ہاتھ میں اکتالیس ۴۱ ہڈیاں اور اتنی ہی دوسرے ہاتھ میں بھی ہیں۔

پاؤں میں تینتالیس[۴۳] ہڈیاں ہیں اس طرح کہ پاؤں کے پنجے میں پینتیس[۳۵]، پنڈلی میں دو، گھٹنے میں تین، ران میں ایک؛ سُرین (کوُلھے) میں دو عدد ہیں۔ اور اتنی ہی ہڈیاں دوسرے پاؤں میں بھی ہیں۔

پھر رِیڑھ میں اٹھارہ گرہیں اور اس کے ہر ایک طرف نُو پسلیاں ہیں۔

پھر گردن میں آٹھ اور سر میں چھتیس[۳۶]، مُنھ میں اٹھائیس (بیس سال کی عمر تک اس کے بعد بتیس[۳۲]) (مناقب جلد ۳ صـ ۳۷۹)

(۱۲) سیدانی کی شادی خارجی سے ہرگز نہیں ہوسکتی

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک خارجی نے ہشام بن حکم سے پوچھا کہ: بتاؤ کوئی عجمی شخص کسی عربی عورت سے شادی کرسکتا ہے؟

اُس نے (ہشام نے) کہا، ہاں

خارجی نے پھر سوال کیا، کوئی عرب کسی خاندانِ قریش کی عورت سے شادی کرسکتا ہے؟

ہشّام نے کہا، ہاں۔

خارجی نے پھر سوال کیا، کوئی قریشی مرد، بنی ہاشم کی عورت سے شادی کرسکتا ہے

ہشّام نے کہا، ہاں۔

اس کے بعد وہ خارجی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں پہونچا اور کہنے لگا، مجھے ہشّام بن حکم کی زبانی معلوم ہوا کہ آپؑ نے ..... یہ کہا ہے ....

آپؑ نے فرمایا، ہاں یہ میرا قول ہے۔

خارجی نے کہا، پھر میں آپؑ کے پاس شادی کا پیغام دینے آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! تم اپنے دین اور اپنے حسب کے اعتبار سے اپنی نسب کے کفو ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے صدقات سے جو لوگوں کے ہاتھوں کا میل اور گندگی ہے اس سے ہمیں بچا لیا ہے۔ اور ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ جو شرف اللہ نے ہمیں بخشا ہے اس میں ہم کسی ایسے کو شریک کریں جسے اللہ نے ہمارے جیسا شرف نہیں دیا ہے۔

یہ جواب سُن کر وہ خارجی اُٹھا اور کہنے لگا بخدا میں نے تم جیسا شخص نہیں دیکھا کہ تم اپنی بات سے ہٹے بھی نہیں اور میرے سوال کو بھی بُری طرح رد کردیا۔ (مناقب جلد ۳ صـ ۳۸۱)

(۱۳) اخلاطِ اربعہ

ابو حقّان اور ابنِ ماسویہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اخلاطِ وطبائع چار ہیں۔ خون، جو غلام ہے اور کبھی کبھی غلام اپنے آقا کو قتل بھی کر دیتا ہے۔ ریح، یہ ایسا دشمن ہے کہ اس کے لیے ایک دروازہ بند کرو تو دوسرے دروازے سے آجاتا ہے۔ بلغم، یہ حاکم و بادشاہ ہے جو انتظام کرتا ہے۔ صفرا، وسوداہیں، یہ بمنزلہ زمین کے ہیں اور زمین میں جب زلزلہ آتا ہے تو اس پر کی ہر شے ہلنے لگتی ہے۔

راوی نے کہا، مکرر ارشاد فرمائیں اس سے بہتر تو ان کی تعریف جالینوس نے بھی نہیں کی۔ (مناقب جلد ۳ صہ ۳۸۲)

(۱۴) کتاب "امتحان الفقہاء" کی دو روائتیں

مخالفین کی کتاب "امتحان الفقہاء" میں ہے کہ ایک شخص نے ایک بچے کا ایک عضو اُس کے باپ کے حکم سے کاٹ دیا۔ اگر بچہ مر جائے تو اُس پر نصف خونبہا ہے اور اگر زندہ بچ جائے تو اُس پر پورا خونبہا ہے۔

اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص حجّام ہے۔ اُس نے بچّہ کا ختنہ کیا اور اس کا پورا حشفہ کاٹ دیا۔ اب اگر وہ بچّہ مر گیا تو نصف خونبہا حجّام پر ہے اور نصف اس کے باپ کے ذمّے ہے کیونکہ اس کی موت میں (اس کو مارنے میں) اُس کا باپ بھی شریک ہے اور اگر وہ زندہ بچ گیا تو پورا خونبہا حجّام کے ذمّے ہے اس لیے کہ اس نے اُس بچّہ کی نسل ہی قطع کر دی۔ اور ایسا ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں وارد ہوا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرے ایک غلام کا نام یسار ہے درحقیقت وہ میرا فرزند ہے اس کو میری میراث دی جائے اور میرا دوسرا غلام کہ اُس کا نام بھی یسار ہی ہے۔ وہ غلام ہے اُس کو آزاد کر دیا جائے۔

اس مسئلہ کا جواب یہ کہ یہ دریافت کیا جائے کہ ان دونوں غلاموں میں سے کون زنانخانے میں جاتا تھا اور مالک اپنی عورتوں سے کہتا تھا کہ اس سے پردہ نہ کرو وہ واقعاً اس کا فرزند ہے۔ اور اگر اس کی دوسری اولادیں یہ کہیں کہ اس سے میرے والد پردے کا حکم اس لیے نہ دیتے تھے کہ وہ بچپن ہی سے ہماری گودیوں میں پرورش پاتا رہا ہے! تو اُس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم لوگوں کی کوئی خاندانی علامت ہے؟ اگر وہ کہیں، ہاں، تو وہ علامت اگر اُس بچے میں

پائی جائے تو پھر وہ اُن کا بھائی (یا بیٹا) ہے۔ اور اگر نہ پائی جائے تو پھر اُن دونوں غلاموں کے نام سے قرعہ اندازی کی جائے جس کے نام قرعہ نکل آئے وہ غلام آزاد کر دیا جائے گا۔

یہ مسئلہ بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے

نوٹ (مندرجۂ بالا دونوں حدیثیں مخالفین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہیں جن کی تحقیق ضروری ہے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صـ ۳۸۷)

⑮ ـــــ غسلِ جنابت کی وجہ

کتاب مناقب میں ہے کہ ایک زندیق (بے دین) نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ یہ بتائیے کہ غسلِ جنابت کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مباشرت حلال عورت سے کی گئی ہو، حلال میں تو کوئی نجاست و گندگی نہیں؟

آپ نے فرمایا، اس لیے کہ جنابت بھی حیض کے مانند ہے۔ کیونکہ نطفہ ایک غیر مستحکم خون ہے اور جماع اسی وقت ہوتا ہے جب اسمیں زور کی حرکت ہو۔ جب انسان مباشرت سے فارغ ہوتا ہے تو پورا بدن سانس لیتا ہے اور انسان خود میں ایک بدبو محسوس کرتا ہے اس لیے غسل واجب ہے۔ اور غسلِ جنابت ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے پاس رکھی ہے تاکہ وہ اس سے اُس کا امتحان لے۔

⑯ ـــــ شرکِ خفی

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام ابو حنیفہ نے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (انعام آیت ۲۳)

ترجمہ: (اللہ کی قسم وہی ہمارا رب ہے اور ہم مشرک نہیں تھے۔)

آپ نے فرمایا، اے ابو حنیفہ! تمھارا اس آیت کے متعلق کیا خیال ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ میری نظر میں وہ لوگ مشرک نہیں تھے۔

آپ نے فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو کہا ہے کہ " اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (سورہ انعام آیت ۲۴)

ترجمہ:۔ (دیکھو تو کیسے وہ اپنے ہی نفسوں کے خلاف جھوٹ بول رہے ہیں۔)

امام ابو حنیفہ نے پوچھا، پھر فرزندِ رسولؐ آپ کا اس آیت کے متعلق کیا خیال ہے۔؟

آپ نے فرمایا یہ اہلِ قبلہ کا ایک گروہ ہے جو شرک کا مرتکب ہو رہا ہے مگر ان کو پتہ نہیں۔

(۱۷) مریض پر زنا کی حد جاری کرنا

ایک مرتبہ عباد مکیؒ نے آپؑ سے یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک بیمار شخص نے ایک عورت سے زنا کیا، اگر اس پر حد جاری کی جائے تو ڈر یہ ہے کہ وہ مرجائے گا۔ آپؑ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں (قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیے)

آپؑ نے فرمایا" یہ بتاؤ یہ مسئلہ تم خود پوچھ رہے ہو یا کسی شخص نے تمھیں میرے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے؟

عباد مکیؒ نے کہا مجھے سفیان ثوری نے پوچھنے کے لیے بھیجا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک ایسا مریض پیش کیا گیا جو مرضِ استسقاء (پیاس کے مرض) میں مبتلا تھا۔ اُس نے ایک مریض عورت سے زنا کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ کھجور کی ایک ایسی شاخ لائی جائے جس میں سو پتے ہوں اور اس سے ایک ضرب عورت کو لگائی جائے اور ایک ضرب اس بیمار مرد کو (جس کا بیماری کی وجہ سے پیٹ پھول گیا ہے)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ (سورہ ص آیت ۴۴)

"اور اپنے ہاتھ میں ایک گچھا لو بس اُس سے مارو۔" (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۹۰)

(۱۸) جیسا زمانہ ویسا لباس

محمد بن طلحہ نے سفیان ثوری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ آپؑ خز کا (ریشم اور سوت سے بنا ہوا یعنی ٹسر کا) سیاہ جبّہ اور خز کی ردا پہنے ہوئے ہیں میں تعجب سے آپؑ کی طرف دیکھنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا اے ثوری! میری طرف کیوں دیکھتا ہے؟ شاید میرا یہ لباس دیکھ کر تمھیں تعجب ہو رہا ہے؟

میں نے کہا، فرزند رسول! یہ لباس تو نہ آپؑ کا ہے اور نہ آپؑ کے آباء و اجداد کا تھا

آپؑ نے فرمایا اے ثوری! وہ فقر و افلاس کا زمانہ تھا اور ہمارے آباء و اجداد

اپنے زمانہ میں فقر و افلاس کے مطابق عمل کرتے تھے۔ یہ دور خوشحالی اور فارغ البالی کا دور ہے اس کے بعد آپؑ نے اپنے جُبّہ کا بند کھولا تو دیکھا کہ اُس جُبّہ کے نیچے سفید بالوں کا ایک اور جُبّہ ہے جس کا دامن اوپر والے جُبّہ کے دامن سے چھوٹا ہے اور اُس کے بند بھی چھوٹا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ثوری! دیکھو، یہ نیچے والا جُبّہ اللہ کے لیے ہے اور اوپر والا تمہارے لیے ہے۔ جو اللہ کے لیے وہ میں نے چھپا رکھا ہے اور جو تمہارے لیے ہے اُسے ظاہر کیے ہوئے ہوں۔ (کشف الغمہ)

(۱۹) ایک آیت کی تفسیر

داؤد رقی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک خارجی نے مجھ سے مندرجہ ذیل آیت کے متعلق دریافت کیا:

وَمِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ (آیت ۱۴۳) وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۳ - ۱۴۴)

ترجمہ: دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے کہدے کیا اُس نے دو نر حرام کیے ہیں۔ (۱۴۳) اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے۔ (۱۴۴)

اس آیت سے اللہ نے کس چیز کو حلال کیا اور کس چیز کو حرام؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ حج کے موقع پر آپ سے دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا اللہ نے منیٰ میں قربانی کے لیے پالتو بھیڑ اور بکریاں حلال کی ہیں اور پہاڑی بھیڑوں اور بکریوں کو حرام قرار دیا ہے اونٹوں میں سے قربانی کے لیے عربی اونٹوں کو حلال قرار دیا ہے اور خراسانی اونٹوں کو حرام کر دیا ہے۔ پالتو گایوں کو حلال اور پہاڑی گایوں کو حرام قرار دیا ہے۔

جب میں واپس آیا تو اُس شخص کو آپؑ کا یہ جواب بتایا۔

اُس نے کہا، یہ بات ہے کہ اونٹ حجاز سے آئے۔ (کافی جلد ۴ ص ۴۹۲)

(۲۰) اللہ کسی کا نقصان نہیں چاہتا

حسین بن یزید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا اور یہ اُس موقع کی بات ہے

جب امام ابوحنیفہ نے آپؑ سے کہا تھا کہ کل مقامِ عرفہ میں آپؑ جانور کی خریداری میں بہت زیادہ مول تول سے کام لے رہے تھے اور آپؑ کو دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہو رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! اللہ کی رضا اور خوشنودی اس میں نہیں ہے کہ میں مالی نقصان برداشت کروں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، نہیں، خدا کی قسم آپؑ نے صحیح فرمایا، اللہ ہرگز کسی کا نقصان نہیں چاہتا، خواہ وہ نقصان کم ہو یا زیادہ۔ مگر، اے ابوعبداللہؑ! ہر مسئلہ کا جواب آپؑ ایسا دیتے ہیں کہ انسان مطمئن ہو جاتا ہے اور غیر کو تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا اور نہ بچ نکلنے کی کوئی راہ ہوتی ہے۔ (الکافی جلد ۴ صـ ۵۴۶)

(۲۱) فنِ تحریر کی ابتدا کب سے ہوئی

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، ابوالعباس (سفاح) کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اس وقت مقامِ حیرہ (کوفہ سے تین میل دور بجانب نجفِ اشرف) میں تھا، الغرض ایک دن آپؑ موسیٰ بن عیسیٰ سے ملاقات کے لیے نکلے تھے کہ حیرہ اور کوفہ کے درمیان ہی میں اس سے ملاقات ہو گئی۔ اُس کے ساتھ ابنِ شبرمہ قاضی بھی تھا۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے پوچھا، یا اباعبداللہ! آپؑ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، تم ہی سے ملاقات کرنے کے لیے جا رہا تھا۔

اُس نے عرض کیا، لیجیے اللہ نے آپؑ کی مسافت کم کر دی۔

اس کے بعد آپؑ اُس کے ہمراہ چلتے رہے تو ابنِ شبرمہ قاضی نے آپؑ سے عرض کیا:
یا اباعبداللہؑ! مجھ سے امیر المومنین نے ایک سوال کیا تھا، مگر میں اپنی کم علمی کی بنا پر اُنھیں کوئی جواب نہ دے سکا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا سوال تھا وہ؟

ابنِ شبرمہ نے عرض کیا، کہ روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی تحریر لکھی گئی؟

آپؑ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے سامنے اُن کی ذرّیت کو بشکلِ ذرات پیش کیا۔ ایک ایک نبی، ایک ایک بادشاہ، ایک ایک مومن اور ایک ایک کافر سب ہی پیش ہوئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت داؤدؑ سامنے پیش ہوئے تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا، پروردگارا! یہ کون ہے کہ جس کو تو نے نبوّت دی، کرامت عطا فرمائی، مگر اس کو عمر بہت کم عنایت فرمائی؟

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی، اے آدمؑ! یہ تمہارا فرزند داؤدؑ ہے اس کی عمر صرف چالیس سال ہے اگرچہ ہم نے سب کی مدتِ حیات لکھ لی ہے اور اُن پر رزق تقسیم کردیا ہے مگر اصل کتاب میرے پاس ہی ہے اس میں سے جو چاہوں مٹا کر اُس کی جگہ کچھ اور لکھ دوں لہٰذا اگر تم اپنی عمر میں سے کچھ اس کو دینا چاہو تو دے دو۔

حضرت آدمؑ نے عرض کیا، پروردگارا! میں نے اس کو اپنی عمر میں سے ساٹھ سال دیدیے تاکہ اس کے سو سال پورے ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و میکائیل اور ملک الموت سے کہا، آدمؑ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کو لکھوالو ورنہ یہ بھول جائیں گے۔ اُنھوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے تحریر لکھوائی اور اُس پر اپنے بازوؤں سے طینتِ علیین کے ساتھ مُہر ثبت کردی۔

آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو اُن کے موت کا فرشتہ پہونچا۔

حضرت آدمؑ ملک الموت کو دیکھ کر پوچھنے لگے۔ اے ملک الموت! تم کیوں آئے ہو؟

اُنھوں نے کہا، آپ کی روح قبض کرنے کے لیے۔

حضرت آدمؑ نے کہا، مگر ابھی تو میری عمر کے ساٹھ سال اور باقی ہیں۔

ملک الموت نے کہا، یہ ساٹھ سال تو آپ نے اپنے فرزند داؤدؑ کو دیدیے تھے۔

فوراً ہی حضرت جبرائیل آدمؑ کی وہ تحریر لیکر نازل ہوئے، اور اُنھیں دکھائی، اس کے بعد اُن کی روح قبض کی گئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، یہی وجہ ہے کہ جب کسی مقروض کو اس کی لکھی ہوئی تحریر پیش کی جاتی ہے تو وہ مان جاتا ہے۔ (الکافی جلد ۷، صـ ۳۷۸)

(۲۲) = ایک اور سوال

جبیب خثعمی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ابوجعفر منصور نے محمد بن خالد عاملِ مدینہ کو خط لکھا کہ اہلِ مدینہ سے دریافت کرو کہ دو سو پر زکوٰۃ پانچ ہونا چاہیے یہ سات کیسے ہوگیا؟ یہ عہدِ رسولِ مقبولؐ میں تو نہ تھا۔

اُس نے خط میں یہ بھی لکھا کہ اہلِ مدینہ میں خصوصیت کے ساتھ عبداللہ بن حسن اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ضرور دریافت کرنا۔

راوی کا بیان ہے کہ محمد بن خالد نے اہلِ مدینہ سے پوچھا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے

بزرگوں کو یہی کرتے ہوئے پایا (ہمیں نہیں معلوم کیوں؟)

محمد بن خالد نے عبداللہ بن حسن اور حضرت امام جعفر بن محمدؑ علیہ السلام کے پاس ایک آدمی کو بھیجا۔ جب وہ آئے تو اُس نے عبداللہ حسن سے دریافت کیا تو اُنھوں نے بھی جواب دیا جو مدینہ کے مفتیوں نے دیا تھا۔ پھر اُس نے حضرت امام جعفر بن محمدؑ علیہ السلام سے پوچھا کہ یا ابا عبداللہ! آپؑ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق۔

آپؑ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس اُوقیہ پر ایک اُوقیہ زکوٰۃ مقرر فرمائی تھی۔ جب اس کا حساب کیا گیا تو وزن سات رہا۔ حالانکہ اس کا وزن پہلے چھ تھا اور درہم پانچ دوانیق کا تھا۔

حبیب کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب کیا تو جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ملا۔

اس کے بعد عبداللہ بن حسن نے حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپؑ نے کہاں سے اخذ کیا؟

آپؑ نے فرمایا، میں نے آپ کی جدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کتاب میں پڑھا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپؑ وہاں واپس بیت الشرف آگئے تو فوراً ہی محمد بن خالد نے آدمی بھیجا کہ وہ کتابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے پاس بھیج دیجیے (ذرا میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں)

حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام نے اُس کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے اُس وقت یہ کہا تھا کہ میں نے کتابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا میں دیکھا ہے، میں نے یہ کب کہا تھا کہ کتاب فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے پاس ہے۔

حبیب کا بیان ہے کہ یہ جواب سُن کر محمد بن خالد کہنے لگا کہ وہ مجھ سے یہ کہتے ہیں میں نے تو ایسا آدمی ہی نہیں دیکھا۔

(وضاحت) واضح ہو کہ عہدِ رسولؐ میں ایک درہم چھ دوانیق کا تھا پھر گھٹ کر پانچ دوانیق کا ہو گیا مگر عہدِ رسولؐ میں چھ دوانیق کا جو وزن تھا وہی اب پانچ دوانیق کا تھا اس کے بعد اس میں پھر تبدیلی آگئی اور سات درہم کا وزن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے پانچ درہم کے وزن کے برابر ہو گیا۔

• ن۔ ابو جعفر احول سے روایت ہے، اُس کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک مردِ زندیق نے پوچھا، ایک ہزار درہم پر زکوٰۃ صرف پچیس درہم کیسے ہو گئی؟

میں نے کہا، یہ بھی نماز ہی کی طرح ایک حکم ہے۔ جیسے دو رکعت، تین رکعت اور چار رکعت

(اس میں وجہ کا کیا سوال ہے)

راوی کا بیان ہے کہ اُس زندیق نے میرا یہ جواب مان لیا۔ مگر اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق آپؑ سے دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور مساکین دونوں کا حساب لگا کر دیکھا تو ایک ہزار درہم پر پچیس ۲۵ درہم ان مساکین کے لیے کافی ہیں اگر کافی نہ سمجھتا تو زکوٰۃ میں اضافہ کر دیتا۔

یہ جواب سن کر میں واپس ہوا اور اُس زندیق کو یہ جواب بتایا تو اُس نے کہا میرے خیال میں یہ جواب بذریعہ اونٹ حجاز سے آیا ہے۔

پھر بولا کہ اگر میں کسی کی اطاعت کروں گا تو اُس شخص کی اطاعت کروں گا جس نے یہ جواب دیا ہے۔ (الکافی جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

(۲۳) کلبی کے چار مسئلے

کلبی نسابہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینۂ طیبہ میں آیا مجھے معلوم نہ تھا کہ امامِ عصر کون ہے؟ اس لیے مسجدِ رسولؐ میں پہونچا، وہاں دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا، یہ بتائیں کہ خاندانِ نبوّت میں اس وقت عالم کون ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن حسن ہیں۔

میں اُن کے گھر پہونچا، آواز دی ایک شخص باہر آیا، غالباً وہ اُن کا غلام تھا میں نے اُس سے کہا اپنے آقا سے کہو ایک آدمی ملنا چاہتا ہے وہ اندر گیا پھر واپس آیا اور کہا چلو میں اندر گیا، دیکھا کہ ایک بزرگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں سلام کیا۔

اُنھوں نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟

میں نے کہا، میں کلبی نسابہ ہوں۔

اُنھوں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

اُنھوں نے کہا، کیا تم میرے بیٹے محمدؐ کے پاس گئے تھے؟

میں نے کہا، نہیں، پہلے میں آپ ہی کے پاس آیا ہوں۔

اُنھوں نے کہا، بتاؤ کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا کہ تجھے آسمان

کے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق۔

اُنھوں نے کہا، اس شخص نے راس الجوزا مراد لیا ہے اور باقی اُس کے ذیل میں ہیں۔ (میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو مہمل بات ہے)

میں نے عرض کیا، یا شیخ! آپ چمڑے کے موزوں پر مسح کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

اُنھوں نے کہا، صالحین کے ایک گروہ نے موزوں پر مسح کیا ہے مگر خاندانِ رسالت اس پر مسح نہیں کرتے۔ (میں نے دل میں کہا، لو یہ دوسری بات بھی ایسی ہی ہے)

میں نے پھر عرض کیا، اور آپ بام مچھلی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

اُنھوں نے کہا حلال ہے۔ مگر ہم خاندانِ رسالت اس سے دور رہتے ہیں (میں نے دل میں کہا یہ تیسری بات بھی مہمل ہی ہے۔)

پھر میں نے پوچھا، بنید کے پینے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

اُنھوں نے کہا، یہ بھی حلال ہے مگر ہم اہلِ بیت اسے نہیں پیتے۔

اس کے بعد میں وہاں سے یہ کہتا ہوا چلا کہ یہ گروہ قریش اہلِ بیتِ رسالت کے متعلق سچی بات نہیں بتاتا، اس لیے پھر مسجدِ نبوی میں آیا، وہاں قریش اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی۔ میں نے انھیں سلام کیا، پھر پوچھا۔ اہلِ بیتِ رسالت میں سب سے بڑا عالم اس وقت کون ہے؟

لوگوں نے کہا، عبداللہ ابن حسن۔

میں نے کہا، اُن کے پاس سے ہو کر آیا ہوں، اُن کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔

یہ سن کر مجمع سے ایک شخص نے سر اُٹھایا اور بولا۔

تم حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس جاؤ، وہی اہلِ بیتِ رسالت میں سب سے بڑے عالم و فقیہ ہیں۔

اس بات پر حاضرین میں سے کچھ لوگ اُس کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان لوگوں نے بر بنائے حسد اس کو حضرت جعفرؑ بن محمدؑ پاس مجھے جانے سے روکا ہے۔

میں نے کہا، وائے ہو تم پر میں تو اُنہی کے ارادے سے یہاں آیا ہوں۔ یہ کہہ کر میں مسجد سے نکلا اور آپؑ کے درِ دولت پر جا پہونچا، اور دستک دی۔ اندر سے آپؑ کا ایک غلام نکلا اور بولا۔

اے برادر کلب اندر آجاؤ۔ !

یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ بیقراری کے عالم میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں جو مصلّے پر تشریف فرما ہیں۔ (نہ کوئی تکیہ ہے نہ بچھانے کا کوئی کمبل وغیرہ ہے)
میں نے جاکر ادب سے سلام عرض کیا۔ انھوں نے جوابِ سلام دیا اور پوچھا
تم کون ہو ؟
میں نے عرض کیا، میں کلبی نسابہ ہوں۔
یہ سن کر آپؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور فرمایا،
لوگ، اللہ سے جھوٹ بول کر حد درجہ گمراہ ہو رہے ہیں اور وہ لوگ وہی ہیں جو کھلم کھلا خسارے میں ہیں۔
اے برادر کلب ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
" وَعَادًا وَّثَمُودَا وَاَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَالِكَ كَثِيرًا ۝ (سورۂ فرقان آیت ۳۸)
(اور قوم عاد اور ثمود اور اصحابِ رس اور اُن کے درمیان بہت سی اُمتیں ہیں۔
کیا تم ان سب کا نسب کا بیان کر سکتے ہو ؟
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، یہ مجھ سے ممکن نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا اپنا خود کا (تم اپنا) نسب بیان کر سکتے ہو ؟
میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ میں فلاں بن فلاں ہوں اور پھر اپنے آباء واجداد کے اوپر کا سلسلہ بیان کرنے لگا۔
آپؑ نے فرمایا، ٹھہرو، جو تم کہہ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔ تم پر افسوس ہے بھلا تمھیں معلوم ہے، فلاں بن فلاں کون تھا ؟
میں نے عرض کیا، جی ہاں وہ فلاں بن فلاں تھا۔
آپؑ نے فرمایا، فلاں بن فلاں ایک کُردی چرواہا تھا۔ اور یہ فلاں کُردی آلِ فلاں کے پہاڑ پر جانور چراتا تھا۔ اُس نے فلاں کی عورت کو کوئی شے کھلا کر مدہوش کیا اور اس سے زنا کیا، اُس کے بطن سے فلاں پیدا ہوا۔ یعنی فلاں بن فلاں تو فلانہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔
پھر فرمایا، کیا تم یہ تمام نام وغیرہ جانتے ہو ؟
میں نے کہا، واللہ نہیں۔ میں آپؑ پر قربان، اگر مناسب ہو تو اب یہ بات چھوڑ دیں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ تو تمھارے کہنے پر میں نے بتایا ہے۔
میں نے کہا، اچھا اب میں آئندہ اپنا نسب نہ بیان کروں گا۔
آپؑ نے فرمایا، میں بھی آئندہ کسی سے نہ کہوں گا۔ اب تم اپنے آنے کا مقصد بیان کرو جو تمھیں پوچھنا ہے وہ پوچھ لو۔
میں نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا، تجھے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق۔
آپؑ نے فرمایا، تجھ پر وائے کیا تو نے سورۃ الطلاق نہیں پڑھا ؟
میں نے عرض کیا، پڑھا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، پھر پڑھو !
میں نے پڑھنا شروع کیا۔
" فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ (سورۃ الطلاق آیۃ)
(پس تم انھیں طلاق دینے لگو تو اُن کے (ایامِ حیض۔ سے پہلے یعنی زمانۂ طُہر میں) اور عدت کو یاد رکھو۔)
آپؑ نے فرمایا، تم نے دیکھا، اس میں آسمان کے ستاروں کا کہیں ذکر ہے ؟
میں نے عرض کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے تین طلاق ؟
آپؑ نے فرمایا، کتابِ خدا اور سنّتِ رسول کی طرف رجوع کرو۔ طلاق اسی طُہر میں ہو سکتا ہے جس میں جماع نہ ہوا ہو اور دو شاہدین عادلین کے سامنے ہو۔
میں نے اپنے دل میں اس بات کی تصدیق کی۔
آپؑ نے پھر فرمایا، اور پوچھو !
میں نے کہا، آپؑ چمڑے کے موزوں پر مسح کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟
آپؑ یہ سُن کر مسکرائے اور فرمایا، جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ ہر شے کو اپنے اصل کی طرف پلٹائے گا، تو بھیڑ کی کھال بھیڑ کی طرف پلٹ جائے گی۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو جو لوگ اس پر مسح کرتے ہیں اُن کا وضو کہاں جائے گا۔
میں دل میں کہنے لگا، یہ دوسری بات بھی صحیح ثابت ہوگئی۔
آپؑ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اور پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو ؟
میں نے عرض کیا، بام مچھلی کے کھانے کے متعلق آپؑ کی رائے کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو مسخ کر دیا تھا اُن میں کچھ پانی کے جانوروں کی شکل میں جیسے بام مچھلی اور مارماہی وغیرہ اور خشکی کے جانوروں کی شکل میں جیسے بندر، سُور (خنزیر)، نیولا، گوہ وغیرہ۔

میں نے دل میں کہا، یہ تیسری بات بھی صحیح ہو گئی ہے۔

آپؑ نے پھر فرمایا، کچھ اور پوچھنا ہو تو پوچھ لو؟

میں نے عرض کیا، بنیذ کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، حلال ہے۔

میں نے عرض کیا ہم لوگ بنیذ بناتے ہیں تو اس میں زیتون کی تلچھٹ وغیرہ ڈال کر تیار کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اس طرح نہیں، یہ تو شراب بن گئی۔

میں نے عرض کیا، پھر بنیذ سے آپؑ کیا سمجھے تھے؟

آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اہلِ مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانی کی خرابی کی شکایت کی جس سے لوگوں کو بیماری لاحق ہونے لگی۔ آنحضرتؐ حکم دیا، بنیذ بنا لیا کرو۔ پھر لوگوں نے اپنے خادموں کو حکم دیدیا کہ ان کے لیے بنیذ تیار کی جائے تو وہ لوگ پانی کے مشکیزے میں تھوڑی کھجور ڈال دیتے تھے وہی یہ لوگ پیتے تھے اور اسی سے طہارت بھی کرتے تھے

میں نے عرض کیا تھوڑی کھجور کا کیا مطلب، ایک یا دو؟

آپؑ نے فرمایا، کبھی ایک اور کبھی دو عدد۔

میں نے عرض کیا اور مشکیزہ کتنا بڑا؟

آپؑ نے فرمایا، جس میں چالیس[۴۰] یا اسی[۸۰] یا اس سے زیادہ آ جائیں۔

میں نے عرض کیا اس کا کیا مطلب؟ کیا چالیس[۴۰] یا اسی[۸۰] رطل؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، مگر عراقی رطل (جو وزن میں ایک سو تیس[۱۳۰] درہم کا ہوتا تھا)

سماعہ کا بیان ہے کہ مجھ سے کلبی نے بتایا کہ پھر حضرت امام جعفر صادق بن محمد علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں بھی اُٹھا اور وہاں سے نکلا مگر کفِ افسوس ملتا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ ہاں واقعاً اگر علم ہے تو بس ان کے پاس ہی ہے۔ اس دن کے بعد کلبی کے دل میں محبتِ اہلبیت پیدا ہو گئی اور مرتے دم تک وہ محبِ اہلبیت ہی رہا۔

(الکافی جلد ۱ صـ ۳۴۸)

(۲۴) نمازِ استسقاء کی تعلیم

خالد کے غلام قرۃ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ مدینہ نے محمد بن خالد سے طلبِ باراں کے لیے دعاء کی درخواست کی۔ محمد بن خالد نے مجھ سے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ آپؑ کی کیا رائے ہے؟ (اس لیے کہ یہ لوگ مجھ سے درخواست کر رہے ہیں۔)

راوی کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا اور محمد بن خالد کا پیغام آپؑ کو پہونچا دیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ اُس سے کہہ دو کہ طلبِ باراں کی دعاء کے لیے ضرور نکلے۔

میں نے عرض کیا مگر کب اور کس دن جانا چاہیے۔ "میں آپؑ پر قربان"۔

آپؑ نے فرمایا' دوشنبہ کے دن۔

میں نے عرض کیا کہ کس طرح نکلنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا' پہلے صحرا میں منبر روانہ کر دے پھر خود پاپیادہ جائے جس طرح عیدین میں نماز کے لیے جاتے ہیں اور اُس کے آگے آگے چند موذّن ہوں جن کے ہاتھوں میں لمبا عصا ہو (وہ اذان دیتے ہوئے چلیں) جب وہ مصلّے تک پہونچے تو لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز' بلا اذان واقامت کے پڑھے' پھر منبر پر جائے اور اپنی ردا کو اُلٹ دے یعنی دائیں کاندھے والی بائیں کاندھے پر اور بائیں کاندھے والی دائیں کاندھے پر۔ پھر قبلہ رو ہو کر بآوازِ بلند سو مرتبہ تکبیر کہے اس کے بعد دائیں طرف کے لوگوں کی سمت رُخ کر کے بآوازِ بلند سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے' پھر اپنے سامنے کی طرف کے لوگوں کی طرف رُخ کر کے بآوازِ بلند سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے اور دعاء کرے لوگ بھی اُس کے ساتھ دعاء کریں۔ مجھے اُمید ہے کہ اگر اس طرح لوگ دعاء کریں گے تو مایوس نہ ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اُس نے ایسا ہی کیا اور جب ہم لوگ (کامیاب ہو کر) واپس ہوئے تو سب یہی کہہ رہے تھے کہ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

(التہذیب جلد ۳ صـ ۱۴۸)

(۲۵) حجرِ اسود کا بوسہ

حمّاد بن عثمان سے روایت ہے کہ مکہ میں بنی اُمیّہ کا ایک غلام ابن ابی عوانہ تھا جب کبھی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام یا بزرگانِ آلِ محمدؐ میں سے کوئی مکہ

جاتا تو وہ اُن کا مذاق اُڑاتا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام طواف میں مشغول تھے کہ وہ آپؑ کے پاس آیا اور بولا۔

یا ابا عبد اللہ! حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق آپؑ کا کیا خیال ہے؟

آپؑ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا ہے۔

وہ بولا، مگر میں نے تو نہیں دیکھا کہ آپؑ نے اسے بوسہ دیا ہو۔

آپؑ نے فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں کہ ضعیفوں اور کمزوروں کو مجھ سے اذیت پہونچے یا میں اذیت میں مبتلا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگ پہچان کر راستہ دیدیتے تھے اور مجھے لوگ نہ پہچان کر راستہ دیتے ہیں نہ میرے مرتبہ سے واقف ہیں (اور یہ ضروری نہیں ہے کہ میں تجھے دکھا کر بوسہ دوں یا اور کوئی عبادت دکھا کر ادا کروں۔) (الکافی جلد ۴ ص ۴۰۹)

(۲۶) فرقہ معتزلہ کا منسوخ آیات سے استدلال

مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک گروہ آیا جو زہد و تقویٰ کا بہت اظہار کرتا تھا اور لوگوں کو دعوت دیتا تھا کہ وہ لوگ بھی اُن ہی کی طرف زاہد و نفس کُش بن جائیں۔

اُنھوں نے آکر کہا کہ ہمارے ساتھی (سفیان ثوری) آپؑ کی باتوں سے کچھ ایسے چپ ہوئے کہ اپنی دلیلیں نہ پیش کر سکے۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا پھر تم اپنے دلائل پیش کرو۔

اُنھوں نے کہا، ہماری دلیلیں قرآنی آیات سے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں ہاں پیش کرو یہ بات تو بہت ہی اچھی ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اصحابِ پیغمبرؐ کے ایک گروہ کے متعلق یہ ارشاد فرماتا ہے: "وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝" (سورۃ الحشر آیت ۹)

ترجمہ: (اور اپنے دلوں میں کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ اور اُن کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ (خود) تنگدستی میں ہی کیوں نہ مبتلا ہوں اور جو اپنے نفس کے لالچ (وحرص) سے بچائے گئے پس وہی تو فلاح پانے والے ہیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کردار کی تعریف کی ہے۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○

(سورۃ الدھر آیت ۸)

ترجمہ۔(اور وہ اُس کی (اللہ کی) محبّت میں مسکین ویتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔)

اور ہم لوگ اپنے دلائل کے لیے ان ہی دونوں آیتوں کو کافی سمجھتے ہیں۔ نیز، ان ہی میں سے ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؑ حضرات لذیذ طعام کھاتے ہیں اور زہد وتقویٰ کا بھی اظہار کرتے ہیں مگر لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے اموال میں سے (خمس وغیرہ) نکالو تاکہ اُس سے آپؑ حضرات خود فائدہ اُٹھائیں۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام نے اُن سے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تمھیں قرآنی آیات کے ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ کا علم ہے جس کی بناء پر اس اُمّت کے اندر بہت سے گمراہ ہونے والے گمراہ ہوگئے، بہت سے ہلاک ہونے والے ہلاک ہوگئے؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ بعض آیات کا علم ہے لیکن تمام آیات کا علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا، (احادیث میں بھی ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ ہیں۔) لیکن تم نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک گروہ کے کردار اور اُن کے حُسنِ عمل کی تعریف کی ہے تو وہ ہمارا ہی گروہ تھا اور یہ عمل اُن کے لیے جائز اور مباح تھا، اس سے اُن کو منع نہیں کیا گیا تھا، اُن کے اس عمل کا ثواب انھیں اللہ دے گا، مگر اللہ نے اس کے بعد اُن کے اس عمل کے خلاف حکم جاری فرمادیا، اور اللہ کا یہ حکم اُن لوگوں کے عمل کا ناسخ بن گیا۔ درحقیقت اللہ نے مومنین پر رحم کیا یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ مومنین ہیں ان متعلقین ہیں جن میں کچھ ضعیف ہیں کچھ کمسن ہیں، کچھ بچے ہیں کچھ بوڑھے ہیں کچھ بوڑھی عورتیں ہیں، یہ سب تو بھوک کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر ہم نے اپنی روٹی تصدّق کردی اور مزید کوئی روٹی نہ بچی تو یہ سب بیچارے بھوک سے بیحال ہوجائیں گے اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی انسان کے پاس پانچ کھجوریں یا پانچ روٹیاں، یا پانچ دینار یا پانچ درہم ہوں اور وہ انھیں خرچ کرنا چاہے تو افضل وبہتر یہ ہے کہ پہلا اپنے والدین پر خرچ کرے دوسرا اپنے نفس اور اپنے عیال پر، تیسرا اپنے غریب فقراء قرابداروں پر، چوتھا اپنے پڑوسی فقیروں پر اور پانچواں اللہ کی راہ میں خرچ کردے یہ بہترین ثواب کا کام ہوگا۔

ایک انصاری کے پاس پانچ یا چھ غلام تھے۔ مرتے وقت اُس نے اپنے سارے غلاموں کو آزاد کردیا، حالانکہ خود اُس کے چھوٹے چھوٹے بچّے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اگر تم لوگوں نے پہلے بتایا ہوتا کہ اُس نے ایسا کیا ہے تو میں اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیتا۔ اُس نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں کے ساتھ ظلم کیا ہے وہ لوگوں کے سامنے

ذلیل ہو کر ہاتھ پھیلائیں گے۔

اِس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کی تمھیں کفالت کرنی ہے اُن میں سے جو سب سے زیادہ قریبی ہے اُس سے کفالت کی ابتداء کرو، پھر یہ قرآن مجید کی آیت ہے جو تمھارے قول کی نفی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکمِ امتناعی پر عمل فرض ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

"وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ○ (سورۃ الفرقان آیت ۶۷)

ترجمہ: (اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ تو وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ ہی بُخل کرتے ہیں اور اُن کی روش بَین بَین ہوتی ہے) (درمیانی طریقہ ہوتا ہے)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمھارے خیال کی نفی کی ہے۔ تم لوگوں کو اپنے (اُن کے اپنے) نفسوں پر ایثار کی دعوت دیتے ہو اور جس کی طرف دعوت دیتے ہو اللہ نے اس کا نام اسراف رکھا ہے اور اس آیت کے علاوہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ○" (سورۃ الانعام آیت ۱۴۱)

ترجمہ (بیشک وہ (اللہ) اسراف کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسراف سے بھی منع فرمایا ہے اور کنجوسی سے بھی منع فرمایا ہے اور میانہ روی و اعتدال کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنا سارا مال راہِ خدا میں لٹا دے اور پھر اللہ سے دعا کرے کہ رزق و روزی دے تو اس کی دعا قبول نہ ہو گی

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث وارد ہوئی ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میری اُمت میں کچھ لوگوں کی دُعائیں قبول نہ ہونگی

ایک وہ شخص جو اپنے والدین کے خلاف دُعا کرے (بددعا کرے) دوسرے وہ شخص جو اپنے قرضدار کے لیے بددعا کرے اور اُس نے قرض دے کر نہ کوئی تحریر لکھوائی ہو اور نہ کوئی گواہ بنایا ہو۔ تیسرے وہ شخص جو اپنی زوجہ کے لیے بددعا کرے، جبکہ اللہ نے اُس کو چھوڑ دینے کا پورا اختیار اُس کو دیدیا ہے۔ چوتھے: وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا بیٹھا خدا سے

دعا کرے کہ پروردگار! مجھے روزی دے، اور گھر سے باہر نہ نکلے تاکہ روزی تلاش کرے، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! کیا میں نے روزی تلاش کرنے کے لیے تجھ پر راہیں نہیں کھولی ہیں؟ اور کیا تو اپنے صحیح اور صحت مند اعضاء کے ساتھ روئے زمین پر چل پھر کر تلاشِ معاش نہیں کر سکتا؟ تاکہ تیرے اس عمل سے یہ سمجھا جائے کہ تو نے ہمارا حکم مانا اور دوڑ دھوپ کی، تو نے اپنا کام انجام دیا، تو نے سعی و کوشش کر کے حق ادا کیا اپنے اہلِ خانہ پر بار بن کر نہ رہا۔ اس تیری کوشش کے بعد روزی کا مہیا کرنا میرا کام ہے۔

پانچویں۵ وہ شخص جس کو اللہ نے مالِ کثیر سے نوازا تھا اور اس نے سب خرچ کر دیا اور اب اللہ سے دعا گو ہے کہ مجھے روزی عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بتا کیا میں نے تجھے بہت سی روزی نہیں دی تھی؟ تو نے اعتدال سے کام نہ لیا، کفایت شعاری سے کام نہ لیا، میرے حکم کی مخالفت کی، میں نے اسراف سے منع کیا تھا، تو نے حکم عدولی سے کام لیا۔ یہ تیرا قصور ہی ہے، میری عطا میں تو کوئی کمی نہ تھی۔

چھٹے۶: وہ شخص جو اپنے اعزاء کے حقوق ادا نہ کرے اور دعا کرے۔

خرچ میں اعتدال کی تعلیم

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی بتایا کہ کیونکر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ کے پاس ایک اُوقیہ سونا تھا آپؐ کو یہ پسند نہ آیا کہ یہ سونا آپؐ کے پاس رات بھر بھی رہے اس لیے آپؐ نے وہ سب تصدق کر دیا۔ اب جب صبح ہوئی تو آپؐ کے پاس کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائل آگیا اور آپؐ اُسے کچھ نہ دے سکے، سائل کو جب کچھ نہ ملا تو اس نے آپؐ کی شان میں کچھ ناسزا کلمات بھی کہے۔ لیکن آپؐ کو حد درجہ دکھ ہوا کہ اس بیچارے کو کچھ نہ دے سکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ہمارے رسولؐ! خرچ کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیجیے تاکہ آپؐ کی اُمت کو تکلیف نہ ہو

"وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ (سورۃ الاسریٰ آیت ۲۹)

ترجمہ: "اور اپنے ہاتھ کو گردن سے نہ باندھ لے (یعنی سے کام نہ لے) اور نہ ہی اُسے (سخاوت میں) بالکل کھول دے کہ تو ملامت زدہ پشیمان ہو کر بیٹھا رہ جائے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ تم سے سوال، بہر حال کریں گے اور یہ نہ دیکھیں گے کہ تم معذور (تنگدست ہو) کچھ دینے سے قاصر ہو، لہٰذا اگر تم نے اپنی ساری پونجی

عطا کردی تو خود تنگدست ہو جاؤ گے۔

یہ ہیں احادیثِ رسولؐ جن کی تصدیق کتابِ خدا سے ہوتی ہے اور کتابِ خدا کی تصدیق وہ لوگ کرتے ہیں جو مومنین میں سے اس کے اہل ہیں۔

(اب ذرا حضرت ابوبکر کی سیرت کو دیکھو) جب اُن کا وقتِ وفات قریب آیا تو کہا گیا کہ اب آپ جو وصیّت کرنا چاہیں وہ کریں، اُنھوں نے بھی (اپنے سارے مال کے لیے وصیت نہیں کی بلکہ) یہ کہا کہ میں اپنے مال میں سے پانچویں حصّے کے لیے وصیت کرتا ہوں اور پانچواں حصہ بھی بہت ہے مگر چونکہ اللہ پانچویں حصّہ پر راضی ہے اس لیے پانچویں حصّے کی وصیت کرتا ہوں حالانکہ اللہ نے انھیں موت کے وقت اپنے مال کے تیسرے حصّے پر وصیّت کا حق دیا ہوا تھا لیکن اگر انھیں یہ معلوم ہوتا کہ تیسرے حصّے پر وصیّت کرنا بہتر ہے تو وہ یہی کرتے۔

اُن کے بعد اُن لوگوں کی سیرت کو بھی دیکھ لو جن کا تمھیں خود علم ہے کہ فضل و زُہد میں وہ کس درجہ پر تھے یعنی حضرت سلمانؓ و حضرت ابوذرؓ۔ حضرت سلمانؓ کا دستور یہ تھا کہ جب بیت المال سے ان کو عطیہ ملتا تو وہ اس میں اپنے سال بھر کے اخراجات اُٹھا رکھتے آئندہ سال کے عطیات تک کے لیے۔ چنانچہ اُن سے کہا گیا، بندۂ خدا تم ایسے زاہد و متقی اور پھر ایسا کرتے ہو (کہ سال بھر کا خرچہ پس انداز کرتے ہو۔) تمھیں کیا معلوم کہ تم سال بھر زندہ رہو گے، ہو سکتا ہے کہ آج یا کل تمھارا انتقال ہو جائے؟

اُنھوں نے جواب دیا کیا بات ہے کہ تم لوگوں کو جس طرح ہماری موت کا ڈر ہے اسی طرح ہماری بقا کی اُمید نہیں رکھتے۔ اے جاہلو! کیا تمھیں یہ بات نہیں معلوم کہ اگر انسان کے پاس قابلِ اعتماد ذریعۂ معاش نہ ہو تو اُس کا نفس اس کو مختلف افکار میں ملوّث رکھتا ہے اور اگر اس کی معیشت مستحکم ہوتی ہے تو وہ مطمئن رہتا ہے۔

حضرت کے ابوذرؓ کے پاس بھی بہت سے اونٹ اور بہت سی بکریاں تھیں جن کے دودھ پر ان کی گذر اوقات تھی اور ان کے اہل وعیال اگر کبھی خواہش کرتے یا کوئی مہمان آجاتا، یا اُن کے دوسرے ساتھیوں وغیرہ کو ضرورت ہوتی تو اونٹ یا بکری وغیرہ ذبح کر لیتے اور اس گوشت کو سب پر تقسیم کر دیتے اور آخر میں حسبِ ضرورت خود بھی استعمال کرتے۔

سوچو، سمجھو اور غور و فکر کرو کہ ان لوگوں سے بڑھ کر زاہد کون ہے اُن کے زہد کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تعریف کیا کرتے تھے مگر اس زُہد کے باوجود اُن کی حالت کبھی ایسی نہیں ہوئی کہ اُن کے پاس کچھ بچ نہ رہا ہو۔ جیسا کہ تم، لوگوں کو ہدایت کرتے ہو کہ لوگ اپنا مال و دولت سب لٹا دیں اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کا خیال نہ رکھیں۔

اے لوگو! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے سُنا ہے اور اُنھوں نے اپنے آبا ءِ کرام سے روایت کی ہے کہ ایک دن جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر مجھے ایک مردِ مومن پر تعجب ہے اتنا تعجب اور کسی پر نہیں، اس لیے کہ اگر اس کا جسم قینچی سے کاٹا جائے تب بھی اللہ سے بدگمان نہ ہوگا اور اگر اسے شرق و غرب کا مالک بنا دیا جائے تب بھی اس کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی یعنی جس حال میں اللہ اس کو رکھے اس حال میں وہ خوش رہتا ہے، کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ ایک مومن کے متعلق آج جو میں وضاحت تم لوگوں کے سامنے کر رہا ہوں وہ کافی ہے یا مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔

کیا تمھیں یہ نہیں معلوم کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ فریضہ عائد کیا تھا کہ ایک مرد مومن دس مشرکین سے جہاد کرے اور ان کے مقابلے سے منھ نہ موڑے جو منھ موڑے گا وہ اوندھے منھ جہنم میں جائے گا، مگر اس کے بعد اللہ نے مومنین کے حال پر رحم فرمایا اور اس میں تخفیف کر دیا اور حکم ہوا کہ ایک مرد مومن دو مشرکین سے جنگ کرے اس ۲ دو والے حکم نے دس والے حکم کو منسوخ کر دیا۔

اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر تم میں سے ایک شخص کہے کہ میں تو ایک مردِ زاہد اور تارک الدنیا ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور پھر اُس کو یہ حکم ہو کہ اپنی زوجہ کا نان و نفقہ ادا کرو تو کیا یہ اس پر ظلم نہیں ہے؟ اگر تم کہو کہ یہ ظلم ہے تو یہ ظلم اہلِ اسلام نے تم پر کیا اور اگر کہو کہ یہ عینِ عدل ہے تو پھر تم اپنے نفسوں پر ظلم کرو گے۔

نیز اگر کوئی شخص مرتے وقت اپنے مال کے ایک تہائی حصے میں سے زیادہ مقدار مساکین پر صدقہ کے لیے وصیت کر جائے تو وہ صدقہ کون لے گا، کہاں جائے گا؟ نیز یہ بھی بتاؤ کہ اگر بالفرض سارے لوگ ویسے ہی بن جائیں کہ جیسا تم چاہتے یعنی بالکل زاہد اور تارک الدنیا ہوں انھیں کسی دوسرے کے مال کی ضرورت نہ ہو تو قسم کا کفّارہ، نذر، پھر سونے، چاندی، کھجور، منقیٰ یا ہر وہ شے جس میں زکوٰۃ واجب ہے جیسے اونٹ، بھیڑ، بکری وغیرہ وغیرہ یہ ساری چیزیں جو زکوٰۃ کی مد میں نکالی گئی ہیں کس کو دی جائیں گی جبکہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مالِ دنیا میں سے کچھ بھی اپنے پاس رکھے سب کچھ تصدّق کر دے خواہ خود اس کو اس کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ تمھارا کتنا لغو خیال ہے؟ اور پھر تم اور لوگوں کو بھی اسی طریق پر چلانے کی سعی و کوشش میں سرگرمِ عمل ہو محض اس لیے کہ تمھیں کتابِ خدا کا علم نہیں تم اُس سنّتِ رسولؐ اور احادیثِ نبویؐ سے ناواقف ہو جس کی تصدیق کتاب اللہ سے ہوتی ہے تم نے اپنی جہالت کی وجہ سے اُن سب کو رد کر دیا ہے اور قرآن مجید کی وہ تفسیر جس میں ناسخ و منسوخ اور

محکم و متشابہہ اور امر و نہی وضاحت ہے اُس پر نظر کرنا چھوڑ دیا ہے۔

یہ بتاؤ کہ تم لوگ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو کیوں نہیں دیکھتے ؟ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی بادشاہت کے لیے دعا کی جو اُن کے بعد کسی کو نہ مل سکے اور اللہ نے بھی اُن کی دعا کو قبول فرمالیا اور ایسی ہی بادشاہت عطا فرمائی جیسی وہ چاہتے تھے اِس کے باوجود وہ حق بولتے اور حق پر عمل کرتے تھے۔ پھر ہم قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں پاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن اس بادشاہت کو معیوب سمجھا ہو یا مومنین میں سے کسی ایک نے اس کو بُرا کہا ہو، اور اُن سے پہلے حضرت داؤدؑ پیغمبر کے پاس بھی حکومت و سلطنت رہ چکی تھی۔

مزید برآں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو جنھوں نے بادشاہِ مصر سے کہا
" اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ۝ (سورہ یوسف آیت ۵۵)
ترجمہ " مجھے (ملک کے) زمین کے خزانوں پر مامور کیجیے (کیونکہ) بیشک میں محافظ اور اس کام کا ماہر (جاننے والا) ہوں۔ "

پھر اُن کی سلطنت کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ یمن تک جا پہونچا۔ اور اطراف کے لوگ قحط سالی کے دَور میں آپؑ کے پاس سے غلّہ لینے کے لیے آنے لگے۔ وہ بھی ہمیشہ حق بات کہتے اور حق پر عمل کیا کرتے تھے۔ ہمیں کوئی ایسا نہیں ملا جس نے اُن کی بادشاہت کو اُن کے لیے معیوب سمجھ کر بُرائی کی ہو۔

حضرت ذوالقرنین پر نظر ڈالو، یہ بھی خدا کے بندۂ صالح اور اللہ کے دوستوں میں سے تھے اور اُن کے لیے اللہ نے تمام اسباب فراہم کردیے۔ انھیں بھی مشرق و مغرب کی بادشاہت عطا کی، وہ بھی حق بات کہتے تھے اور حق پر عمل کرتے تھے۔ ہمیں تو کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ملا جو اُن کی اس بادشاہت پر انگشت نمائی کرتا ہو۔

پس اے لوگو ! (یہ اپنی لغویات چھوڑو) مومنین کو آدابِ الٰہی کی تعلیم دو۔ صرف اللہ کے اوامر و نواہی پر زور دیتے رہو کیونکہ تمام عبادات کا سرچشمہ یہی ہیں۔ جن باتوں کا تمھیں علم نہیں صرف شبہہ ہے انھیں دل سے نکالو اور علم حاصل کرنے کے لیے اہلِ علم سے رجوع کرو، یہ باعثِ ثواب بھی ہے اور اللہ کے نزدیک بھی تمھارا عذر قابلِ قبول ہوگا۔ اور (اہلِ علم سے) یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ قرآن کی کون سی آیت منسوخ ہے اور کون سی ناسخ، کون سی محکم ہے اور کون سی متشابہہ اللہ نے قرآن مجید میں کس چیز کو حلال قرار دیا ہے اور کس کو حرام۔ یہی تمھارے لیے تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہوگا، تمھاری جہالت دور ہوگی، تم اس (موجودہ جہالت) کو جاہلوں کے لیے چھوڑ دو۔ دنیا میں جاہل بہت ہیں اہلِ علم کم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :

"وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ○ (سورۂ یوسف آیت ٧٦)

ترجمہ: اور ہر صاحبِ علم سے بڑھ کر دوسرا علم والا موجود ہے۔"

٢٧ ایک جاہل کی قرآن فہمی

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آباءِ کرام سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے۔ آپؑ نے قرآن کی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورۃ الفاتحہ آیت ٦) کے متعلق ارشاد فرمایا (اس کا مطلب ہے کہ بندہ) کہتا ہے کہ "پروردگارا! ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم لازماً اُس راستہ پر چلیں جو تیری محبت کی طرف جاتا اور جنّت تک پہونچاتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی خواہشات کی پیروی میں پڑ کر برباد ہو جائیں یا خود اپنی رائے پر عمل کر کے ہلاک ہو جائیں، اس لیے کہ جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی یا جو اپنی رائے کو صائب سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوا اُس کی مثال بالکل اُس شخص کی سی ہے جس کے متعلق ایک مرتبہ میں نے سُنا کہ عوام اس کی بیحد تعظیم و توصیف کرتے ہیں، میں نے بھی چاہا کہ ذرا چل کر دیکھوں کہ وہ کس مرتبہ کا آدمی ہے، مگر اس طرح کہ وہ مجھے پہچان نہ سکے، اِس ارادے سے ایک جگہ پہونچا تو دیکھا کہ ایک جمِ غفیر اُس کو گھیرے ہوئے ہے، میں اُس مجمع سے ذرا ہٹ کر ایک جانب کو کھڑا ہو گیا۔ میں نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا تھا اور مسلسل اُس شخص کو اور مجمع کو دیکھے جا رہا تھا، وہ عوام الناس سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر لوگ اُس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے یہانتک کہ وہ لوگوں سے کٹ کر الگ ایک راستہ پر چل پڑا اور کہیں قیام نہ کیا؛ اِدھر لوگ بھی منتشر ہو کر اپنے اپنے کاروبار میں لگ گئے، مگر میں اُس کے پیچھے پیچھے چل دیا؛ ذرا دیر ہوئی تھی کہ وہ ایک نانبائی کی دکان پر جا پہونچا اور نانبائی کو غافل پا کر اُس کی دکان سے ٢ دو روٹیاں چرالیں؛ مجھے بڑا تعجب ہوا، وہ وہاں سے آگے بڑھا اور ایک انار فروش کی دکان پر پہونچا اور موقع پا کر اُس کی دکان سے بھی ٢ دو انار اُڑا لیے۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر پھر سوچا کہ ضرور اسے کوئی غلط فہمی یا انتہائی مجبوری لاحق ہو گی اس لیے اس نے چوری کا ارتکاب کیا ہے۔

الغرض وہ آگے بڑھا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا کہ وہ ایک مقام پر جا کر رُک گیا جہاں ایک مریض لیٹا ہوا تھا، اُس نے وہ روٹیاں اور انار اُسے دیدیے اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں اب بھی اس کے پیچھے تھا جب وہ ایک صحرا میں پہونچا تو میں آگے بڑھ کر اُس کے سامنے گیا، اور کہا، اے اللہ کے بندے! میں نے تیری بڑی شہرت سُنی تھی تو جی چاہا کہ تجھ سے

ملاقات کروں، مگر تیری حرکات دیکھ کر میرے دل میں خلش پیدا ہوئی کہ تجھ سے جو کچھ صادر ہوا ہے اس کی وجہ دریافت کروں۔

اُس نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور کہا، کیا بات ہے ؟

میں نے کہا، میں نے دیکھا کہ تم نے نانبائی کی دکان سے دو نان اور انار فروش کی دکان سے دو انار چرائے اور مریض کو دے کر چلے آئے۔ قبل اس کے کہ وہ میرے سوال کا کوئی جواب دیتا، اُس نے مجھ سے پوچھا۔

یہ بتائیے آپ کون ہیں ؟

میں نے جواب دیا، آدمؑ کی اولاد اور اُمتِ محمدیؐ کا ایک فرد ہوں۔

اُس نے کہا، کس خاندان سے متعلق ہیں ؟

میں نے کہا، خاندانِ رسالت سے۔

اُس نے پوچھا، کہاں رہتے ہیں ؟

میں نے کہا، مدینہ کا باشندہ ہوں۔

اُس نے کہا، شاید آپ جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں ؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُس نے کہا، اے جعفرؑ! خاندانی شرف کسی کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا۔ آپؑ نے اپنے آباء و اجداد کے علم کو یکسر بھلا دیا ہے۔

میں نے کہا، کیسے۔

اُس نے کہا کیونکہ آپؑ قرآن سے ناواقف ہیں۔

میں نے کہا، قرآن سے ناواقفیت کا تمھیں کس طرح علم ہو گیا ؟

اُس نے کہا، کیونکہ آپؑ نے میرے عمل پر نکتہ چینی کی ہے جبکہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے

"مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا" (سورۃ الانعام آیت ١٦٠)

ترجمہ: (جو ایک نیکی کرے گا، اُس کو اُس کا دس گنا ثواب ملے گا اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوگا اس کو ایک ہی سزا ملے گی۔)

میں نے دو روٹیاں اور دو انار چرائے تو میرے نامۂ اعمال میں چار گناہ لکھے گئے، لیکن جب میں نے انھیں تصدق کر دیا تو اُن میں سے ہر ایک کا ثواب دس گنا ہوا جو کل چالیس گنا ثواب ہو گیا، ان چالیس میں سے چار گناہ نکال دیجیے تو پھر بھی میرے نامۂ اعمال میں چھتیس ٣٦ ثواب باقی رہے۔

میں نے کہا، تیری ماں تیرے غم میں روئے، تو نے قرآن کے ساتھ بالکل جہالت کج فہمی اور ظلم کا مظاہرہ کرکے ناواقف ہونے کا ثبوت دیا۔

کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

" اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ المائدۃ آیت ۲۷)

ترجمہ (اللہ تعالیٰ صرف متقین کی نیکیاں قبول فرماتا ہے)

اے شخص! غور سے سن، تو نے دو نان چوری کیے اور دو انار چرائے تو یہ چار گناہ ہوگئے۔ پھر تو نے اُن کے مالکوں سے اجازت کے بغیر چاروں کسی کو دیدیے۔ جب تو نے چوری کی تھی تیرا تقویٰ تو اُس وقت رخصت ہوگیا تھا اب تیرے پاس چار گناہ چوری کے اور چار گناہ بغیر اجازت کے استعمال یا تصدق کرنے کے عوض ہوگئے تو۔ تو نے نیکیوں کے بجائے آٹھ گناہ کما لیے

یہ سن کر وہ چراغ پا ہوگیا اور مجھ سے تکرار کرنے لگا، لہٰذا میں نے اُس کو وہیں چھوڑا اور پلٹ آیا۔ (احتجاج طبرسی ص۲۰۰ طبع نجف اشرف)

(۲۸) ـــــ بغلے (خچر) کی قیمت لاشئ

سماعہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ لاشئ کیا ہے اور وہ کیا چیز ہے جس کے سوا اللہ کوئی اور چیز قبول نہیں کرتا۔

جب امام ابوحنیفہ لاشی کے سمجھانے سے عاجز ہوگئے تو انھوں نے کہا، یہ بغلہ (خچر) لو اور رافضیوں کے امام کے پاس جاؤ اور اُن کے ہاتھ فروخت کرو۔ جب وہ قیمت دریافت کریں تو کہنا اس کی قیمت لاشی ہے۔ اور ان سے جو وہ قیمت دیں لے لینا۔

وہ شخص اس بغلے کی لگام تھامے ہوئے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس آیا۔

آپؑ نے فرمایا، یہ بغلہ کس کا ہے؟

اُس نے کہا امام ابوحنیفہ کا ہے۔ جو فروخت کرنے کے لیے لیکر آیا ہوں۔

آپؑ نے اس کی قیمت دریافت فرمائی۔

اُس نے کہا، اس کی قیمت لاشی ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ نہیں۔ یہ تم کیا کہتے ہو؟

اُس نے کہا، امام ابوحنیفہ نے یہی قیمت بتائی ہے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ بس لاشی۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، میں نے اس کو اسی لاشی (کچھ نہیں) پر خرید لیا، پھر اپنے غلام

سے فرمایا کہ اس کو اصطبل میں باندھ دو۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر محمد بن حسن دیر تک قیمت کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو اُس نے عرض کیا' میں آپ پر قربان' اس بغلے کی قیمت تو عنایت فرما دیں۔
آپؑ نے فرمایا' کل تک انتظار کرو۔
محمد بن حسن نے واپس آکر امام ابوحنیفہ سے پورا قصہ سنایا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔
دوسرے دن امام ابوحنیفہ خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے۔
آپؑ نے فرمایا' اے ابوحنیفہ! کیا تم اپنے بغلے کی قیمت لاشی لینے کے لیے آئے ہو؟
اُنھوں نے کہا' جی ہاں۔
آپؑ نے مزید دریافت فرمایا' کیا واقعًا اس کی قیمت لاشی (کچھ نہیں) ہے؟
اُنھوں نے کہا' جی ہاں۔
یہ سُن کر آپؑ اپنے بغلے پر سوار ہوئے اور امام ابوحنیفہ دوسری سواری پر سوار ہوئے اور دونوں صحرا کی جانب روانہ ہوئے۔ جب سورج بلند ہوا تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے نظر اٹھا کر ریگ زارِ صحرا کی طرف دیکھا تو آپؑ نے محسوس کیا کہ سامنے آب جاری ہے۔
آپؑ نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا' اے ابوحنیفہ! وہ دور کیا نظر آرہا ہے؟
اُنھوں نے کہا' فرزندِ رسولؐ! پانی بہتا ہوا نظر آرہا ہے۔
جب دونوں وہاں پہونچے تو یہاں پر کچھ نہ تھا بلکہ ریگ زار ہی تھا جو دور سے بہتا ہوا پانی نظر آرہا تھا اور اب وہ مزید فاصلے پر اسی طرح بہتا ہوا پانی نظر آنے لگا۔ (اسی کو سراب کہتے ہیں)
آپؑ نے فرمایا' اے ابوحنیفہ! لو یہ ہے تمھارے بغلے کی قیمت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
"كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ" (سورۃ النور آیت ۳۹)
ترجمہ: (جیسے صحرا میں سراب۔ پیاسا اس کو پانی گمان کرتا ہے حتے کہ جب وہ اُس کے پاس آتا ہے تو اُسے کچھ نہیں (لاشے) پاتا۔ اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے۔)
راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے پاس بہت محزون اور مغموم حالت میں پہونچے۔
اُنھوں نے پوچھا' کیا بات ہے آپ کیوں رنجیدہ ہیں؟
ابوحنیفہ نے کہا کیا بتاؤں میرا بغلہ مفت میں چلا گیا جو دس ہزار درہم پر خرید اتھا۔ (اختصاص' تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

(٢٩) امام ابوحنیفہ کا ایک آیت پر اعتراض

کنزالفوائد میں کراجکی نے تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اس طرح شکر ادا کیا الحمد للّٰہ رب العٰلمین اللھم ان ھٰذا منك ومن رسولك (اس اللہ کا شکر جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اے اللہ! یہ تیری طرف سے اور تیرے رسول کی طرف سے عطیہ ہے)

یہ سن کر امام ابوحنیفہ نے کہا، اے ابوعبداللہ! آپؑ نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی شریک کر لیا؟

آپؑ نے فرمایا، وائے ہو تم پر، اللہ تعالیٰ خود اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے

"وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" (سورۃ التوبۃ آیت ۷۴)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تھا۔)

دوسرے مقام پر ارشادِ رب العزت ہے:

"وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ" (سورہ التوبۃ آیت ۵۹)

ترجمہ: (اور کاش وہ اس سے راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اُس کے رسول نے دیا اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا کریں گے۔)

یہ آیات بزبانِ امام جعفر صادق علیہ السلام، امام ابوحنیفہ نے سنیں تو کہنے لگے، واللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان دونوں آیتوں کو آج سے پہلے نہ میں نے کبھی پڑھا تھا اور نہ کسی کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، نہیں ایسا نہیں ہے، تم نے ان دونوں آیتوں کو پڑھا بھی تھا اور سنا بھی تھا لیکن اللہ نے تمھارے متعلق اور اسی قسم کے لوگوں کے متعلق یہ آیتیں نازل کی ہیں۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (سورہ محمد آیت ۲۴)

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۃ المطففین آیت ۱۴)

[illegible]

بحار الانوار

باب ۷

حالاتِ ازواج و اولاد

ANSAR

① — تعداد اولاد

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کل اولاد سات تھیں۔ چھ فرزند اور ایک دختر، اور کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھیں۔ بہرحال ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (۲) اسماعیل (۳) محمد (۴) علی (۵) عبداللہ (۶) اسحاق (۷) ام فروہ (مطالب السئول ص ۸۲ کشف الغمہ جلد۲ ص ۳۷۸)

● اور عبدالعزیز بن الاخضر کا بیان ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد مندرجہ ذیل تھی۔

(۱) اسماعیل اعرج (۲) عبداللہ (۳) ام فروہ۔ ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین اثرم بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھیں۔

(۴) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام: آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی حمیدہ تھا، جو ام ولد تھیں۔

(۵) اسحاق (۶) محمد (۷) فاطمہ جن کی شادی محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوئی اور ان ہی کے پاس ان کا انتقال ہوگیا۔ ان تینوں کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

(۸) یحییٰ (۹) عباس (۱۰) اسماء (۱۱) فاطمہ صغریٰ جو مختلف ام ولد سے تھیں۔ (کشف الغمہ جلد۲ ص ۳۷۸)

● ابن خشاب کا بیان ہے کہ آپؑ کی اولاد میں چھ فرزند اور ایک دختر تھیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسماعیل (۲) عبداللہ (۳) ام فروہ ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت الحسین بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھیں۔

(۴) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (۵) اسحاق (۶) محمد، ان کی والدہ ام ولد تھیں

(۷) عباس و (۸) علی (۹) اسماء (۱۰) فاطمہ، ان کی والدہ مختلف امہات ولد تھیں

● مناقب ابنِ شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ آپؑ کی اولاد کی تعداد دس تھی۔ (۱) اسماعیل امین

(۲) عبداللہ ۔ فاطمہ بنتِ حسین اصغر کے بطن سے

(۳) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (۴) محمد دیباج اور (۵) اسحاق ۔ یہ تینوں ایک ہی ام ولد کے بطن سے تھے اور (۶) علی عریضی ام ولد کے بطن سے ۔

(۷) عباس ، امِ ولد کے بطن سے ۔

دختران میں (۸) اسماء (۹) ام فروہ ۔ جن کا عقد آپ نے اپنے اس چچازاد بھائی سے کر دیا جنھوں نے خروج کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی تین لڑکیاں تھیں ۔ امِ فروہ ، فاطمہ بنتِ حسین اصغر کے بطن سے ۔ اسماء امِ ولد سے فاطمہ ام ولد سے ۔

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۴۰۰)

اسماعیل بن جعفرؑ

اسماعیل اپنے تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے ان پر بہت مہربان تھے شیعوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد یہی امام اور ان کے جانشین ہیں اس لیے کہ یہ عمر میں اپنے تمام بھائیوں سے بڑے تھے اور باپ کی توجّہ ان کی طرف زیادہ بھی تھی مگر باپ کی حیات ہی میں ان کا انتقال مقامِ عریض میں ہوگیا اور اُن کی میت لوگوں کے کاندھے پر ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مدینہ پہونچائی گئی اور وہیں بقیع میں دفن کیے گئے ۔ (الارشاد ص ۳۰۳)

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان کی موت کا بیحد صدمہ اور شدید رنج تھا ۔ آپؑ اُن کے جنازے کے ساتھ ساتھ پا برہنہ بغیر ردا اوڑھے چل رہے تھے اور اسماعیل کے جنازے کو بار بار زمین پر رکھنے کا حکم دیتے تاکہ لوگ اسماعیل کو مردہ حالت میں کفن پہنے ہوئے دیکھ لیں ۔ آپؑ ان کے چہرے سے بار بار کفن ہٹا کر خود بھی چہرہ دیکھتے اور لوگوں کو بھی دکھاتے ۔ اس عمل سے آپؑ کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں کو یہ گمان تھا کہ آپؑ کے بعد یہی آپؑ کے جانشین ہوں گے اُن کے نزدیک ان کی موت محقق ہو جائے اور یہ شبہ دور ہو جائے کہ وہ مرے نہیں ۔

بہر حال جب اسماعیل کا انتقال ہوگیا تو اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے جن لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد یہ امام ہوں گے وہ اپنے اس خیال سے پھر گئے ۔ صرف چند ایسے تھے کہ وہ بعدِ موت بھی اسماعیل کی حیات کے قائل تھے ۔ یہ وہ لوگ تھے جو نہ تو آپؑ کے راویوں میں سے تھے اور نہ مخصوصین ہی میں تھے بلکہ وہ دور دراز اطراف کے

رہنے والے تھے۔

مگر جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہوا تو اُن میں سے کچھ نے اپنا یہ اعتقاد چھوڑ دیا، اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے وہ دو حصّوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ اس کا قائل رہا کہ (اولادِ اکبر ہونے کی وجہ سے) امامت کا حق اسماعیل کو ہے۔ مگر اسماعیل کے مرنے کے بعد اُن کا بیٹا محمد بن اسماعیل امام ہے اس لیے کہ بھائی کے مقابلہ میں بیٹا اس کا زیادہ حقدار ہے۔ دوسرا گروہ اس امر کا قائل تھا کہ اسماعیل مرے نہیں ہیں، ابھی زندہ ہیں۔

ان ہی دونوں گروہوں کو فرقہ اسماعیلیہ کہتے ہیں اور وہ آج بھی مشہور فرقہ ہے جو اس کا قائل ہے کہ امامت اولادِ اسماعیل میں نسلاً بعد نسلٍ تا قیامت چلتی رہے گی۔

عبداللہ بن جعفرؑ

اسماعیل کے بعد عبداللہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ مگر آپ کی نگاہ میں ان کی وہ منزلت نہ تھی جو دوسری اولاد کی تھی۔ اس لیے کہ ان پر یہ الزام تھا کہ یہ اپنے پدرِ بزرگوار کے خلاف اعتقادات رکھتے ہیں۔ ان کا میل جول فرقۂ حشویہ سے ہے اور مذہبِ مرجئہ کی طرف مائل ہیں۔ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد انھوں نے امامت کا دعوٰی کیا اور دلیل یہ کہ وہ اسماعیل کے انتقال کے بعد اپنے تمام بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب کے ایک گروہ نے ان کے دعوٰی کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی پیروی شروع کر دی، مگر اس کے بعد ان میں سے اکثر نے ان کی بیعت کو توڑ کر ان کے بھائی امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں پر ان کے دعوٰی کی کمزوری اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حقانیت اور اُن کی امامت کے دلائل و براہین واضح ہو چکے تھے۔ بس چند نفر رہ گئے تھے جو پھر بھی عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہی رہے اس گروہ کو فطحیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

عبداللہ کے دونوں پاؤں افطح (چپٹے) تھے اس لیے ان کے گروہ کو فطحیہ کہا جاتا تھا دوسری روایت یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کی طرف جس شخص نے لوگوں کو دعوت دی تھی اُس کا نام عبداللہ بن افطح تھا۔ (ان میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے کہ عبداللہ بن جعفرؑ کو عبداللہ افطح کہا جاتا تھا اور یہ اس لیے کہ ان کے پاؤں چپٹے تھے۔) (الارشاد ص ۳۰۴)

اسحاق بن جعفرؑ

اسحاق بن جعفرؑ کا شمار صاحبانِ فضل وصلاح وورع اور اجتہاد میں ہوتا تھا۔ ان سے لوگوں نے بہت سی احادیث واخبار کی روایت کی ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شخص ان سے روایتِ حدیث کو نقل کرتا تھا تو یہ کہتا تھا کہ بیان کیا مجھ سے ثقہ و رضی اسحاق بن جعفرؑ نے۔ یہ اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل تھے اور اپنے پدرِ بزرگوار سے ان کی امامت کی نص کی روایت کرتے تھے۔

محمد بن جعفرؑ

محمد بن جعفرؑ ایک سخی اور شجاع انسان تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار سے بسر کرتے تھے۔ زیدیہ کی طرح ان کی بھی یہی رائے تھی کہ ظالم حکومت کے خلاف تلوار سے خروج کرنا چاہیے۔

ان کی زوجہ خدیجہ بنتِ عبداللہ بن حسن بیان کرتی ہیں کہ محمد بن جعفرؑ جس دن بھی گھر سے کوئی نیا لباس پہن کر نکلتے تو کسی کو پہنا کر واپس آجایا کرتے۔ اپنے مہمانوں کے لیے روزانہ ایک مینڈھا ذبح کرتے۔ انھوں نے مامون کے خلاف مکّہ کے اندر سنہ ۱۹۹ھ میں خروج کیا اور زیدیہ جارودیہ گروہ نے ان کا اتباع کیا مگر جب ان سے جنگ کے لیے عیسیٰ جلودی آیا تو ان کی جمعیت انھیں چھوڑ کر منتشر ہوگئی۔ جلودی نے ان کو گرفتار کرکے مامون کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ مامون کے کے پاس پہونچے تو وہ ان کے ساتھ بہت عزّت واحترام سے پیش آیا۔ اپنے قریب بٹھایا اور بہت کچھ عطایا وجائزے دیئے انھوں نے خراسان ہی میں مامون کے ساتھ قیام کیا۔ اور اس سے ملاقات کے لیے اپنے ایک چچازاد بھائی کی سواری پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے۔ مامون، ان کی سخت اور درشت باتیں اتنی برداشت کرتا تھا کہ جتنی ایک بادشاہ اپنی رعایا کی باتیں ہرگز برداشت نہیں کرتا۔

روایت میں ہے کہ جن طالبین کے گروہ نے سنہ ۲۰۰ھ میں مامون کے خلاف خروج کیا تھا اور پھر مامون نے ان کو امان دیدی تھی ان لوگوں کے ساتھ محمد بن جعفرؑ کا اپنے پاس آنا مامون کو پسند نہ تھا۔ اس نے طالبین کے لیے حکم جاری کیا کہ تم لوگ محمد بن جعفرؑ کے ساتھ نہ آیا کرو بلکہ عبیداللہ بن حسینؑ کے ساتھ آیا کرو۔ تو ان لوگوں نے آنا ہی چھوڑ دیا اور اپنے گھروں میں بیٹھ رہے مجبوراً مامون نے پھر حکم جاری کیا کہ تمھیں اختیار ہے جس کے ساتھ چاہو آؤ۔ لہٰذا جب محمد بن جعفرؑ مامون کے پاس جاتے تو یہ لوگ بھی ساتھ جاتے اور جب وہ واپس آتے تو یہ لوگ بھی واپس آجاتے۔

موسیٰ بن سلمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ محمد بن جعفرؓ کے پاس تھا، انھیں بتایا گیا کہ آپ کے غلاموں نے ایک لکڑی خریدی تھی جس پر ذوالریاستین کے غلاموں سے جھگڑا ہو گیا اور اُنھوں نے آپ کے غلاموں کو مارا ہے۔

یہ سن کر وہ نکلے جسم پر دو چادریں تھیں ہاتھ میں چھڑی تھی اور کہتے جاتے تھے کہ ذلت کی زندگی سے تیرے لیے موت بہتر ہے۔ لوگ ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ اُنھوں نے وہاں پہونچ کر ذوالریاستین کے غلاموں کو پیٹا (زد وکوب کیا) اور وہ لکڑی بھی چھین لی۔ جب یہ خبر مامون کو پہونچی تو اس نے ذوالریاستین کے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ محمد بن جعفرؓ کے پاس جاکر معذرت چاہو اور اپنے غلاموں کا فیصلہ ان پر چھوڑ دو۔

موسیٰ بن سلمہ کا بیان ہے کہ ذوالریاستین یہ حکم پاکر محمد بن جعفرؓ کے پاس آیا میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انھیں اطلاع دی گئی کہ ذوالریاستین آرہا ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ وہ آئے گا تو زمین پر بیٹھے گا۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے کمرے کا فرش لپٹوا کر ایک طرف رکھوا دیا، صرف ایک مسند تھی جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ذوالریاستین آیا تو محمد بن جعفرؓ نے اس کو اپنی مسند پر جگہ دینی چاہی، مگر اُس نے منع کیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور ان سے معذرت چاہی پھر اپنے غلاموں کا فیصلہ بھی ان ہی کے سپرد کر دیا۔

جب محمد بن جعفرؓ کا انتقال خراسان میں مامون کے پاس ہوا تو مامون اُن کے جنازے میں شرکت کے لیے نکلا اور اُس وقت پہونچا جب لوگ اُن کا جنازہ لیکر نکل رہے تھے جب اُس کی نظر جنازے پر پڑی تو سواری سے اُتر پڑا اور ساتھ ساتھ پا پیادہ چلا۔ جب جنازہ دو عمودوں کے درمیان پہونچا تو جنازہ رکھا گیا۔ اُس نے نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر جنازہ اُٹھایا، اور قبر تک پہونچا، قبر میں خود اُترا، قبر کو دیکھا، پھر قبر سے نکلا اور قبر کے کنارے دفن تک کھڑا رہا۔

عبیداللہ بن حسین نے اسے دعا دی اور کہا، یا امیرالمومنین! آپ کو بڑی زحمت ہوئی آپ پیدل چلے، سواری ہی بیٹھے رہتے۔

اُس نے جواب دیا یہ رشتہ داری تھی جو دو۲ سو سال سے منقطع ہو چکی تھی۔

اسماعیل بن محمد بن جعفرؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جس وقت مامون قبر کے کنارے کھڑا تھا میرے بھائی میرے پہلو میں تھے۔ میں نے اُن سے کہا، اس وقت تو امیرالمومنین بہت ہی قریب کھڑے ہوئے ہیں کاش والد بزرگوار کے قرضوں کے متعلق ان سے کچھ گفتگو ہو جاتی۔!

یہ سن کر مامون خود ہی پوچھنے لگا، انھوں نے کتنا قرض چھوڑا ہے؟

میں نے کہا، تقریباً پچیس ہزار دینار۔

مامون نے کہا، فکر نہ کرو، اللہ ان کا قرض ادا کرے گا۔

پھر پوچھا۔ انھوں نے اپنا وصی کس کو بنایا ہے؟

میں نے کہا، اپنے بیٹے یحییٰ کو، جو مدینہ میں ہیں۔

مامون نے کہا، نہیں، وہ مدینہ میں نہیں ہیں بلکہ مصر میں ہیں حالانکہ ہمیں معلوم تھا کہ وہ مدینہ ہی میں ہیں لیکن ہم نے مناسب نہ سمجھا کہ اس بارے میں مزید کوئی گفتگو کریں کیونکہ مامون کو بُرا معلوم ہوگا اس لیے کہ اس کو معلوم تھا کہ ہم لوگ مدینہ سے ان کے خروج کو پسند نہیں کرتے۔

(الارشاد ص ۳۰۶)

علی بن جعفرؑ

علیؒ بن جعفرؑ بیشتر احادیث کے راوی ہیں۔ پختہ اعتقاد، زاہد و متورّع اور کثیر الفضائل انسان تھے۔ یہ ہمیشہ اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کے دامن سے وابستہ رہے اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

عبّاس بن جعفرؑ

عباس بن جعفرؑ، اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے یہ بھی مردِ فاضل تھے

حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السّلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی اولاد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سب سے زیادہ عالیقدر، مرتبہ میں بلند ترین اور عوام الناس میں بہت مشہور تھے۔ آپؑ کے دور میں نہ آپؑ جیسا سخی نظر آتا تھا اور نہ آپؑ سے بڑھ کر کریم النفس آپؑ سب سے زیادہ عبادت گذار، زاہد و متقی اور سب سے زیادہ جلیل القدر اور فقیہ زمانہ تھے

آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے سارے ماننے والے آپؑ کی امامت کے قائل ہیں، آپؑ کو باعظمت جانتے ہیں اور آپؑ کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپؑ کی امامت کے متعلق آپؑ کے پدرِ بزرگوار کی نص اور جانشینی کے متعلق ارشادات کی روایت کرتے ہیں۔ آپؑ سے علوم دین حاصل کرتے ہیں اور آپؑ کے متعلق ایسے معجزات و علامات بیان کرتے ہیں جن سے آپؑ کی امامت اور اللہ کی حجت ثابت ہوتی ہے۔

(الارشاد ص ۳۰۷)

(۴) اسماعیل کی موت پر آپ کے تاثرات

عنبسہ بن بجاد عابد کا بیان ہے کہ جب اسماعیل بن امام جعفرؑ بن محمدؑ کا انتقال ہوا اور ہم لوگ ان کے جنازے اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو چکے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کچھ دیر اپنے اصحاب کے درمیان خاموش بیٹھے رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا: ایھا الناس! اگرچہ یہ دنیا دارِ فراق ہے، یہ فنا اور برباد ہونے والا گھر ہے، باقی رہنے والا نہیں ہے مگر کسی محبوب کی جدائی اور موت وہ آگ ہے جو بجھائے نہیں بجھتی، وہ سوزش ہے جو کم نہیں ہوتی۔ غم منانے کے لیے بھی انسانوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو نہ روئے گا اس کا بھائی اُس کو روئے گا جس کی اولاد اس کے سامنے نہیں مرے گی وہ اپنی اولاد کے سامنے مرے گا۔ پھر آپ نے ابو خراش ہذلی کا یہ شعر پڑھا جو اُس نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں کہا تھا ؎

ولا تحسبی انی تناسیت عھدہ ❁ ولکن صبری یا اُمیم جمیل

"اے امیم! یہ نہ سمجھو کہ میں نے ان کے زمانے کو بھلا دیا ہے (ایسا نہیں ہے) بلکہ میں بہت صبر اور برداشت سے کام لے رہا ہوں۔"

• ن ن حسن بن راشد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسماعیل کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، وہ گنہگار ہے گنہگار، نہ وہ مجھ سے مشابہہ ہے نہ میرے آباء و اجداد میں کسی سے مشابہہ ہے۔

• ن ن (النفس المصدر جلد ۱ ص ۱۵۹)

عبید بن زرارہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسماعیل کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم، نہ وہ مجھ سے مشابہہ ہے اور نہ میرے آباء و اجداد میں کسی سے۔ المصدر السابق جلد ۱ ص ۱۵۹

• ن سعید بن عبید اللہ بن اعرج کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اسماعیل کا انتقال ہوا اور اُن کی میّت رکھی ہوئی تھی تو میں نے کہا ذرا ان کا چہرہ کھولو، چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تو میں نے اُن کی پیشانی ٹھوڑی اور گردن کے بوسے لیے پھر کہا، کپڑا برابر کر دو۔ وہ برابر کر دیا گیا۔ تو میں نے کہا کہ ان کو غسل دو۔ جب غسل و کفن سب ہو چکا تو میں میّت پر پہونچا اور کہا چہرے سے کفن سرکاؤ، کفن ہٹایا گیا، میں نے اُن کی پیشانی ٹھوڑی اور گردن کے دوبارہ بوسے لیے اور اُن کے لیے حفاظت کی دعا پڑھی اور کہا،

اب انھیں قبر کے سپرد کردو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ آپؑ نے حفاظت کے لیے کون سی دعا پڑھی تھی؟

آپؑ نے فرمایا، قرآن مجید کی تلاوت کی تھی۔ (المصدر السابق جلد ۱ ص۱۵۹)

• ن۔ ابی کہمس سے روایت ہے کہ اسماعیل کی موت کے وقت حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام موجود تھے۔ جب موت واقع ہوچکی تو آپؑ نے اُن کے دونوں جبڑے باندھ دیے آنکھیں بند کردیں اور چادر اُڑھادی، پھر حکم دیا کہ غسل کا انتظام کیا جائے۔ جب غسل سے فراغت ہوئی تو اُن کا کفن منگایا اور کفن کے حاشیے پر یہ لکھ دیا "اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اللہ کے۔ یعنی: اسماعیل یشہد ان لا الٰہ الا اللہ:

(المصدر السابق جلد ۱ ص۱۶۱) (تہذیب طوسی جلد ۱ ص۲۸۹)

• ن۔ محمد بن خالد کے غلام مرّہ سے روایت ہے کہ جب اسماعیل بن جعفرؑ کا انتقال ہوا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان کی قبر کے پاس پہونچے ایک آہِ سرد بھری اور قبر کے کنارے بیٹھ گئے۔ قبر میں نہیں اُترے، اس کے بعد فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ابراہیم کی موت پر ایسا ہی کیا تھا۔

(کمال الدین واتمام النعمۃ جلد ۱ ص۱۶۱)

• ن۔ محمد بن ابی حمزہ نے بھی ایک شخص سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

(الکافی جلد ۲ ص۱۹۳)

• ن۔ حسین بن عمیر نے بنی ہاشم کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب اسماعیل کا انتقال ہوا تو ان کے پدر بزرگوار حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام جنازے کے آگے آگے پابرہنہ اور ردادوش پر ڈالے بغیر ہی چل رہے تھے۔

(کمال الدین واتمام النعمۃ جلد ۱ ص۱۶۱)

• ن۔ حسین بن عثمان سے بھی اسی کے مثل روایت موجود ہے۔

(کافی جلد ۳ ص۲۰۴ ، تہذیب جلد ۱ ص۴۶۳)

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص۱۶۱)

• ن۔ مفضل بن مرثد کا بیان ہے کہ جس وقت اسماعیل زندہ تھے میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپؑ کے فرزند اسماعیل کی اطاعت بھی ہم پر اللہ نے اسی طرح واجب کی ہے جیسے آپؑ کے آبائے کرام کی اطاعت واجب کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا، بس بس اسی حد تک کافی ہے۔
میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے پرہیز کی ہدایت کر رہے ہیں۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسماعیل کا انتقال ہو گیا۔ (الخرائج والجرائح)

(۳) امامؑ کے وصیّت نامے کے گواہ

اُمتِ مسلمہ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ بعدِ رسول اللہؐ، امام کا تقرّر بربنائے نص ہو یا بربنائے انتخاب۔ وہ لوگ جو نص کے قائل ہیں اُن کے نزدیک مخالف و موافق دونوں کی روایات سے ثابت ہے کہ امام بارہ ہیں۔
مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام کی امامت و وصایت کے متعلق نص قائم کر دی تھی اور اس پر اپنے دونوں بیٹے اسحاق و علی کو نیز مفضّل بن عمر، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن بن حجاج، فیض بن مختار، یعقوب سراج، حمران بن اعین، ابو بصیر، داود رقی، یونس بن ظبیان، یزید بن سلیط، سلیمان بن خالد اور صفوان جمّال کو گواہ بنایا تھا۔ تمام کتابیں اس پر شاہد ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعد اُس اُٹھنے والے فتنے کی خبر دیدی تھی اسی لیے آپؑ نے اسماعیل کی موت کے اظہار کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا، انھیں غسل دلایا، کفن پہنوایا، دفن کرایا، جنازے کے ساتھ ساتھ ننگے پاؤں چلے، ان کا چہرہ کھول کر بار بار لوگوں کو دکھایا، اُن کی طرف سے حج کا حکم دیا۔
(مناقب ابن شہر آشوب جلد۱ صـ۲۲۸)

• زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے داؤد ابنِ کثیر رقی، حمران بن اعین اور ابو بصیر کو بلایا نیز مفضّل بن عمر بھی ایک جماعت کے ساتھ آگئے اور یہ تقریباً تیس۳۰ آدمی ہو گئے تو آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! اسماعیل کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔ انھوں نے کپڑا ہٹا دیا۔ آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! ذرا غور سے دیکھو، یہ زندہ ہیں یا مردہ
داؤد نے کہا، یہ مُردہ ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے سب کو بُلایا، اور سب سے یہی فرمایا کہ بتاؤ، یہ زندہ ہیں یا مُردہ ؟ سب نے مُردہ ہونے کی گواہی دی۔
پھر فرمایا، پروردگارا! تو گواہ رہنا۔
اس کے بعد حکم دیا کہ انھیں غسل دیا جائے اور تکفین کی جائے۔
جب غسل و کفن سے فراغت ہوئی تو فرمایا۔ اے مفضّل! ان کے چہرے سے کفن ہٹا دو، اور پوچھا، یہ زندہ ہیں یا مُردہ ؟ سب کے سب دیکھ کر بتاؤ۔

سب نے دیکھ کر گواہی دی کہ یہ مُردہ ہیں۔
آپؑ نے مزید دریافت فرمایا کہ تم نے اچھی طرح تحقیق کرلی ہے کہ اسماعیل مردہ ہیں؟
سب نے کہا، جی ہاں ہم نے خوب اچھی طرح تحقیق کرلی ہے کہ یہ مردہ ہیں۔ مگر سب کو تعجب تھا کہ آخر یہ کیوں کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! تو گواہ رہنا (کہ میں نے اپنا فرض ادا کردیا)
پھر اُن کی میت قبر کے پاس لائی گئی اور جب لحد میں رکھی گئی تو فرمایا۔
اے مفضل! ان کے چہرے سے کفن ہٹادو۔
اُنھوں نے کفن ہٹادیا۔
آپؑ نے جملہ حاضرین سے پکار کر کہا، پھر دیکھ لو اور بتاؤ کہ یہ زندہ ہیں یا مُردہ؟
سب نے بہ یک زبان کہا، اے اللہ کے ولی! یہ مُردہ ہیں۔
آپؑ نے کہا، پروردگارا! تو گواہ رہنا اس لیے کہ اہلِ باطل اِن کی موت میں شک کریں گے اور چاہیں گے کہ نورِ خدا کو بجھادیں۔
پھر حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "اور اللہ اپنے نور کو اتمام تک پہونچا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ بات پسند نہ ہو" نہیں۔
اس کے بعد ان کو مٹی دی گئی اور آپؑ نے مکرّر لوگوں سے پوچھا، یہ بتاؤ وہ میت جس کو کفن پہنایا گیا تھا، حنوط کیا گیا تھا اور اس لحد میں دفن کردیا گیا وہ کون تھا؟
ہم سب نے کہا، وہ آپؑ کے فرزند اسماعیل تھے۔
آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! تو گواہ رہنا۔
اس کے بعد آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا" دیکھو! یہ حق ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے اور حق ان ہی کی نسل میں رہے گا تاآنکہ زمین کا وارث خود خدا بن جائے"۔

④ ——— اسماعیل کا نماز میں قبلہ سے انحراف

فیص بن مختار سے روایت ہے
اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ کیا فرماتے ہیں اس زمین کے متعلق جو ہمیں بادشاہ سے ملی ہے، میں نے اُسے کسی دوسرے شخص کو اس معاہدہ پر دے دیا کہ اس میں جو کچھ اللہ پیدا کرے گا اس میں سے نصف یا ثلث یا اس سے

کم یا اس سے زیادہ میرا ہو گا، کیا یہ جائز ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں۔

اسماعیل نے کہا، بابا، یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا، بیٹے ! کیا اسی طرح میں نے اپنی زمینیں نہیں دی ہیں ؟ کیا تم سے میں اکثر یہ نہیں کہتا رہا کہ تم ساتھ رہا کرو مگر تم نے ایسا نہیں کیا ؟

یہ سُن کر اسماعیل اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اسماعیل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ آپؑ کے ساتھ نہیں رہتے، تاکہ جب آپؑ جانے لگیں تو آپؑ کے بعد وہ ساری اشیاء انھیں مل جائیں جو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے بعد آپؑ کو ملی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا، اے فیض ! اسماعیل مجھ سے ایسا نہیں ہے جیسا میں اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ تھا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، ابتک تو اس میں شک نہ تھا کہ ہم لوگ آپؑ کے بعد اسماعیل ہی کی طرف رجوع کرتے، مگر اب اگر وہ بات ہو گئی جس ہمیں ڈر ہے اور دعا یہ ہے کہ اللہ اس سے محفوظ رکھے تو پھر ہم کس کی طرف رجوع کریں ؟ اور یہ کہہ کر میں نے آپؑ کے پاؤں تھام لیے، اور عرض کیا، آپؑ میرے بڑھاپے پر رحم فرمائیے، یہ معاملہ جہنم کا ہے، خدا کی قسم اگر مجھے اُمید ہوتی کہ آپؑ کے پہلے ہی مر جاؤں گا تو پروا نہ تھی لیکن ڈر یہ ہے کہ میں آپؑ کے بعد زندہ رہوں گا۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھہرو، اس کے بعد آپؑ نے ایک حجرے کا پردہ اُٹھایا، اندر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر رُکے، پھر آواز دی، اے فیض ! اندر آجاؤ۔

میں اندر گیا، تو دیکھا کہ اسماعیل نماز میں مشغول ہیں اور قبلہ سے منحرف ہیں۔ یہ دیکھ کر میں پھر آپؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ آپؑ کے پاس حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام آئے جو ابھی بالکل ہی کمسن تھے اُن کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا، آپؑ نے اُن کو اپنے زانو پر بٹھا لیا اور پوچھا، میرے ماں باپ تم پر قربان، تمھارے ہاتھ میں یہ کوڑا کس لیے ہے ؟

اُنھوں نے فرمایا، یہ میں نے اپنے بھائی علی سے چھینا ہے کیونکہ وہ اس جانوروں کو زدوکوب کر رہے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے فیض سنو ! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام صحفِ ابراہیم و موسیٰ عطا ہوئے آپؐ نے انھیں حضرت علی کے سپرد کیا، پھر حضرت علیؑ نے

اُن صحیفوں کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کیا، پھر امام حسن علیہ السلام نے انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سپرد کیا اور امام حسین علیہ السلام انھیں حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کے سپرد کر گئے، حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام نے انھیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سپرد کیا اور میرے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کو میرے سپرد کیا اور تمام صحیفے میں نے اپنے اس فرزند کی تحویل میں دیدیے ہیں، حالانکہ یہ ابھی بہت ہی کمسن ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ آپؑ کا مطلب کیا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کچھ اور وضاحت فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا اے فیض! میرے پدر بزرگوار جب چاہتے تھے کہ وہ جو دعا کریں وہ رد نہ ہو اور لازماً قبول ہو تو اپنے داہنی جانب مجھے بٹھا لیا کرتے، تب وہ دعا کرتے میں آمین کہتا تھا، اس طرح دعا رد نہ ہوتی تھی۔ اور یہی طریقہ اب میں نے اختیار کیا ہے۔ جب بھی کوئی دعا کرتا ہوں اور یہ خواہش ہو کہ لازمی قبول ہو تو ان کو آمین کے لیے اپنے پہلو میں بٹھا کر دعا کیا کرتا ہوں، مختلف موقعوں پر تمھیں بھی دعائے خیر میں یاد کیا تھا۔

فیض کہتا ہے کہ یہ سن کر میں مارے خوشی کے رونے لگا۔ پھر عرض کیا مولا کچھ اور وضاحت فرمادیجیے۔

آپؑ نے فرمایا سنو! میرے پدر بزرگوار جب سفر پر جاتے تو میں اُن کے ہمراہ ہوا کرتا اور جب اُن کو اپنی سواری پر غنودگی آتی میں اپنی سواری کو ان کی سواری سے بالکل متصل کر لیتا اور کئی میل تک اپنے بازوؤں کو اُن کے لیے تکیہ بنا دیا کرتا تھا تا اینکہ آپؑ اپنی نیند کسی قدر پوری کر لیا کرتے اور یہی کام میرے ساتھ یہ میرا بچہ بھی کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ کے قربان، کچھ اور وضاحت فرمائیں!

آپؑ نے ارشاد فرمایا اے فیض! میں اپنے اس فرزند کو ایسا ہی پاتا ہوں جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کو پاتے تھے۔

میں نے عرض کیا، مولا کچھ اور وضاحت فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا (اب اور کیا وضاحت چاہتے ہو؟) یہی تمھارے امام ہیں جن کے متعلق تم وضاحت کی فرمائش کر رہے ہو، اٹھو! اور ان کے حق کا اقرار کرو۔

میں فوراً اٹھا اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے سر اور ہاتھوں کے بوسے لیے اور انھیں بہت سی دعائیں دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لیکن مجھے اس سے قبل تم سے کہنے کی اجازت نہ تھی۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا یہ بات میں آپؑ کے حوالے سے دوسروں سے بھی بیان کرسکتا ہوں۔ ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں اپنے اہل و عیال، متعلقین اور اپنے رفقاء سے بیان کرسکتے ہو۔

اُس وقت میرے ساتھ میرے اہل و عیال اور رفقاء میں سے صرف یونس بن ظبیان تھا۔ جب میں نے اپنے اہل و عیال اور یونس سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ لوگ اللہ کا شکر بجالائے لیکن یونس نے کہا، نہیں خدا کی قسم میں تو یہ بات خود حضرت امام جعفر صادقؑ کی زبانِ معجزہ بیان ہی سے سُننا چاہتا ہوں۔

اُسے تو اس قدر جلدی تھی کہ فوراً اُٹھ کر چل دیا، میں بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے گیا، جب میں درِ اقدس پر پہونچا تو یونس خدمتِ امام علیہ السلام میں پہونچ چکا تھا۔ اور امام علیہ السلام نے یونس سے فرمایا کہ جو بات تم سے فیض نے کہی وہ حق ہے مگر تم خاموشی اختیار کرنا کسی سے بھی اس تذکرہ نہ کرنا۔ تاوقتیکہ ہم اجازت نہ دیں۔ (یہ باتیں میں نے دروازہ ہی پر سن لیں)

یونس نے کہا، بہتر ہے میں آپؑ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ اس کے بعد میں اندر داخل ہوا آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے فیض! اب آنکھ بند کر کے اطاعت کرو۔

میں نے عرض کیا، بہت اچھا، میں ایسا ہی کروں گا۔

(غیبۃ النعمانی صـ ۱۷۶)

۵۔ ۵ اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے بھائی اسماعیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے دینی اعتقادات بیان کیے اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ: (یعنی) انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ وانکم ......) نہیں ہے کوئی خدا سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپؑ حضرات ... اور پھر ایک ایک امام کا نام بتاتا گیا یہانتک کہ حضرت امام جعفر صادقؑ تک سب ائمہؑ کے نام شمار کیے اور کہا کہ آپؑ کے بعد "اسماعیل" ؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں اسماعیل نہیں۔

(نفس المصدر صـ ۱۷۶)

⑤ غسلِ مسِ میت کب واجب ہے

اسماعیل بن جابر سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اکبر اسماعیل نے رحلت کی تو میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسماعیل کی میت کے رُخسار کے بوسے لے رہے تھے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا ایسا نہیں ہے کہ مرنے کے بعد میت کو چھونا (مَس کرنا) نہ چاہیے ورنہ غسلِ مسِ میت واجب ہو جائے گا۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، جب تک میت میں حرارت باقی ہے مَس کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ غسلِ مَسِ میت اُس وقت واجب ہوگا جب میت سرد ہو چکی ہو۔

(تہذیب جلد ۱ صـ۴۲۹)

⑥ شرابی کبھی امین نہیں ہو سکتا
اپنے فرزند اسماعیل کو نصیحت

حریز سے روایت ہے کہ اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کچھ دینار تھے اور ایک مردِ قریشی یمن جا رہا تھا اسماعیل نے اپنے والد سے کہا، بابا، فلاں شخص یمن جا رہا ہے اور میرے پاس اتنے دینار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یمن سے اُس کے ذریعہ سے کچھ سامان منگا لوں، آپؑ کی کیا رائے ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا، بیٹا! کیا تمھیں خبر نہیں ہے کہ وہ تو شراب پیتا ہے؟

اسماعیل نے کہا، جی ہاں۔ لوگ تو یہی کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، پھر ایسا نہ کرو۔

مگر اسماعیل نے اپنے والد کی بات نہ مانی اور دینار اس شخص کے حوالے کر دیے اور اُس نے یہ رقم خورد بُرد کر دی اور کوئی چیز نہ لایا۔

اس کے بعد اسماعیل حج کے لیے روانہ ہوئے اور اتفاقاً اسی سال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی حج کیا۔ اسماعیل خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ پروردگارا! تو مجھے (ان دیناروں کا) اجر و بدلہ عنایت فرما۔ اتنے میں حضرت امام جعفر صادقؑ بھی

(طواف کرتے ہوئے) وہاں پہونچ گئے۔

آپؑ نے اسماعیل کی پشت تھپکتے ہوئے فرمایا، بیٹا! اللہ تمھارے ساتھ اس معاملہ میں کچھ نہ کرے گا، نہ اس کا اجر و ثواب دے گا نہ عوض و بدلہ اس لیے کہ تمھیں جس بات سے منع کیا گیا تھا تم نے اپنی مرضی سے اسی کام کو کیا، اب اس رقم کے تم خود ذمے دار ہو۔ کیا ہم نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ وہ شرابی ہے اور یہ یاد رکھو شراب پینے والا کبھی امین نہیں ہو سکتا۔

اسماعیل نے کہا بابا جان! میں نے اُسے شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، البتہ سُنا تھا کہ وہ شراب پیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، بیٹا! سنو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

" يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ توبہ آیت ۶۱)

یعنی" وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنین پر اعتماد و اعتقاد رکھتا ہے "

پھر جب مومنین نے تمھارے سامنے گواہی دیدی تو اُن پر اعتماد کر کے شرابی کو اپنی امانت نہ دیتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

" وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمْ (سورۃ النساء آیت ۵)

ترجمہ (اور بیوقوفوں کو اپنے اموال نہ حوالے کردو۔)

شراب پینے والے سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا کہ اگر شادی کا پیغام دیا جائے تو شادی نہیں کرتا، سفارش کی جائے تو سفارش نہیں سُنتا، کوئی امانت سپرد کی جائے تو وہ ادا نہیں کرتا اور اگر مال اُس کے پاس بصورا امانت رکھ دیا تو وہ کھا جاتا ہے (اب اتنا کہنے کے بعد) اگر کسی نے اس کو اپنی امانت سپرد کی اور وہ اس کو کھا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب کیوں دے۔

(کافی جلد ۶ صـ ۲۹۹)

(۷) === اسماعیل کو دنیا ہی میں بدی کی سزا

عبداللہ بن سنان کہتا ہے کہ

میں نے معتّب کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کو ایک مرتبہ شدید بخار آیا، لوگوں نے آپؑ کو اس کی خبر دی۔ آپؑ نے فرمایا، اُن سے جا کر پوچھو کہ آج تم نے کون سی بدی کی تھی، کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کی سزا دی ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل کے پاس جا کر دیکھا تو انھیں شدت کا بخار تھا جب میں نے اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نے بتایا کہ آج اُنھوں نے ایک کنیز کو

اتنا زدوکوب کیا کہ وہ دروازے سے جا کر ٹکرا گئی اور اُس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

یہ سن کر میں واپس آیا اور حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو بتایا۔

آپؑ نے فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ وہ ہم اہلِ بیت کی اولاد کو دنیا ہی میں سزا دیدیتا ہے۔ پھر آپؑ نے اُس کنیز کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تجھے اسماعیل نے زدوکوب کیا تھا۔

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، تو انھیں معاف کر دے۔

اُس نے کہا، میں نے معاف کیا۔

پھر آپؑ نے اس کی دلجوئی کے لیے کوئی چیز بھی دیدی اور مجھ سے فرمایا، جا کر دیکھو اب اسماعیل کا کیا حال ہے؟

میں نے جا کر دیکھا تو بخار اُتر چکا تھا۔ (تمحیص)

محمدؑ بن جعفرؑ اور امام علی رضاؑ

عمیر بن یزید سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ محمد بن جعفرؑ کا ذکر آگیا آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے لیے یہ طے کر لیا ہے کہ میں اور وہ دونوں کسی مکان کی ایک چھت کے نیچے جمع نہ ہوں گے۔

یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ عجیب بات ہے۔ یہ ہمیں تو حُسنِ سلوک اور صلۂ رحم کی ہدایت کرتے ہیں، مگر اپنے چچا کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا "یہ بھی حُسنِ سلوک اور صلۂ رحم ہی ہے۔ اِس لیے کہ جب بھی وہ میرے پاس آتے ہیں تو یہاں سے جا کر میرے متعلق طرح طرح کی باتیں کیا کرتے ہیں اور سُننے والے سچ سمجھ جاتے ہیں، مگر جب نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں اُن کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے متعلق کوئی بات بھی کہیں گے تو کسی کو یقین نہ آئے گا۔" (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۲۰۴)

محمدؑ بن جعفرؑ کی خلافت سے دستبرداری

اسحاق بن موسیٰ سے روایت ہے کہ جب میرے چچا محمد بن جعفرؑ نے مکہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی اُن کو امیر المومنین کہا جانے لگا اور لوگوں نے ان کی خلافت کے لیے بیعت کر لی تو حضرت امام علی الرضا علیہ السلام اُن کے پاس

تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا۔

آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ اپنے پدرِ بزرگوار اور اپنے بھائی کی تکذیب نہ کریں، دیکھیے! یہ آپ کی حکومت و خلافت چند دن کے بعد ختم ہو جائے گی۔

اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اور ہم دونوں مکہ سے نکلے اور مدینہ واپس آگئے۔ ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ جلودی مکہ آپہونچا اور جنگ کر کے انھیں شکست دے دی انھوں نے اُس سے جان کی امان چاہی، سیاہ لباس پہنے منبر پر گئے اور خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا، اور کہا کہ یہ حکومت و خلافت مامون کی ہے اس میں میرا کوئی حق نہیں؛

پھر انھیں خراسان بھیج دیا گیا اور جرجان میں ان کا انتقال ہوا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۰۷)

⑧ ═ بچوں کی موت پر سال بھر نوحہ

حسن بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی ایک لڑکی نے انتقال کیا تو آپؑ اس پر سال بھر تک نوحہ کرتے رہے۔ پھر ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا، اُس پر بھی آپؑ نے اسی طرح نوحہ کیا۔ مگر جب اسماعیل کا انتقال ہوا تو بہت کم نوحہ کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ خدا آپؑ کا بھلا کرے آپؑ کے گھر سے نوحہ کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔ یاد کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "لکن حمزۃ لا بواکی لہ" افسوس، میرے چچا حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں۔

(کمال الدین تمام النعمۃ جلد ۱ صـ۱۶۲)

⑨ ═ عبد اللہ بن جعفرؑ

ہشام بن سالم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں عبد اللہ بن امام جعفرؑ کے پاس گیا وہاں ابو الحسنؑ بھی موجود تھے۔ عبد اللہ کے سامنے آئینہ تھا تہبند باندھے ہوئے اور ردا اوڑھے ہوئے تھے۔ میں اُن کی طرف بڑھا، مگر ابھی کسی سوال کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زکوٰۃ کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا۔

انھوں نے کہا، تم نے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا ہے تو جس شخص کے پاس چالیس درہم ہوں

اُن میں سے ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

مجھے یہ جواب سُن کر بیحد تعجب ہوا میں نے کہا، اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ کو معلوم ہے کہ مجھے آپ کے پدرِ بزرگوار سے کتنی محبت تھی اور سب کو چھوڑ کر صرف انھیں سے وابستہ تھا۔ میں نے اُن کی بہت سی کتابیں سُنی ہیں اور (نقل کرلی ہیں) چاہتا ہوں کہ وہ آپ کے پاس لے آؤں

اُنھوں نے کہا، ہاں، ہاں بھتیجے ضرور لاؤ۔

اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتا ہوا قبرِ رسول پر پہونچا اور عرض کیا، یارسول اللہ! اب میں کس کی طرف رجوع کروں؟ قدریہ ہوجاؤں؟ حروریہ ہوجاؤں؟ یا مرجئیہ بن جاؤں؟

راوی کا بیان ہے کہ ابھی میں فریاد کرہی رہا تھا کہ تقریباً پانچ سال کا ایک غلام آیا، اُس نے میرا دامن کھینچا اور کہا، چلو تمھیں بلایا ہے۔

میں نے پوچھا کس نے؟

اُس نے کہا میرے مولا وآقا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے۔

میں اُٹھا اور آپؑ کے مکان کے صحن میں پہونچا۔ دیکھا کہ آپؑ ایک حجرہ میں ہیں جس پر ایک ہلکا سا پردہ پڑا ہوا ہے۔

آپؑ نے آواز دی اے ہشام!

میں نے کہا، لبیک۔

آپؑ نے فرمایا، نہ مرجئیہ کی طرف جانے کی ضرورت، نہ قدریہ کی طرف، میری طرف آؤ۔ آجاؤ، اور میں بس میں آپؑ کی طرف پہونچ گیا۔ (ہمیشہ کے لیے)

(بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱۲ صفحہ ۶۸)

(۱۰) ═ عبداللہ کا دعوئے امامت

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وفات پائی تو اُنھوں نے اپنی وصیت اور عہدۂ امامت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے سپرد فرمایا، مگر آپؑ کے بھائی عبداللہ نے امامت کا دعویٰ کردیا۔ یہ اس وقت اولادِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں سب سے بڑے تھے اور افطح کے لقب سے مشہور۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُن کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے حکم دیا کہ میرے گھر میں بہت سی لکڑیاں جمع کی جائیں اور عبداللہ کو بلایا جائے۔ لکڑیاں جمع ہوگئیں تو اُن میں آگ لگادی گئی

ساتھ ہی فرقۂ امامیہ کے مقتدر حضرات کو بھی بلا لیا گیا۔ اسی دوران عبداللہ بھی آکر امام موسیٰ کاظمؑ کے قریب ہی جا بیٹھے۔ کچھ دیر کے بعد جب تمام لکڑیاں جل کر انگاروں میں تبدیل ہو گئیں تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے مقام سے اُٹھے اور اُن انگاروں کے اوپر عین وسط میں جاکر بیٹھ گئے اور کچھ دیر تک بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کرتے رہے پھر اُٹھے اپنا لباس جھاڑا اور آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر اپنے بھائی عبداللہ سے کہا اگر تمھارا خیال ہے کہ پدر بزرگوار کے بعد تم امام ہو تو تم بھی جاؤ اور میری طرح اس آگ کے درمیان بیٹھ کر اپنی امامت کا ثبوت دو۔

یہ سن کر عبداللہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ وہاں سے اُٹھے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے امام موسیٰ بن جعفرؑ کے گھر سے نکل گئے۔ (الخرائج والجرائح ص۲)

(۱۱) شطیطہ کا تحفہ قبول اور سب کے تحائف واپس کر دیے

داؤد ابن کثیر رقی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ خراسان سے ایک قاصد جس کی کنیت ابوجعفر تھی روانہ ہونے لگا تو اہل خراسان کے ایک گروہ نے اس سے درخواست کی کہ ہمارے کچھ اموال ورقوم ومسائل برائے فتویٰ واحکام لیتے جاؤ وہ قاصد یہ سب لے کر وارد کوفہ ہوا اور زیارت امیرالمومنین کے لیے پہونچا۔ دیکھا کہ روضہ کے گوشہ میں ایک شخص ہے جس کے گرد ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔

جب زیارت سے فارغ ہو چکا تو اُن لوگوں کے پاس آیا کسی نے بتایا کہ یہ ابوحمزہ ثمالی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم لوگ وہاں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا، میں ابھی مدینہ سے آرہا ہوں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے

یہ سن کر ابوحمزہ ثمالی رونے لگے اور سسکیاں بھرتے ہوئے ہی اس اعرابی سے پوچھا تو نے کچھ سنا کہ انھوں نے اپنا وصی کس کو بنایا؟

اُس نے کہا، جی ہاں انھوں نے اپنے فرزند عبداللہ کو اور اپنے فرزند موسیٰ کو اور منصور دوانیقی کو اپنا وصی بنایا ہے۔

ابوحمزہ ثمالی نے کہا، الحمدللہ کہ انھوں نے چھوٹے کی نشاندہی کی، بڑے کے متعلق وضاحت کر دی اور امرِ عظیم (امامت) کو راز میں رکھا

اِس کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام کی قبرِ مطہر کی طرف چلے، وہاں نماز پڑھی اور ہم نے

بھی نماز پڑھی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کی وضاحت فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

اُنھوں نے کہا امام جعفر صادق علیہ السلام نے بڑے بیٹے کے متعلق بتادیا کہ اس میں نقص ہے اور چھوٹے بیٹے کی نشاندہی فرمادی۔ وہ اس طرح کہ بڑے کے ساتھ چھوٹے کو شامل کردیا، اور منصور کا نام لیکر امرِ عظیم کو راز میں رکھا، کہ اگر منصور پوچھے کہ ان کا وصی کون ہے تو لوگ کہیں کہ تو ہی اُن کا وصی ہے

اس مردِ خراسانی کا بیان ہے کہ میں ابوحمزہ ثمالی کے جواب کو نہیں سمجھا، اور وہاں سے چل کر مدینہ آیا۔ میرے ساتھ وہ رقوم اور کپڑے اور مسائل تھے اور اُن میں شطیطہ نامی عورت کا ایک درہم اور ایک رومال تھا۔ میں نے اُس عورت سے کہا تھا کہ ایک درہم دینے میں شرم آئے گی، میں تیری طرف سے سو درہم دیدوں گا۔

اُس نے جواب دیا، لیکن اللہ کو حق سے شرم نہیں آتی۔ (تجھے کیا مطلب، میرا ایک ہی درہم سہی)۔

پھر اُس نے اپنے درہم کو ذرا ٹیڑھا کرکے ایک تھیلی میں ڈال دیا۔ جب میں مدینہ پہونچا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا وصی کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ اُن کے بیٹے عبداللہ ہیں۔

میں اُن کے پاس گیا، دیکھا کہ دروازے پر جھاڑو دیکر چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور ایک دربان بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بات مجھے پسند نہ آئی۔ میں نے اجازت چاہی، اور اندر داخل ہوا۔ دیکھا کہ وہ اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے پوچھا، آپ ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وصی ہیں؟

اُنھوں نے کہا، ہاں۔

میں نے پوچھا، دوسو درہم پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا، پانچ درہم۔

میں نے پوچھا، اور ایک سو پر؟

کہا، ڈھائی درہم

میں نے پھر پوچھا۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہدیا کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر تجھے طلاق دیتا ہوں۔ تو کیا بغیر گواہوں کے طلاق ہوسکتی ہے؟

اُنھوں نے کہا، ہاں، اور ستاروں میں سے راسِ جوزا کے تین ستارے کافی ہیں۔

بہرحال، مجھے اُن کے ان جوابات پر بڑا تعجب ہوا۔ انھوں نے میرے ہدایہ وغیرہ بھی مجھ سے طلب کیے لیکن میں نے کہا، میں کچھ نہیں لایا ہوں۔ نہ کوئی تحفہ ہے نہ ہدیہ۔ پھر میں وہاں سے اُٹھ کر قبرِ رسولؐ پر پہونچا اور زیارت کے بعد اپنے مکان یعنی قیام گاہ پر پہونچا تو دیکھا کہ ایک حبشی غلام وہاں پر کھڑا ہوا میرا انتظار کر رہا ہے۔ اُس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے جوابِ سلام دیا۔ پھر اُس نے کہا کہ جس سے تم ملنا چاہتے ہو اُنھوں نے آپ کو بُلایا ہے۔ میں اس کے ہمراہ چل دیا۔ وہ مجھے لیکر ایک مکان کے دروازے پر پہونچا، اندر گیا اور مجھے بھی اندر بُلا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام موسیٰؑ بن امام جعفر صادقؑ مصلّے پر بیٹھے ہیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوجعفر! ادھر آؤ۔ میں اُن کے قریب جاکر بیٹھ گیا، کافی دیر گفتگو کے بعد میں نے آپؑ میں آثارِ امامت محسوس کیے۔ پھر آپؑ نے مجھ سے تمام امانتیں طلب کیں تو میں نے سب کچھ آپؑ کے سامنے پیش کر دیں۔

آپؑ نے اپنی انگلی سے ایک تھیلی کی طرف اشارہ کیا، اور فرمایا۔ اسے کھولو۔ میں نے کھولا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اُسے اُلٹ دو۔ میں نے اُلٹ دیا، تو شطیطہ کا خمیدہ درہم آپؑ نے اُٹھا لیا اور فرمایا کہ وہ کپڑوں کی گٹھری کھولو۔ میں نے اُسے کھولا، تو آپؑ نے شطیطہ کا بھیجا ہوا رومال اُٹھا لیا، اور فرمایا بیشک اللہ حق کے متعلق کوئی شرم نہیں کرتا۔ اے ابوجعفر! شطیطہ کو میرا سلام کہنا اور لو یہ تھیلی میری طرف سے اُسے دے دینا۔ پھر فرمایا، تم جن لوگوں کی طرف سے یہ سب سامان لائے ہو، اُن ہی کو واپس کر دینا۔ میں نے آپؑ کے پاس چند دن قیام کیا۔ آپؑ نے مجھ سے مختلف قسم کی گفتگو کی، مجھے کچھ تعلیم دی اور فرمایا، کیا تم سے ابوحمزہ ثمالی نے بیرونِ کوفہ جب تم زیارتِ قبرِ امیرالمؤمنینؑ کو گئے تھے ایسا ایسا نہیں کہا تھا۔ میں نے عرض کیا، جی ہاں کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب اللہ اُس کے قلب کو روشنی بخشتا ہے تو وہ اشارے کو سمجھ لیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا، جاؤ اور میرے والد کے ثقہ اصحاب سے دریافت کر لو کہ اُنھوں نے میری امامت و وصایت کیلئے نص فرمائی ہے یا نہیں۔

ابوجعفر خراسانی کا بیان ہے کہ میں نے بہت سے اصحاب سے ملاقات کی اُنھوں آپؑ ہی کی امامت و وصایت کی شہادت دی۔

اس کے بعد ابوجعفر اپنے وطن خراسان واپس پہونچے۔ داؤد رقّی کا بیان ہے کہ ابوجعفر نے مجھے خراسان سے خط لکھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جن جن لوگوں کے تحائف واپس کیے تھے وہ فطحیہ ہو چکے تھے مگر شطیطہ کو دیکھا کہ وہ اپنے اعتقاد پر قائم ہے۔ میں نے اس کو امامؑ کا سلام پہونچایا اور کہا، امامؑ نے تمھارا تحفہ قبول فرمالیا اور سب کے تحفے واپس کر دیے، اور ایک رقم کی تھیلی تم کو دی ہے۔ یہ سن کر وہ خوش ہو کر بولی یہ درہم تم اپنے پاس ہی رکھو، یہ میرے کفن کے کام آئیں گے۔ پھر تین دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ (الخرائج والجرائح)

(۱۲) فرقہ فطحیہ

رجال کشی میں ہے کہ فطحیہ وہ فرقہ ہے جو عبداللہ بن جعفر بن محمد باقر علیہ السلام کی امامت کا قائل ہے اور اس فرقہ کا یہ نام اس لیے ہو گیا کہ کہا جاتا ہے کہ ان کا سر چوڑا چپٹا (افطح) تھا، اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں چوڑے چپٹے (افطح) تھے اور بعض کا قول ہے کہ اس فرقہ کا سرگروہ ایک مردِ کوفی تھا جس کا نام عبداللہ بن افطح تھا۔ وہ لوگ جو عبداللہ بن جعفر کی امامت کے قائل تھے وہ اس گروہ کے مشائخ اور فقہاء تھے۔ وہ لوگ اُن کی امامت کے قائل و معتقد اس لیے ہوئے کہ ائمۂ طاہرین علیہم السلام سے ایک روایت تھی کہ ایک امام جب وفات پاتا ہے تو اس کی بڑی اولاد امام ہوا کرتی ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو شبہ اور مغالطہ ہوا تھا۔

مگر جب اُنھوں نے عبداللہ بن جعفر کو آزمالیا اور ان سے مسائل حرام و حلال پوچھے، تو عبداللہ بن جعفر جواب نہ دے سکے، علاوہ ازیں اور بھی کچھ باتیں سامنے آئیں جن کی وجہ سے وہ لوگ ان کی امامت سے پھر گئے اور بیعت توڑ دی۔

علاوہ بریں عبداللہ اپنے والد کے انتقال کے ستّر دن بعد خود بھی فوت ہو گئے تو مابقیہ لوگ بھی اپنے اس اعتقاد سے پلٹ گئے۔ ممکن ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی اس اعتقاد پر قائم ہو، ورنہ سب ہی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے اور پھر اس روایت کی طرف رجوع کیا " ان الامامۃ لا تکون فی الاخوین بعد الحسن و الحسین " (یعنی) (امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بعد امامت کبھی دو بھائیوں کو نہ ملے گی۔)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے فرمایا: اے فرزند! تمھارا بھائی میری جانشینی اختیار کرے گا اور میرے بعد مدعیٔ امامت ہوگا۔ مگر تم اس سے ایک لفظ نہ کہنا اس لیے کہ سب سے پہلے وہی دنیا سے کوچ کر کے مجھ سے ملحق ہوگا۔ (رجال الکشی ص ۱۶۴)

(۱۳) عبداللہ بن جعفر چاہتے تھے کہ اللہ کی عبادت نہ ہو

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ اس بیان ہے کہ بعد وفات حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام، ہم اور مومنِ طاق اور ابو جعفر مدینہ گئے جب کہ اہلِ مدینہ عبداللہ کی امامت پر محض اس لیے مجتمع ہو چکے تھے کہ ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت کی تھی کہ امامت اولادِ اکبر کو ملتی ہے بشرطیکہ اس میں کوئی نقص و برائی نہ ہو۔ بہر حال ہم اور مومنِ طاق عبداللہ کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا کہ اُن کے پاس لوگوں کا جمِ غفیر ہے۔ پھر ہم نے اُن سے بھی اسی طرح سوال کیا جس طرح اُن کے پدرِ بزرگوار سے کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ہم نے پوچھا کہ زکوٰۃ کتنی رقم پر کتنی واجب ہے ؟

اُنھوں نے کہا، دو سو پر پانچ۔

ہم نے پھر کہا، اور سَو پر ؟

اُنھوں نے کہا، دو اور نصف درہم۔

ہم نے کہا، خدا کی قسم مرجئہ تو یہ نہیں کہتے۔

یہ سُن کر اُنھوں نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا اور کہا، نہیں، اُس خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ مرجئہ کیا کہتے ہیں۔

یہ سُن کر ہم سب اور ابو جعفر احول وہاں سے اس طرح چل دیے جیسے کوئی گم کردۂ راہ ہو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب ہم کدھر جائیں اور کس کی طرف رجوع کریں۔ بالآخر مدینہ کی ایک گلی میں بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے اور معاً دل و دماغ میں یہی تصور کہ آیا ہم مرجئہ، قدریہ، زیدیہ معتزلہ یا خوارج کی طرف رجوع کریں۔ ابھی ہم اسی عالم میں تھے کہ ناگاہ ایک مردِ بزرگ جن کو میں نہیں پہچانتا تھا، وارد ہوئے اور اُنھوں نے مجھے اشارے سے بُلایا، میں ڈر گیا کہ کہیں یہ بزرگ ابو جعفر منصور کے جاسوس نہ ہوں، یہ خیال مجھے اس لیے آیا کہ مدینہ میں بہت سے جاسوس پھر رہے تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ماننے والوں کو دیکھیں اور انھیں قتل کرا دیں، میں اسی لیے خوفزدہ ہوا کہیں میرا شمار بھی اُن ہی میں نہ ہو جائے۔

اسی وجہ سے میں نے ابو جعفر سے کہا کہ تم مجھ سے دور ہٹ کر بیٹھو کیونکہ مجھے اپنی اور تمھاری جان کا خطرہ نظر آرہا ہے اور غالباً اُس شخص کا مقصد صرف میں ہوں، تم نہیں ہو۔ لہٰذا تم ہلاکت میں نہ پڑو، اپنی جان بچاؤ۔

یہ سُن کر ابو جعفر ذرا دور ہٹ گیا اور میں اُن بزرگوار کے پیچھے پیچھے چل دیا، صرف اس خیال سے کہ اس سے چھٹکارا ممکن نہیں میں اُن کے پیچھے چلتے ہوئے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے دروازے پر جا پہونچا، وہاں مجھے اُن بزرگوار نے تنہا چھوڑ دیا اور خود کہیں چلے گئے۔ دروازے پر غلام موجود تھا اُس نے کہا اللہ تم پر رحم کرے اندر آجاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفرؑ

تشریف فرما ہیں آپؑ میرے بغیر کچھ کہے فرمانے لگے، "نہ مرجئہ کی طرف جاؤ، نہ قدریہ کی طرف رجوع کرو، نہ زیدیہ، معتزلہ اور خوارج سے واسطہ رکھو بلکہ میری طرف، میری طرف، میری طرف آؤ۔
میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوگیا ؟
آپؑ نے فرمایا، ہاں۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، پھر اُن کے بعد ہم کس کے پاس جائیں اور دینی مسائل میں اپنا رہنما کس کو تسلیم کریں۔
آپؑ نے فرمایا، انشاء اللہ تمھیں ہدایت ملے گی۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، عبداللہ بن جعفرؑ کا تو یہ گمان ہے کہ اپنے پدر بزرگوار کے بعد وہ خود ہی امام ہیں۔
آپؑ نے فرمایا، عبداللہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت نہ کی جاسکے۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، پھر آپؑ کے پدر بزرگوار کے بعد کون ہیں ؟
آپؑ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں، تمھیں انشاء اللہ بہت جلد ہدایت ملے گی۔
میں نے عرض کیا۔ میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ ہی اُن کے جانشین ہیں ؟
آپؑ نے فرمایا، مجھے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔
میں نے دل میں کہا، میرے سوال کا انداز ہی غلط تھا، لہٰذا میں نے عرض کیا، میری جان آپ پر قربان، کیا آپؑ کا کوئی امام (روئے زمین پر) ہے ؟
آپؑ نے فرمایا، نہیں۔
یہ سُن کر مجھ پر ایسی ہیبت اور رُعب طاری ہوا کہ جس کا اندازہ خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اتنی ہیبت اور رُعب تو ان کے والد بزرگوار کا بھی مجھ پر طاری نہ ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، وہ مسائل جو آپؑ کے پدر بزرگوار سے پوچھے جاتے تھے، کیا آپؑ سے بھی پوچھے جائیں ؟
آپؑ نے فرمایا، ہاں، پوچھو، میں ضرور بتاؤں گا، مگر خبردار! اس کی اشاعت نہ کرنا، اگر تم نے نشر کیا تو گردن کٹ جائے گی۔
پھر میں نے آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کیے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بحرِ علوم یہی ہیں۔
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ کے اور آپؑ کے پدر بزرگوار کے شیعہ بھٹکتے پھرتے ہیں، کیا میں انھیں آپؑ کی طرف آنے کی دعوت دوں، اور اُن سے یہ عہد بھی لے لوں کہ وہ اسے پوشیدہ رکھیں ؟
آپؑ نے فرمایا، ہاں، لیکن جو ہدایت کی خواہش ظاہر کرے اُسے بتا دو، اُس سے

عہد بھی لے لو اور اچھی طرح جانچ بھی لو (کہ وہ مخبر تو نہیں ہے) اور وہ اشاعت نہ کرے گا ورنہ قتل کا اندیشہ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں وہاں سے نکلا۔ اور ابوجعفر سے ملاقات ہوئی اُس نے پوچھا کہو کیسی گذری؟

میں نے کہا، ہدایت کی راہ مل گئی۔ پھر اُس سے سارا قصہ بیان کیا؛ اس کے بعد میں نے مفضل بن عمر اور ابوبصیر سے ملاقات کی۔ یہ لوگ بھی آپؑ کی خدمت میں گئے انھیں سلام کیا۔ اُن کی باتیں سُنیں، اُن سے مسائل دریافت کیے اور ان کی امامت کا قطعی یقین کر لیا اور اس کے بعد تو پھر یہ سلسلہ آگے بڑھا، لوگ گروہ در گروہ آکر آپؑ سے ملنے لگے اور جو بھی آتا وہ آپؑ کی امامت کا یقین کر کے واپس جاتا، سوائے عمار اور اُس کے اصحاب کے۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ عبداللہ کے پاس سوائے چند لوگوں کے اور کوئی نہ جاتا تھا۔ جب عبداللہ نے یہ حال دیکھا تو لوگوں سے سبب دریافت کیا۔ تو پتہ چلا ہشام بن سالم نے لوگوں کو اُن کی طرف سے منحرف کر دیا ہے۔

اس پر عبداللہ نے مدینہ میں چند آدمی ہشام کے پیچھے لگا دیے اور کہا کہ ہشام بن سالم جہاں بھی مل جائے اُسے زد و کوب کرو۔ (رجال الکشی ص ۱۸۲)

(۱۴) ــــ سلسلۂ وصایت

حسین بن موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ کے اندر حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور اُن کے پاس علی بن جعفرؑ اور ایک اعرابی باشندۂ مدینہ بھی تھا۔ اُس اعرابی نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے پوچھا، کہ یہ جوان کون ہیں؟

میں نے کہا، یہ وصیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اُس نے کہا، سبحان اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کو تقریباً دو سو سال ہو رہے ہیں اور یہ نوجوان اس زمانہ میں وصیٔ رسولؐ کیسے ہو سکتا ہے؟

میں نے کہا، یہ علیؑ بن موسیٰؑ کے وصی ہیں اور علیؑ بن موسیٰؑ وصی تھے موسیٰؑ بن جعفرؑ کے اور موسیٰؑ بن جعفرؑ وصی تھے جعفرؑ بن محمدؑ کے، اور جعفرؑ بن محمدؑ وصی تھے محمدؑ بن علیؑ کے اور محمدؑ بن علیؑ وصی تھے علیؑ بن الحسینؑ کے اور علیؑ بن الحسینؑ وصی تھے حسینؑ بن علیؑ کے اور حسینؑ بن علیؑ وصی تھے حسنؑ بن علیؑ کے اور حسنؑ بن علیؑ وصی تھے علیؑ بن ابی طالبؑ کے، اور علیؑ بن ابی طالبؑ وصی تھے رسول اللہؐ کے۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک طبیب آپؑ کی فصد کھولنے کے لیے آیا تو علی

بن جعفرؑ اُٹھے اور عرض کیا، مولا، میں چاہتا ہوں کہ پہلے میں فصد کھلواؤں، تاکہ حدّتِ فولاد آپؑ سے پہلے میں برداشت کروں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا، مبارک ہو۔ یہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے چچا ہیں۔

اس کے بعد فصّاد نے پہلے علی بن جعفرؑ کی فصد کھولی، اس کے بعد حضرت ابوجعفرؑ روانہ ہونے لگے تو علی بن جعفرؑ کھڑے ہوئے اور آپؑ کی نعلینِ مبارک سیدھی کیں اور آپؑ انھیں پہن لیا۔

(الکافی جلد ۳ ص ۱۹۳)

۱۵ ــــ عبداللہ فطیم بن امام جعفرؑ کی وفات

زرارہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کی حیات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ایک فرزند عبداللہ فطیم کو جس نے ابھی دودھ چھوڑا ہی تھا اور ذرا ذرا چل رہا تھا، دیکھا، تو ایک غلام کے متعلق اُس بچّے سے پوچھا۔

صاحبزادے! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟

صاحبزادے نے کہا، یہ میرا غلام ہے۔

اُس غلام نے مزاحاً کہا۔ نہیں میں تو آپ کا غلام نہیں ہوں۔

صاحبزادے نے کہا، بُری بات ہے، ایسا نہیں کہنا چاہیے۔

یہ سن کر اس غلام نے صاحبزادے کے پہلو پر ایک گھونسا مارا اور صاحبزادے کا انتقال ہوگیا۔ ان کی میت ایک چٹائی پر لوگ لے چلے تو حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام زرد رنگ کا ریشمی جُبّہ، زرد رنگ کا عمامہ اور زرد ہی رنگ کی ریشمی چادر پہنے ہوئے نکلے اور ساتھ میرا سہارا لیے ہوئے بقیع کی طرف چلے۔ لوگ آپؑ کو آپؑ کے پوتے کی موت کی تعزیت ادا کر رہے تھے۔

جب بقیع میں پہونچے تو حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام آگے بڑھے اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر آپؑ نے حکم دیا کہ دفن کر دیا جائے۔ لہٰذا میّت کو دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا ایک طرف لے گئے اور فرمایا، سنو! اتنے کمسن بچّوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام بغیر نمازِ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کا حکم دیتے تھے۔ میں نے اس پر نمازِ جنازہ اہلِ مدینہ کی وجہ سے پڑھی ہے تاکہ یہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان لوگوں میں اطفال پر نمازِ جنازہ نہیں ہوتی۔

(الکافی جلد ۲ ص ۲۰۶)

(۱۶) ـــ علی بن جعفر کی امام محمد تقی جواد سے اظہار عقیدت

محمد بن حسن بن عماد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں علی بن جعفر بن محمدؑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ویسے تو میں ان کے پاس دو سال سے مقیم تھا اور جو احادیث اُنھوں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سُنی تھیں قلمبند کر رہا تھا۔ اسی اثنار امام محمد تقیؑ ابن امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مسجد رسولؐ میں آتے ہوئے نظر آئے۔ یہ دیکھتے ہی علیؑ بن جعفر پابرہنہ بغیر ردا دوش پر ڈالے ہوئے فوراً آگے بڑھے، ہاتھوں کو بوسہ دیا اور تعظیم بجالائے۔

حضرت ابوجعفر محمد تقی جواد علیہ السلام نے فرمایا، اے چچا جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے بیٹھ جائیے۔

اُنھوں نے عرض کیا، مولا! میں کیسے بیٹھوں درآنحالیکہ آپؑ کھڑے ہیں۔

الغرض جب علیؑ بن جعفر واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھے تو ان کے اصحاب نے انھیں ملامت کیا اور کہا کہ آپ تو ان کے والد کے بھی چچا ہیں اور اُن کے بزرگ ہیں اور آپ نے ایسا کیا!

علی بن جعفر نے کہا، خاموش ہو جاؤ، اور اپنی داڑھی پکڑ کر کہا، جب اللہ نے میری اس داڑھی کے باوجود مجھے امامت کا اہل نہ سمجھا اور اس نوجوان کو اس کا اہل سمجھا اور مسندِ امامت پر اس کو بٹھایا تو میں اس کے فضل و شرف سے کس طرح انکار کر سکتا ہوں؟ اور جو تم لوگ کہتے ہو میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور میں تو ان کا ایک غلام ہی ہوں۔ (الکافی جلد ۱ صـ۳۲۲)

بحار الانوار

باب
۸

اہلِ خاندان کے حالات
اور
اولادِ حسن کا خروج

ANSAR

(۱) ـــ محمد بن عبداللہ بن حسنؑ

علی صائغ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ محمدؑ بن عبداللہ بن حسنؑ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے ملاقات کی اور اُن سے اپنے گھر چلنے کے لیے کہا۔ آپؑ نے خود جانے سے تو انکار کر دیا لیکن اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اُن کے ساتھ روانہ کر دیا اور اپنے ہاتھ سے منھ کی طرف اشارہ کر کے انھیں ہدایت فرمائی کہ تم بالکل خاموش رہنا۔

جب محمد بن عبداللہ اپنے گھر پہونچے تو پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو بُلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ آپؑ نے پھر جانے سے منع فرما دیا۔ اس پر محمد بن عبداللہ ہنس کر بولے کہ مجھے معلوم ہے اُنھوں نے کیوں انکار کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ اُن کی نظر صحیفوں پر ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر جب اسماعیل واپس آئے تو اُنھوں نے اپنے والد سے وہاں کی ساری گفتگو جو سُنی تھی بیان کر دی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد بن عبداللہ کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے تمھاری ساری گفتگو اسماعیل کے سُنادی ہے۔ یہ بات تو تمھاری بالکل سچ ہے کہ میرے مطالعہ میں صحفِ اولیٰ اور صحفِ ابراہیم و موسیٰ ہیں۔ اب ذرا اپنے دل سے اور اپنے والد سے پوچھو کہ یہ چیزیں تم دونوں میں سے کسی کے پاس ہیں؟

راوی کا بیان ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کے آدمی نے جا کر یہ کہا تو وہ بالکل خاموش ہو گئے۔

محمد بن عبداللہ بن حسنؑ

ابن خنیس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ محمدؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ آئے اور آپؑ کو سلام کر کے آگے بڑھ گئے۔

اُنھیں دیکھ کر امام جعفر صادق علیہ السلام کو رقّت آگئی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے

میں نے عرض کیا، آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ ان کے لیے گریہ فرما رہے، ایسا تو آپؑ نے کبھی نہیں کیا تھا۔؟

آپؑ نے فرمایا، مجھے ان پر رونا اِس لیے آیا ہے کہ وہ اپنے لیے اُس چیز کا دعوےٰ کر رہے ہیں جو اُن کے لیے نہیں ہے۔ میں نے کتابِ علیؑ میں اِس اُمت کے خلفاء اور بادشاہوں کی فہرست میں اُن کا نام نہیں پایا۔

○ —— ابن اذنیہ نے ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا میرے پاس دو کتابیں ہیں جن میں ہر نبی اور ہر بادشاہ کا نام درج ہے اور خدا کی قسم محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کا نام ان دونوں میں سے کسی کتاب میں نہیں ہے۔

③ ═ عبداللہ بن حسنؑ اور انکارِ امامت

علی بن سعید سے روایت ہے کہ

میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آپؑ سے کہا، میں آپؑ پر قربان، عبداللہ بن حسنؑ کہتے ہیں کہ اِس امر (حکومت) پر ہمارا وہ حق ہے جو دوسروں کا نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا، تمھیں عبداللہ بن حسنؑ کی اس بات کا تعجب نہ ہونا چاہیے بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام امام نہیں تھے اور یہ کہ ہمارے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ اور واقعاً یہ اُنھوں نے سچ کہا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، لیکن خدا کی قسم اس سینہ میں علم کا سمندر ہے اور ہمارے پاس مصحفِ فاطمہؑ ہے جس میں قرآن مجید کی آیات نہیں ہیں بلکہ ایک مجموعہ ہے علمِ رسولؐ کا کہ جس کو آنحضرتؐ بولتے گئے اور حضرت علیؑ اپنے ہاتھ سے لکھتے گئے۔ اور اس میں علم جفر ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار، زرہ اور دیگر اسلحہ جات بھی ہمارے پاس ہیں۔

(بصائر الدرجات جلد ۳ باب ۱۴ صـ ۴۱)

○ ——

علی بن سعید سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں ہمارے بہت سے اصحاب بھی تھے کہ معلّےٰ بن خنیس نے آپؑ سے کہا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ کی حسن بن حسن سے ملاقات نہیں ہوئی؟

اس کے بعد طیّار نے آپؑ سے کہا، میں آپؑ پر قربان، میں ایک گلی سے گذر رہا تھا کہ اتفاقیہ محمد بن عبد اللہ بن حسنؑ کا سامنا ہوگیا وہ اپنے گدھے پر سوار تھے اور زیدیہ فرقہ کے کچھ لوگ اُن کے گرد جمع تھے۔ مجھے دیکھ کر اُنھوں نے کہا اے شخص میری بات بھی سن لے کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلم ہے اور ایسا مسلم ہے کہ جس کا ذمہ دار اللہ اور جس کا ذمہ دار اللہ کا رسولؐ ہے۔ پس اب جس کے جی میں آئے کھڑا رہے اور جس کے جی میں آئے چلا جائے۔

میں نے کہا، اللہ سے ڈرو! اور تمھارے گرد و پیش یہ جو مجمع ہے اس سے دھوکا نہ کھاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، بس تم نے اتنا ہی کہا، اور کچھ نہیں کہا؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں اور کچھ نہیں کہا۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ بیشک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطاعت کی شرط بھی رکھی تھی۔ مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے وقت ہی سے لوگوں نے اختلاف کیا اور اطاعت کو ترک کردیا تو پھر آنحضرتؐ کی ذمّہ داری بھی ختم ہوگئی۔

پھر محمد بن عبد اللہ بن علی نے کہا، "عبد اللہ بن حسنؑ سے تعجب ہے کہ وہ مذاق اُڑاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ اس جفر میں تحریر ہے جس کے دعویدار آپ لوگ ہیں۔

یہ سُن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو غصّہ آگیا اور فرمایا، عبد اللہ بن حسنؑ سے بھی مجھے تعجّب ہے وہ کہتے ہیں کہ نہ جعفرؑ بن محمدؑ سچّے امام ہیں نہ ان کے باپ امام تھے اور نہ حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام امام تھے۔

اور اُن کا یہ کہنا کہ یہ جفر میں تحریر ہے (جفر کوئی نوشتہ نہیں) بلکہ وہ ذبح کی ہوئی گائے کی کھال ہے جس میں بہت سی کتابیں بھری ہوئی ہیں اور جملہ حلال و حرام کی تفصیل جن کی ضرورت لوگوں کو پڑے گی قیامت تک اُن کتابوں میں مرقوم ہے۔ وہ کتابیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت علی علیہ السلام سے بول بول کر تحریر کرائی ہیں۔ اس میں مصحفِ فاطمہؑ بھی ہے اور وہ بھی آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے تحریر کرایا ہے (مثل اور کتابوں کے) جس کے اندر قرآن کی آیات نہیں ہیں۔ نیز ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی، زرہ اور آپؐ کی تلوار بھی ہے اور بقول ہمارے پاس جفر بھی ہے۔

(بصائر الدرجات جلد ۳ باب ۱۴ ص ۱۵۱)

(۳) مصحفِ فاطمہ اور دیگر تبرکات

محمد بن عبدالملک سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم تقریباً تینس (۳۰) اشخاص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھے اور آپؑ ہمارے درمیان میں تھے کہ عبدالخالق بن عبداللہ آیا اور بولا کہ میں ابراہیم بن محمد کے پاس بیٹھا تھا، وہاں پر کسی نے یہ بیان کیا کہ آپؑ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کتابِ علیؑ ہے۔

اُنھوں نے کہا، نہیں خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی، بلکہ اگر کچھ چھوڑا ہوگا تو وہ صرف دو کھالیں ہی ہوں گی۔

یہ سُن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیٹھ گئے اور ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: واللہ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ دو کھالیں ہیں جن پر کچھ لکھا ہوا ہے، بلکہ وہ تو دو پوری بالدار کھالیں ہیں۔ ایک کھال میں کتابیں بھری ہوئی ہیں اور دوسری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحے ہیں اور خدا کی قسم میرے پاس ایک صحیفہ ہے جس کا طول ستر ہاتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام حلال وحرام اور جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب اس میں درج ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ایک خراش کی دیت تک کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔ نیز ہمارے پاس مصحفِ فاطمہؑ بھی ہے جو قرآن کے علاوہ ہے۔

(۴) اولادِ حسنؑ میں کوئی بادشاہ نہ ہوگا

فضیل سکرہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے فضیل! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں اس سے پہلے کونسی کتاب دیکھا کرتا تھا؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، میں کتابِ فاطمہ دیکھا کرتا تھا اور دنیا کا کوئی بادشاہ ایسا نہیں کہ اس کے باپ کا نام اس میں نہ ہوگا، مگر اس کے اندر اولادِ حسنؑ میں سے کسی کا نام نہیں ہے۔

● ابن خنیس سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی نبی، کوئی وصی اور کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے جس کا نام اُس کتاب میں نہ ہو جو میرے پاس ہے مگر اس میں محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کا نام مذکور نہیں ہے۔

○ صفوان نے عیص سے اور اُس نے حضرت ابوعبداللہؑ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

٥ ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا
"ہم (اہلبیت) میں کوئی ایسا نہیں جس کا کوئی دشمن خود اس کے خاندان میں سے نہ ہو۔
کسی نے پوچھا، کہ کیا اولادِ حسنؑ بھی نہیں جانتی کہ حق کس کا ہے ؟
آپؑ نے فرمایا، ہاں سب بخوبی جانتے ہیں لیکن حسد کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔

(۵) حسین بن خالد کوفی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان، عبداللہ بن بکیر نے عبید بن زرارہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس سال ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا تھا میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، لوگ اُن کے ساتھ خروج میں شریک ہو رہے ہیں۔ اِس سلسلے میں آپؑ کا کیا حکم ہے ؟
آپؑ نے فرمایا، اللہ سے ڈرو ! جبتک آسمان و زمین خاموش ہیں تم بھی خاموش رہو۔

٥ ـــ حافظ عبدالعزیز بن اخضر کا بیان ہے کہ ایک دن صبح کے وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبداللہ بن حسنؑ کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی اور عبداللہ بن حسنؑ نے آپؑ کو کافی سخت و سُست کہا، پھر دونوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ شام کے وقت دروازۂ مسجد پر دونوں کی پھر ملاقات ہوگئی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا، اے ابو محمد ! کہیے آپ کا مزاج کیسا ہے ؟
اُنھوں نے غصہ سے کہا، اچھا ہوں۔
آپؑ نے پھر فرمایا، اے ابو محمد ! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ صلۂ رحم کرنے سے حساب میں تخفیف ہوتی ہے ؟
اُنھوں نے کہا، آپؑ ہمیشہ ایسی ہی بات کہتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہوتی۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا میں اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت پیش کرتا ہوں۔
اُنھوں نے کہا، کیا قرآن مجید میں بھی یہ ہے ؟
آپؑ نے فرمایا، ہاں!
اُنھوں نے کہا، بتائیے کیا ہے ؟
آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ "وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ" (سورہ رعد آیت ۲۱)
ترجمہ: (اور وہ جو جوڑتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنے رب سے

ڈرتے ہیں، اور حساب کی سختی سے خائف رہتے ہیں۔)

انھوں نے جب یہ آیت سُنی تو کہنے لگے، اچھا آئندہ آپؑ مجھے قطع رحم (قطع تعلق) کرتے ہوئے نہ دیکھیں گے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۳۸۱)

⑥ === ابو مسلم خُراسانی

زکار بن ابی زکار واسطی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر آپؑ کو سلام کیا، پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس کے لباس کو مس کر کے فرمایا، بہت عمدہ کپڑا ہے اور بہت سفید بھی ہے۔

اُس شخص نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، یہ کپڑا ہمارے ملک میں تیار کیا جاتا ہے اور میں تو آپؑ کے لیے اِس سے بہترین کپڑا لایا ہوں آپؑ قبول فرمائیں تو زہے نصیب۔

آپؑ نے معتب سے فرمایا کہ وہ کپڑا ان سے لے لو۔

اس نے معتب کو وہ کپڑا دیدیا اور چلا گیا۔

آپؑ نے اُس کے جانے کے بعد فرمایا کہ ساری علامتیں اس شخص میں موجود ہیں اور اب تو وقت بھی قریب ہے۔ یہ شخص اُس لشکر کا سردار ہوگا جس کے جھنڈے سیاہ ہوں گے اور جو خراسان سے آئے گا۔ پھر معتب سے فرمایا، ذرا آگے جا کر اس کا نام پوچھ لو۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا اگر اس کا نام عبدالرحمن ہے تو خدا کی قسم یہ وہی ہے۔

معتب نے واپس آکر کہا کہ اُس نے اپنا نام عبدالرحمن بتایا ہے۔

زکار ابن ابی زکار کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ گذرا کہ جب بنی عباس خلیفہ ہوئے تو میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ لشکر کا سردار ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا، یہ شخص کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ عبدالرحمن ابو مسلم ہے۔

⑦ === محمد بن عبداللہ صاحب حجرِ زنابیرہیں

ابنِ جمہور عمی نے اپنی کتاب "الواحدہ" میں تحریر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا، میں آپؑ سے زیادہ صاحبِ علم ہوں، آپؑ سے زیادہ سخی ہوں اور آپؑ سے زیادہ شجاع ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، تمھارا یہ کہنا کہ تم مجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو سنو! میرے اور تمھارے جد نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرایا تھا۔ بتاؤ اُن غلاموں کے نام کیا کیا تھے، اور کہو تو میں ہر غلام کا نام اور اُس کا سلسلۂ نسب آدمؑ تک کا بیان کردوں۔؟

تمھارا یہ کہنا کہ تم مجھ سے زیادہ سخی ہو، تو سنو! خدا کی قسم کوئی رات ایسی نہیں گذری کہ اللہ کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو اور وہ مجھ سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔

تمھارا یہ کہنا کہ تم مجھ سے زیادہ شجاع اور بہادر ہو، تو سنو! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارا سر کاٹ کر لایا گیا ہے اور حجرِ زنابیر پر فلاں فلاں جگہ رکھا گیا ہے جس سے خون جاری ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن یہ سُن کر اپنے باپ کے پاس گئے اور کہا کہ:
یا باجان، میں نے جعفر صادق سے یہ سُنا ہے (تمام واقعہ بیان کردیا)

اُنھوں نے کہا، اللہ مجھے تمھارے غم میں صبر دے۔ جعفر صادقؑ نے مجھ سے بھی یہی بتایا تھا کہ تم صاحبِ حجرِ زنابیر ہو (تمھارا سر کاٹ کر حجرِ زنابیر پر رکھا جائے گا)

(اعلام الورٰی ص ۲۷۲)

⑧ ـــ حسن بن حسنؑ

سلیمان بن خالد سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حسن بن حسن سے میری ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے شکایت کی کہ کیا ہم بنی حسن کا کوئی حق ہی نہیں ہے؟ کیا ہم قابلِ احترام نہیں رہے؟ اگر تم لوگ ہم میں سے کسی ایک کو بھی امام تسلیم کرلیتے تو یہ تمھارے لیے بہتر ہوتا۔

میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے اُن کا قول نقل کیا۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ اُن سے پھر ملو اور یہ کہو کہ ہم آپ حضرات کے پاس آئے تھے اور پوچھا تھا کہ کیا آپ حضرات کے پاس کوئی چیز ہے جو عوام الناس کے پاس نہیں ہے؟ آپ حضرات نے کہا، نہیں۔ ہم نے اسے سچ جانا۔ پھر ہم آپ کے چچا زاد بھائیوں کے پاس گئے، اُن سے بھی پوچھا اُنھوں نے کہا، ہاں۔

ہم لوگوں نے اُن کی بات کو بھی سچ باور کیا، اور واقعاً وہ حضرات اس کے اہل تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں جا کر اُن سے ملا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو ارشاد فرمایا تھا وہی اُن سے کہدیا۔

حسن نے جواب دیا، پہلے ہمارے پاس کچھ نہ تھا، مگر اب تو ہمارے پاس وہ ہے جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

یہ جواب میں نے واپس آکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتایا۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ اُن سے پھر ملو اور کہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○" (سورۃ الاحقاف آیت ۴)

ترجمہ: (میرے پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار (ہی) لے آؤ اگر تم سچے ہو۔)

لہٰذا آپ بیٹھیے تاکہ ہم آپ سے کچھ مسائل دریافت کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں پھر حسن بن حسنؑ کے پاس گیا اور ان سے یہی گفتگو کی۔

انھوں نے کہا، کیا تم لوگوں کے پاس ہمارے عیوب ظاہر کرنے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہے؟ بات یہ ہے کہ فلاں (امام جعفر صادق علیہ السلام) فارغ البال ہیں اور ہم فکرِ معاش میں مشغول رہتے ہیں۔ اس لیے ہمارا حق چلا جاتا ہے۔ (رجال الکشی صفحہ ۲۳۰)

(۹) آپؑ کا صلۂ رحم کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیز سالمہ سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا، اور آپؑ پر غشی طاری ہوئی۔ پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ حسن بن علی بن الحسین افطس کو ستر دینار اور فلاں کو اتنے دینار اور فلاں کو اتنے دینار دے دو۔

میں نے عرض کیا کہ آپؑ ایسے شخص کو بھی دے رہے ہیں جس نے آپؑ کو قتل کرنے کے لیے درانتی سے حملہ کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میرا شمار اُن لوگوں میں نہ ہو جن کے متعلق اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ" (سورۂ رعد آیت ۲۱)

ترجمہ: (اور وہ جو جوڑتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی سے خائف رہتے ہیں۔)

ہاں، اے سالمہ سُن ! اللہ نے جنت خلق فرمائی اور اُس کو خوشبو میں بسا دیا اور ایسا بسایا (باسا) کہ اُس کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے مگر اس کے باوجود نہ اُس کی خوشبو عاق شدہ سونگھ سکے گا اور نہ قاطعِ رحم (اپنے اقرباء سے قطع تعلق کرنے والے) اُس کی خوشبو کو سونگھ سکے گا۔ (غیبۃ الشیخ طوسیؒ صـ ۱۲۸)

(۱۰) محمدؐ بن عبداللہ کی بیعت کیلیے بنی ھاشم کا اجتماع

محمدؐ بن عمر بن علی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقامِ ابواء پر جمع ہوئی جس میں، ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، ابوجعفر منصور، صالح بن علی، عبداللہ بن حسنؑ اور ان کے دونوں لڑکے محمد و ابراہیم، محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان شریک تھے۔ صالح بن عبداللہ نے مجمع سے خطاب کیا کہ (بھائیو!) تمھیں خود معلوم ہے کہ سب لوگوں کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں اور اللہ نے آج تم سب کو یہاں جمع ہونے کا موقع دیا ہے لہٰذا اپنے اس اجتماع میں سے کسی ایک کو منتخب کرکے اُس کی بیعت پر متفق ہو جاؤ اور اُسے اپنی طرف سے کامل اختیار دے دو اور اسی پر بھروسہ کرو اللہ فتح و کامیابی عطا کرے گا اور وہ بہترین کامیابی عطا کرنے والا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن حسنؑ اُٹھے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد کہنے لگے کہ تم لوگ خود بھی جانتے ہو کہ میرا یہ فرزند مہدی ہے۔ . . آؤ ہم سب مل کر اس کی بیعت کریں۔

پھر ابوجعفر منصور بولا کہ تم لوگ بلاوجہ خود کو تذبذب میں مبتلا کیے ہوئے ہو جبکہ سب کو معلوم ہے کہ اس نوجوان یعنی محمد بن عبداللہ کی طرف لوگوں کی نگاہیں اُٹھی ہوئی ہیں اور اس کی آواز پر لوگ فوراً لبیک کہیں گے۔

ہر طرف سے اس کی تائید کی جانے لگی، کہ تم نے سچ کہا، اے ابوجعفر منصور! یہ بات ہم سب کو معلوم ہے۔

اس کے بعد سب نے محمدؐ بن عبداللہ کی بیعت کرلی۔

عیسیٰ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ کا ایک فرستادہ میرے والد کے بلانے کے لیے آیا کہ تم بھی آؤ ہم لوگ ایک اہم کام کے لیے جمع ہوئے ہیں اور اسی طرح ایک فرستادہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بھی پہونچا۔ عیسیٰ کے علاوہ ایک دوسرے شخص کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ نے حاضرین سے کہا

جعفرؑ بن محمدؑ کو نہ بلاؤ، ورنہ وہ تمھارا سارا معاملہ خراب کردیں گے۔

عیسٰی بن عبداللہ بن محمد کا بیان ہے: (بجائے خود جانے کے) میرے والد نے مجھے بھیجا کہ دیکھ کر آؤ، کیا معاملہ ہے لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں؟

ادھر محمد بن عبداللہ ایک چٹائی پر نماز میں مشغول تھے۔

الغرض میں نے وہاں جاکر عبداللہ بن حسنؑ سے اپنے والد کا پیغام کہہ سنایا کہ آپ لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن حسنؑ نے کہا کہ ہم محمد بن عبداللہ مہدی کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے یہاں پر جمع ہوئے ہیں۔

اتنے میں حضرت جعفر بن محمدؑ بھی آگئے۔ عبداللہ بن حسنؑ نے انھیں اپنے پہلو میں جگہ دی اور جو بات مجھ سے کہی تھی وہی ان سے بھی کہی۔

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے فرمایا کہ دیکھو! تم لوگ ایسا نہ کرو، یہ معاملہ آگے نہ بڑھ سکے گا اور اے عبداللہ! اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ کا بیٹا مہدی ہے تو ایسا نہیں ہے اور نہ ابھی ظہورِ مہدیؑ کا وقت آیا ہے، ہاں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے آگے بڑھائیں تو ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ آپ میرے بزرگ ہیں یقیناً اس کام کے لیے آپ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن کو غصہ آگیا اور کہنے لگے کہ میں تو جانتا تھا کہ تم مخالفت ہی میں بولو گے، واللہ، تمھیں غیب کا علم نہیں ہے۔ یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، میرے بیٹے سے حسد کی بنا پر ہے۔

آپؑ نے فرمایا، بخدا، یہ بات میں نے حسد کی وجہ سے نہیں کہی ہے۔ پھر آپؑ نے ابوالعباس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، بلکہ یہ حکومت آئندہ اس کے لیے، اس کے بھائی اور اس کی اولاد کے لیے ہوگی، تم لوگوں کے لیے نہیں۔ اور پھر عبداللہ بن حسن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا، دیکھو! یہ بات میں دوبارہ کہتا ہوں کہ یہ حکومت نہ تمہارے لیے ہے نہ تمہارے دونوں بیٹوں کے لیے ہے بلکہ ان لوگوں (بنی عبّاس) کے لیے ہے، اور تمہارے دونوں بیٹے قتل ہوں گے۔

آپؑ یہ کہہ کر اُٹھے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھوں کا سہارا لیے ہوئے وہاں سے چل دیے اور اُس سے کہا تم اس زرد چادر اوڑھنے والے (ابوجعفر منصور) کو خوب اچھی طرح دیکھ لو اور پہچان لو، یہی عبداللہ بن حسنؑ کے دونوں بیٹوں کو قتل کرے گا۔

عبدالعزیز نے چونک کر کہا، کیا یہ محمد و ابراہیم کو قتل کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

عبدالعزیز کا بیان ہے کہ اس وقت میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ ربِّ کعبہ کی قسم، یہ بات انھوں نے حسد ہی کی بناء پر کہی ہے۔ مگر اس کے بعد بہت جلد میں نے اپنی زندگی میں ان دونوں کے قتل کی خبر سنی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت جعفر بن محمدؑ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مجمع بھی منتشر ہوگیا، تو عبدالصمد اور ابوجعفر منصور دونوں آپ کے پیچھے پیچھے چل دیے اور کچھ دور جا کر پوچھا، اے ابوعبداللہ! کیا آپؑ نے یہ بات صحیح کہی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، واللہ، مجھے اس کا بالکل صحیح علم ہے ایسا ہی ہوگا۔

ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں تحریر کیا ہے کہ عنبسہ بن بجاد عابد کا بیان ہے کہ حضرت جعفر بن محمدؑ جب بھی محمد بن عبداللہ بن حسنؓ کو دیکھتے تو آپؑ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگتے اور فرماتے، میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ وہی ہیں اور لوگ ان کے متعلق جو چاہیں کہیں لیکن یہ قتل کر دیے جائیں گے۔ کتابِ علی کے اندر اس کا نام خلفائے امت کی فہرست میں نہیں ہے۔

(اعلام الوریٰ صـ۲۷۲ الارشاد صـ۲۹۶)

۵۔ــــ عبداللہ بن ابراہیم بن محمد جعفری سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہم لوگ خدیجہ بنتِ عمر بن علیؑ بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے پاس اُن کے نواسے کی موت پر رسمِ تعزیت ادا کرنے کے لیے گئے وہاں موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بھی موجود تھے اور خدیجہ عورتوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ پہلے ہم نے خدیجہ کو تعزیت ادا کی پھر موسیٰ بن عبداللہ بن حسن کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ اُنھوں نے بنت ابی یشکر سے مرثیہ خوانی کے لیے کہا اور اس نے مرثیہ پڑھا۔ اب چونکہ رات ہونے والی تھی اس لیے ہم لوگ وہاں سے اٹھنے لگے تو خدیجہ نے کہا کہ میں نے اپنے چچا محمد بن علی کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ صفِ ماتم پر عورتوں کے لیے نوحہ کی ضرورت ہے تاکہ آنسو جاری ہوں، مگر نوحہ میں لغویات اور مہملات نہ ہونی چاہئیں اور جب رات ہوجائے تو نوحہ خوانی کرکے فرشتوں کو اذیت نہ دینی چاہیے۔

غرض اس وقت ہم وہاں سے نکل آئے اور دوسرے دن پھر گئے اور خدیجہ سے گفتگو کے دوران اس کا ذکر ہوا کہ آپ کا گھر حضرت جعفر بن محمدؑ کے مکان سے دور ہے۔

یہ سن کر موسیٰ بن عبداللہ نے اُنؑ کے مکان کی مذمت کی اور بُرا سا منہ بنایا لیکن خدیجہ نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا منہ بنانے یا مذمت کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اُنؑ کے مکان کو تو مہدئ امت محمد بن عبداللہ بن حسنؓ ہی نے منتخب کیا تھا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن حسنؓ نے پھر خود ہی ایک بات اس طرح شروع کی کہ میں تمھیں ایک

تعجب خیز بات سُناتا ہوں۔

میں نے اپنے والد مرحوم کو دیکھا کہ جب محمد بن عبداللہ کی امارت و خلافت پر اُن کے سارے اصحاب مجتمع ہو گئے تو اُنھوں نے کہا، مگر یہ امارت و خلافت اس وقت تک پختہ نہیں ہو سکتی جبتک کہ میں حضرت جعفر بن محمدؑ سے ملاقات نہ کر لوں۔ پھر وہ میرے ہاتھوں کا سہارا لیے ہوئے چلے اور حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام کے پاس پہونچے۔ وہ مسجد کے ارادے سے نکلے ہی تھے کہ وہیں ان سے ملاقات ہو گئی۔ میرے والد نے انھیں روک کر بات کرنی چاہی تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ گفتگو کا کوئی محل نہیں ہے پھر انشاء اللہ ملاقات ہو گی۔

میرے والد یہ جواب سن کر خوش خوش واپس آئے اور ایک دن کے بعد پھر گئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ میرے والد نے گفتگو شروع کی اور اثنائے گفتگو کہا، میں آپؑ پر قربان آپؑ خود بھی جانتے ہیں کہ میں آپؑ سے سن میں زیادہ ہوں، بلکہ آپؑ کے خاندان کے کچھ اور لوگ بھی آپ سے زیادہ مُسن ہیں لیکن اللہ نے جو فضل و شرف آپؑ کو عطا فرمایا ہے وہ آپؑ کے خاندان میں کسی کو بھی نہیں ملا میں آپؑ کے اوصافِ حمیدہ سے واقف ہوں اِس لیے آپؑ پر پورا بھروسہ کر کے آیا ہوں اور میں آپؑ پر قربان مجھے معلوم ہے کہ اگر آپؑ نے میری بات مان لی تو پھر آپؑ کے اصحاب میں سے کوئی میری مخالفت نہیں کرے گا، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ قریش و غیر قریش سب ہی میرے موافق ہو جائیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، سنیے! میرے سوا آپ کو اور بھی ایسے مل جائیں گے جو مجھ سے زیادہ آپ کی اطاعت کریں گے اور میری ضرورت آپ کو نہ ہو گی۔ بخدا آپ خود جانتے ہیں کہ میرا سفر کا ارادہ ہے اس لیے میں اس معاملہ میں عذر خواہ ہوں، میری نیّت حج کی ہے جس کی ادائیگی میں بڑی مشقّت درپیش ہو گی، لہٰذا میرے سوا کسی دوسرے کو تلاش کریں اور اُس سے درخواست کریں۔ اور اُسے یہ بھی نہ بتائیں کہ آپ میرے پاس آئے تھے۔

اُنھوں نے جواب دیا، مگر سارے ہی لوگوں کی نگاہیں تو آپؑ پر جمی ہوئی ہیں، اگر آپؑ اس معاملہ میں رضامند ہو جائیں تو پھر مجھے کسی کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم آپؑ کو جنگ کرنے یا کسی دوسری بات کی زحمت نہ دیں گے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ بہت سے لوگ آ گئے اور سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا۔ میرے والد نے پوچھا، میں آپؑ پر قربان، پھر آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، اچھا، انشاء اللہ پھر ملیں گے۔

میرے والد نے کہا، کیا میری خواہش پوری نہ ہو گی؟

آپؑ نے فرمایا، انشاء اللہ وہ ہو گا جو آپ کے لیے بہتر ہو گا۔

اس کے بعد میرے والد گھر واپس آ گئے اور محمد کے پاس اشقر نامی ایک شخص کو جبل جہینہ بھیجا

جو مدینہ سے دُو رات کی مسافت پر ہے، انھیں مطلع کیا کہ مقصد میں فی الجملہ کامیابی ہوئی ہے۔ قاصد تین دن کے بعد واپس آیا۔

ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم آپؑ کے حجرے میں داخل ہوئے تو میں حجرے کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا، میرے والد امام علیہ السلام کے قریب گئے پیشانی کو بوسہ دیا اور بولے، میں آپ پر قربان میں دوبارہ آپؑ کے پاس بڑی اُمید لیکر آیا ہوں، اُمید ہے کہ آپؑ میرے سوال کو رد نہ فرمائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے میرے ابنِ عم! آپ جس کام میں مصروف ہیں میں اُس کی انجام دہی سے آپ کے لیے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی گزند نہ پہونچ جائے۔

اس کے بعد دونوں کے درمیان بحث چھڑ گئی، نوبت یہاں تک پہونچی کہ میرے والد کے منھ سے وہ بات بھی نکل گئی جو اُن کے کہنے کا ارادہ نہ تھا۔ یعنی اُنھوں نے یہ کہا کہ بتائیے کس وجہ سے امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے زیادہ خلافت کے حقدار ٹھہرے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ امام حسن اور امام حسین علیہما السّلام کو اپنی رحمتوں سے نوازے، یہ آپ نے کس قسم کا سوال کیا ہے؟

میرے والد نے کہا، بات یہ ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام عدل سے کام لیتے تو انھیں چاہیے تھا کہ وہ، اس امرِ امامت کو اپنے بجائے امام حسن علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کے سپرد کر دیتے (لیکن اُنھوں نے یہ نہ کیا)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو حکم بذریعہ وحی بھیجنا تھا وہ بھیج دیا، پھر آنحضرتؐ نے جو حکم حضرت علی علیہ السلام کو دینا تھا، وہ دے دیا، اور اُسی پر حضرت علی علیہ السلام نے عمل بھی کیا اور آنحضرتؐ نے اُن کے متعلق جو عزت واحترام کے الفاظ استعمال فرمائے ہمارا بھی فریضہ ہے کہ ان کے متعلق وہی کہیں پس اگر امام حسین علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا ہوتا کہ وہ امامت کو اولادِ اکبر یا اپنی اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہو اس کے سپرد کریں تو وہ یہی کرتے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک اُن پر یہ الزام نہیں عاید ہوتا کہ اُنھوں نے امامت اپنے پاس کیوں رکھ لی، پھر یہ کہ جب دنیا سے گئے تو اس کو اپنا ترکہ اور وراثت کیوں بنا کر گئے! بلکہ اُن کو جو حکم ملا تھا اُنھوں نے اسی حکم پر عمل کیا، ویسے رشتہ میں وہ آپ کے بھی جد وعم ہیں۔ اگر آپ انھیں اچھا کہیں تو آپ کے لیے اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے اور اگر بُرا کہیں تو اللہ آپ کو معاف فرمائے یہ

بڑی ہی مخدوش بات کہی ہے۔ (جو بہتان سے کم نہیں ہے صرف امام حسین پر بہتان نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ تو اللہ تک جا پہونچتا ہے۔)

اے میرے ابنِ عم! میں آپ سے کہتا ہوں کہ میری بات سُنیں اور اسے تسلیم کریں، اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں کہ یہ بات میں آپ سے کسی حرص و طمع کی بناء پر نہیں کہہ رہا ہوں، اور کیسے نہ کہوں، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں گے۔ اور اللہ کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔

میرے والد یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، قسم خدا کی، آپ خود جانتے ہیں کہ قبیلۂ اشجع کی آبادی کے نالے کے اندر ایک جوان قتل ہوگا جس کی آنکھیں بھینگی، بال گھنگھریالے اور رنگ کالا ہوگا۔

میرے والد نے کہا، مگر وہ (میرا فرزند) محمد نہیں ہے۔ بخدا ہم لوگ ایک دن کا ایک دن سے، ایک ساعت کا ایک ساعت سے اور ایک سال کا ایک سال سے بدلہ چکائیں گے اور اس طرح تمام اولادِ ابی طالبؑ کے خون کا انتقام لیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے مجھے تو اس کا ڈر ہے کہ کہیں جریر کے اس شعر کے مصداق ہم لوگ نہ بن جائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ:

"اے جریر ایک بھیڑیے کے مقابلے میں تم اپنی بکری کو کتنا ہی میں میں کراؤ اور چاہو کہ وہ بھیڑیے پر فتح پائے تو یہ ناممکن ہے۔"

نہیں بخدا، وہ مدینہ کی چہار دیواری سے زائد پر قبضہ نہیں کرسکتا، خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے، اس کا عمل دخل طائف تک نہیں پہونچے گا، اگر اس کی حکومت قائم بھی ہوئی تو اس کا حشر یہی ہوگا۔ اس لیے اللہ سے ڈریے! اور اپنے آپ پر اور اپنے باپ کی اولاد پر رحم کریے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ مردوں کے صلب سے عورتوں کے رحم میں جس قدر نطفے منتقل ہوئے ہیں اُن میں یہ سب سے زیادہ منحوس ہے۔ یہ قبیلۂ اشجع کی آبادی میں قتل ہوگا اور صولی پر چڑھا یا جائے گا، اس لیے کہ اس نوجوان پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں۔ یہ خروج کرے گا تو شکست کھائے گا اس کا لشکر پراگندہ ہو جائے گا۔ اگر وہ میری بات مان لے تو اس کو چاہیے کہ بنی عباس سے امان طلب کرے مجھے معلوم ہے کہ یہ بات چلنے والی نہیں ہے اور یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کا یہ بھینگا، سانولا اور گھنگھریالے بالوں والا بیٹا قبیلۂ اشجع کی آبادی کے دہانے پر قتل ہو کر رہے گا۔

یہ سُن کر میرے والد یہ کہتے ہوئے اُٹھے کہ اللہ آپؑ کا ہمیں محتاج نہ کرے۔ آپؑ کا ارادہ یہ ہے کہ بیعت سے انکار کر کے آپؑ دوسروں کے لیے بھی انکار کا ذریعہ بن جائیں۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا' اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ آپ کی بھلائی اور آپ کی صحیح رہنمائی کا ہے۔ کوشش کرنا میرا فریضہ تھا (آپ مانیں یا نہ مانیں)۔

پھر میرے والد اپنا لباس سمیٹتے ہوئے غصے سے کانپتے تھراتے وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے چل دیے۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا' ایک بات اور سن لیجیے، میں نے آپ کے چچا سے جو آپ کے ماموں بھی لگتے تھے' یہ سُنا ہے کہ آپ اور آپ کے باپ کی اولاد قتل ہوگی۔ لہٰذا اگر میری بات مانیں اور مناسب سمجھیں تو بطریقِ احسن اس کا دفعیّہ کرلیں۔ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو اپنی مخلوق کے ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اُن پر مہربان اور بہت مہربان ہے' بزرگ و برتر ہے' میرے نزدیک آپ کے مقابلہ میں کسی شے کی حقیقت نہیں، میری خواہش تھی کہ میں اپنی اولاد' اپنی محبوب ترین شے اور اپنے اہلِ بیت کی محبوب ترین فرد آپ پر قربان کردوں' یہ نہ سمجھیں کہ اس میں کچھ غلو سے کام لے رہا ہوں۔

میرے والد نے یہ سب کچھ شنیدہ ناشنیدہ کردیا اور وہاں سے چلتے بنے۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس واقعہ کو تقریباً بیس شب و روز گذرے ہوں گے کہ ابوجعفر منصور کے فرستادہ آپہونچے اور اُنھوں نے میرے والد اور میرے چچا سلیمان بن حسن، حسن بن حسن، ابراہیم بن حسن' داؤد بن حسن' علی بن حسن' سلیمان بن داؤد بن حسن' علی بن ابراہیم بن حسن، حسن بن جعفر بن حسن' طباطبا ابراہیم بن اسماعیل بن حسن' عبداللہ بن داؤد کو گرفتار کرکے زنجیروں میں جکڑ لیا گیا' انھیں برہنہ محملوں پر سوار کرکے مقامِ مصلّیٰ پر لاکر کھڑا کردیا تاکہ لوگ اُن پر نفرین کریں۔ مگر بجائے نفرین کے' لوگ اُن کی حالت پر آنسو بہانے لگے پھر انھیں وہاں سے لاکر مسجدِ رسولؐ کے دروازے پر کھڑا کردیا گیا۔

عبداللہ بن ابراہیم جعفری کا بیان ہے کہ مجھے خدیجہ بنتِ عمر بن علی نے بتایا کہ جب یہ لوگ بابِ جبریل کے قریب لاکر کھڑے کیے گئے تو ادھر سے حضرت ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نمودار ہوئے۔ حالت آپؑ کی یہ تھی کہ آپؑ کی ردا زمین پر خط دیتی جاتی تھی۔ اس کے بعد بابِ مسجد سے برآمد ہوئے اور تین مرتبہ باآوازِ بلند پکار کر فرمایا اے گروہِ انصار! تم پر خدا کی لعنت، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد تو نہیں کیا تھا' اس پر بیعت تو نہیں کی تھی، مگر خدا کی قسم قضا و قدر کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے بعد آپؑ وہاں سے اس حالت میں اپنے بیت الشرف کی جانب چلے کہ ایک جوتا پاؤں میں تھا اور دوسرا آپؑ کے ہاتھ میں تھا تاآنکہ داخلِ بیت الشرف ہوئے۔

خدیجہ کا بیان ہے کہ پھر آپؑ بیس دن تک بخار میں مبتلا رہے۔ رات دن روتے تھے اور ہمیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپؑ اسی حالت میں رحلت نہ فرما جائیں۔

جعفری کا بیان ہے کہ مجھے موسیٰ بن عبداللہ بن حسنؓ نے بتایا کہ جب یہ لوگ محملوں میں باب مسجد پر لائے گئے تو امام جعفر صادق علیہ السلام مسجد سے اُٹھ کر عبداللہ بن حسن کی محمل کی طرف بڑھے تاکہ اُن سے کچھ گفتگو کریں لیکن ایک پہریدار نے آپؑ کو سختی سے روکا اور گفتگو کرنے سے باز رکھا اور کہنے لگا کہ کوئی آدمی ان کے قریب بھی نہ جائے' ان جیسوں کے لیے اللہ کافی ہے۔ پھر وہ پہریدار ان قیدیوں کو لیکر ایک گلی میں چلا گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بیت الشرف واپس چلے گئے۔ ابھی وہ لوگ بقیع تک پہونچے تھے کہ اُس سپاہی پر آفت وارد ہوئی۔ اُس کے ناقے نے اُس کے سُرین پر لات ماری اور وہ وہیں مرگیا۔

چند دن گذرے تھے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن (جبل جنہیہ سے) آئے تو انھیں خبر ملی کہ آپ کے والد اور چچاؤں کو ابوجعفر منصور نے قتل کرادیا' اب صرف حسن بن جعفر' طباطبا' علی بن ابراہیم سلیمان بن داؤد بن حسن' عبداللہ بن داؤد باقی رہ گئے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر محمد بن عبداللہ نکلے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اور میں (راوی) بیعت کرنے والوں میں تیسرا شخص تھا۔ غرض سب نے بیعت کی۔ کسی نے بھی اُن کی بیعت سے انکار نہ کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر محمد بن عبداللہ بن حسن نے عیسیٰ بن زیدؓ سے مشورہ کیا وہ اُن کے معتمد اور فوج کے سردار تھے' کہ قوم کے سربرآوردہ لوگوں سے کس طرح بیعت لی جائے۔ عیسیٰ بن زید نے کہا کہ اگر آپ نرمی سے دعوت دیں گے تو اس کو کوئی قبول نہ کرے گا' اُن پر سختی کیجیے اور اس کام کو آپ ہمارے حوالہ کیجیے۔

محمد بن عبداللہ نے کہا' تمھیں اختیار ہے۔

عیسیٰ بن زید نے کہا' پھر آدمی بھیج کر قوم کے رؤسا اور سرداروں کو بُلائیے۔ یعنی ابوعبداللہ حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام کو بلائیے۔ کیونکہ آپ جب ان پر سختی کریں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ جو سختی ان پر ہوئی ہے وہ ہم پر بھی ہوسکتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو لاکر اُس کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔

عیسیٰ بن زیدؓ نے کہا اَسلِمْ تَسْلَمْ (اسلام لاؤ سلامت رہو)۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا (تمھارا کیا مطلب ہے اس بات سے)؟

کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تم کوئی نئی نبوت لائے ہو؟

محمد بن عبداللہ بن حسن نے کہا، نہیں، بلکہ میری بیعت کرو اور امن وچین سے تم بھی رہو اور تمھاری آل بھی رہے اور تمھارا مال بھی محفوظ رہے گا، تمھیں جنگ کی زحمت نہ دی جائے گی۔

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، جنگ وجدال سے ہمارا کیا تعلق، بلکہ میں نے تمھارے والد کو بھی متنبہ کر دیا تھا کہ خود کو بچاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے، مگر جس کا وقت پورا ہو جاتا ہے اُس کو تنبیہ بھی کام نہیں دیتی۔ خیر، اے بھتیجے! اب سنو، تم جوانوں کو ساتھ لو، بیچارے بوڑھوں کو چھوڑ دو۔

محمد نے کہا، ہمارا اور تمھارا سن تو قریب قریب برابر ہی ہے (تم تو بزرگ نہیں ہو)

آپ نے کہا، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تمھارے مقابلہ میں بزرگ بنوں اور اس لیے نہیں آیا ہوں کہ اس کام میں تم کو پیچھے کر کے آگے بڑھ جاؤں۔

محمد نے کہا مگر نہیں، بخدا تھیں میری بیعت کرنی ہی پڑے گی۔

آپ نے فرمایا، میرے بھتیجے! میرے اندر نہ اس کی طلب ہے نہ اس سے گریز، میرا ارادہ ہے کہ صحرا کی طرف نکل جاؤں۔ کئی بار گھر والے اس کا تقاضا بھی کر چکے ہیں مگر ضعف ونقاہت مانع ہے۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔

محمد بن عبداللہ نے کہا، اے ابوعبداللہ! بخدا، ابوجعفر منصور دوانیقی مرگیا ہے (موقع اچھا ہے)

آپ نے فرمایا، اگر بالفرض وہ مر بھی گیا ہے تو مجھ سے کیا مطلب؟ لیکن وہ بھی زندہ ہے مرا نہیں ہے، یہ ممکن ہے کہ سویا ہوا ہو۔

خیر، تمھیں تو میری بیعت کرنی ہی پڑیگی، خواہ خوشی سے کرو خواہ جبر سے۔

آپ نے بیعت سے انکار کر دیا۔

محمد نے حکم دیا کہ ان کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔

عیسیٰ بن زید نے کہا، اگر ہم قید خانے میں ڈال بھی دیں تو وہ خراب وخستہ ہے مقفل نہیں کیا جا سکتا، خطرہ ہے کہ یہ اس میں سے بھاگ نہ جائیں۔

یہ سن کر ابوعبداللہ علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیا تمھارا ارادہ مجھے قید کرنے کا ہے؟

محمد نے کہا، ہاں، یقیناً اُس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے

نوازا، میں تم کو قید کروں گا، تم پر سختی کروں گا۔

عیسٰی بن زید نے کہا، لیجاؤ انھیں اور قید کردو۔

آپؑ نے فرمایا، میں ایک بات کہوں گا۔

عیسٰی بن زید نے کہا، خبردار، کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بولے تو تمھارا منھ توڑ دیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد بن عبداللہ سے کہا، اے الکشفُ ازرق سنو! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سوراخ کی تلاش میں ہو جس میں سما جاؤ۔ جنگ کے وقت تو تمھارا کہیں پتہ بھی نہ ہوگا میرا خیال ہے کہ جب تمھارے پیچھے تالی بجے گی تو تم شتر مرغ کی طرح دُم دبا کر بھاگو گے پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھو گے۔

یہ سن کر محمد بن عبداللہ نے آپؑ کو ڈانٹا اور حکم دیا لیجاؤ انھیں قید بامشقت کی سزا دو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر فرمایا، اے محمد بن عبداللہ! اور سنو، گویا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم قبیلۂ اشجع کے باہر وادی کے اندر ہو ایک سوار نے تم پر حملہ کیا جس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے جو نصف سفید ہے اور نصف سیاہ، وہ ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار ہے اُس نے تم پر نیزے کا وار کیا مگر اس سے وہ تمھارا کچھ بگاڑ نہ سکا، پھر تم نے اس کے گھوڑے پر وار کیا اور وہ گر پڑا، پھر آلِ ابی عمار کی گلی کے باہر ایک دوسرے سوار نے تم پر حملہ کیا جس کے دو بٹے ہوئے گیسو خود سے باہر نکلے ہوئے ہیں اور بڑی بڑی مونچھیں ہیں، وہی تمھارا قاتل ہے اللہ، مرنے کے بعد اُس کی گلی سڑی ہڈیوں پر بھی رحم نہ کرے۔

محمد بن عبداللہ نے جواب دیا کہ اے ابو عبداللہؑ! تم نے حساب تو لگایا مگر غلط لگایا ہے۔

اس کے بعد سراقی بن سلخ الحوت اُٹھا اور آپؑ کی پشت پر دھکا دیتے ہوئے لے گیا اور قید خانے میں ڈال دیا، اور آپؑ کا اور آپؑ کے ملنے والوں میں سے جنھوں نے محمد کے ساتھ خروج نہیں کیا، اُن کا سارا مال واسباب ضبط کرلیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ، جو کافی ضعیف، ایک آنکھ اور ایک پاؤں سے معذور، کو بیعت کے لیے لایا گیا۔

انھوں نے کہا، میرے بھتیجے تم دیکھ رہے ہو کہ میں بہت بوڑھا ہوں۔ مجھے تو اس کی ضرورت ہے کہ اب تم میری مدد کرو اور خدمت کرو۔

محمد نے کہا بیعت تو کرنی ہی پڑے گی۔

اُنھوں نے کہا، مگر میری بیعت سے تمھیں فائدہ کیا حاصل ہوگا، بلاوجہ میں تم پر بار بنوں گا

محمد نے سختی سے کہا، بیعت کے سوا چارہ نہیں۔

اسماعیل نے کہا، اچھا، ذرا جعفرؑ بن محمدؑ کو بلا دو، ہو سکتا ہے ہم سب مل کر تمھاری بیعت پر راضی ہو جائیں۔

راوی کا بیان کلا ہے کہ پھر جعفرؑ بن محمدؑ کو قید خانے سے بلائے گئے۔

اسماعیل نے آپؑ سے کہا، میں آپؑ پر قربان، اگر مناسب ہو تو اس پر صورت حالات واضح کر دیں، شاید یہ ہمیں چھوڑ دے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ میں اس سے کوئی بات نہ کروں گا اب تو یہ دیکھنا ہے کہ میرے متعلق اس کی رائے کیا ہے۔

اسماعیل نے کہا، اچھا، خدا کے لیے بتائیں۔ کیا آپؑ کو یاد ہے کہ میں ایک دن آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت محمد بن علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے جسم پر دو زرد رنگ کے جُبّے تھے اُنھوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا اور رونے لگے۔

میں نے دریافت کیا کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے رونے کا کیا سبب ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا، اس لیے رو رہا ہوں کہ تم بڑھاپے میں بلاوجہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ تمھارے جسم میں اتنا بھی خون نہ ہوگا کہ اس میں دو بکریوں کے سینگ بھی ڈوب سکیں۔

میں نے پوچھا، یہ کب ہوگا ؟

آپؑ نے فرمایا، جب تمھیں ایک امرِ باطل کی دعوت دی جائے گی اور تم انکار کر دو گے، اور جب تم دیکھو گے اولادِ حسنؑ میں سے ایک بھینگی آنکھوں والا منحوس شخص منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوگا، تو اُس وقت تم اپنے اعتقادات کو تازہ کر لینا اور وصیت وغیرہ سے فارغ ہو لینا۔ اس لیے کہ اسی دن ورنہ دوسرے ہی دن تم کو قتل کر دیا جائے گا

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، ہاں، ربِّ کعبہ کی قسم ایسا ہی ہوگا اور یہ واقعہ ماہِ رمضان کی ابتدائی تاریخوں میں ہوگا، میں تمھیں خدا کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تمھارے غم میں ہمیں صبر دے " اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ٥ "

اس کے بعد اسماعیل کو گرفتار کر لیا گیا، اور حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کو پھر قید خانے میں بھیج دیا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُن کے بھائی کی اولاد یعنی معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کی اولاد اُن کے پاس پہونچی اور ان لوگوں نے اسماعیل کو اپنے پاؤں سے کچل کچل کر مار ڈالا اور محمد بن عبداللہ نے آدمی بھیجا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کو رہا کر دو اور وہ رہا کر دیے گئے۔

راوی کا بیان ہے اس کے بعد ماہِ رمضان کا چاند نظر آگیا اور یہ اطلاع ملی کہ عیسیٰ بن موسیٰ مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے آرہا ہے۔ اس کے مقابلے کے لیے محمد بن عبداللہ نے یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیّار کو آگے بھیجا اور اس کے ساتھ حسن بن زید بن حسن بن حسن کی اولاد اور قاسم و محمد بن زید و علی و ابراہیم اولادِ حسن بن زید بھی موجود تھے مگر یزید بن معاویہ نے شکست کھائی اور عیسیٰ بن موسیٰ نے مدینہ میں داخل ہو کر قتلِ عام شروع کر دیا۔ اُس نے مدینہ کے قریب ذیاب نامی ایک پہاڑی کے پیچھے اور بنی عباس کی سیاہ وردی والی فوج کی معیت میں حملہ کیا تھا۔ محمد بن عبداللہ ان سے جنگ کرتے ہوئے بازار تک پہونچا۔ بنی عباس کی فوج نے اس کا پیچھا کیا، وہ وہاں سے بھاگ کر مسجدِ خوابیں پر پہونچا، وہاں نہ تو عباس کی سیاہ وردی والی فوج تھی نہ اپنی سفید وردی والی۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ کو جب قرار نہ ملا تو وہ شعب فرازہ پہونچا اور وہاں سے شعبِ ہذیل پھر وہاں سے قبیلۂ اشجع میں وارد ہوا اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق ایک سوار ہذیل کی طرف سے پیچھے سے اس پر حملہ آور ہوا اُس نے محمد بن عبداللہ پر نیزے سے وار کیا جو بیکار ثابت ہوا تو محمد بن عبداللہ نے اس پر حملہ کیا اور گھوڑے کی ناک پر ضرب لگائی ہی تھی کہ اُس سوار نے دوبارہ محمد بن عبداللہ پر حملہ کیا، محمد بھی اُس پر حملہ کرتا رہا، اُس کا نیزہ محمد بن عبداللہ کی زرہ میں اٹک گیا تو محمد نے اُسے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ اسی دوران سواروں کا سردار حمید بن قحطبہ نے ایسا نیزہ مارا کہ زرہ سے اُلجھ کر ٹوٹ گیا۔ محمد نے حمید پر پلٹ کر حملہ کیا لیکن حمید نے ٹوٹے ہوئے نیزے سے محمد پر وار کر کے اُسے گرا دیا پھر گھوڑے سے اُتر کر حمید نے دو چار ضربیں اور لگائیں اور پھر اُس کا سر کاٹ لیا۔ اب تو مدینہ میں چاروں طرف سے فوج داخل ہوگئی۔ ہم لوگ وہاں سے بھاگ بھاگ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے۔

موسیٰ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم بھی وہاں سے بھاگ کر ابراہیم بن عبداللہ کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ عیسیٰ بن زید اُن کے گھر میں روپوش ہے۔ ہم نے اُس کو ساری پریشانیوں کی خبر دی پھر ہم اور وہ وہاں سے بھی چل دیے۔ وہ راستہ ہی ختم ہوگیا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ اور ہم اپنے بھائی اشتر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن حسن کے بیٹے کے ساتھ چلے اور ملک سندھ پہونچے۔ وہاں سے بھی نکالے گئے تو پھر واپس ہوئے لیکن ہمیں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہم پر تنگ ہو چکی تھی۔ جان سخت خطرے میں تھی۔ اُس وقت مجھے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی بات یاد آگئی۔ مجبوراً خلیفہ کے پاس آیا، وہ حج میں مشغول تھا اور خانۂ کعبہ کے زیرِ سایۂ دلوار لوگوں کو خطبہ دے رہا تھا۔

میں بیساختہ اُس کے منبر کے نیچے اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا، یا امیرالمومنین! میں جان کی

امان چاہتا ہوں۔ مجھے ایک بات بتانی ہے۔

اُس نے کہا، ہاں امان ہے بتاؤ کیا بات ہے ؟

میں نے کہا، کیا میں آپ کو موسیٰ بن عبداللہ بن حسن کا پتہ بتا دوں ؟

اُس نے کہا، بتاؤ تمھارے لیے امان ہے۔

میں نے کہا، ایسے نہیں، باوثوق عہدوپیمان کیجیے۔ جب میں نے اُس سے پورا عہدوپیمان لے لیا تو کہا، میں ہی موسیٰ بن عبداللہ ہوں۔

خلیفہ مہدی نے کہا، اگر ایسا ہے تو تم انعام واکرام کے مستحق ہو۔

میں نے کہا، اچھا تو پھر مجھے اپنے اہلِ خاندان میں کسی کے پاس ایک زمین کا ٹکڑا دیدیں اور میں آپ کے پاس رہوں۔

مہدی نے کہا دیکھ بھال کر مجھے بتاؤ کہ کس کے پاس رہنا چاہتے ہو۔

میں نے کہا، آپ کے چچا عباس بن محمد کے پاس۔

عباس نے کہا، مجھے تمھاری ضرورت نہیں۔

میں نے کہا، مگر مجھے تو آپ کی ضرورت ہے۔ میں آپ کو امیرالمومنین کے حق کا واسطہ دیتا ہوں، اب چاہے آپ قبول کریں یا انکار۔

خلیفہ مہدی نے کہا، مگر یہاں کون ہے جو تمھاری شناخت کرے۔ اور اس وقت اُس کے گرد میرے بہت سے اصحاب موجود تھے۔

میں نے کہا، جی ہاں میں بتاتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے حسن بن زید، موسیٰ بن جعفر حسن بن عبیداللہ بن عباس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مجھے پہچانتے ہیں۔

اُنھوں نے بھی میری تصدیق کی کہ یا امیرالمومنین! ہم انھیں اچھی طرح پہچانتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے خلیفہ مہدی سے کہا، یا امیرالمومنین! مجھے اس مقام کی خبر اِن صاحب نے دی تھی۔

موسیٰ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق بھی تھوڑا سا جھوٹ بولا (تاکہ خلیفہ کی نظر میں اُن کا وقار قائم ہو جائے) اور وہ یہ کہ اُنھوں نے کہا تھا تم خلیفہ مہدی کو میرا سلام پہونچانا اور یہ بھی کہا تھا کہ خلیفہ مہدی امام عادل اور سخی ہے۔ (یہ سُن کر وہ خوش ہو گیا۔) اور اُس نے حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہ السلام کو پانچ ہزار دینار دینے کا حکم دیا، اور ان میں سے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے دو ہزار دینار مجھے دیے، بقیہ اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیے۔ اس کے علاوہ بھی اُنھوں نے میرے ساتھ بہت اچھے اچھے سلوک کیے۔

لہذا جب بھی محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کی اولاد کا ذکر آئے تو کہو "ان سب پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے اور ملائکہ و حاملانِ عرش اور کراماً کاتبین اُن کے لیے طلبِ رحمت کریں، خصوصاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر اور میری طرف سے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو جزائے خیر دے، خدا کی قسم اللہ کے بعد میں اِن ہی حضرات کا غلام ہوں۔

(کافی جلد ۱ ص ۳۵۸ ت ۳۶۶)

(۱۱) = خروجِ سفیانی کے وقت ظہورِ امامؑ

عبدالرحمن بن ابی ہاشم نے فضل کاتب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص ابومسلم کا خط لیکر آپؑ کے پاس آیا۔

آپؑ نے فرمایا، یہاں سے چلے جاؤ تمھارے خط کا کوئی جواب نہیں ہے۔

یہ سن کر ہم لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

آپؑ نے فرمایا، اے فضل! تم لوگ کیا سرگوشیاں کر رہے ہو؟ سنو اللہ تعالیٰ بندوں کے جلدی کرنے کی وجہ سے کسی بھی امر میں بعجلت کام نہیں کرتا بلکہ اس کی مصلحت بالکل الگ ہوتی ہے یعنی جس سلطنت کے زوال کا وقت نہیں آیا ہے اُس کا پہاڑ کی طرح اٹل ہونا بھی لازمی امر ہے، پھر فرمایا کہ ابھی فلاں بن فلاں ہوں گے اُن کے بعد فلاں بن فلاں اسی طرح تقریباً سات پشتیں گنوائیں۔

میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور آپؑ کے لیے ظہورِ امامؑ کی علامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، جب سفیانی خروج کرے گا اُس وقت تم لوگ ہماری دعوت پر لبیک کہنا۔.. یہ بات آپؑ نے تین مرتبہ کہی اور فرمایا یہ امرِ حتمی ہے۔ (کافی جلد ۸ ص ۲۷۴)

(۱۲) = طالبِ حق کا خروج

ہشام بن سالم نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "جب طالبِ حق نے خروج کیا، حضرت ابوعبداللہؑ سے کہا گیا، ہمیں گمان ہے کہ یہی یمنی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں، یعنی تو حضرت کا دوست ہوگا اور یہ (طالبِ حق) تو علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ (امالی شیخ طوسی ص ۵۹)

(۱۳) ظہورِ امامؑ کی علامت

معلّی بن خنیس سے روایت ہے کہ ظہورِ حکومتِ بنی عبّاس سے پہلے سیاہ جھنڈے والوں کے ظاہر ہوتے وقت عبدالسّلام بن نعیم و سدیر اور دیگر حضرات کے خطوط لیکر میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کے پاس حاضر ہوا جس میں تحریر تھا کہ ہم لوگوں نے طے کرلیا ہے کہ حکومت و خلافت آپؑ کو ملنی چاہیے (یہ تو صرف آپؑ ہی کا حق ہے)۔

آپؑ نے اُن خطوط کو زمین پر پھینک دیا اور فرمایا، افسوس، بالائے افسوس، میں ایسے لوگوں کا امام نہیں ہوں جن کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ "ہم میں سے جو ظہور کرے گا" وہ سفیانی کو قتل کرے گا۔ (کافی جلد ۸ ص ۲۳۱)

(۱۴) عبداللہ بن حسن کی تلخ کلامی

صفوان جمّال کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اور عبداللہ بن حسن کے درمیان تلخ کلامی ہوئی اور بات ایسی بڑھی کہ لوگ جمع ہوگئے۔ یہ رات کا وقت تھا، اُس وقت تو دونوں ایک دوسرے سے جُدا ہوگئے مگر جب صبح ہوئی تو میں کسی کام سے وہاں گیا اور دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ عبداللہ بن حسن کے دروازے پر کھڑے ہیں اور کنیز سے فرمارہے ہیں کہ میرے آنے کی ابو محمّد کو اطّلاع دے دو۔

کنیز نے اطّلاع دی، عبداللہ بن حسن باہر نکلے اور بولے، اے ابوعبداللہؑ! اتنے سویرے کیسے آگئے؟

آپ نے فرمایا، میں نے قرآن مجید میں گذشتہ شب ایک آیت کی تلاوت کی اور اُسی وقت سے مجھے بڑا قلق ہے۔

اُنھوں پوچھا، وہ کون سی آیت ہے؟

آپؑ نے فرمایا وہ یہ ہے: "اَلَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ (سورہ رعد آیت ۲۱)

ترجمہ: (اور وہ جوڑتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی سے خائف رہتے ہیں۔)

عبداللہ بن حسن نے کہا، تم سچ کہتے ہو اور مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں نے اس آیت کو اس سے پہلے قرآن مجید میں پڑھا ہی نہ تھا۔

یہ کہہ کر دونوں آپس میں گلے ملے اور رونے لگے۔ (الکافی جلد ۲ ص ۱۵۵)

○ ـــ عطیہ بن نجیح بن مطہر رازی اور اسحاق بن عمار صیرفی دونوں سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ جس وقت عبداللہ بن حسن اور اُن کے گھر والے گرفتار کر لیے گئے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبداللہ بن حسن سے اظہارِ ہمدردی کے بطور ایک خط اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : یہ خط ہے ذرّیتِ طیّبہ اور خلفِ صالح کے نام اُن کے بھائی اور ابنِ عم کی اولاد کی طرف سے۔

اما بعد: اگرچہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ تنہا اس مصیبت میں گرفتار ہیں مگر اس کا دکھ درد، غم و حزن اور کرب و بے چینی تنہا آپ کو نہیں ہے بلکہ اس کا قلق و رنج جتنا آپ کو ہے اتنا ہی مجھے بھی ہے۔ مگر میں نے اللہ کے اس حکم کو پیشِ نظر رکھا ہے جو اُس نے صاحبانِ تقویٰ کو صبر و ضبط کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے:

"وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا" (سورۃ الطور آیت ۴۸)

ترجمہ: اور اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کر۔ بیشک تو ہماری نگاہ میں ہے" (حفاظت میں ہے)

پھر ارشادِ خدائے تعالیٰ یہ ہے:

"فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ"

ترجمہ: (بس اپنے پروردگار کے فیصلے کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے (یونسؑ) کی مانند نہ ہو جانا۔) ـــ (سورۃ القلم آیت ۴۸)

پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُس وقت فرمایا جب جنگِ اُحد میں حضرت حمزہ کو قتل کر کے انھیں مُثلہ کیا گیا:

"وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ○ (سورۃ النحل آیت ۱۲۶)

ترجمہ: (اور اگر تم بدلے میں سزا دو تو ویسی ہی دو جیسی کہ تمھیں دی گئی تھی لیکن اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے (بہت) بہتر ہے۔)

یہ حکم پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر فرمایا اور اس کے بدلے میں کسی کو مُثلہ نہیں کیا۔

پھر ارشادِ باری تعالیٰ یہ ہوا کہ: (اے ہمارے رسولؐ!)

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲)

ترجمہ:۔ (اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو۔ اور اس میں تم بھی ثابت رہو۔ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تو تمھیں رزق دیتے ہیں اور عاقبت بخیر تو صاحبانِ تقویٰ کے لیے ہی ہے۔)

مزید ارشادِ پروردگارِ عالمین ہوا کہ:

"اَلَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۶، ۱۵۷)

ترجمہ:۔ (کہ جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں، اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں؛ (وہ) وہی تو ہیں جن پر اُن کے ربّ کی رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔)

پھر ایک مقام پر ارشاد ہوا:

"إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۂ زمر آیت ۱۰)

ترجمہ:۔ (بیشک صبر کرنیوالوں کو اُن کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔)

نیز قرآن مجید میں ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے فرزند سے کہا:

"وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ۝

(سورۃ لقمان آیت ۱۷)

ترجمہ: (اور صبر کر اس مصیبت پر جو تجھ پر پڑے، بیشک یہ بہت ہمت و حوصلہ کے کاموں میں سے ہے۔)

اور حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

"قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝"

(سورۃ الاعراف آیت ۱۲۸)

ترجمہ: (موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد چاہو، اور صبر کرو، بیشک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے، اور عاقبت (کا گھر) تو متقین (ہی) کے لیے ہے۔)

اور سورۂ عصر میں یہ ارشاد ہوا :

"اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪" (سورۃ العصر آیت ۳)

ترجمہ : (گروہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح بجا لائے اور حق کی تلقین کرتے رہے اور صبر کی تلقین کرتے رہے ۔)

پھر ارشاد ہوا :

"ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ؕ" (سورۃ البلد آیت ۱۷)

ترجمہ : (پھر، ایمان والوں اور صبر کی تلقین کرنے والوں اور رحم وشفقت کی تلقین کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے ۔)

پھر یہ ارشاد فرمایا :

"وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ" (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۵)

ترجمہ : (اور البتہ ہم تمھیں کچھ خوف اور بھوک اور، اموال اور جانوں اور پھلوں کے (اولادوں کے) نقصان سے ضرور آزمائش میں ڈالیں گے اور صبر کرنیوالوں کو خوش خبری دے دو ۔)

مزید ارشاد ہے :

"وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ مَا ضَعُفُوۡا وَ مَا اسۡتَکَانُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ۝" (سورہ آل عمران آیت ۱۴۶)

ترجمہ : (اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ رہ کر بہت سے اللہ والوں نے جدال و قتال کیا پس نہ تو انھوں نے اس مصیبت پر جو انھیں اللہ کی راہ میں برداشت کرنی پڑی ہمت ہاری اور نہ ہی کمزوری ظاہر کی، اور نہ ہی (دشمن سے) دبے اور اللہ صبر کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے ۔)

پھر فرماتا ہے : (سورۃ الاحزاب آیت ۳۵ میں)

"الصّٰبِرُوۡنَ وَ الصّٰبِرٰتِ" (اور صابر مرد اور صابرہ عورتیں)

پھر ارشاد ہے:

"وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ"

ترجمہ (اور صبر کر، حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔) (سورہ یونس آیت ۱۰۹)

نیز ان آیات کے علاوہ بھی قرآن مجید میں دوسری آیتیں اسی مضمون کی موجود ہیں۔

اے چچا! اور چچا کی اولاد! آپ پر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اولیاء کے دنیاوی نقصان کی ذرا سی بھی پروا نہیں اور اگر نقصان و جدوجہد اور مصائب صبر کے ساتھ ہوں تو اس سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک اور کوئی شے نہیں۔

اور اگر اس کے دشمن دنیاوی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں تو اس کی بھی اس کو کوئی فکر نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز دشمنانِ خدا نہ کسی خدا کے ولی کو قتل کر سکتے تھے نہ ڈرا سکتے تھے اور نہ روک ٹوک (پابندی عائد) کر سکتے تھے" اور ایسا بھی نہ ہوتا کہ اللہ کے دشمن امن و سکون واطمینان اور اعلیٰ معیار کی دنیاوی زندگی بسر کرتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ ظلم و سرکشی اور انتہائی بیداد سے قتل نہ کر دیے جاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے اور آپ کے جدِ امجد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کبھی کسی ظلم کو ثابت قدمی سے برداشت نہ کرتے اور آپ کے عمِ نامدار حضرت امام حسین علیہ السلام ہرگز ظلم و جور سے بھوکے پیاسے شہید نہ کر دیے جاتے۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ نہ فرماتا کہ:

"وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝" (سورۃ الزخرف آیت ۳۳)

ترجمہ: (اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ انسان ایک ہی امت (گروہ) بن جائیں گے (ایک ہی روش پر چل پڑیں گے) تو ہم ضرور اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے کہ رحمٰن سے انکار کیا اُن کے گھروں کی چھتوں کو اور اُن سیڑھیوں کو بھی جن پر کہ وہ چڑھتے ہیں، چاندی کا بنا دیتے۔)

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ نہ ارشاد فرماتا:

"اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝" (سورۃ المومنون آیت ۵۵، ۵۶)

ترجمہ: (کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو انھیں مال اور اولاد میں ترقی دے

رہے ہیں کیا اُس سے ہم اُن کی بھلائی میں تعجیل کر رہے ہیں ؟ نہیں ، بلکہ وہ " تو" بے شعور ہیں۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیثِ قدسی میں یہ نہ آتا کہ اگر مومن کے حُزن و ملال کا خیال نہ ہوتا تو میں کافر کے لیے لوہے کی پگڑی (خود) اُس کے سر پر بنا دیتا تاکہ تا ابد اُس کا سر شگافتہ نہ ہو سکے۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حدیث میں ہرگز نہ آتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک پرِ مگس (مکھی کے پر) کے برابر بھی نہیں ہے۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو کافر کو اس دنیا سے ایک قطرہ پانی بھی نہ ملتا۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ نہ آتا کہ اگر مومن پہاڑ کی چوٹی پر بھی چڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی کسی کافر یا منافق کو بھیج دے تاکہ وہ وہاں بھی اُس کو ستائے۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ ہرگز نہ آتا کہ جب اللہ کسی قوم یا کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس پر بلائیں نازل کرتا ہے اور ابھی اُسے ایک مصیبت سے نجات نہ ملتی کہ دوسری مصیبت وارد کر دیتا۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث میں یہ ہرگز نہ آتا کہ وہ دو گھونٹ جو بندۂ مومن پیتا ہے اللہ کے نزدیک ان دونوں سے زیادہ پسندیدہ کوئی گھونٹ نہیں۔ ایک گھونٹ غصّہ کا جسے وہ پی جائے۔ دوسرا گھونٹ مصیبت کے وقت صبر کا جسے وہ پی لے۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو اصحابِ رسولؐ کبھی بھی ظالموں کے لیے طولِ عمر و صحتِ بدن اور کثرتِ مال و اولاد کی دُعا نہ کرتے۔

— اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم لوگوں تک یہ حدیث نہ پہونچتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کے لیے رحمت کی دُعا، نہ فرماتے یا اُس کے لیے طلبِ مغفرت کرتے تو وہ شہید ہو جاتا۔

لٰہذا میرے عمِ بزرگوار اور پسرِ عم اور ہمارے چچا کی اولاد و بھائیو! آپ پر لازم ہے کہ صبر و رضا و تسلیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، اپنے تمام اُمور اللہ کے سپرد کر دیں، اللہ کے فیصلہ کو برداشت کریں، اُس کی اطاعت میں لگے رہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے صبر میں اضافہ کرے، اور آخرت کی بھلائی و سعادت عطا فرمائے۔ اپنی قوّت و طاقت سے اللہ تعالےٰ ہمیں اور آپ کو ہر مہلکہ سے بچائے۔ یقیناً وہ (ہر ایک کی دعا کو) سننے والا ہے اور قریب ہے اور اللہ رحمت نازل فرمائے اپنے منتخب بندے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلِ اطہار پر۔

توضیح : حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا مذکورہ خط جس میں آپؑ نے عبداللہ بن حسن کو عبدِ صالح سے خطاب فرمایا اور اپنے بنی عم کے لیے نیکی اور سعادت کی دُعاء فرمائی، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپؑ کے نزدیک وہ لوگ جو گرفتار ہوئے تھے وہ مظلوم تھے اور آپؑ کی نظر میں ممدوح اور معذور اور آپ کی محبّت کے شناسا تھے۔ لہ

اِس خط کے علاوہ اور بھی متعدد روایات ہیں جن سے آپس کی محبّت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ۔ آلِ حجر بن عدی کے غلام خلّاد بن عمیر کندی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا، کیا تم لوگوں کو اولادِ حسن کی بھی خبر ہے جو گرفتار ہو کر گئے ہیں؟ (ہمیں اُن کی خبر تو مل چکی تھی لیکن ہم نے اظہار نہ کیا) ہم نے عرض کیا کہ اُمید ہے کہ وہ سب لوگ بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپؑ نے فرمایا، افسوس، انھیں عافیت کہاں اور یہ کہہ کر آپؑ نے باوازِ بلند گریہ کیا آپؑ کے ساتھ ہم بھی رونے لگے۔

نیز حضرت فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تم میں سے شطِّ فرات پر کچھ افراد قتل ہوں گے کہ جن سے نہ اوّلین میں سے کوئی آگے بڑھ سکے گا نہ آخرین میں سے کوئی اُن کے برابر پہونچ سکے گا

نیز ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں یحییٰ بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ (یہ وہ ہیں جو اولادِ امام حسن کے محبوسین میں سے قتل ہونے سے بچ گئے تھے) ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن فاطمہؑ صغریٰ نے اور اُن سے بیان کیا اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے اُن کی جدّہٗ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان کیا کہ میرے پدرِ بزرگوار حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا کہ میری اولاد میں سے سات ایسے افراد شطِّ فرات پر مدفون ہوں گے کہ نہ جن سے اوّلین میں سے کوئی بڑھ سکے گا اور نہ آخرین میں سے کوئی اُن کے مرتبے کو پہونچ سکے گا مگر قید خانے میں ہم لوگ آٹھ عدد تھے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو سات مر چکے تھے مجھ میں کچھ جان باقی تھی مجھے لوگوں نے پانی پلایا اور میں زندہ بچ گیا۔

صاحب کتاب المصابیح نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن حسن کو جب محمل میں بٹھا کر قید خانۂ کوفہ کی طرف لیجایا جارہا تھا۔ کچھ لوگوں نے اُن سے پوچھا۔ فرزندِ رسولؐ! یہ بتائیے

لہ اس خط سے قبل کی جتنی روایات اِس کتاب میں درج ہیں اُن میں سے کسی ایک روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ امام جعفر صادقؑ سے اولادِ حسن (عبداللہ بن حسن وغیرہ) نے محبتِ امامؑ کا اظہار کیا ہو بلکہ مخالفت اور تکذیبِ امام ملتی ہے (واللہ اعلم)

کیا آپ کے فرزند مہدیٔ اُمت ہیں ؟

اُنھوں نے مدینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ محمد یہاں سے خروج کرے گا اور قتل کر دیا جائے گا۔ (وہ مہدی نہیں ہے) مہدی تو خراسان سے خروج کرے گا۔

ابو الفرج ایان بن محمد سندی سے روایت ہے کہ ایک سال حضرت ابو عبداللہؑ حج کے موقع پر تحت میزاب دعا میں مشغول تھے۔ آپ کی داہنی جانب عبداللہ بن حسن تھے اور بائیں جانب حسن بن حسن اور پشت پر جعفر بن حسن تھے کہ عباد بن کثیر بصری آیا اور بولا یا ابا عبداللہ!

آپؑ خاموش رہے۔

اُس نے تین بار آپؑ کو مخاطب کرنا چاہا، لیکن آپؑ خاموش رہے۔ چوتھی مرتبہ اُس نے کہا، یا جعفرؑ!

آپؑ نے فرمایا، اے ابو کثیر کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

اُس نے کہا کہ میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں میں نے پڑھا ہے کہ ایک شخص اس کعبہ کی عمارت کو مسمار کر کے اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو کثیر! تمھاری کتاب میں یہ غلط لکھا ہوا ہے، مگر ہاں گویا کہ میں بخدا، دیکھ رہا ہوں کہ ایک شخص زرد قدموں والا، باریک پنڈلیوں والا جس کی توند نکلی ہوئی ہو گی، گردن پتلی اور بڑے (بھاری) سر والا اس رُکن یمانی کے پاس کھڑا ہو کر لوگوں کو طواف سے منع کرے گا اور لوگ خوف وہراس کے عالم میں ہوں گے کہ ہم اہلِ بیت میں سے ایک شخص کو اللہ بھیجے گا جو اُسے اس طرح قتل کرے گا جس طرح عاد و ثمود و فرعون کی قوم کو قتل کیا گیا تھا۔

عبداللہ بن حسن نے کہا ہاں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سچ کہتے ہیں، ان کے بعد سب ہی نے آپؑ کی تصدیق کی۔

۵ ـــــ یحییٰ بن حسین حسنی نے کتاب امالی میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن سے اُن کے بھائی محمد بن عبداللہ بن حسن کے متعلق لوگوں نے دریافت کیا کہ:

کیا آپ کی نظر میں یہ وہ مہدی ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے؟

اُنھوں نے کہا، مہدی کے متعلق تو اللہ طے کر چکا ہے اور اُس نے اپنے نبیؐ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ اُن کی نسل اور اُن کے اہلِ بیت میں سے کسی کو مہدی بنائے گا، مگر نہ اُس مہدی کا نام بتایا، اور نہ کوئی زمانہ مقرر فرمایا۔ اور میرے بھائی محمدؐ تو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں اُن کے خیال کے مطابق یہ فریضہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو ادا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن آپؑ نے چونکہ کلیتہً اس سے انکار کر دیا ہے لہٰذا اب وہ اس فریضے

کی ادائیگی کے لیے اُٹھے ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں مہدی قرار دے دیا۔ جس کا تذکرہ احادیث میں ہے تو یہ اُس کا فضل و احسان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل و احسان کرے، اور اگر اللہ نے اُن کو مہدی قرار نہ دیا تو میرے بھائی اس فریضہ کو ترک نہیں کریں گے جو اُس کی طرف سے اُن پر عائد ہے محض وقت آنے کا انتظار ہے اور اس کے انتظار کا انھیں حکم بھی نہیں دیا گیا ہے۔ (الاقبال ص۵۱)

(۱۵) ــــ استجابتِ دُعا، ہمشیرہ امام جعفر صادقؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ کی ہمشیرہ اِمِ سلمہ کے فرزند اسماعیل بن ارقط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ماہِ رمضان میں شدید بیمار ہوا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ بنی ہاشم کے لوگ جمع ہو کر میرے کفن دفن کا انتظام کرنے لگے ان کی نظر میں میں مر چکا تھا، اور میری والدہ میرے غم میں آہ و بکا میں مصروف تھیں تو میرے ماموں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میری والدہ سے فرمایا کہ مکان کی چھت پر چلی جایئے اور کھلے آسمان کے نیچے دو رکعت نماز پڑھیے، بعد سلام اور تمام نماز یہ دعا پڑھیے:

" اَللّٰھم انك وھبته لی ولم یك شیئاً اَللّٰھم وانی استوھبکه مبتدئاً فاعرنیه "

(" اے اللہ! تو نے مجھے یہ فرزند اس وقت عطا فرمایا تھا جبکہ یہ کچھ بھی نہ تھا۔ یا اللہ! میرا یہ فرزند مجھے پھر سے عطا فرما دے۔")

اسماعیل کا بیان ہے کہ میری والدہ نے ایسا ہی کیا اور مجھے فوراً ہی مرض سے افاقہ ہو گیا، میں اُٹھ بیٹھا۔ اور جب سب کے لیے صبح کے ناشتے میں ہریسہ آیا تو میں بھی اُن کے ساتھ اُس ناشتے میں شریک ہو گیا اور ہریسہ کا ناشتہ کیا۔ (الکافی جلد ۲ ص ۴۷۸)

(۱۶) ــــ انصارانِ مدینہ کی بدعہدی

ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں متعدد سندوں کے ساتھ حسین بن زید سے روایت کرتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ میں قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان کھڑا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا ابو الازہر کے ساتھ اولادِ امام حسنؑ کو دارِ مروان کے قید خانے سے نکال کر ربذہ کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے۔ اتنے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے پاس آدمی بھیج کر بلایا اور دریافت فرمایا، اِدھر کیا ہو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ اولادِ امام حسنؑ کو قید خانہ سے نکال کر محملوں میں سوار کیا جا رہا ہے آپؑ نے فرمایا' اچھا بیٹھو' میں بیٹھ گیا۔ پھر اپنے غلام کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور یہ دیکھو کہ جب وہ لوگ محملوں میں سوار کر لیے جائیں تو آکر مجھے بتا دینا۔ اور خود امامؑ دعائیں پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

غلام نے کچھ دیر کے بعد آکر اطلاع دی کہ وہ لوگ محملوں میں بیٹھ کر آرہے ہیں۔
یہ سُن کر آپؑ ایک سفید بالوں کے کمبل کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں وہ لوگ (عبداللہ بن حسنؑ وغیرہ) آئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی نظر اُن پر پڑی تو بیساختہ گریہ فرمانے لگے تاایں کہ آپؑ کی ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپؑ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ خدا کی قسم انصارانِ مدینہ اور اُنکی اولاد نے بیعتِ عقبہ کے موقع پر جو رسول اللہؐ سے عہد کیا تھا اس کو توڑ کر بدعہدی کی ہے۔ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے والد نے اور اُن سے اُن کے والد نے اور اُن سے اُن کے جد نے اور اُن سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ مجھ سے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مقامِ عقبہ میں) فرمایا' اے علیؑ! ان لوگوں سے بیعت لے لو۔
میں نے دریافت کیا' یا رسولؐ اللہ! ان سے کس بات پر بیعت طلب کروں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ان سے اس امر پر بیعت طلب کرو کہ یہ جس طرح اپنی اور اپنی ذریت کی حفاظت کریں گے اسی طرح رسولؐ اور ذریتِ رسولؐ کی بھی حفاظت کریں گے"۔

مگر افسوس کہ ان لوگوں بدعہدی کی ہے ان کے سامنے سے اولادِ حسنؑ قید ہو کر گذری اور ایک شخص بھی انھیں روکنے اور مزاحمت کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھا۔ پروردگارا! تو انھیں اس بدعہدی کی سخت سزا دینا۔ مقاتل الطالبین ص۱۷۲

(۱۷) حسین بن زید کی پرورش

مخول بن ابراہیم سے روایت ہے کہ:
حسین بن زیدؒ بھی محمد و ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ خروج میں شامل تھے اور جنگ میں شریک تھے اس کے بعد روپوش ہو گئے۔

حضرت زیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حسین بن زیدؒ کی پرورش کی' اپنی گود میں پالا۔ اور حسین بن زیدؒ نے آپؑ سے علمِ کثیر حاصل کیا۔ عباد بن یعقوب کا بیان ہے کہ حسین بن زیدؒ کا لقب کثرتِ گریہ (بخوفِ خدا) کی بناء پر ذوالدمعہ ہو گیا تھا۔ (مقاتل الطالبین ص۳۸۷)

(۱۸) اولادِ علیؑ کو بغداد کی دیواروں میں چنوایا گیا

حاکم ابو احمد محمد بن محمد بن اسحاق انماطی نیشاپوری نے اپنے اسنادِ متصل کے ساتھ محمد سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر منصور نے بغداد کی تعمیر شروع کی، تو اس نے اولادِ علیؑ کو بہت سختی کے ساتھ تلاش کرایا اور اُن میں سے جو مل جاتا اُسے دیوار کے ستونوں میں کھڑا کر کے چونے اور اینٹوں سے چنوا دیتا تھا۔

ایک دن اُسے علویوں کا ایک نہایت خوبصورت بچہ مل گیا جس کا تعلق اولادِ حسنؑ سے تھا۔ اُس نے راجگیر (مستری) کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اسے ستون کے اندر کھڑا کر کے چن دو، اور اپنے معتمدین میں سے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ وہ نگرانی کرتے رہیں اور اپنے سامنے چنوا دیں۔ مستری نے اُس بچے کو ستون کے درمیان کھڑا کیا تو اُسے اُس بچے پر ترس آیا اور اس ستون میں سانس لینے کے لیے ایک سوراخ چھوڑ دیا اور بچے سے کہا کہ گھبرانا نہیں میں رات کے وقت تم کو اس میں سے نکال کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

جب رات کا کافی حصّہ گذر گیا تو وہ مستری آیا اور شب کی تاریکی میں بچے کو ستون سے نکال کر دوبارہ ستون کو چن دیا اور اُس بچے سے کہا، خدا کے لیے میرے اور میرے مزدوروں کے خون پر رحم کرنا، نہ اس کا کسی سے تذکرہ کرنا اور نہ یہاں رہنے کا ارادہ کرنا۔ بہتر ہے کہ کہیں دور ہی چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اس لیے نکالا ہے کہ کہیں قیامت کے دن آنحضرتؐ اللہ کی بارگاہ میں مدعی نہ ہو جائیں۔ پھر اس بچے کی زلفیں تراش دیں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور اُس کو تنبیہہ کی کہ اپنی ماں کے پاس ہرگز مت جانا، بس یہیں سے کسی اور جگہ نکل جاؤ۔

بچے نے اُس مستری سے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو میری ماں کو میرے متعلق جا کر بتا دو کہ میں زندہ ہوں تاکہ انھیں اطمینان و سکون حاصل ہو سکے میری جدائی پر آہ و بکا نہ کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ وہ صاحبزادہ وہاں سے نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ مستری نے بتایا کہ اس بچے نے مجھے اپنی ماں کا پتہ بتا دیا اور اپنی نشانی و پہچان کے لیے اپنی کٹی ہوئی زلفیں مجھے دیدیں۔ میں اُس پتہ پر اُس کے گھر پہونچا تو اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آ رہی تھی، میں سمجھ گیا کہ اُس بچے کی ماں رو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی کو آہستہ سے آواز دے کر بلایا اور یہ بتایا کہ اس کا بچہ زندہ ہے اور وہ زلفیں بھی اُس کے حوالہ کر کے پلٹ آیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۰۱)

(۱۹) عملِ اُمِ داؤد نیمۂ ماہِ رجب

ہم لوگ نیمۂ ماہِ رجب کے اعمال اور دعائیں اکثر رواۃ سے نقل کرتے ہیں جو اسماءِ کتابِ اجازات میں مذکور ہیں اور منجملہ ان روایات کے ایک یہ بھی ہے ۔ جب منصور دوانیقی نے عبداللہ بن حسن اور آلِ ابی طالبؑ کو قید کیا اور عبداللہ بن حسنؑ کے دونوں فرزندوں (محمد و ابراہیم) کو قتل کر دیا تو اس کے بعد داؤد بن حسن بن حسن کو بھی گرفتار کیا، یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی دایہ کے بیٹے تھے اس لیے کہ داؤد کی ماں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا ۔ بہر حال انھیں زنجیروں میں جکڑ کرلے گئے تو اُمِ داؤد کا بیان ہے کہ ایک عرصہ تک وہ عراق کے اندر قید خانے میں رہا اور مجھے اُس کی کوئی خبر نہ ملی اور ادھر میں رو رو کر اللہ سے دُعا کرتی اور دوسرے دیندار وں و صاحبانِ جہد و اجتہاد سے التجا کیا کرتی کہ میرے بچّے کی رہائی کے لیے دعا کریں ۔ مگر دیکھ رہی تھی کہ کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

بالآخر ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جو اُس وقت بیمار تھے، عیادت کے لیے گئی ۔ آپؑ کی مزاج پرسی کی اور صحت کے لیے دعا کی۔

آپؑ نے دریافت فرمایا ۔ اے اُمِ داؤد ! داؤد کا کیا حال ہے (میں نے داؤد ہی کا دودھ اُن کو بھی پلایا تھا) میں نے عرض کیا، مولا و آقا ! وہ تو کئی ماہ سے مجھ سے بچھڑا ہوا ہے سُنا ہے کہ وہ عراق میں کسی جگہ مقید ہے ۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم دعائے استفتاح کیوں نہیں پڑھتیں ؟ یہ وہ دُعا ہے کہ جس سے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعا فوراً قبول ہوتی ہے اس دعا کے پڑھنے والے کے لیے اس کی جزا اللہ کے نزدیک جنّت کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔

میں نے عرض کیا اے صادقین کے فرزند ! وہ دعا کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا ۔ اے اُمِ داؤد ! دیکھو، رجب کا پُرعظمت و پُراحترام مہینہ قریب ہے اس ماہ میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں ۔ یہ اللہ کا مہینہ ہے تم اس ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں میں روزے رکھو اور پندرہ تاریخ کو وقتِ زوال غسل کرو اس کے بعد یہ اعمال کرو اور دعا پڑھو۔

سیّد رضی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ہمارے جدِامجد داؤد بن حسن بن حسن کی والدہ کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو لکھ لیا اور واپس آئی ۔ جب ماہِ رجب آیا تو میں نے امامؑ کا بتایا ہوا عمل کیا اور رات کو سو گئی ۔ شب کے آخری حصّے میں خواب کے اندر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و نیز دیگر انبیاء و ملائکہ کو جن جن پر میں نے درود بھیجا تھا دیکھا ۔

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا "اے اُمِّ داؤد! خوش ہوجاؤ یہ سارے تمہارے اعوان واخوان، جنھیں تم دیکھ رہی ہو، تمہارے لیے سفارش کررہے ہیں، تمہارے لیے دعائیں کررہے ہیں تمہاری حاجت پوری ہونے کی مبارک بادبھی دینے کے لیے آئے ہیں۔ لو مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہارے فرزند کی حفاظت کررہا ہے وہ بہت جلد تمہارے فرزند کو تمہارے پاس واپس پلٹادے گا۔

اُمِ داؤد کہتی ہیں کہ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوئی۔ اس کے بعد صرف اتنے ہی دن گذرے تھے کہ جتنے دنوں میں ایک تیز رفتار سوار عراق سے مدینہ پہونچے، میرا فرزند داؤد میرے پاس آگیا۔ میں نے اُس سے حالات دریافت کئے۔

اُس نے بتایا کہ میں بہت سخت قید میں تھا، بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا کہ نیمۂ ماہِ رجب کی شب میں، میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سمٹ کر مختصر ہوگئی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے مصلّے پر بیٹھی ہو، تمہارے گرد وپیش کچھ لوگ ہیں جن کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان کو چھو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں، پھر مجھ سے ایک بزرگ حسین وجمیل صورت، پاکیزہ لباس پہنے ہوئے، جس سے بہترین خوشبو آرہی تھی اور میرا خیال ہے کہ وہ میرے جد حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھے، اُنھوں نے مجھے پکار کر فرمایا اے کنیز کے فرزند خوش ہوجا کہ تیری ماں کی دعا تیرے حق میں قبولِ بارگاہِ خداوندی ہوئی۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا ہی تھا کہ منصور کا آدمی قید خانے کے دروازے پر پہونچا اور اُسی شب کی تاریکی میں اُس نے حکم دیا کہ داؤد کے ہاتھ پاؤں سے زنجیریں کھول دی جائیں۔ اور فوراً ہی مجھے آزاد کرکے دس ہزار درہم دیکر ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرادیا، اور میں بڑی تیزی اس گھوڑے پر یہاں (مدینہ) پہونچا۔

اس کے بعد میں داؤد کو لیکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے داؤد! تمہاری قید سے رہائی کا سبب یہ ہوا ہے کہ منصور نے حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ میرے فرزند کو جلد رہا کردے ورنہ میں تجھے ابھی اُٹھا کر جہنّم میں ڈال دوں گا۔ اور اُس نے یہ بھی دیکھا کہ گویا حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے پاؤں کے نیچے ہی جہنّم بھی موجود ہے (جس کے شعلے لپک رہے ہیں)۔ یہ خواب دیکھ کر منصور بیدار ہوا اور اُس نے اُسی وقت تمہاری رہائی کا حکم دیدیا۔

(الاقبال ص ۱۵۳)

(۲۰) ــــ "دُعائے محنت"

کتاب الاستدراک میں اعمش سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ جب منصور نے اُس کو طلب کیا تو اُس نے غسل کیا کفن پہنا اور خود کو حنوط کیا اور حاضرِ دربار ہو گیا، منصور نے اُس سے کہا، وہ حدیث جو بنی حمان کے متعلق ہے، جسے ہم دونوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے سُنا تھا، اسے بیان کرو۔

اعمش کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کون سی حدیث ہے؟

اُس نے کہا ارکانِ جہنم والی حدیث۔

میں نے کہا، مجھے معاف فرمائیں۔

منصور نے کہا، یہ ممکن نہیں۔

مجبوراً میں نے کہا، اچھا سُنیئے: مجھ سے بیان کیا حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام نے اور اُن سے بیان کیا اُن کے آبائے کرام نے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور وہ سات فرعونوں کے منازل ہیں۔ نمرودؑ بن کنعان (فرعونِ ابراہیم) مصعبؑ بن ولید (فرعونِ موسیٰ) د ابوجہل بن ہشام، اوّل، ثانی، چھٹا (سادس) میرے فرزند کا قاتل، یزید۔

اعمش یہاں تک بیان کر کے خاموش ہو گیا۔ تو منصور نے کہا، اور ساتواں؟

اعمش نے کہا، جی ہاں، ساتواں بنی عبّاس میں سے ایک خلیفہ ہے جس کا لقب دوانیقی ہے اور نام اُس کا منصور ہے۔

منصور نے کہا، ہاں تم نے سچ کہا۔ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کو یہی فرماتے ہوئے میں نے بھی سُنا تھا۔

اِس کے اُس نے سر اُٹھایا، اور منصور کے پیچھے ایک علوی اور حسینی نوجوان کھڑا تھا جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں نہایت حسین وجمیل تھا۔

منصور نے کہا، اگر مجھے جہنم میں جانا ہی ہے تو میں اس جوان سے پہلے نہیں جانا چاہتا

اُس علوی نوجوان نے کہا، یا امیرالمومنین! آپ کو میرے آبائے طاہرین کا واسطہ مجھے تو آپ معاف کر دیں، تو بہتر ہے۔

منصور نے کہا، نہیں، پھر جلاد کو اشارہ کیا۔ جلاد نے جونہی ادھر ہاتھ بڑھایا، اُدھر اُس نوجوان کے لبوں کو حرکت ہوئی، اُس نے کچھ پڑھا جسے ہم نہ سمجھ سکے اور پڑھتے ہی وہ اس طرح پرواز کر گیا جیسے

طائر پرواز کر جائے۔

اعمش کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ نوجوان پھر مجھے مل گیا۔ میں نے کہا آپ کو جناب امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا واسطہ وہ دُعا مجھے بھی تعلیم کر دیں۔

اُس نوجوان نے کہا وہ "دعائے محنت" ہے اور یہ وہ دعا ہے جسے حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے شبِ ہجرت بسترِ رسولؐ پر سوتے وقت پڑھی تھی۔

اِس کے بعد اُس نوجوان نے وہ دعا بتائی۔

اعمش کا بیان ہے کہ ایک بار منصور ایک شخص پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس کو ایک حجرے میں بند کر دو تاکہ اس پر حکمِ سزا جاری ہو۔

غرض وہ بند کر دیا گیا اور جب پھر دروازہ کھولا گیا تو اس میں کوئی نظر نہ آیا۔

منصور نے پوچھا، تم لوگوں نے سُنا تھا، کیا وہ کوئی دعا پڑھتا تھا؟

نگرانِ زندان نے کہا، جی ہاں میں نے اس کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سُنا تھا۔

"یا من لا الٰہ غیرہ فادعوہ ولا ربّ سواہ فارجعوہ نجّنی الساعۃ۔"

ترجمہ: "اے وہ ذات جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، جس کو میں پکاروں اور اُس کے سوا کوئی پروردگار نہیں جس سے میں اُمید رکھوں، مجھے ابھی ابھی نجات دلا دے"۔

منصور نے کہا، بخدا! اُس نے خدائے کریم سے فریاد کی اور اُس نے اُس کو نجات دلا دی۔ (کتاب الاستدراک)

بحار الانوار

باب ۹

آپؐ کی مدح کرنے والے شعراء

ANSAR

① ــــ اشجع سلمی کی منظوم التجا

علی بن محمد عسکری نے اپنے آباء سے اور انھوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک مرتبہ میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں موجود تھا کہ اشجع سلمی آپ کی خدمت میں آپ کی مدح میں اشعار پیش کرنے کے لیے آیا، مگر دیکھا کہ آپ بیمار ہیں تو خاموش بیٹھ گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیسے آنا ہوا ؟

اُس نے برجستہ یہ دو شعر سُنائے۔

البسك الله منه عافیةً فی نومك المعتری وفی ارقك
یخرج من جسمك السقام کما اخرج ذلّ السؤال من عنقك

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ آپ کو لباسِ عافیت وصحت پہنائے۔ آپ خواہ خواب میں ہوں خواہ بیدار ہوں آپ کے جسم کو امراض سے اسطرح دور رکھے جسطرح اس نے آپ کو سوال کی ذلت سے دور رکھا ہے

یہ سُنکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے غلام کو آواز دی۔ اے غلام! تیرے پاس کیا ہے ؟

اُس نے کہا چار سو درہم۔

آپ نے فرمایا، اشجع کو دے دے۔

اشجع یہ رقم لیکر روانہ ہو گیا۔ تو فرمایا کہ اس کو واپس بلاؤ۔ جب وہ آگیا تو اُس نے عرض کیا، مولا، میں نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے عطا فرما دیا، اور اتنا دیدیا کہ میں غنی ہو گیا اب آپ نے واپس کیوں بلایا ہے ؟

آپ نے فرمایا، میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سُنا، اور انھوں نے اپنے آباءِ کرام سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، بہترین عطاء وبخشش وہ ہے جو عرصۂ دراز تک باقی رہے۔ میں نے جو کچھ تمھیں دیا ہے وہ چند روز میں ختم ہو جائے گا، زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہے گا۔ یہ لو میری انگوٹھی ہے اگر تم کو اس کی قیمت دس ہزار درہم ملے

تو فروخت کر دینا، ورنہ اسے لیکر فلاں، فلاں وقت آنا، میں تمھیں اس کے عوض دس ہزار درہم دے دوں گا۔

اشجع نے عرض کیا، مولا و آقا! آپؑ نے تو مجھے اب پوری طرح غنی بنا دیا۔ اب ایک التجا اور ہے کہ میں کثیر السفر ہوں خوفناک مقامات سے بھی گذرتا ہوں کوئی ایسی دعا تعلیم فرما دیجیے جس سے میری حفاظت رہے اور میں بہرصورت مطمئن ہو جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا، جب کسی مقام پر تمھیں خطرہ محسوس ہو تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھو اور باآوازِ بلند اس آیت کی تلاوت کرو۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝۸۳ (سورہ آل عمران آیت ۸۳)

ترجمہ: (کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو کوئی (جو کچھ) بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ بخوشی یا بجبر اسی کے آگے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور وہ (سب کے سب) اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔)

اشجع کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں ایک مرتبہ ایک ایسی وادی سے گذرا جہاں جنوں کا مسکن تھا۔ ایک طرف سے آواز آئی اسے پکڑو، جانے نہ دو۔ میں نے فوراً اس آیت کی تلاوت کی تو دوسری طرف سے آواز آئی اس کو کیسے پکڑیں؟ اس نے آیتِ طیبہ سے حصار کر لیا ہے۔

(امالی شیخ طوسی ص ۱۷۶)

۰ ـــ دعوات راوندی میں بھی مسلاً یہی روایت تحریر ہے (دعوات راوندی)

(۲) ـــ سید بن محمد رحمۃ اللہ

محمد بن رشید کا بیان ہے کہ:

سید بن محمد رحمۃ اللہ نے اپنی زندگی میں جو آخری اشعار اپنی موت سے ایک ساعت پہلے کہے، وہ یہ تھے۔ موت سے پہلے اُن پر غشی طاری ہوئی، چہرہ سیاہ پڑ گیا، پھر غش سے افاقہ ہوا، اور چہرہ بالکل نورانی ہو گیا۔ اُس وقت آپ نے یہ اشعار کہے:

أُحِبُّ الَّذِي مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ وُدِّهِ تلقّاه بالبشرى لدى الموت يضحك	میں اُس ذاتِ بابرکت سے محبت کرتا ہوں جس کے اہلِ مودت میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اُس کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور وہ مسکراتا ہے۔

وَمَن مَّاتَ يهوىٰ غيرهٗ من عدوه فليس له اِلّاَ اِلَى النّار مسلك	اور جو اُن کے دشمنوں میں سے کسی سے محبت کرتا ہوا مرتا ہے تو جہنم کے سوا اُس کے لیے کوئی اور راستہ نہیں۔
اَبا حسن تفديك نفسي واُسرتي ومالي وما اُصبحت في الارض اُملك	اے ابوالحسن میری جان، میرا خاندان، میرا مال بلکہ میری ساری ملکیت آپؑ پر قربان۔
اَبا حَسن اِنّي بفضلك عارف واِنّي بحبلٍ من هواك لممسك	اے ابوالحسن میں آپؑ کے فضل و شرف کو پہچانتا ہوں اور آپؑ کی محبت کی مضبوط رسّی کو پکڑے ہوئے ہوں۔
واَنت وصيُّ المصطفىٰ وابنِ عمه واِنّا نعادي مبغضيك وتارك	آپؑ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے ابن عمّ کے وصی ہیں۔ ہم لوگ آپؑ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔
مواليك ناج مومن بيّن الهدىٰ وقاليك معروف الضّلالة مشرك ولاح لحاني في علىٍّ وحزبه فقلتُ لحاك الله اِنّكَ اَعفك	آپؑ کے دوست مومن اور نجات یافتہ ہیں؛ آپؑ کے دشمن گمراہ اور مشرک ہیں؛ علیؑ اور اُن کے گروہ کے بارے میں ایک شخص نے مجھے بُرا کہا، تو میں نے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے تو نرا احمق ہے۔

(امالی شیخ مفید)

۳ ═ سیّد محمد حمیری کا عالمِ نزع

علی بن حسین بن ابی حرب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب سیّد محمد حمیری مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں اُن کی عیادت کو گیا تو دیکھا کہ وہ غشی میں تھے، وہاں اُن کے پڑوسیوں میں سے عثمانیوں کی ایک جماعت بھی بیٹھی ہوئی تھی اور سیّد محمد حمیری ایک خوبصورت کھلی پیشانی اور چوڑی گردن والے انسان تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے اُن کے چہرے پر ایک سیاہ نقطہ نمودار ہوا جیسے کسی نے سیاہی لگادی ہو، پھر وہ نقطہ بڑھتا گیا اور سارا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

یہ دیکھ کر حاضرین میں جتنے شیعہ تھے انھیں بڑا دکھ ہوا اور جتنے ناصبی تھے وہ خوش ہوئے اور طعنہ زنی کرنے لگے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد اسی مقام پر جہاں سیاہ نقطہ نمودار ہوا تھا، ایک سفید اور نورانی نقطہ نمودار ہوا، اور وہ بڑھتے بڑھتے تمام چہرے پر پھیل گیا اور سارا چہرہ نورانی ہو گیا اور سیّد محمد حمیری نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور مندرجۂ ذیل اشعار پڑھے:

كذب الزاعمون أنّ عليًّا لن ينجّي محبّهُ من هنات	وہ لوگ جھوٹے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ علیؑ بن ابی طالبؑ اپنے دوستوں کو عذاب سے نجات نہیں دلا سکتے۔
قد وربّي دخلت جنّة عدن وعفالی الالٰہ عن سیّئاتی	پروردگار کی قسم میں جنّتِ عدن میں پہونچ گیا، اور اللہ نے میرے تمام گناہ معاف فرمادیے۔
فابشروا الیوم اولیاء علیّ وتولّوا علیًّ حتّی الممات	آج میں علی علیہ السّلام کے ماننے والوں کو خوشخبری دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مرتے دم تک علی علیہ السّلام سے محبت کرتے رہیں۔
ثمّ من بعدہٖ تولّوا بنیہ واحدًا بعد واحد بالصّفات	اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں سے ایک کے بعد ایک کے دامن سے وابستہ رہیں۔
اُحبّ الّذی من مات من اھل وُد تلقّاہ بالبشری لدی الموت یضحک	میں اُس سے محبت کرتا ہوں جس سے محبت کرنے والا جب مرتا ہے تو اُسے جنّت کی بشارت دی جاتی ہے اور وہ ہنستا ہوا دنیا سے جاتا ہے

اِس کے بعد اُنھوں نے یہ کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ حَقًّا حَقًّا. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ حَقًّا حَقًّا. اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا حَقًّا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ.

اِس کے بعد اُنھوں نے آنکھیں بند کرلیں اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اُن کی روح ایک شعلہ تھا جو بجھ گیا، یا کوئی سنگریزہ تھا جو اپنے مقام سے گر گیا۔ یہ بات ہر طرف مشہور ہوگئی اور ہر مخالف و موافق اُن کے جنازے میں شریک ہوا۔

(۴) آلِ محمدؐ کی مدح بزبانِ حمیری

جبلہ بن محمد بن جبلہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میرے پاس سیّد ابن محمد حمیری اور جعفر بن عفان طائی دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ سیّد حمیری نے جعفر بن عفان سے کہا: بڑا افسوس ہے کہ تم آلِ محمدؐ کی شان میں ایسے اشعار کہتے ہو:۔ ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ اے آلِ محمدؐ! کیا بات ہے کہ تمھارے گھر بالکل خراب و خستہ

ہیں اور تمھارے جسموں پر لباس بھی بدترین قسم کے ہیں۔

جعفر نے کہا، اس میں تمھیں کیا خرابی نظر آئی؟

سید حمیری نے کہا، میاں جب تمھیں مدح کا سلیقہ نہیں آتا تو خاموش رہا کرو۔ بھلا آلِ محمدؐ کی مدح کہیں اس طرح کی جاتی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی طبیعت، اپنے علم اور منتہائے فکر سے مجبور ہو۔ دیکھو! میں اُن کی مدح اس طرح کر کے تمھاری مدح پر پانی پھیر تا ہوں۔ سنو!

اُقسم باللہ و آلائہ ۔ والمرءُ عمّا قال مسئول	میں اللہ اور اُس کی دی ہوئی تمام نعمتوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ انسان جو کچھ کہتا ہے وہ اس کا جواب دہ اور ذمّہ دار ہے۔
اِنَّ علیَّ بن اَبی طالب ۔ علی التُّقی والبِرِّ مجبول	بیشک علیؑ ابن ابی طالبؑ کی فطرت و جبلّت تقویٰ و خیر پر ہے۔
واِنَّہٗ کانَ الامام الّذی ۔ لَہٗ علَی الاُمّۃ تفضیل	یہ وہ امام ہیں (بلاشبہ) جو تمام اُمّتِ مسلمہ میں سب سے (زیادہ) افضل ہیں۔
یقول بالحقِّ ولعنی بہ ۔ ولا تلھیّہ اِلّا باطیل	وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ حق ہی حق ہوتا ہے اور باطل کی بھلا کیا مجال ہے کہ انھیں جادۂ حق یا کلمۂ حق سے ہٹا دے

(یہ مسلسل گیارہ اشعار ہیں)

پھر سید حمیری نے کہا، دیکھو جعفر! یوں مدح کیا کرتے ہیں۔ اور تم نے جو مدح کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی فقیر و مسکین کی حالت بیان کر رہے ہو۔

جعفر نے اُٹھ کر سید حمیری کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا، اے ابوہاشم تم بمنزلۂ سر کے ہو اور ہم شاعری میں بمنزلۂ دُم کے ہیں۔ (امالی شیخ طوسی ص ۱۲۴)

۵ــــ مرزبانی سے روایت ہے کہ: میں نے محمد بن قاسم بن مہرویہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ روایت دیکھی کہ:

بیان کیا مجھ سے حمدونی شاعر نے کہ میں نے سید ابن محمد حمیری کے یہ دو شعر ریاشی کو پڑھتے ہوئے سُنا: (ترجمۂ اشعار یہ ہے)

۱۔ جو شخص حضرت ابوالحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ کا دشمن ہے سمجھ لو کہ وہ عقل و رائے سے بالکل کورا ہے اُس کی دلیلیں مذبوح و مقتول ہیں۔

۲۔ اللہ اُسکی معذرت کبھی قبول نہ کرے گا اور کوئی ٹھوس و کامیاب دلیل اُسکو تلقین نہ کرے گا۔ (امالی شیخ طوسی ص ۱۲۱)

○ — حیان بن سراج سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے سیّد بن محمد حمیری کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں پہلے غالیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور محمد بن حنفیہ کی غیبت کا قائل تھا اور ایک زمانے تک اس گمراہی میں مبتلا رہا۔ یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے ذریعے سے مجھے جہنّم سے بچایا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔

اُس کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کے اندر امامت کی صحیح نشانیاں دیکھیں تو یقین کرلیا کہ یہ واقعاً میرے لیے اور سارے اہلِ زمانہ کے لیے اللہ کی حجّت ہیں اور درحقیقت یہی وہ امام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن کی اطاعت فرض اور اقتدیٰ لازم قرار دی ہے۔

میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا، فرزند رسولؐ! ہم لوگوں کے پاس آپؑ کے آبائے کرام کی صحیح روایات غیبت کے متعلق پہونچی ہیں۔ یہ فرمائیے کہ غیبت کس امام کے لیے ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، میرے چھٹے فرزند کے لیے (چھٹی نسل میں میرے فرزند کے لیے) جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہویں امام ہوں گے۔ یعنی پہلے امام حضرت امیرالمومنین، علی ابن ابی طالبؑ علیہ السّلام اور بارہویں امام قائم بالحق، بقیۃ اللہ فی الارض صاحب الزّمان ہیں خدا کی قسم! اگر اُن کو غیبت اختیار کیے ہوئے عمرِ نوحؑ کے برابر بھی عرصہ گذر جائے تو بھی وہ دنیا سے اُس وقت تک نہیں اُٹھیں گے جب تک ظہور نہ کریں اور زمین کو قسط و عدل سے اسی طرح نہ بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

سیّد ابن محمد حمیری کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا یہ ارشادِ گرامی سُنا تو اُن کے سامنے اپنے سابقہ اعتقاد سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اور ایک قصیدہ کہا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

• فلمّا رأیتُ النّاس فی الدّین قد غووا تجعفرت باسم اللہ فیمن تجعفروا	جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دین میں رہتے ہوئے گمراہ ہوچکے ہیں تو میں اللہ کا نام لیکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا پیرو بن گیا۔
• تجعفرت باسم اللہ و اللہ اکبر و اَیقنتُ اَنّ اللہ یعفو و یغفو	اس طرح میں جعفری العقیدہ بن گیا، واقعاً اللہ بہت بڑا ہے۔ میں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے گا اور بخش دیگا۔

یہ قصیدہ بہت طویل ہے جس میں انھوں نے اپنے پچھلے یعنی پہلے جس عقیدہ پر تھے کو ترک کرنے اور جعفری العقیدہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

سید ابن محمد حمیری کا ایک دوسرا قصیدہ ہے جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

خلاصہ :۔ اے مدینہ کی طرف جانے والے ناقہ سوار جب تو دور دراز صحارا کو (ریگستانوں کو) طے کرتا ہوا منزل پر پہونچے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو تو میری طرف سے کہنا کہ اے اللہ کے ولی، اے امین اللہ اور ابنِ خدا کے فرزند! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، میں جو محمد حنفیہ کی امامت کا قائل ہوا تھا تو اس لیے نہیں کہ مجھے رسولِ مقبول کی آلِ پاک سے کوئی دشمنی تھی، بلکہ اس لیے قائل ہوا تھا کہ میں نے یہ روایت سُنی تھی کہ آنحضرت کا ایک وصی غیبت اختیار کرے گا اور برسوں پردۂ غیبت میں رہے گا اس کے بعد ظہور کرے گا اور حق کا عَلَم لیکر پردۂ غیبت کو چاک کر کے دشمنانِ اسلام سے جنگ کرے گا اور انھیں قتل کرے گا۔ اور جب لوگوں نے یہ روایت کی کہ محمد حنفیہ غائب ہیں تو میں یہ سمجھا کہ یہی مہدی ہیں جو ظہور کے بعد زمین کو عدل و داد سے بھر دیں گے۔

مگر جب آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ مہدی نہیں ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں، آپ کا قول حجت ہے وہ مہدی اور ہیں جو آخری زمانہ میں آئیں گے اور ایک طویل عرصہ تک پردۂ غیبت میں رہیں گے۔ اس کے بعد اُن کا ظہور ہوگا اور وہی ساری زمین کو شرق سے غرب تک قسط و عدل سے بھر دینگے۔ اب یہی میرا دین اور یہی میرا اعتقاد ہے۔ اب اس پر مجھے بُرا کہنے والے کتنا ہی بُرا کہیں۔

اس قصیدہ میں اٹھارہ اشعار ہیں جن کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور واضح ہو کہ اس حدیث کا راوی حیان سراج کیسانیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ (کمال الدین و تمام النعمہ جلد ۱ ص ۱۱۲ تا ۱۱۵)

(۵) = امامت کی گواہی نئے انداز میں

داؤد رقی کا بیان ہے کہ سید حمیری کو معلوم ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے جب اُن کا ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا "سید کافر"۔

یہ خبر پاکر وہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔

مولا! آپ کی شدید محبت دل میں رکھنے اور آپ حضرات کی محبت کی وجہ سے سارے زمانے کی دشمنی مول لینے کے باوجود کیا میں کافر ہی ہوں؟

آپ نے فرمایا، مگر اس محبت سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہے تاوقتیکہ تم اپنے زمانہ کی حجت کا اقرار نہ کرو، یہ کہہ کر آپ نے سید حمیری کا ہاتھ پکڑا ایک حجرے میں لے گئے وہاں ایک قبر تھی۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور قبر پر ہاتھ رکھا، قبر شگافتہ ہوئی اس میں سے ایک شخص اپنے سر و ریش سے

مٹی جھاڑتا ہوا برآمد ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا آپ کون ہیں ؟

اُنھوں نے کہا، میں محمد بن علیؑ المعروف بہ ابن حنفیہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اور میں کون ہوں۔ ؟

اُنھوں نے کہا، آپؑ جعفر بن محمدؑ اور اپنے زمانے کے حجتِ خدا (امام) ہیں۔

اس کے بعد سیّد حمیری وہاں سے یہ شعر پڑھتے ہوئے نکلے کہ : ع

ع تجعفرت باسم الله فیمن تجعفرا

(اللہ کا نام لیکر میں آج سے جعفری العقیدہ بن گیا)

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۳۷)

⑥ ــــ حنوط وکفن

عثمان بن عمر الکوار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیّد حمیری نے کہا ذرا دروازے پر جاؤ، وہاں تمھیں ایک غلام نوبی سرخ خچر پر سوار ملے گا، وہ اپنے ساتھ کچھ حنوط اور کفن لایا ہے، تمھیں دے گا۔

عثمان کہتا ہے کہ میں دروازے پر گیا تو اسی طرح کا ایک غلام ملا، اُس نے مجھ سے کہا، اے عثمان ! میرے آقا جعفر بن محمدؑ نے تم سے کہا ہے کہ وہ وقت کب آئے گا، جب تم اپنے کفر وضلالت کو ترک کرو گے ؟ اللہ نے تم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ تم سیّد حمیری کی خدمت کے اہل ہو۔ لہٰذا اُس نے تمھیں اس کام کے لیے منتخب کیا، اس لیے تم سیّد کی تجہیز وتکفین کا سامان لے لو۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صفحہ ۳۷)

⑦ ــــ توبۂ حمیری

کتاب اغانی میں ہے کہ عباد بن صُہیب کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؑ کو سیّد حمیری کی وفات کی خبر سنائی گئی۔ آپؑ نے اُس کے لیے مغفرت اور ترحم کی دعا فرمائی تو ایک شخص نے کہا، فرزندِ رسولؐ ! وہ تو شرابی تھا اور رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے میرے جد سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ آلِ محمدؐ سے محبت کرنے والے جبتک توبہ نہ کرلیں نہیں مرتے۔ اور اس نے بھی توبہ کرلی تھی یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے مصلّے کا ایک گوشہ اُٹھایا جس پر آپؑ بیٹھے ہوئے تھے اور اُس کے نیچے سے

ایک خط نکالا جو سیّد حمیری کا تھا۔ اور کہا "لو یہ دیکھ لو اس نے توبہ کر لی اور مجھ سے دعا کا طالب ہے۔"

سیّد حمیری کے حالات میں یہ بھی تحریر ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے موضوع پر مومنِ طاق سے اس کا مناظرہ ہوا جس میں اس پر مومنِ طاق غالب آگیا تو سیّد حمیری نے یہ اشعار جن کا خلاصہ مندرجۂ ذیل ہے، کہے۔

خلاصۂ اشعار: "میں نے محمد ابن خولہ کی امامت کا اعتقاد چھوڑا اور دینِ امام جعفر صادقؑ اختیار کیا، وہ واقعتاً بنی ہاشم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور خدائے رزاق کے نور ہیں۔ ان کی امامت کے سارے ثبوت مجھے مل گئے۔ میں نے اُن کا دین اختیار کر لیا اور میں کوئی ایسا احمق تو نہیں ہوں جیسے (اول و دوم) حبتر اور ابو حامق کہ ہدایت کے بعد بھی نہیں مانتے۔"

یہ سُن کر مومنِ طاق نے کہا، بہت خوب، ہاں اب تم راہِ راست پر آئے ہو، اب تم جنت کے حقدار ہو گئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ صہ ۳۷)

۵ ــــ کتاب مناقب میں سیّد حمیری کے یہ اشعار بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

خلاصۂ اشعار:

میں حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی مدح کر رہا ہوں۔ یہ بھی ہمارے نبی محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں میں سے ہیں اور اللہ کی رسیوں میں سے ایک رسّی ہیں۔ جب ان کے پُر جلال چہرے پر نظر پڑتی ہے تو آنکھیں جھپک جاتی ہیں۔ ان کے علم کے دریا سے تو ساری مخلوق سیراب ہوتی ہے۔ یہ وارثِ ارض ہیں، سب لوگ ان کے متعلقین اور عیال ہیں۔ اے حجتِ خدا! اور زعیم آلِ محمدؐ، وصیِ محمد مصطفٰے کے فرزند اور کمالات میں احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالکل شبیہ، آپؑ دخترِ رسولؐ کے فرزند ہیں۔ آپؑ کا نور بھی محمدؐ ہی کے نور کا ایک حصہ ہے، آپؑ کی روح بھی آنحضرتؐ کی روح سے ماخوذ ہے۔ آپؑ کو جس نے امامِ برحق تسلیم کیا اس نے نجات حاصل کی جس نے تسلیم نہ کیا وہ ہلاک ہوا۔ ہدایت اور گمراہی کا معیار آپؑ ہیں۔ میں نے آپؑ کی مدح و ثناء کی ہے لیکن حقِ مدح ادا نہ کر سکا۔

(مناقب جلد ۳ صہ ۳۷۱)

(۸) ـــ مُحبِ علیؑ پر اللہ کی رحمت و بخشش

فضیل رسّان سے روایت ہے کہ زیدؑ بن علیؑ کی شہادت کے بعد میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ

مجھے ایک حجرے کے اندر دوسرے حجرے میں لے گئے اور وہاں پہونچ کر فرمایا اے فضیل! کیا میرے چچا زید قتل کر دیے گئے ؟

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان (جی ہاں)

آپ نے فرمایا، اللہ اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، وہ ایک مردِ مومن تھے، اور عارف باللہ، عالم اور راست گو تھے۔ اگر وہ فتحیاب ہوتے تو یقیناً اپنے عہد کو پورا کرتے اگر اُن کو حکومت کا موقع ملتا تو ان کو معلوم تھا کہ حکومت کیسے کی جاتی ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا! میں اس سلسلہ میں چند اشعار سناؤں ؟

آپ نے فرمایا، ابھی ٹھہرو، پھر آپ نے غلام کو حکم دیا، پردے ڈال دو، اور دروازے کھول دو۔ پھر آپ نے فرمایا، اب سناؤ۔

میں نے سید ابن محمد حمیری کے چند اشعار سنائے (جن کا ایک مصرع یہ ہے)

"لِاُمّ عمرو باللوی مربع"

پردے کے پیچھے سے آواز آئی، یہ اشعار کس کے ہیں ؟

میں نے عرض کیا سیّد ابن محمد حمیری کے ہیں۔

آواز آئی اللہ اس کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔

میں نے عرض کیا، مگر میں نے اُس کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

آواز آئی، اللہ اُس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

میں نے عرض کیا، میں نے اسے نبیذ رستاق پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

آواز آئی، تمھارا مطلب نشہ آور شراب سے ہے ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آواز آئی، اللہ اُس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، علیؑ کے محب کو بخش دینا اللہ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ (رجال کشی ص ۱۸۴)

⑨ سیّد ابنِ محمد حمیری کو سیّد الشعراء کا خطاب

محمد بن نعمان سے روایت ہے کہ میں سیّد ابن محمد حمیری کے پاس گیا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب اُن (پر موت کی غشی طاری تھی) کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا، آنکھیں

زرد تھیں اور بار بار پیاس لگتی تھی۔ وہ اُس وقت حضرت محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل اور اُن ہی کے پیرو تھے اور شراب نوشوں میں اُن کا بھی شمار تھا۔

اتفاق کی بات کہ اُس وقت حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام ابو جعفر منصور کے پاس سے کوفہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ سید ابن محمد حمیری کی یہ حالت دیکھ کر میں حضرت ابو عبد اللہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں آپؑ پر قربان، میں سید ابن محمد حمیری کے پاس سے آرہا ہوں، شراب نوشی کی وجہ سے اُس کا چہرہ سیاہ ہوگیا ہے آنکھیں زرد ہیں اور پیاس کی شدت ہے، زبان بند ہوچکی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، میری سواری تیار کی جائے،

سواری تیار کی گئی اور آپؑ روانہ ہوگئے۔ میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا، سید حمیری کے گھر پہونچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اُس کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپؑ اُس کے بالینِ سر بیٹھ گئے اور آواز دی "اے سید"

آپؑ کی آواز سُن کر سید حمیری نے آنکھیں کھول دیں اور آپؑ کو دیکھنے لگا، اُس کا چہرہ سیاہ ہوچکا تھا اور وہ بات نہ کرسکتا تھا اس لیے بیساختہ رو پڑا۔

ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ کچھ بات کرنا چاہتا ہے مگر بات نہیں کرسکتا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے لبوں کو حرکت دی (کوئی دعا پڑھی) فوراً سید حمیری کی قوتِ گویائی واپس آگئی اور اُس نے کہا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ کے دوستوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، سید! پہلے حق کا تو اقرار کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا ساری تکالیف دور فرمادے گا اور تمھیں اُس جنت میں داخل فرمائے گا جس کا اُس نے اپنے اولیاء سے وعدہ فرمایا ہے۔

سید حمیری نے فوراً کہا " تجعفرتُ بسم اللہ واللہ اکبر
(میں خدائے بزرگ کا نام لے کر جعفری العقیدہ ہوگیا۔)

اور ابھی حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام اُس کے پاس ہی تھے کہ سید حمیری اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ سید ابن محمد حمیری سے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ تو آپؑ نے فرمایا، تمھاری ماں نے تمھارا نام سید رکھا ہے، تم تو واقعی سید الشعراء ہو اور اس کی طرف سید حمیری نے اپنے اشعار میں اشارہ بھی کیا ہے:

ولقد عجبت لقائل لی مرّة
علّامة فهم من الفقہاء
سمّاك قومك سيّدًا صدقوا به
أنت الموفق سيّد الشعراء

ایک مرتبہ مجھ سے فقہا میں سے سب سے بڑے فقیہ وعالم نے فرمایا کہ اگرچہ تمھارا نام سیّد ہے (اسی نام سے لوگ تمھیں پکارتے ہیں) تم تو واقعًا سیّد الشعراء ہو۔

ما أنت حين تخصّ آلِ محمّد
بالمدح منك وشاعر بسواء

• خصوصاً، جب تم آلِ محمّد کی مدح کرتے ہو تو دوسرے شعرا تمھاری برابری نہیں کر سکتے۔

مدح الملوك ذوی الغنی لعطائهم
والمدح منك لهم لغير عطاء

• بات یہ ہے کہ امراء و بادشاہوں کی مدح تو عطاء و بخشش کی لالچ میں ہوتی ہے مگر آلِ محمدؐ کی مدح اس لالچ میں نہیں ہوتی بلکہ خلوصِ دل سے ہوتی ہے۔

فابشر فانك فائز فی حبهم
لو قد وردت عليهم بجزاء

• تمھیں مبارک وخوشخبری ہو کہ تم آلِ محمدؐ کی محبت پر فائز ہو، جب تم آلِ محمدؐ کے پاس جزاء کے لیے پہونچوگے۔

ما يعدل الدنيا جميعًا كلّها
من حوض أحمد شربة من ماء

تو... محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوضِ کوثر کا ایک گھونٹ پانی کا مقابلہ دنیا کی تمام نعمتیں بھی نہیں کر سکتیں۔

(رجال کشی ص ۱۲۵)

(۱۰) — آنحضرتؐ نے سید حمیری سے فرمایا

سہل بن ذبیان کی یہ روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السّلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا "خوش آمدید"، اے ابنِ ذبیان! ابھی میں نے ارادہ کیا تھا کہ آدمی بھیج کر تمھیں بلاؤں۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں خود ہی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو گیا جو حکم میرے لیے ہو، ارشاد فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں نے گذشتہ شب ایک خواب دیکھا، اُسی وقت سے مجھ پر رقّت

طاری ہے۔

میں نے عرض کیا، اللہ چاہے گا تو اس کی تعبیر اچھی ہی ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابن ذبیان! میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لیے ایک سیڑھی رکھدی گئی ہے جس میں سو ڈنڈے ہیں۔ میں اوپر چڑھ گیا۔

میں نے عرض کیا، مولا! مبارک ہو، یہ طولِ عمر کی دلیل ہے انشاء اللہ، اب آپؑ سو سال زندہ رہیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔

پھر فرمایا، اے ابنِ ذبیان! جب میں سیڑھی کے ذریعے سے اوپر چڑھا تو دیکھا کہ میں ایک سبز رنگ کے قبہ میں داخل ہوا ہوں جو اس قدر لطیف ہے کہ باہر کی ہر چیز اندر سے صاف نظر آتی ہے۔ وہاں میں نے اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ آپؐ کے دائیں اور بائیں دو حسین وجمیل بچے ہیں جن کے چہروں سے نور ساطع ہے۔ وہیں میں نے ایک معظمہ نورانی شکل کو دیکھا کہ وہ بھی موجود ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ آنحضرتؐ کے سامنے نورانی شکل کے ایک شخص ہیں وہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ دیکھا کہ اُن حضرت سامنے ایک شخص کھڑا ہوا یہ قصیدہ پڑھ رہا ہے۔ ع

"لِاُمِّ عمرو باللّوی مربع" ...... الخ

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا، مرحبا، اے میرے فرزند! اے علیؑ بن موسیٰؑ رضا، یہ تمھارے پدرِ علیؑ ہیں انھیں سلام کرو۔ میں نے سلام کیا، پھر فرمایا، یہ تمھاری والدہ فاطمہ زہراؑ ہیں، انھیں سلام کرو۔ میں نے انھیں بھی سلام کیا پھر فرمایا، یہ دونوں بھی تمھارے پدرِ عالیقدر حسنؑ وحسینؑ ہیں، انھیں بھی سلام کرو۔ میں نے انھیں بھی سلام کیا، پھر فرمایا اور اِس ہمارے شاعر و مدّاح سیّد اسماعیل حمیری کو بھی تو سلام کرو جس نے دنیا میں ہماری مدح کی ہے میں نے اسماعیل حمیری کو بھی سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّد حمیری سے کہا، ہاں، اب جو تم پڑھ رہے تھے پھر سے پڑھو۔ اُس نے یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

لِاُمِّ عمرو باللّوی مربع طامسة اعلامه بلقعٗ

جب وہ قصیدہ پڑھتا ہوا اس شعر پر پہونچا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ "جب ان لوگوں نے آنحضرتؐ سے کہا، آپؐ یہ فرمائیں کہ آپؐ کے بعد آپؐ کا نائب کون ہوگا، جس کی طرف رجوع کیا جائے۔؟"

"تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور کہا، پروردگارا! تو مجھ پر اور ان لوگوں پر گواہ ہے کہ میں نے ان کو بتا دیا تھا کہ میرے بعد میرے نائب یہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں"

یہ کہہ کر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا جو سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب سید اسماعیل حمیری اپنا قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"اے علی بن موسیٰؑ! اس قصیدہ کو زبانی یاد کر لو اور میرے شیعوں کو بھی حکم دو کہ وہ بھی یاد کر لیں اور یاد رکھیں کہ اس قصیدہ کو جو یاد کرے گا اور اس کو برابر پڑھتا رہے گا اس کے لیے میں جنّت کا ضامن ہوں۔ پھر وہ قصیدہ میرے سامنے بار بار پڑھا گیا اور مجھے زبانی یاد ہو گیا۔

واضح ہو کہ اس قصیدہ میں چوّن (۵۴) اشعار مرقوم ہیں جن میں سے چند جو بہت ہی خاص ہیں نقل کیے جاتے ہیں تاکہ باعثِ ثواب اور استحقاقِ جنّت ہوں۔ علاوہ ازیں شاعر کے نظریہ و تخیّل کی بلند پروازی کے بارے میں بھی علم ہو سکے (آنحضرتؐ نے اس قصیدہ کو زبانی یاد کرنے کی تاکید امام علی رضاؑ نیز اپنے شیعوں کو فرمائی ہے۔) چند تمہیدی اشعار کے بعد شاعر کہتا ہے:

ترجمہ:	قصیدہ کے اشعار:
مجھے تعجب ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک مقام پر کچھ لوگ طمع ملک میں آئے اور	• عجبتُ مِن قومٍ اَتوا اَحمدًا وفیھم فی الملك من یطمع
بولے، یا رسول اللہ! اگر مناسب سمجھیں تو آپؐ ہمیں یہ بتا دیں کہ:	• قالوا لہ: لوشئتَ اَعلمتنا بخطّۃ لیس لھا موضع
جب آپؐ ہم سے جُدا ہو جائیں گے تو آپؐ کے بعد وہ کون ہے جس کی طرف رجوع کیا جا سکے؟	• اِذَا توفّیتَ و فارقتنا اِلیٰ من الغایۃ والمفزع
آپؐ نے فرمایا، اگر میں تم لوگوں کو بتا بھی دوں کہ میرے بعد کون میرا وصی ہو گا جب بھی تم لوگ اُس کے ساتھ وہی سلوک کروگے	• فقال: لو اعلمتکم مفزعًا کنتم عسیتم فیہ اَن تصنعوا
جو گوسالہ پرستوں (قومِ موسیٰؑ) نے ہارونؑ کے ساتھ کیا تھا	• صنیع اھل العجل اِذا فارقوا ھارون فالترك لہ اَودع
پھر اللہ کا حکم (مقامِ غدیر پر) پہونچا کہ	• ثمّ اَتتہ بعد ذا عزمۃ من رّبّہ لیس لھا مدفع

ابلغ والّا لم تکن مبلغاً
واللّٰه منهم عاصم یمنع

میرا یہ حکم بندوں تک پہونچا دو اگر تم نے نہ پہونچایا تو سمجھ کہ تم نے کارِ رسالت بالکل انجام ہی نہیں دیا۔ البتہ اللہ لوگوں کے شر سے تمھاری حفاظت کرے گا۔

فعندها قام النبیّ الذی
کان بما یأمره یصدع

• اس حکم کو پاتے ہی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کھڑے ہوگئے

یخطب مأموراً وفی کفّه
کفّ علیؑ ظاهراً تلمع

• ایک خطبہ دیا، پھر علیؑ کے "دونوں" بازو تھامے اور انھیں بلند کیا درآنحالیکہ سارا مجمع آپؐ کے سامنے تھا۔

من کنت مولاه فهذا له
مولیٰ فلم یرضوا ولم یقنعوا

• (اے لوگو! سنو!) جس کا میں مولا ہوں پس اس کا یہ (علیؑ) بھی مولا ہے

فاتّهموه وحنت منهم
علی خلاف الصّادق الاضلع

• یہ سن کر لوگ نبی صادقؐ کے خلاف ہوگئے اور آپؐ پر طرح طرح کے اتہام لگائے کہ یہ اقربا پروری کر رہے ہیں (وغیرہ وغیرہ)

حتی اذا واروه فی قبره
وانصرفوا عن دفنه ضیّعوا

• پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے انتقال فرمایا اور آپؐ کو دفن کر کے لوگ واپس ہوئے تو آپؐ کے اس اعلان کو اُن لوگوں نے پسِ پشت ڈال دیا۔

وازمعوا غدراً بمولاهم
تبّاً لما کان به ازمعوا

• اور انھوں نے اپنے مولا سے غدّاری کی

لاهم علیه یردوا حوضه
غداً ولا هو فیهم یشفع

• کل یہ لوگ جب حوضِ کوثر پہ وارد ہوں گے تو نہ اُن کو حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور نہ اُن کی شفاعت کی جائے گی۔

والناس یوم الحشر رایاتهم
خمس فمنها هالك اربع

• میدانِ حشر میں لوگوں کے پانچ جھنڈے ہوں گے۔ ان میں سے چار جھنڈوں کے نیچے

جو لوگ جمع ہوں گے اُن کی نجات نہ ہوگی وہ ہلاک ہوجائیں گے۔

- فرایۃ العجل و فرعونھا وسامریّ الامّۃ المشنع
  اور ان چاروں میں سے ایک جھنڈا تو سامریٔ اُمت کے ہاتھ میں ہوگا۔

- ورایۃ یقدمھا اَدلم عبد لئیم لکع اکوع
  دوسرا جھنڈا ایک حبشی غلام کے ہاتھ میں ہوگا۔

- ورایۃ یقدمھا حبتر للزور والبھتان قد اَبدعوا
  اور تیسرا جھنڈا حبتر کے ہاتھ میں ہوگا۔

- و رایۃ یقدمھا نعثل لا بردّ اللہ لہ مضجع
  اور چوتھا جھنڈا نعثل کے ہاتھ میں ہوگا

- اربعۃ فی سقر اُودعوا لیس لھا من قعرھا مطلع
  ان چاروں جھنڈوں کے نیچے جاکر جمع ہونے والے لوگ سب کے سب نارِ سقر (جہنّم کی آگ) میں جلائے جائیں گے۔

- و رایۃ یقدمھا حیدر و وجھہ کالشمس اِذ تطلع
  پانچواں جھنڈا حضرت حیدرِ کرّار کے ہاتھ میں ہوگا جن کا چہرہ آفتاب کی طرح روشن ہوگا۔

- غداً یلاقی المصطفٰی حیدر ورایۃ الحمد لہ ترفع
  (اور یوم حشر کو) کل علیؑ کے ہاتھ میں وہی جھنڈا ہوگا جو رسولِ مقبولؐ کا جھنڈا یعنی لوائے حمد ہوگا۔

- مولی لہ الجنّۃ مامورۃ والنّار من اجلالہ تفزع
  یہ (علیؑ) اس لوائے حمد کے سایہ میں جو لوگ ہوں گے انھیں لیکر جنّت میں پہونچیں گے۔ اور جہنّم ان کے اجلال سے جزع فزع کرے گی۔

- اَمام صدق ولہ شیعۃ یُردّوا من الحوض ولم یمنعوا
  اور امام برحق تمام شیعان (علیؑ) حوض پر وارد ہوں گے اور ان کو سیراب کریں گے۔

بذاك جاء الوحی من ربنا یاشیعة الحق فلا تجزعوا	یہی تو وہ پیغام ہے جو بذریعہ وحی رسولؐ اللہ کے پاس آیا ہے لہٰذا اے پیروانِ حق! (اے شیعانِ علیؑ!) اب تمھیں کس بات کا غم ہے۔
الحمیری مادحکم لم یزل ولو یقطع اِصبع اِصبع	اے آلِ محمدؐ! حمیری آپؐ حضرات کی مدح تو ہمیشہ ہی کرتا رہے گا چاہے اُس کی انگلیوں کے جوڑ و بند کیوں نہ الگ کر دیے جائیں۔
ولبعدھا صلوا علی المصطفیٰ وصنوہ حیدرۃ الاصلع	اور (بس) اب اس کے بعد تم لوگ مل کر آنحضرتؐ پر درود بھیجو اور آپؐ کے داماد حیدرِ کرار پر۔

(۱۱) کمیت کیلئے ایک شیر کی رہنمائی

روایت کی گئی ہے کہ جب دشمنانِ آلِ محمدؐ نے چاہا کہ کمیت کو پکڑ کر ہلاک کر دیں۔ وہ کسی مقام پر روپوش تھے۔ اُن کے لیے دشمنوں نے ہر طرف راستوں پر پہرے دار بٹھا دیے تھے، تاکہ کمیت کسی طرف سے نکلنے نہ پائیں اور گرفتار کر لیے جائیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے کمیت کے لیے دعا فرمائی۔ اور وہ شب کی تاریکی میں وہاں سے بھاگ نکلنے کے لیے چلے۔ جب کھلے صحرا میں پہونچے اور چاہا کہ کوئی راستہ اختیار کریں تو ایک شیر نے سامنے آکر راستہ روکا۔ یہ اُس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر پہونچے، شیر نے اُدھر بھی جاکر راستہ روک لیا۔ گویا شیر اشارۃً یہ کہہ رہا تھا کہ ادھر نہ جاؤ خطرہ ہے بلکہ اپنے پیچھے کا راستہ اختیار کرو تاکہ دشمنوں سے بچ سکو۔

اور یہی صورت حمیری (سید ابن محمد حمیری) کے ساتھ پیش آئی، جب وہ اپنے والدین جو ناصبی تھے اُن کی گرفت سے بھاگے تھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُن کے لیے دعا فرمائی تھی اور شیر نے اُن کی بھی رہنمائی کی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے والدین سے بچ کر نکل آئے۔

(الخرائج والجرائح صـ ۲۶۴)

(۱۲) کمیت اور تائیدِ روح القدس

عبید بن زرارہ نے اپنے باپ سے
روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ کمیت بن زید، حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انھوں نے اپنا ایک قصیدہ آپؑ کو سُنایا، جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

"مَنْ لِقلبٍ متیّمٍ مستهامٍ"

جب وہ قصیدہ سُنا کر فارغ ہوئے تو آپؑ نے کمیت سے فرمایا۔ جب تک تم ہماری مدح کرتے رہوگے، روح القدس کی تائید تمھیں حاصل رہے گی۔

(رجال الکشی ص ۱۳۶)

(۱۳) حضرت علیؑ کے دوستوں کی فہرست میں کمیت کا نام

ابو المسیح عبداللہ بن مروان جوانی سے روایت ہے کہ ہمارے یہاں ایک بندۂ صالح تھا جس نے کمیت قصائد ہاشمیاتِ کمیت سے سنے تھے۔ وہ اس کا عالم تھا اور برابر ان قصائد کو پڑھا کرتا تھا، مگر کچھ ہی عرصہ کے اندر اس کا طریقہ بدل گیا اور تقریباً پچیس سال تک اس نے اُن قصائد کے اشعار کا پڑھنا ناجائز سمجھ کر ترک کیے رکھا۔ اِس کے بعد پھر پڑھنا شروع کر دیا تو اس سے کسی نے دریافت کیا کہ تم نے کافی عرصے تک ان اشعار کا پڑھنا ترک کر دیا تھا، اب پھر شروع کرنے کا کیا سبب ہے؟

اُس نے کہا، ہاں، تم صحیح کہتے ہو مگر میں نے ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے دوبارہ پڑھنے لگا۔

پوچھا کہ کیا خواب دیکھا تھا؟

اُس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور میں عرصۂ محشر میں موجود ہوں اور مجھے ایک مجلّہ دیا گیا ہے۔

راوی نے پوچھا مجلّہ کیا؟

اُس نے کہا، ایک صحیفہ میں نے اُسے کھولا تو اُس میں یہ تحریر تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے محبّین کی فہرست جو داخلِ جنّت ہوں گے۔" پہلی سطر میں، میں نے ان لوگوں کے نام دیکھے جن کو

میں نہیں جانتا تھا۔ دوسری سطر میں بھی ایسے ہی نام تھے، تیسری اور چوتھی دیکھی تو اس میں کمیت بن زید کا نام بھی موجود تھا۔ اس لیے میں کمیت کے اشعار پھر پڑھنے لگا۔

(رجال کشی ص ۱۳۶)

(۱۴) ابو ہریرہ ابار کا مرثیہ

عیسیٰ بن داب سے روایت ہے کہ:

جب حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کا انتقال ہوا اور لوگ آپؑ کو تابوت میں رکھ کر دفن کے لیے بقیع کی طرف لے چلے تو ابو ہریرہ ابار نے چند اشعار کہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

"وہ لوگ جو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کا جنازہ کاندھوں پر اٹھا کر لیجا رہے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں، معلوم ہے تم لوگ کسے دفن کرنے کے لیے لے جا رہے ہو؟ ہائے افسوس یہ لوگ ان کی قبر کو مٹی دیں گے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سروں پر مٹی ڈالیں۔ اے صادقین کے فرزند امام صادق! میں آپؑ کے آباء کرام کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ستارے صرف یہی بارہ عدد ہیں وغیرہ وغیرہ

بحار الانوار

باب
۱۰

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
کے
اصحاب و معاصرین کے احوال

ANSAR

(۱) ـــ قاضی ابنِ ابی لیلی سے گفتگو

سعید بن ابی خصیب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور ابن ابی لیلی مدینہ پہونچے اور ابھی ہم لوگ مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے کہ حضرت امام جعفر بن محمد باقرؑ علیہ السلام تشریف لائے۔ انھیں دیکھ کر ہم تعظیماً کھڑے ہو گئے۔

آپؑ نے مجھ سے میری اور میرے اہل و عیال کی خیریت دریافت فرمائی، پھر فرمایا یہ تمھارے ساتھ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا، یہ ابن ابی لیلی قاضیٔ مسلمین ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابن ابی لیلیٰ! کیا تم ایک شخص سے مال چھین کر دوسرے کو دیتے ہو، زن و شو میں جدائی کرا دیتے ہو اور کسی سے ڈرتے نہیں ہو؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، تم کن بنیادوں پر فیصلہ کرتے ہو؟

اُس نے کہا، اُن روایات پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے ہم تک پہونچی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث (روایت) بھی تمھارے پاس پہونچی ہے کہ "اقضاکم علیؑ" (تم لوگوں میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں)

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، پھر حضرت علی علیہ السلام کے فیصلوں کو بغیر سامنے رکھے ہوئے تم کیسے فیصلہ کرتے ہو، جبکہ یہ روایت تم تک پہونچ چکی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر ابنِ ابی لیلی کا چہرہ زرد پڑ گیا، اور مجھ سے کہا اب تم اپنا ہمسفر کسی اور کو بنا لو، میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۹۳)

۲ — عمران بن عبداللہ قمی کا ہدیہ

موسیٰ بن طلحہ نے بعض اہلِ کوفہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں مقامِ منیٰ میں تھا کہ وہاں عمران بن عبداللہ قمی پہونچا اس کے ساتھ مردوں اور عورتوں کے چند خیمے تھے جن میں بیت الخلاء وغیرہ کا بھی انتظام تھا اور وہ خیمے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مخصوص کردیے۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے، آپؑ کے ہمراہ مستورات بھی تھیں۔

آپؑ نے وہ خیمے دیکھ کر دریافت فرمایا، یہ سب کہاں سے آگئے ؟

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، عمران بن عبداللہ قمی نے یہ خیمے آپؑ کے لیے نصب کردیے ہیں۔

آپؑ نے ان ہی میں قیام فرمایا، اور غلام سے حکم دیا کہ عمران بن عبداللہ قمی کو بلاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ اُس نے آکر عرض کیا، مولا! میں آپؑ پر قربان یہ وہی خیمے ہیں جن کے تیار کرنے کا مجھے حکم دیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، یہ کتنے میں تیار ہوئے ہیں ؟

اُس نے عرض کیا، مولا! کھدر بافی میری صنعت ہے میں نے یہ آپؑ کے لیے تیار کیے ہیں اور میری خواہش ہے کہ انھیں میری طرف سے ہدیۃً قبول فرمائیں اور وہ رقم جو آپؑ نے مجھے اِن کے لیے عنایت فرمائی تھی وہ میں نے واپس کردی ہے۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور تمھیں اُس دن (روزِ محشر) سائے میں رکھے جس دن کوئی سایہ سوائے سایۂ ذوالجلال کے نہ ہوگا۔ (اختصاص ص ۶۸-۶۹)

۵ — ابنِ قولویہ نے بھی سعد سے اور اُنھوں نے ابنِ عیسیٰ سے اسی کے مثل روایت کی ہے

۳ — بیوتِ انبیاء میں بحالتِ نجاست نہ جاؤ

ابنِ سعد نے ازدی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہم چند افراد مدینہ سے نکلکر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے بیت الشرف جارہے تھے کہ مدینہ کی ایک گلی میں ابوبصیر سے ملاقات ہوگئی۔ (وہ حالتِ جنابت میں تھے مگر ہمیں علم نہ تھا) وہ بھی ہمارے ساتھ

چل دیے۔ جب ہم حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے تو آپؑ نے نظر اُٹھائی اور ابوبصیر کو دیکھا۔ اور فرمایا، اے ابوبصیر! کیا تمھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ انبیاءؑ کے گھروں کے اندر حالتِ جنابت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

یہ سُن کر ابوبصیر واپس ہوگئے اور ہم سب آپؑ کی بارگاہ میں پہونچے۔

قرب الاسناد ص۳۰

٥ ـــ ابوطالب نے بھی ازدی سے اسی طرح روایت کی ہے۔

(بصائر الدرجات جلد ۵ بابؑ ص۶۵)

(۴) ــــ قال اللہ تعالیٰ بلاواسطہ

سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے۔ جب حضرت امام ابوجعفر محمد باقر بن علی علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا، انتظار کرو۔ میں حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام کی خدمت میں رسمِ تعزیت ادا کرکے آتا ہوں۔ میں نے جاکر رسمِ تعزیت ادا کی اور کہا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" خدا کی قسم وہ ہستی دنیا سے اُٹھ گئی جو یہ فرماتے تھے کہ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور اُن سے کوئی یہ نہ پوچھ سکتا تھا کہ آپؑ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان راویوں کا سلسلہ کیا ہے۔ بخدا، اب اُن کا مثل تو تاابد نظر نہ آئے گا۔

یہ سن کا حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا:

(قال اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بندوں میں سے کوئی شخص کھجور کا آدھا ٹکڑا بھی تصدق کرتا ہے تو میں اُس ٹکڑے کی اس طرح پرورش کرتا ہوں جیسے تم میں سے کوئی ایک پودے کی پرورش کرے اور اُس کو بڑھا کر کوہِ احد کے برابر کردیتا ہوں۔

یہ سن کر میں اپنے اصحاب کے پاس آیا اور کہا، آج تو مجھے سب سے زیادہ تعجب ہوا ابتک تو ہم لوگ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا بلاواسطہ، راوی یہ فرمادینا ہی بہت بڑی بات سمجھتے تھے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے، مگر آج حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے بلاواسطہ یہ فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(امالی شیخ طوسیؒ ص۷۸)

⑤ ذریح محاربی قرآن کے باطن کا متحمل ہے

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ مجھ سے ذریح محاربی نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں ایک امر کا حکم دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا مطلب سمجھ سکوں۔

آپؑ نے فرمایا، وہ کیا قول ہے ؟

میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

" ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (سورۃ الحج آیت ۲۹)

ترجمہ (پھر چاہیے کہ وہ اپنی کثافتیں (کثافاتِ نفس) دور کریں اور وہ اپنی نذریں پیش کریں)

آپؑ نے فرمایا کہ:

" ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ " سے مراد لِقائے امام اور " وَلیوفوا نذورھم " سے مراد مناسکِ حج بجالانا ہے۔

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں خود حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، یہ ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالے کے اس قول کا (اس آیت کا) کیا مطلب ہے " ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ " ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اس کا مطلب، مونچھیں ترشوانا ناخن کٹوانا یا اسی طرح کی دوسری چیزیں ہیں۔

میں نے عرض کیا مگر ذریح محاربی نے تو مجھ سے یہ کہا ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ ثم لیقضوا تفثھم سے مراد امام سے ملاقات ہے اور " ولیوفوا نذورھم " سے مراد مناسکِ حج بجالانا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں ذریح نے بھی میرے حوالہ سے سچ کہا ہے اور تمھیں جو میں نے مطلب بتایا ہے وہ بھی سچ اور صحیح ہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک اس کا باطن۔ ذریح محاربی (باطنی مطلب کا) جس قدر متحمل ہو سکتا تھا اس کو وہی بتایا گیا ہے اور تم جس لائق تھے اتنا تمھیں بتا دیا، اور ذریح جیسا اس کا متحمل دوسرا کون ہو سکتا ہے (معانی الاخبار ص۴۴)

۶ ــــ زرارہ کی توثیق

ابراہیم بن محمد ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! مجھے زرارہ کے متعلق بتائیں کہ کیا وہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے حق کو پہچانتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا، پھر اُنھوں نے اپنے بیٹے عبید کو کیوں بھیجا کہ معلوم کر کے آؤ کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا وصی کس کو بنایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، زرارہ میرے پدرِ بزرگوار کے حق کو پہچانتے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کے پدرِ بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُن کی وصایت و امامت کے لیے نص فرمادی ہے۔ مگر اُنھوں نے اپنے بیٹے کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ میرے پدرِ بزرگوار سے جاکر پوچھ آئے کہ کیا اب جائز ہے کہ تقیہ اُٹھا دیا جائے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے جو آپؑ کی امامت کے لیے نص فرمائی تھی اُس کا کھُل کر اظہار کر دیا جائے؟

مگر جب اُن کے بیٹے کے آنے میں تاخیر ہوئی اور ادھر یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ وہ میرے پدرِ بزرگوار کے متعلق اظہارِ رائے کریں، تو اُنھوں نے یہ پسند نہ کیا کہ میرے پدرِ بزرگوار کے حکم کے بغیر وہ کوئی اقدام کریں، اس لیے قرآن مجید اُٹھا کر کہا، پروردگارا! میرا امام وہ ہے کہ یہ قرآن جعفرؑ بن محمدؐ کی اولاد میں سے جس کی امامت ثابت کر دے۔

(کمال الدین تمام النعمۃ صفحہ ۱۶۵)

۷ ــــ اے حصین! آلِ محمدؐ کی محبت کو حقیر نہ سمجھو

محمد بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن جعفی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور میرے چچا حصین بن عبدالرحمٰن، حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؑ نے ہمیں اپنے قریب بلایا اور میرے چچا سے دریافت فرمایا، یہ کون ہے؟

اُنھوں نے کہا، یہ میرے بھائی اسماعیل کا بیٹا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اسماعیل پر رحم کرے اُس کے گناہوں کو بخشے، تم لوگ اُسے کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟

میرے چچا نے کہا، بخیریت ہیں۔ اللہ ہمیں آپؑ حضرات کی محبت پر قائم رکھے۔

آپؑ نے فرمایا، اے حصین! ہماری محبت کو ناچیز و حقیر نہ سمجھو، یہ تو باقیات الصالحات میں سے ہے۔

میرے چچا نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں اس کو ہرگز ایسا نہیں جانتا جیساکہ آپؑ نے فرمایا ہے بلکہ اس پر تو میں خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (الاختصاص ص۸۵)

(۸) ــــ امامؑ کی نظر میں چار پسندیدہ اشخاص

فضل بن ملک نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ چار اشخاص مجھے بہت زیادہ پسند ہیں خواہ وہ بقیدِ حیات ہوں یا رحلت کرجائیں۔ بُرید عجلی، زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم اور احول۔ (یہ لوگ مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں خواہ زندہ ہوں یا مردہ)

(کمال الدین و اتمام النعمۃ جلد ۱ ص۱۶۶)

(۹) ــــ مفضّل بن عمر کی تعریف

ہشّام بن احمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہتا تھا کہ مفضّل بن عمر کے کچھ سوال کروں، آپؑ اُس وقت اپنی زمینوں پر تھے، گرمی شدید تھی اور پسینہ بہہ بہہ کر آپؑ کے سینے سے ٹپک رہا تھا۔

آپؑ نے بغیر میرے پوچھے ہوئے خود ارشاد فرمایا، اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، مفضّل بن عمر بہت اچھے آدمی ہیں۔ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، مفضّل بن عمر جعفی بہت اچھے آدمی ہیں۔" آپؑ نے بار بار اس جملہ کو دہرایا۔

میں نے شمار کیا کہ آپؑ نے یہ فقرہ تیس۳۰ سے کچھ زیادہ مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا، یہ والد کے بعد والد ہیں۔ (غیبۃ طوسیؒ ص۲۲۳)

(۱۰) ــــ خالد بن نجیح جواز

خالد بن نجیح جواز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا آپؑ کے پاس بہت سے لوگ ہیں، لہٰذا میں اپنا سر جھکا کر ایک طرف بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا، افسوس تم لوگ کتنے ناسمجھ ہو کہ جنھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ رب العالمین کے سامنے گفتگو کررہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے آواز دی، اے خالد! تجھ پر وائے ہو۔ خدا کی قسم میں بھی اللہ کا ایک بندہ و مخلوق ہوں اللہ میرا بھی رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اگر میں اُس کی عبادت نہ کروں تو بخدا وہ مجھے بھی جہنّم میں ڈال کر معذّب کر سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا، خدا کی قسم اب میں کبھی ایسا نہیں کہوں گا اور صرف وہی کہوں گا جو آپؑ نے اپنے لیے فرمایا ہے۔ (بصائر الدرجات جلد ۵ باب ۱ صفحہ ۶۵)

(۱۱) عبدالرحمٰن بن حجاج و ابو عبیدہ

حسن بن علی بن یقطین نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص "بین الحرمین" (مکّہ و مدینہ کے درمیان مرجائے) اللہ اس کو قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں میں محشور کرے گا اور عبدالرحمٰن بن حجاج اور ابو عبیدہ بھی اُن ہی لوگوں میں شامل ہیں۔ (محاسن برقی جلد ۱ صفحہ ۷)

(۱۲) اہلِ بیتؑ میں بارہ محدَّث ہوں گے

حمران نے حضرت ابو جعفر محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میرے اہلِ بیتؑ میں بارہ محدّث ہوں گے۔"

یہ سُن کر عبداللہ بن زید نے جو علی بن زید کے ہم بطن (مادری) بھائی تھے اس طرح بولے جیسے انھیں اس سے انکار ہو کہ "سبحان اللہ محدَّث ہوں گے۔"

اُس کی اِس بات پر امام محمد باقر علیہ السلام اُس کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا۔

(" تمھیں اس کا علم نہ ہوگا ") مگر خدا کی قسم تمھارا مادری بھائی اس حدیث سے واقف ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بن زید خاموش ہوگئے۔

پھر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، یہی وہ ہے جس سے ابوالخطاب گمراہ ہوگیا۔ وہ محدَّث (ملائکہ سے ہمکلام ہونے والا) اور نبی کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

(بصائر الدرجات جلد ۷ باب ۵ صفحہ ۹۱)

(۱۳) معلّی بن خنیس

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے ممدوح اصحاب میں ایک معلّی بن خنیس بھی تھے جو

آپؑ کے کارندے تھے اور اسی بناء پر داؤد بن علی نے اُن کو قتل کردیا، اور وہ آپؑ ہی کے مسلک اور اتّباع میں قتل کیے گئے۔

واقعہ بہت مشہور ہے کہ ابوبصیر کی روایت کے مطابق جب داؤد بن علی نے معلّی بن خنیس کو قتل کر کے صولی پر لٹکا دیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو بہت شاق ہوا۔ آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! تونے میرے غلام اور کارندے کو جو میرے اموال اور اہل و عیال کی دیکھ بھال کرتا تھا قتل کر دیا۔ خدا کی قسم میں تیرے اس ظلم کی فریاد اللہ سے کروں گا۔ (دوسری حدیث میں یہ ہے قسم خدا کی وہ داخلِ جنّت نہ ہوگا۔)

(۱۴) امام جعفر صادقؑ کے چند معتمدین

وہ لوگ جنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی امامت کے متعلق نصِ صریح کی روایت کی ہے اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے مخصوص اصحاب میں سے تھے اور آپؑ کے رازدار اور ثقہ تھے جو فقیہ بھی تھے اُن کا شمار صالحین میں ہوتا ہے ان میں چند مندرجۂ ذیل ہیں:

مفضّل بن عمر جعفی، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن بن حجاج، فیض بن مختار، یعقوب سراج، سلیمان بن خالد، صفوان جمّال وغیرہ وغیرہ جن کی پوری تفصیل باعثِ طول ہے۔

(الارشاد ص ۳۰۷)

(۱۵) ہشام بن سالم اور صاحبِ طاق محمّد بن نعمان

ہشام بن سالم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی وفات کے بعد ہم اور محمد بن نعمان صاحبِ طاق مدینہ میں تھے اور عبداللہ بن جعفر کے پاس لوگوں کا مجمع تھا کہ اپنے والد کے بعد اب یہی صاحبِ امر اور امام ہیں۔ بس ہم دونوں اُن کے پاس پہونچے، دیکھا کہ اُن کے گرد جمِ غفیر ہے۔ اُن سے ملاقات کی اور پوچھا کہ یہ بتائیے کہ کتنی رقم پر کتنی زکوٰۃ ہے؟

اُنھوں نے کہا، دوسو درہم پر پانچ درہم۔

ہم نے پھر پوچھا، اور ایک سو درہم پر؟

اُنھوں نے کہا، دو درہم اور نصف۔

ہم نے کہا، خدا کی قسم مرجئہ تو ایسا نہیں کہتے۔

اُنھوں نے کہا، خدا کی قسم ہمیں معلوم ہے کہ مرجئہ کیا کہتے ہیں۔

یہ سن کر ہم لوگ گم کردہ راہ کی طرح ہو گئے۔ ہماری اور ابوجعفر احول کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کدھر جائیں اور مدینہ کی ایک گلی میں سر جھکا کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کریں اور کہاں جائیں، مرجئہ کی طرف جائیں، قدریہ سے رجوع کریں، یا معتزلہ و زیدیہ کی روش اختیار کریں۔

تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جنھیں میں پہچانتا نہ تھا، اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا! میں یہ دیکھ کر خوفزدہ سا ہو گیا کہ کہیں یہ بھی ابوجعفر منصور دوانیقی کے جاسوسوں میں سے نہ ہوں۔ کیونکہ اُس وقت منصور کی طرف سے مدینہ میں بہت سے جاسوس گھوم رہے تھے تاکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد امام برحق (کہ جن پر سب لوگ اتفاق کریں) کا پتہ چلا سکے۔ اور پھر اُن کے متبعین کو گرفتار کر کے قتل کرادے۔

لہٰذا میں نے اُن سے کہا کہ تم مجھ سے دور ہی رہنا، مجھے سرِدست اپنی اور تمھاری جانوں کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور کیونکہ اُس بزرگ نے میری ہی طرف اشارہ کیا ہے اس لیے تم مجھ سے الگ ہی رہنا۔ تاکہ تم اس خطرے سے محفوظ رہو۔

احول سے یہ کہہ کر میں اُن بزرگ کے پیچھے پیچھے چل دیا، اس لیے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ ان سے چھٹکارا ممکن نہیں، بھاگنا بیکار ہے۔ بس یقین سا ہو گیا تھا کہ اب تو مرنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ بزرگوار میری رہنمائی کرتے ہوئے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر پہونچے مجھے وہاں چھوڑ کر خود روانہ ہو گئے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک خادم دروازے پر آیا اور مجھ سے بولا۔

اندر آجائیے، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سامنے ہی تشریف فرما ہیں، اُنھوں نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے خود ہی فرمایا:

سنو! (اے ہشام) نہ تو تم مرجئہ کی طرف جاؤ، نہ قدریہ سے رُجوع کرو اور نہ معتزلہ و زیدیہ کی طرف جاؤ اور نہ خوارج سے کوئی واسطہ رکھو۔

میں نے عرض کیا کہ، کیا آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے کوچ کیا؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا کہ، کیا سفرِ موت اختیار کیا؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا، پھر، اب ہم لوگ اُن کے بعد کس کو اپنا امام تسلیم کریں۔

آپؑ نے فرمایا، انشاء اللہ تمھیں صحیح منزل مل جائے گی۔

میں نے عرض کیا، آپؑ کے بھائی عبداللہ بن امام جعفرؑ کا خیال ہے کہ اپنے والدِ بزرگوار کے بعد اب وہ امام ہیں۔ ؟

آپؑ نے فرمایا، عبداللہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت ہی نہ کی جائے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، یہ بتائیں کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے بعد اب ہمارا امام کون ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، پریشان نہ ہو، انشاء اللہ تمھیں ہدایت مل جائے گی۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ امام ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، میں اپنے منہ سے کیوں کہوں۔

میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ میرے سوال کا طریقہ ہی غلط تھا۔ لہٰذا پھر پوچھا میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ پر کوئی امام ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں۔

یہ سنتے ہی میرے دل پر آپؑ کی ہیبت طاری ہوگئی۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، جس طرح میں آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے مسائل پوچھا کرتا تھا، کیا آپؑ سے بھی پوچھوں ؟

آپؑ نے فرمایا، پوچھو، جواب صحیح ملے گا، مگر اس کو مشتہر نہ کرنا، اور اگر مشتہر کیا تو گردن کٹ جائے گی۔

اس کے بعد میں نے چند سوالات پوچھے۔ تو جب آپؑ نے جوابات دیے، تو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے علم کا سمندر موجزن ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے شیعہ گمراہ ہو رہے ہیں، کیا میں انھیں آپؑ کی امامت کی دعوت دوں ؟ اس لیے کہ آپؑ نے مجھ سے اس کے پوشیدہ رکھنے کا عہد لیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، کہ تم جس کو قابلِ وثوق سمجھو اُس سے بیان کردو اور اُس سے بھی پوشیدہ رکھنے کا عہد لے لو، ورنہ اُس کے گلا کٹنے کا اندیشہ ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

راوی کا بیان ہے، اس کے بعد میں وہاں سے نکلا اور ابوجعفر احول سے ملا، اُنھوں نے پوچھا کہو کیسی گذری ؟

میں نے کہا، ہدایت مل گئی اور پھر سارا قصہ اُن کو سُنایا۔ پھر ہم نے زرارہ اور ابوبصیر سے

سارا حال کہہ سُنایا۔ وہ دونوں بھی حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؑ سے گفتگو کی مسائل دریافت کیے اور آپؑ کی امامت پر یقین حاصل ہو گیا۔ پھر تو ہماری سعی و کوشش کی بناء پر آپؑ کے پاس لوگوں کا سلسلۂ آمد و رفت شروع ہو گیا، جو آپؑ کی خدمت میں جاتا مطمئن ہو کر واپس آتا، صرف ایک گروہ عمار ساباطی رہ گیا۔ اُدھر عبداللہ بن امام جعفرؑ کے پاس سوائے چند کے اور کوئی نہیں جاتا تھا۔ (ارشاد ص ۳۱۰)

○ ـــ مناقب ابن شہر آشوب میں بھی مرسلاً یہی روایت ہے (مناقب جلد ۳ ص ۴۰۹)

(۱۶) ـــ ابوالخطاب وغیرہ

علی بن عقبہ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ابوالخطاب فاسد العقیدہ ہونے سے پہلے ہمارے اصحاب کے مسائل لے جایا کرتا اور ان کے جوابات لایا کرتا تھا۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ علی بن عقبہ و سلمہ و کثیر النواء، و ابو مقدام و تمار سالم ان سب نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ○ (سورۃ البقرۃ آیت ۸)

(اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ مگر وہ مومن نہیں ہیں۔")

یہ سب اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔)

"أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ○ (سورۃ المائدۃ آیت ۵۳)

ترجمہ (کیا یہی وہ ہیں جو" اللہ کی بڑی سخت قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟ اُن کے تو اعمال بیکار ہو گئے اور وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

(تفسیر عیاشی جلد ۱ ص ۳۲۶)

(تفسیر البرہان جلد ۱ ص ۴۷۸)

(۱۷) ـــ ہارون بن سعید

داؤد بن فرقد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے

عرض کیا کہ میں قبر (نبیؐ) کے پاس نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پیچھے سے ایک شخص یہ کہہ رہا تھا۔

"وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۗ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ" (سورہ نساء آیت ۸۸)

(ترجمہ) "اور اللہ انھیں ذلیل کریگا بسبب اس کے جو انھوں نے کمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ اُن کو ہدایت کرو جنھیں اللہ نے گمراہ کیا"۔

میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ شخص اس آیت کا مصداق مجھے بنا رہا تھا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کون شخص ہے۔؟

پھر میں نے یہ آیت پڑھی

"اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۟" (سورہ انعام آیت ۱۲۱)

ترجمہ:۔ (بیشک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے (ترغیب دیتے) ہیں کہ وہ تم سے جھگڑیں۔ اور اگر تم اُن کی اطاعت کروگے تو تم ضرور مشرک ہو جاؤگے۔)

اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ہارون بن سعید ہے۔

یہ سن کر آپ متبسّم ہوئے اور فرمایا۔ پھر تمھارا جواب بھی بہت معقول تھا جو بحکم خدا تھا اور مختصر بھی۔ (تفسیر عیاشی جلد ۱ صـ۳۷۵)

● ـــ داؤد بن فرقد سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ایک حاجت پیش آئی میں اللہ سے دعا کرنے کے لیے مسجد میں پہونچا، اور میرا یہ دستور تھا کہ جب بھی مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی تو میں اللہ سے دعا کرنے کے لیے مسجد جایا کرتا۔ الغرض ابھی میں روضۂ رسولؐ میں نماز پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک شخص میرے پیچھے آکر کھڑا ہوگیا۔

نماز سے فارغ ہوکر میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

اُس نے جواب دیا، میں ایک مردِ کوفی ہوں۔

میں نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو؟

اُس نے کہا، قبیلۂ اسلم سے۔

میں نے پوچھا کس فرقہ سے تعلّق ہے؟

اُس نے کہا، زیدیہ سے

میں نے پوچھا، اے بھائی اسلم! تم ان میں سے کسی کو جانتے ہو؟

اُس نے کہا، جی ہاں اُن میں جو سب سے بہتر اور سردار ہے یعنی ہارون بن سعید

اسی سے میرا تعارف ہے۔
میں نے کہا، اے بھائی اسلم! وہ تو فرقۂ عجلیہ کا سردار ہے اور تم نے اللہ تعالےٰ کا یہ قول تو سنا ہی ہوگا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ط (سورۃ الاعراف آیۃ ۱۵۲)

ترجمہ ("بیشک وہ لوگ جنھوں نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنالیا، اُن کو اُن کے رب کی طرف سے غضب اور حیاتِ دنیا میں ذلت پہونچے گی۔")
٥ --- حقیقی زیدی تو محمد بن مسلم ہے جو سرکنڈے کی تجارت کرتا ہے۔
(تفسیر عیاشی جلد ۲ صـ ۲۹)

(۱۸) === عبداللہ بن عجلان

حارث بن مغیرہ نے حضرت ابو عبداللہؑ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ عبداللہ بن عجلان نے اپنے مرض الموت کے دوران کہا کہ میں نہیں مروں گا، مگر مرگیا۔
آپؑ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ اُس کے گناہ کہاں گئے۔ سنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستّر افراد منتخب کیے تھے۔ جب برق چمکی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، پروردگارا! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، غم نہ کرو، ہم ان کے بدلے میں تم کو ان سے بہتر اصحاب دینگے۔
(تفسیر عیاشی جلد ۲ صـ ۳۰)

(۱۹) === حسن بن زیاد عطار

محمد بن حسن بن زیاد عطار نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب زیدؒ کوفہ میں داخل ہوئے تو میرے دل میں قدرے خطرہ محسوس ہوا۔ میں وہاں سے نکل کر مکہ پہونچا اور پھر مدینہ گیا اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ اُس وقت بیمار تھے اور اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ہڈی اور کھال کا ڈھانچہ ہو گئے تھے۔
میں نے عرض کیا، میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے سامنے اپنے دینی اعتقادات بیان کروں۔
یہ سُن کر آپؑ نے کروٹ لی اور میری طرف دیکھا اور فرمایا، اے حسن! میں تو سمجھتا تھا کہ تمھیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر خیر سناؤ

میں نے کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔"

آپؑ نے بھی میرے ساتھ کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میں ان تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جو حضرت محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر آئے۔

آپؑ نے خاموشی سے سُنا۔

میں نے پھر کہا، "میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام امام ہیں جن کی اطاعت فرض ہے جو اس میں شک کرے وہ گمراہ اور اس سے انکار کرے کافر ہے۔"

آپؑ خاموشی سے سُنتے رہے۔

میں نے پھر کہا، "اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام حضرت علی علیہ السلام کے بعد امام ہیں، یہ اعتقاد سلسلہ وار کہتے ہوئے میں اُن تک پہونچا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ کے بعد کے ائمہ علیہم السّلام کے بعد امام ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھہرو، تمھارا مقصد میں سمجھ گیا کہ میں اس پر تمھارا ذمّہ دار بن جاؤں۔ (یہی مقصد ہے تمھارا؟)

میں نے عرض کیا، اگر آپؑ اس پر میرے ذمّہ دار بن جائیں تو میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا، میں اس عقیدے پر تمھارا ذمّہ دار بن گیا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں یہیں قیام کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں؟

میں نے عرض کیا، اِس لیے کہ اگر زیدؔ اور اُن کے اصحاب فتحیاب ہو گئے تو اُن کی نظر میں مجھ سے زیادہ بدترین شخص کوئی نہیں ہوگا۔ اور اگر بنی اُمیّہ کامیاب ہوئے تو اُن کی نظر میں بھی میں اسی منزل پر ہوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ نے فرمایا، واپس جاؤ تمھیں نہ اُدھر سے کوئی خطرہ ہے اور نہ اِدھر سے۔ (دونوں طرف سے کوئی خطرہ نہیں)

(امالی شیخ مفیدؒ ص ۱۸)

(۲۰) ــــ عیسیٰ بن عبداللہ قمیؒ

یونس بن یعقوب کے بھائی ابو محمدؒ نے اپنے بھائی یونس سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا کہ حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام سے مدینہ کی ایک گلی میں ملاقات ہوگئی۔

آپؑ نے فرمایا' اے یونس! جاؤ دروازے پر ہم اہلِ بیت میں سے ایک شخص موجود ہے۔

میں دروازے پر آیا تو دیکھا کہ عیسیٰ بن عبداللہ بیٹھے ہیں۔

میں نے پوچھا' آپ کون ہیں؟

اُنھوں نے کہا' میں قم کا رہنے والا ہوں۔

ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام اپنی سواری پر تشریف لائے اور مع سواری کے اندر داخل ہوگئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا' تم دونوں اندر آجاؤ۔

اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا' اے یونس! میرا خیال ہے کہ عیسیٰ بن عبداللہ کے متعلق میرا یہ کہنا کہ یہ ہم اہلِ بیت میں سے ہیں، تمھیں عجیب سا لگا ہوگا۔

میں نے عرض کیا' جی ہاں، میں آپؑ پر قربان، اس لیے کہ عیسیٰ بن عبداللہ قم کے رہنے والے ہیں وہ بھلا آپؑ کے اہلِ بیت میں سے کیسے ہوجائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا' اے یونس! عیسیٰ بن عبداللہ تو وہ شخص ہیں کہ اگر زندہ رہے تو ہم اہلِ بیت میں سے ہیں اور مر گئے تو ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔ (امالی شیخ مفیدؒ ص ۲۶)

○ ـــ ابنِ ولید نے سعد سے بھی اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(الاختصاص ص ۶۸، رجال کشی ص ۲۱۲)

○ ـــ یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ بن عبداللہ حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو امامؑ نے اپنے خادم سے فرمایا' انھیں واپس بلا لو۔

جب وہ واپس آئے تو آپؑ نے اُنھیں چند چیزوں ہدایت کی اور فرمایا' اے عیسیٰ! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ"

ترجمہ آیت: (اور اپنے اہل (بیت) کو نماز کا حکم دو۔) (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۲)

اور تم ہم اہلِ بیت میں سے ہو، لہٰذا جب آفتاب اِس مقام سے اُس مقام پر پہونچ جائے تو چھ رکعت

نماز پڑھو، پھر آپؑ نے انھیں رخصت کیا اور عیسیٰ بن عبداللہ نے آپؑ کی پیشانی کے بوسے لیے اور واپس ہوئے۔ (الاختصاص ص ۱۹۵)

(۲۱) ــــ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام شقرانی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام شقرانی کا بیان ہے کہ ابو جعفر منصور کے زمانے میں مجھے جو عطیہ ملا کرتا تھا وہ بند ہو گیا، میرا کوئی سفارشی نہ تھا۔ میں دروازے پر حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہیں سے تشریف لائے۔ میں اُٹھ کر آپؑ کے پاس گیا اور عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں تو آپؑ کے غلاموں میں سے ہوں، میرا نام شقرانی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، بہت خوب۔

میں نے اپنی حاجت پیش کی۔ آپؑ سواری سے اُترے اندر بیت الشرف میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے تو آپؑ کے دامن میں کچھ تھا جس کو آپؑ نے میرے دامن میں پلٹ دیا۔ پھر فرمایا، اے شقرانی! نیک کام کوئی بھی کرے وہ نیک ہی ہے لیکن، اگر تم نیک کام کرو گے تو وہ سب سے اچھا ہے۔ اور اسی طرح بُرا کام کوئی بھی کرے، وہ بُرا ہی ہے، لیکن وہ بُرا کام اگر تم کرو گے تو وہ سب سے بُرا ہے۔

آپؑ نے اس کو اشارۃً یہ نصیحت اس لیے فرمائی کہ وہ شراب پیتا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۶۲)

ہ ـــ ربیع الابرار میں بھی شقرانی سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۲) ــــ وابستگانِ درِ دولتِ امام علیہ السلام

دربان: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دربان محمد بن سنان تھے۔

فقہاء: تمام گروہ بالاتفاق آپؑ کے چھ فقہاء کی تصدیق کرتے ہیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں:۔ جمیل بن دراج، عبداللہ بن مسکان، عبداللہ بن بکیر، حماد بن عثمان، ابان بن عثمان اور حماد بن عیسیٰ۔

اصحاب تابعین: تابعین میں سے آپؑ کے اصحاب میں مندرجۂ ذیل لوگ تھے۔

اسماعیل بن عبدالرحمٰن کوفی ، عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علی علیہ السلام ۔

○ خواص اصحاب : مندرجۂ ذیل حضرات کا شمار آپؑ کے مخصوص اصحاب میں ہوتا ہے ۔

معاویہ بن عمار بن دہن کے غلام (یہ بجیلہ کا ایک قبیلہ ہے) زید شحام ، عبداللہ بن ابی یعفور ، ابو جعفر محمد بن علی بن نعمان احول ، ابو الفضل سدیر بن حکیم ، عبدالسلام بن عبدالرحمٰن جابر بن یزید جعفی ، ابو حمزہ ثمالی ، ثابت بن دینار ، مفضل بن قیس بن رمانہ ، مفضل بن عمر جعفی نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ، میسرہ بن عبدالعزیز ، عبدالرحمٰن بن عجلان ، جابر مکفوف ابو داؤد مسترق ، ابراہیم بن مہزم اسدی ، بسام صیرفی ، سلیمان بن مہران ، ابو محمد اسدی ان لوگوں کے غلام اعمش ، ابو خالد قماط (جس کا نام یزید ہے) ثعلبہ بن میمون ، ابو بکر حضرمی ، حسن بن زیاد ، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز انصاری ، جو امامہ کی اولاد میں سے تھے ۔
سفیان بن عینیہ بن ابی عمران ہلالی ، عبدالعزیز بن ابی حازم ، سلمہ بن دینار مدنی ۔

غلام : آپؑ کے غلاموں میں سے معتب و مسلم اور مصادف مشہور ہیں ۔

(مناقب جلد ۲ ص ۴۰۰)

○ اصحاب غیر معروف :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے وہ اصحاب جو غیر معروف ہیں اور جن کے حالات معلوم نہیں وہ مندرجۂ ذیل ہیں محمد بن مسکان ، یوسف طاطری ، عمر کردی جن سے مفضل روایت کرتے ہیں ۔ ہشام بن المثنی رازی ۔

(۲۳) ═══ میسر بن عبدالعزیز و عبداللہ بن عجلان

میسر بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں ایک پہاڑ پر ہوں اور لوگ آکر اس پر چڑھ رہے ہیں ۔ جب لوگوں کی کثیر تعداد ہو گئی تو پہاڑ مع ان لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور لوگ گر کر ہر طرف بکھر گئے اور میرے ساتھ ایک مختصر سی جماعت رہ گئی جس میں تم بھی ہو اور تمہارا ساتھی احمر یعنی عبداللہ بن عجلان بھی ۔

(رجال کشی ص ۱۵۸)

(۲۴) ـــ اہلِ کوفہ کا سردار

عبدالحمید بن ابی دیلم کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ کے پاس عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن نعیم اور فیض بن مختار و سلیمان بن خالد کے خطوط آئے، جن میں تحریر تھا کہ کوفہ کی ٹانگ اُٹھائی جا چکی ہے اگر حکم فرمائیں تو اس پر قبضہ کر لیا جائے۔

آپؑ نے اُن خطوط کو پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا، میں اُن لوگوں کا امام نہیں ہوں۔ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ ان کا سردار سفیانی ہے۔

(۲۵) ـــ سعیدہ کنیزِ امام جعفر صادقؑ

عبّاس بن ہلال نے حضرت ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی کنیز اہلِ فضل میں سے تھی اور وہ کلمات جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کرتی تھی اُنھیں یاد کر لیتی تھی۔ اُس کے پاس وصیّتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا علم تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سے دعا کر، کہ جس طرح اللہ نے دنیا میں مجھ سے تیرا تعارف کرایا، جنّت میں بھی تو میری زوجیت میں رہے۔

یہ کنیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیت الشرف کے قریب رہتی تھی مسجدِ رسولؐ میں صرف آنحضرتؐ کو سلام کرنے کے لیے آتی تھی، ویسے کبھی کبھی نظر آتی تھی۔ یا پھر مکّہ جاتے ہوئے یا واپسی پر بھی نظر آجاتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آخری فقرہ جو اُس کی زبان سے نکلا یہ تھا کہ "ہم اللہ کے عطا کردہ ثواب پر راضی اور عتابِ الٰہی سے مامون و محفوظ ہیں۔"

(رجال کشی ص ۲۳۴)

(۲۶) ـــ حمران بن اعین

ہشام بن حکم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ قیامت کے دن ہم اور ہمارے پدرِ بزرگوار حمران بن اعین کے لیے بہترین شفیع ہوں گے۔ اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دیں گے۔

(اختصاص ص ۱۹۶)

۵ ـــ زیاد قندی نے بھی آپؑ سے حمران کے جنّتی ہونے کی روایت بیان ہے (رجال کشی ص ۲۴۱)

(۲۷) معلّی بن خنیس کا قتل اور امامؑ کی بددعاء

حمّاد النّاب مسمعی سے روایت ہے، اُس کا بیان ہے کہ جب داؤد نے معلّی بن خنیس کو گرفتار کر کے قید میں ڈالا اور اُس کے قتل کا ارادہ کیا تو معلّی بن خنیس نے کہا، مجھے لوگوں کے سامنے لے چلو مجھ پر لوگوں کے بہت قرض ہیں اور مال ہیں، میں اس پر لوگوں کو گواہ بنا دوں۔

چنانچہ انھیں قید خانے سے نکال کر بازار میں لایا گیا اور ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے معلّی بن خنیس نے کہا، لوگو! سنو! میں معلّی بن خنیس ہوں، جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، جو نہیں وہ بھی جان لے، میں تمھیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو سرمایہ یا قرض، کنیز یا غلام، کم یا زیادہ جو بھی چھوڑا وہ سب جعفرؑ ابن محمدؐ کا ہے۔

راوی کا بیان ہے۔ اس بات پر سپاہیوں کے سردار نے انھیں قتل کر دیا۔

جب اس کی اطلاع حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کو ملی تو آپؑ گھر سے نکلے اس حالت میں کہ آپؑ کی ردا کا دامن زمین پر خط دیتا جاتا تھا اور داؤد بن علی کے پاس پہونچے، آپؑ کے صاحبزادے آپؑ کے پیچھے پیچھے تھے۔

آپؑ نے فرمایا، اے داؤد! تم نے میرے غلام کو قتل کیا اور میرا مال بھی لے لیا۔

اُس نے کہا، جناب اُسے میں نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ اسے میرے سپاہیوں کے سردار (داروغہ) نے قتل کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اُس نے بھی تو تمھاری ہی اجازت سے قتل کیا ہے یا بالغیر اجازت؟

اُس نے کہا، بغیر میری اجازت کے قتل کیا۔

آپؑ نے اپنے فرزند اسماعیل سے فرمایا، اے اسماعیل! پھر اُس سے قصاص لو یہ سُن کر اسماعیل نے اپنی تلوار اُٹھائی اور جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا وہیں جا کر قتل کر دیا۔

حمّاد کا بیان ہے کہ مسمعی نے معتب سے روایت کی ہے کہ پھر اسی شب کو آپؑ مسلسل سجدہ و قیام کی حالت میں رہے اور میں نے سُنا کہ آخرِ شب میں آپؑ نے بحالتِ سجدہ یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰھم اِنّی اَسْئَالُكَ بِقُوَّتِكَ الْقَوِیَّه وَمِحَالِكَ الشَّدِیْدَ وَبِعِزَّتِكَ الَّتِیْ خَلْقُكَ لَهَا ذَلِیْلٌ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَاْخُذَهُ السَّاعَةَ"

معتب کا بیان ہے کہ ابھی آپؑ نے سجدے سے سر بھی نہ اٹھایا تھا کہ یک بیک شور و غل کی آواز بلند ہوئی اور لوگوں کی آواز آئی کہ داؤد بن علی مرگیا۔

آپؑ نے فرمایا، میں نے اس کے لیے بددعا کی تھی اللہ نے ایک فرشتے کو بھیج دیا اُس نے اُس کے (داؤد کے) سر پر ضرب لگائی، سر پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔

(رجال الکشی ص ۲۴۰)

○ دیگر: اسماعیل بن جابر سے روایت ہے کہ جب ابو اسحاق مکہ سے واپس آئے تو انھیں معلّی بن خنیس کے قتل کی خبر سُنائی گئی۔ یہ سُنکر وہ غصّے کے عالم میں اپنی ردا کو گھسیٹتے ہوئے چلے۔

اُن کے صاحبزادے اسماعیل نے پوچھا، بابا! کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ بولے خواہ کوئی بھی مصیبت نازل ہو، میں داؤد کے پاس ضرور جاؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ داؤد بن علی کے پاس جا پہونچے اور کہنے لگے: اے داؤد! یہ تو نے ایک ایسا صریحی گناہ کیا ہے کہ جسے اللہ ہرگز نہ بخشے گا۔

داؤد نے کہا وہ کونسا گناہ؟

ابو اسحاق نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو اہلِ جنّت میں سے تھا، پھر ذرا ٹھہر کر کہا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

داؤد نے جواب دیا، تم نے بھی تو ایک ایسا گناہ کیا ہے جسے اللہ کبھی نہ بخشے گا

ابو اسحاق نے پوچھا، وہ کونسا گناہ ہے؟

داؤد نے کہا، وہی کہ تم نے اپنی بیٹی ایک اموی سے بیاہ دی۔

ابو اسحاق نے کہا، اگر میں نے اپنی بیٹی کسی اموی سے بیاہ دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تو اپنی بیٹی عثمان کو بیاہ دی تھی، میرے لیے آنحضرتؐ کی سیرت اتباع و پیروی کے لائق ہے۔

داؤد نے کہا (خیر اسے چھوڑو) میں نے اُسے قتل نہیں کیا ہے۔

ابو اسحاق نے پوچھا، پھر کس نے قتل کیا ہے؟

داؤد نے کہا، اسے سیرافی نے قتل کیا ہے۔

ابو اسحاق نے کہا، اگر ایسا ہی ہے تو پھر مجھے اُس سے قصاص لینے دو۔

داؤد نے کہا، لے لو قصاص۔

دوسرے دن سیرافی کو انھوں نے پکڑ کر قتل کردیا۔

میرا فی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، اے اللہ کے بندو! یہ ظلم دیکھو کہ خود مجھ کو حکم دیا گیا تھا کہ قتل کر دو، اور اس کے بعد مجھ سے قصاص دلایا جا رہا ہے (کہ اسے قتل کردو)۔

(۲۸) ═══ امامؑ کی طرف غلط روایات منسوب کرنیوالے

میمون بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ لوگ مختلف شہروں سے آپؑ کے پاس آپؑ سے اخذِ حدیث (احادیث لینے) کے لیے آئے۔

آپؑ نے مجھ سے پوچھا، تم ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو؟

میں نے عرض کیا، نہیں حضور۔

آپؑ نے فرمایا، پھر یہ لوگ میرے پاس کس کی معرفت سے پہونچے ہیں؟

میں نے عرض کیا، یہ لوگ وہ ہیں جو ہر طرح اور ہر شخص احادیث حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں انھیں اس کی پرواہ نہیں کہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں۔

آپؑ نے اُن میں سے ایک شخص سے پوچھا، تم نے میرے علاوہ کسی اور سے بھی کوئی حدیث اخذ کی ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا کوئی حدیث سناؤ جو تم نے کسی اور سے سنی ہو۔

اُس نے کہا، ہم تو اس لیے آئے ہیں کہ آپؑ سے احادیث سنیں، آپؑ کو سنانے کے لیے نہیں حاضر ہوئے ہیں۔

پھر آپؑ نے اُن میں سے دوسرے شخص سے فرمایا، تم سناؤ کوئی حدیث جو تم نے کسی اور سے سنی ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اُس کو بطور امانت محفوظ کروں گا

اُس نے بھی حدیث سنانے سے انکار کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا جو علم تم نے حاصل کیا ہے وہی بتا دو، تاکہ اُس پر انشاء اللہ میں بھی عمل کروں۔

اُس نے کہا، اچھا سنیے سفیان ثوری نے حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نبیذ ہر قسم کی حلال ہے خمر کے علاوہ۔

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

آپؑ نے فرمایا، کچھ اور ؟

۲ اُس نے کہا سفیان ثوری نے ایک شخص سے روایت کی ہے اور اُس نے حضرت محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دونوں موزوں پر مسح نہ کرے وہ بدعتی ہے اور جو شخص بنیذ نہیں پیتا وہ بھی بدعتی ہے اور جو شخص بام مچھلی نہیں کھاتا اور جو شخص ذمی کافروں کا کھانا یا اُن کا ذبیحہ نہیں کھاتا وہ گمراہ ہے اس لیے کہ بنیذ میں تھوڑا پانی ملا کر حضرت عمر پیا کرتے تھے اور رہا مسح کا مسئلہ تو حضرت عمر نے خُفین (موزوں) پر حالتِ سفر میں تین دن اور حضر میں ایک دن اور ایک رات مسح کیا تھا۔ اور اہلِ ذمّہ کا ذبیحہ تو حضرت علیؑ نے بھی کھایا تھا اور کہا تھا کہ تم لوگ بھی کھاؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ" (سورۂ مائدہ آیت ۵)

(آج کے دن تم پر پاک و پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور اُن لوگوں کا کھانا (خوراک) جنھیں کتاب دی گئی، تم پر حلال کیا ہے اور تمھارا کھانا اُن پر حلال کیا ہے۔)

یہ کہہ کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، کوئی اور حدیث سُناؤ۔

اُس نے کہا، بس جتنا سُنا تھا بیان کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا، بس اتنا ہی سُنا تھا ؟

اُس نے کہا، نہیں۔

آپؑ نے پھر فرمایا، کہ، کچھ اور بیان کرو۔

۳ اُس نے کہا، عمرو بن عبید نے حسن سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ بہت سی وہ باتیں ہیں جن کی سب لوگ تصدیق کرتے ہیں مگر کتابِ خدا میں اُن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں۔ جیسے: عذابِ قبر، میزان، حوض، شفاعت اور نیّت۔ یعنی اگر ایک شخص کسی اچھے یا بُرے کام کی نیّت کرے مگر عمل نہ کرے، تو اُس کو صرف نیّت کا اجر و ثواب ملے گا۔ ویسے تو انسان جو عمل کرتا ہے اُسی کا اُسے بدلہ ملتا ہے۔ (اچھا عمل کرتا ہے تو اچھا بدلہ، بُرا عمل کرتا ہے تو بُرا بدلہ)

اُس کی اِس قسم کی گفتگو کو سن کر میں ہنسنے لگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اشارے سے ہنسنے کو منع فرمایا۔

مجھے ہنستا دیکھ کر اُس شخص نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا، کیوں ہنس رہے ہو؟ اِس کو صحیح سمجھ کر ہنسے یا غلط جان کر ؟

میں نے کہا، خدا تمھارا بھلا کرے (ہنسوں نہیں تو) کیا رونے لگوں، دراصل میری ہنسی و استعجاب اس بات پر ہے کہ تم نے اتنی حدیثیں یاد کیسے کرلیں؟

یہ سُن کر وہ خاموش ہوگیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اب کوئی اور حدیث سناؤ۔

۴ اُس نے کہا، بہتر ہے۔ سُنیے! مجھ سے سُفیان ثوری نے محمد بن منکدر سے روایت کی ہے، اُس نے حضرت علی علیہ السلام کو منبر کوفہ پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ، اگر میرے سامنے کوئی ایسا شخص پکڑ کر لایا گیا جو مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل بتاتا ہے تو میں اُس پر وہی حد (سزا) جاری کروں گا جو ایک جھوٹے اور مفتری پر جاری کی جاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، کوئی اور حدیث یاد ہو تو بیان کرو۔

۵ اُس نے کہا، سفیان ثوری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی محبت ایمان ہے اور اُن سے عداوت کفر ہے

آپؑ نے فرمایا، کوئی اور حدیث سُناؤ۔

۶ اُس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا یونس بن عبید نے اور ان سے بیان کیا حسن نے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں تاخیر کی تو اُن سے حضرت ابوبکر نے پوچھا تم نے میری بیعت کو کیوں چھوڑا؟ خدا کی قسم میرا ارادہ تھا کہ اس جُرم پر تمھاری گردن ماردوں۔

حضرت علیؑ نے کہا، اے خلیفۂ رسولؐ! معافی دیجیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اور کوئی حدیث۔

۷ اُس نے کہا، بیان کیا مجھ سے سفیان ثوری نے اور اُن سے حسن نے بیان کیا، حضرت ابوبکر نے خالد ابن ولید کو حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام جب صبح کی نماز پڑھ کر سلام پر ختم کریں تو تم اُن کی گردن ماردینا، مگر پھر نماز ہی کے دوران اُنھوں نے اپنے نفس کو سمجھا لیا اور خالد سے کہا اے خالد! جو کچھ میں نے کہا ہے اُس پر عمل نہ کرنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اور کوئی حدیث؟

۸ اُس نے کہا، نعیم بن عبید اللہ نے جعفر بن محمدؑ علیہ السلام سے روایت کی ہے: اُنھوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے بہت چاہا کہ وہ ینبع کے نخلستانوں میں کھجوروں کے سائے میں زندگی بسر کروں اور جنگِ جمل و جنگِ نہروان میں شریک نہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، کوئی اور حدیث؟

۹ اُس نے کہا، عباد نے حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام سے روایت کی ہے اُنھوں نے

بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے یومِ جمل دیکھا (شدت سے جنگ کی وجہ سے خون بہت بہہ گیا تھا) تو آپؑ نے امام حسنؑ سے کہا، اے فرزند! میں ہلاک ہوگیا۔

امام حسن علیہ السلام نے کہا، بابا، میں نے تو آپؑ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ اس جنگ کے لیے نہ نکلیں۔

اُنھوں نے کہا، بیٹا! مجھے نہیں معلوم تھا کہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، کوئی اور حدیث؟

اُس نے کہا، سفیان ثوری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب اہلِ صفین قتل ہوئے تو اُن کے غم میں حضرت علی علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں دونوں کو جنت جمع کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ لغویات سُن کر وہ حجرہ (کمرہ) جہاں ہم بیٹھے تھے مجھ پر تنگ ہوگیا، مجھے پسینہ آنے لگا، میں اپنے آپے میں نہ رہا اور چاہا کہ اُٹھ کر اُس کو دو لات جمادوں مگر فوراً ہی مجھے حضرت جعفر ابن محمدؑ علیہ السلام کا اشارہ یاد آگیا اور میں نے ضبط کیا۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس سے پوچھا، تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟

اُس نے کہا، بصرے کا باشندہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، کہ جو حدیثیں تم جعفرؑ بن محمدؑ کے حوالہ سے بیان کی ہیں تو کیا تم اُن سے واقف ہو اور اُنھیں پہچانتے بھی ہو؟

اُس نے کہا، نہیں

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اُن کے متعلق تم نے کچھ سُنا بھی ہے کہ وہ کون ہیں، کہاں رہتے ہیں (کس خاندان سے متعلق ہیں؟)

اُس نے کہا نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، کیا یہ تمام احادیث تمھارے نزدیک صحیح ہیں۔؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ حدیثیں تم نے کب سُنی تھیں؟

اُس نے کہا، یہ تو یاد نہیں، مگر یہ حدیثیں ہمارے شہر میں ایک عرصہ سے مشہور ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اچھا وہ شخص جس سے یہ روایات منسوب ہیں، اگر تم سے منع کرے کہ یہ تمام روایات غلط ہیں میں نے یہ سب کچھ کہا ہی نہیں ہے، تو کیا تم اُس کی اِس بات کو مان لوگے؟

اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں ؟

اُس نے کہا، اِس لیے کہ ان احادیث کی صحت کے اتنے ثقہ راوی گواہ ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی شخص کے آزاد ہونے کی گواہی دیدے تو اُس ایک کی گواہی بھی تسلیم کرلی جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس سے فرمایا، اچھا، میں بھی تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اُسے لکھ لو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے میرے جدِ بزرگوار نے بیان کیا کہ :

اُس نے پوچھا، آپؑ کا نام کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، تم میرا نام پوچھ کر کیا کروگے (حدیث سنو !) حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا اور انھیں فضا میں مقیم کردیا۔ وہاں جن روحوں کے درمیان اُنس تھا وہ یہاں آکر آپس میں دوست بن گئیں اور جن کا وہاں آپس میں کوئی تعلّق یا اُنس نہ تھا وہ یہاں آکر ایک دوسرے کی مخالف ہوگئیں۔ اور جو شخص ہم اہلِ بیت کی طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اندھے یہودی کی شکل میں محشور کرے گا۔ اور اگر دجّال نے اُس کے زمانہ میں خروج کیا، تو وہ اُس پر ایمان لائے گا، اور اگر اُس کے زمانے میں دجّال نے خروج نہ کیا تو وہ اپنی قبر میں اُس پر ایمان لائے گا۔

پھر آپؑ نے آواز دی، اے غلام میرے لیے پانی رکھ دو، اور میری طرف اُٹھنے کا اشارہ فرمایا، اور وہ لوگ بھی آپؑ سے اِس سُنی ہوئی حدیث کو لکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اِس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اُٹھے آپؑ کا چہرۂ مبارک غمگین تھا، مجھ سے فرمایا جو حدیثیں ان لوگوں نے بیان کیں وہ تم نے سنیں ؟

میں نے عرض کیا، اللہ آپؑ کا بھلا کرے، یہ کس قسم کے لوگ ہیں اور کیسی احادیث بیان کرتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، سب سے زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ لوگ میرے ہی سامنے غلط احادیث کو مجھ ہی سے منسوب کرکے بیان کر رہے تھے اور ایسی باتیں کہہ رہے تھے جن کو نہ میں نے کبھی کسی سے بیان کیا اور نہ کسی نے مجھے کہتے ہوئے سُنا، اور لطف یہ ہے کہ جب میں اپنی منسوب کی ہوئی روایات کا انکار بھی کرتا تو وہ لوگ اسے سچ ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ، اب انھیں مزید ڈھیل نہ دے، مزید مہلت نہ دے، آخر انھیں کیا ہو گیا ہے ؟

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام جب بصرہ سے باہر نکلے تو آپؑ نے فرمایا، تجھ پر لعنت ہو اے زمینِ بصرہ، تیری مٹی سڑی ہوئی ہے تو جلد برباد ہونے والی ہے، تجھ پر شدید عذاب آنے والا ہے۔ تیرے اندر ایک پھیلنے والا مرض ہے۔

کسی نے پوچھا، یا امیر المومنین ! وہ کون سا مرض ہے۔

آپؑ نے فرمایا، وہ کلام جس میں اللہ پر جھوٹ اور افترا باندھا ہو جس میں ہم اہلِ بیت سے بغض ہو، جس میں اللہ کی ناراضگی ہو، جس میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناخوشی ہو، جس میں ہم اہلِ بیت پر جھوٹ باندھا گیا ہو اور ہماری طرف جھوٹ باتیں منسوب کرنا جائز اور حلال سمجھا گیا ہو۔ (رجال کشی ص ۲۴۹)

○ —— حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سفیان بن عینیہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آکر ملاقات کی اور کہا اے ابوعبداللہؑ ! یہ تقیہ کب تک، اور اب تو آپؑ اس سن کو بھی پہونچ چکے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر کوئی شخص تمام عمر رکن و مقام کے درمیان بھی عبادت کرتا رہے اور ہماری ولایت کا اقرار نہ کرے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

(رجال کشی ص ۲۴۸)

(۲۹) === سلیمان اعمش اور امام ابوحنیفہ

شریک سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ جب سلیمان اعمش مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو میں اُس کے پاس تھا کہ اتنے میں ابن ابی لیلیٰ و ابن شبرمہ اور امام ابوحنیفہ اُس کے پاس آئے اور ابوحنیفہ نے سلیمان اعمش سے مخاطب ہو کر کہا، سلیمان ! خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ سے ڈرو ! یہ تمھاری آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔ تم نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے متعلق ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں کہ اگر تم اپنی زبان بند ہی رکھتے تو تمہارے لیے بہتر تھا۔

یہ سُن کر سلیمان اعمش نے کہا، اچھا، مجھ جیسے شخص سے یہ کہنے کی جرأت ؟ اے لوگو ! ذرا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ، مجھے تکیہ کا سہارا لگاؤ۔

جب اُس کو اٹھا کر بٹھا دیا گیا تو وہ ابوحنیفہ سے کہنے لگا، سنو ! میں تمھیں ایک حدیث سُناؤں۔ مجھ سے ابوالمتوکل ناجی نے بیان کیا اور اس سے ابوسعید خدری نے اور اُن کا بیان ہے

کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ سے کہے گا "تم دونوں اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کردو"۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۝" (سورہ ق آیت ۲۴)

ترجمہ (تم دونوں ہر انکار کرنیوالے (حق سے) عناد رکھنے والے کو جہنم میں (ڈال دو)

ابوحنیفہ نے یہ سن کر کہا چلو، یہاں سے، ورنہ یہ اس سے بھی کوئی بڑی بات کہہ دیں گے۔

فضل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! اِس آیت میں کفّار سے کون لوگ مراد ہیں؟

فرمایا، اس سے مراد میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنے والے۔

میں پھر عرض کیا، اور عنید سے کون مراد ہے؟

فرمایا، (عنید) عنید وہ ہے جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کے حق سے انکار کرے۔

(بشارۃ المصطفیٰ صہ ۵۹)

(۳۰) ــــ طاؤس یمانی

تنبیہ الخواطر میں ہے کہ ایک مرتبہ طاؤس یمانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا، تو آپؑ نے پوچھا۔

کیا تمھارا ہی نام طاؤس ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، مگر طاؤس تو ایک منحوس طائر ہے۔ جن لوگوں کے صحن میں اُترا اُن کے لیے کوچ کا اعلان کردیا۔

اِس کے بعد فرمایا، میں تمھیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، یہ بتاؤ، کیا تمھاری نظر میں کوئی بھی ایسا ہے جو اللہ سے زیادہ عذر قبول کرلینے والا ہو؟

اُس نے کہا، جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، میں تمھیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تمھاری نظر میں کوئی ایک بھی اُس شخص سے زیادہ سچا ہے جو یہ کہے کہ میں قادر نہیں ہوں اور واقعاً اس کے پاس قدرت نہیں ہے؟

اس نے کہا، جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم ہی بتاؤ کہ سب سے زیادہ عذر قبول کرنے والا سب سے زیادہ سچے کے عذر کو کیوں نہیں قبول کرے گا؟

یہ سُن کر طاؤس نے اپنا دامن جھاڑا اور کہا، میرے درمیان اور حق کے درمیان کوئی عداوت تو نہیں ہے۔ (تنبیہ الخواطر صـ۱۲)

(۳۱) عباد بن کثیر بصری

محمد بن عیسیٰ نے یونس سے اور یونس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے عباد بن کثیر بصری صوفی سے فرمایا، اے عباد! تمھیں تمھاری پارسائی نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ سنو! اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ٹھیک ٹھیک بات کہو۔ وہ تمھارے اعمال کی تمھارے لیے اصلاح کر دے۔)

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کسی عمل کو اُس وقت تک قبول نہیں کرے گا جبتک کہ تم عدل و انصاف کی بات نہ کرو۔ (کافی جلد ۸ صـ۱۰۱)

(۳۲) حُسنِ نیّت کا پھل

علی بن حکم نے زرعہ سے روایت کی ہے اُس کا بیان ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کی ایک نہایت نفیس و حسین کنیز کسی شخص کو پسند آگئی۔ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس کے دیکھنے سے اجتناب کرو اور اگر اتفاقیہ نظر پڑ جائے تو یہ کہو کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر کرم فرمائے۔

اُس نے ایسا ہی کیا، ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ اُس کنیز کے مالک کو سفر درپیش ہوا اور وہ اس کے پاس آیا اور بولا:

"اے جناب آپ میرے پڑوسی ہیں اور میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ

وثوق ہیں۔ مجھے سفر درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ میری کنیز آپ کے پاس بطور امانت رہے۔
میں نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اور مجھ پر اعتماد کیا ہے میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر میں تنہا رہتا ہوں گھر میں نہ تو میری زوجہ ہے اور نہ کوئی دوسری عورت ہے پھر بھلا تمھاری یہ کنیز میرے گھر میں کیسے رہ سکتی ہے ؟

اُس نے کہا، اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ اس کی قیمت طے کرلیں، رقم اُدھار رہے گی (اور آپ اس کو اپنی کنیز بنا کر رکھیں) مگر اس کا وعدہ کریں کہ آپ اس کو کسی اور کے ہاتھ فروخت نہ کریں گے۔ جب میں آؤں گا تو پھر آپ اس کو میرے ہاتھ فروخت کردیں۔ میں خرید لوں گا اور اس درمیان میں آپ کو یہ ہر طرح حلال رہے گی۔

اُس نے کہا، منظور ہے۔

اس نے کنیز کی بھاری قیمت طے کرلی۔ وہ شخص سفر پر چلا گیا اور وہ کنیز اس پڑوسی کے پاس چھوڑ گیا۔

پھر بنی اُمیہ کے کسی خلیفہ کی طرف سے ایک فرستادہ کنیزیں خریدنے کے لیے آیا اور جن کنیزوں کو خریدنے کے لیے اُس نے فہرست بنائی جس میں اس کنیز کا بھی نام تھا۔

والیٔ مدینہ نے اس کے پاس آدمی بھیج کر بُلایا۔ اور کنیز کے بارے میں گفتگو کی۔

اُس نے والیٔ مدینہ سے عذر کیا کہ یہ کنیز میری نہیں ہے۔ بلکہ فلاں شخص کی ہے۔

والیٔ مدینہ نے کہا، مگر وہ شخص تو موجود نہیں ہے۔ اور ہم اس کنیز کو ضرور حاصل کریں گے خواہ قیمت کچھ بھی ہو۔

والیٔ مدینہ نے اُس کو بحد مجبور کیا، تو اس نے بھی مجبوراً اس کنیز کو زیادہ منافع پر فروخت کردیا۔ جب اس کنیز کو لے کر وہ لوگ مدینہ سے چلے گئے تو اس کنیز کا پہلا مالک سفر سے واپس آگیا اور اُس نے آتے ہی پہلا سوال کنیز کے متعلق کیا، وہ کیسی ہے ؟

اُس کے پڑوسی نے سارا قصّہ کہہ سنایا اور اُس کی ساری قیمت مع نفع کے اُس کے سامنے رکھدی اور کہا، یہ آپ کی کنیز کی قیمت و منافع حاضر ہے۔

اُس نے کہا، مگر میں تو تم سے اتنی ہی قیمت لوں گا جتنی پہلے طے ہوچکی تھی زائد رقم منافع کے بطور تم اپنے پاس رکھو، یہ تمھیں مبارک ہو۔

بالآخر اللہ نے اس کو اس کی حسنِ نیّت کا پھل عطا فرمادیا۔

(کافی جلد ۵ صـ ۵۵۹)

(۲۳) عباد بصری اور آدابِ دسترخوان

فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عباد بصری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دسترخوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا ایک ہاتھ زمین پر رکھ دیا۔

عباد نے کہا، خدا آپؑ کا بھلا کرے کیا آپؑ کو یہ نہیں معلوم کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس طرح کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔؟

آپؑ نے ہاتھ اُٹھا لیا اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد دوبارہ زمین پر ہاتھ رکھ دیا۔

عباد نے پھر ٹوکا۔

آپؑ نے ہاتھ اُٹھایا اور کھانا کھانے لگے لیکن کچھ دیر کے بعد پھر ہاتھ زمین پر رکھ دیا۔

عباد نے پھر ٹوکا۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس سے ہرگز منع نہیں فرمایا ہے۔ (کافی جلد ۶ صـ ۲۷۱)

(۲۴) خوشحالی و خوش پوشی اللہ کے نیک بندوں کا حق ہے

محمد بن علی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ سفیان ثوری مسجد الحرام کی طرف سے گذر رہا تھا کہ اُس نے دیکھا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک قیمتی لباس زیبِ تن فرمائے ہوئے ہیں۔

اُس نے دل میں کہا، قسم خدا کی میں ابھی ان کے پاس جا کر انھیں تنبیہ کرتا ہوں۔

یہ سوچ کر وہ آپؑ کے پاس پہونچا اور بولا۔

فرزندِ رسولؐ! بخدا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایسا لباس کبھی نہیں پہنا، نہ حضرت علی علیہ السلام نے اور نہ آپؑ کے آبائے کرام نے کبھی ایسا لباس پہنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (سمجھ کر بات کرو) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ عُسرت و تنگدستی کا زمانہ تھا۔ لہٰذا اسی کے مطابق

آپؑ زندگی بسر کرتے تھے، مگر فی الحال خوشحالی اور فارغ البالی ہے جس کے سب سے زیادہ حقدار اللہ کے نیک بندے ہی ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ" (سورۃ الاعراف آیت ۳۲)

ترجمہ: (کہدو (اے ہمارے رسولؐ)! کس نے اللہ کی زیب و زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے (جائز قرار دی ہے) اور رزق میں سے پاک و پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے؟)

لہٰذا جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا ہے ہم اس سے فائدہ حاصل کرنے کے زیادہ مستحق اور حقدار قرار پاتے ہیں (رہا تمھارے اعتراض کا جواب) تو اب سنو! کان کھولکر یہ لباس جو تم میرے جسم پر دیکھ رہے ہو، میں نے لوگوں کے لیے پہن لیا ہے! اور یہ کہکر آپؑ نے سفیان ثوری کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اوپر کا لباس اُٹھایا اور اُس کے نیچے جو لباس پہنے ہوئے تھے، اُسے دکھایا، (وہ کھدر وغیرہ کا لباس تھا) کہ یہ میں نے اپنے لیے پہن رکھا ہے۔ اِس کے بعد آپؑ نے سفیان ثوری کا وہ لباس جو اُس نے اوپر بظاہر پہن رکھا تھا اُٹھایا تو اُس کے نیچے اُس نے اپنے جسم کو آرام پہونچانے اور نفس کو خوش کرنے کے لیے جو لباس پہن رکھا تھا نہایت نفیس اور نرم و نازک تھا۔ آپؑ نے فرمایا، مگر تم نے میرے برعکس یہ لباس تو نفس و جسم کو آرام پہونچانے کے لیے اور اوپر والا موٹا جھوٹا لباس لوگوں کے دکھلانے کے لیے پہن رکھا ہے۔ (کھانے اور پہننے کی اشیاء میں بھی فریب اور دھوکے سے کام لیتے ہو، اسی کو دنیا کہتے ہیں۔) (کافی جلد ۶ ص ۴۴۲)

۵ ـــ عبد اللہ بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سُنا۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میرا دامن کھینچا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ عباد بن کثیر بصری تھا۔

اُس نے کہا اے جعفر! تم ایسا لباس پہنتے ہو؟ تمھیں معلوم ہے کہ حضرت علیؑ سے تمھاری کیا نسبت ہے؟

میں نے کہا، یہ فرقبی لباس میں نے ایک دینار میں خرید کر پہنا ہے (جو اس زمانہ کے لحاظ سے موزوں و مناسب ہے) اور حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانے کے لحاظ سے جو موزوں تھا وہی لباس پہنتے تھے اگر ویسا لباس میں اِس زمانے میں پہنوں تو لوگ کہیں گے کہ یہ

بھی عبّاد کی طرح ریاکاری کر رہے ہیں۔

(کافی جلد ۶ صـ۴۴۲)

٥ ـــ ابن قداح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام مجھ پر سہارا لیے ہوئے تھے اور اُس وقت آپؑ ایک عمدہ مروی لباس پہنے ہوئے تھے کہ عبّاد ابنِ کثیر سے ملاقات ہوگئی۔

اُس نے کہا "اے ابو عبداللہ! آپؑ خاندانِ نبوّت سے ہیں اور ایسا عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ آپؑ کو چاہیے تھا کہ نہایت سادہ لباس پہنتے۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "اے عبّاد! تجھ پر وائے ہو۔

"مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (سورۃ الاعراف آیت ۳۲)

اے عبّاد! جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں دیتا ہے تو وہ اُن کے اثرات اپنے بندوں پر دیکھنا چاہتا ہے (ورنہ یہ بھی کفرانِ نعمت میں شمار ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ عمدہ چیزیں عطا فرمائے اور بندے بُری چیزیں لوگوں پر ظاہر کریں۔) اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اے عبّاد! وائے ہو تجھ پر، دیکھ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پارۂ جگر ہوں مجھے پریشان نہ کر۔ (حالانکہ خود عبّاد اُس وقت دو قطر کا بنا ہوا لباس پہنے ہوئے تھا!)

(کافی جلد ۶ صـ۴۴۳)

(۳۵) ـــ وقتِ احتضار حضرت علیؑ کی آمد

سعید بن یسار کا بیان ہے کہ

سابور کے دونوں فرزند بڑے صاحبِ فضل و ورع اور منکسر مزاج تھے۔ اُن میں سے ایک فرزند جس کا نام زکریا بن سابور تھا بیمار رہا۔ اُس کی وفات کے وقت میں اس کے پاس تھا میں نے دیکھا کہ اُس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا "یا علیؑ! میرے ہاتھ نورانی ہوگئے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد، میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہاں محمد بن مسلم بھی موجود ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں آپؑ کے پاس سے اُٹھا تو میرا خیال تھا کہ محمد بن مسلم نے زکریا بن سابور کا حال آپؑ سے بیان کر دیا ہوگا اس لیے میں نے کوئی ذکر ہی نہ کیا اور چلا گیا لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے پیچھے بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ جب میں واپس پہونچا تو آپؑ نے پوچھا۔ کہ جس شخص کی موت کے وقت تم موجود تھے

اس کا حال بیان کرو، اس کو کیا کہتے ہوئے سُنا تھا؟

میں نے عرض کیا، اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا "یا علیؑ! میرے ہاتھ نورانی ہو گئے۔"

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، بخدا اس نے یقیناً حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا، بخدا اُس نے حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کی، بخدا اُس نے ضرور اُن دیکھا تھا۔

(کافی جلد ۲ صـ ۵۱۲)

٥ ــــ ابن ابی یعفور سے روایت ہے کہ خطّاب جہنی کا ہم لوگوں سے میل ملاپ تھا مگر وہ بڑا سخت دشمنِ آلِ محمدؐ تھا۔ اور نجدہ حروری کی صحبت میں رہتا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اس میں جول اور تقیہ کی بنا پر اس کی عیادت کرنے گیا۔ دیکھا کہ وہ غش میں ہے اور عنقریب مرنے والا ہے۔ تو میں نے اُس کو اُسی عالم غشی میں کہتے ہوئے سُنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ "اے علیؑ! تم نے میرا کیا بگاڑا تھا کہ میں نے تم سے دشمنی اختیار کی۔"

یہ بات میں نے جاکر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کو بتائی۔

حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، ربّ کعبہ کی قسم اُس نے یقیناً حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا، ربِّ کعبہ کی قسم اُس نے ضرور اُن کو دیکھا۔

(کافی جلد ۳ صـ ۱۱۳)

(۳۶) ـــــ سفیان سے خطاب

سفیان سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، اے سفیان! مختلف مذاہب کے پیچھے چکّر نہ لگاؤ۔ اپنا یقین پختہ کرو اور ہدایت کی پیروی کرو۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! ہدایت کی پیروی کا کیا مطلب؟

آپؑ نے فرمایا، کتابِ خدا اور اُس شخص کی اتّباع۔ پھر فرمایا اے سفیان! مگر تمھیں نہیں معلوم کہ وہ شخص کون ہے؟

میں نے عرض کیا، نہیں، بخدا مجھے نہیں معلوم کہ اُس شخص سے آپؑ کی مراد کون ہے؟

فرمایا، بات یہ ہے کہ تم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھی ہے اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اندھا محشور کرے گا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! مجھے اُس شخص کا نام تو بتا دیجیے۔ ہو سکتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُس سے کچھ فائدہ پہونچائے۔

آپؑ نے فرمایا، اے سفیان! وہ شخص خدا کی قسم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جس نے اُن کی اتباع کی اُسے وہ سب کچھ عطا ہوگا جو ہر کسی کو نہیں عطا ہوا ہوگا اور جس نے اُن کی پیروی نہیں کی وہ یقیناً خسارے میں رہے گا۔ اور اے سفیان بخدا وہ میرے جد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں، اگر تم اللہ کی مضبوط رسّی چاہتے ہو تو حضرت علیؑ کی اتباع کرو اس لیے کہ خدا کی قسم وہی عذاب سے بچائیں گے۔ اے سفیان اپنے نفسِ امّارہ اور خواہشات کی پیروی نہ کرو، ورنہ سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔

(تفسیر فرات ص ۲۹)

(٣٧) معلّیٰ بن خنیس اور نمازِ عید

احمد بن ابراہیم قرشی کا بیان ہے کہ مجھ سے بعض اصحاب نے یہ بیان کیا کہ جب عید کا دن آتا تو معلّیٰ بن خنیس (نمازِ عید کیلئے) اپنے سر پر خاک اُڑاتے ہوئے فریادیوں کی سی شکل بنائے صحرا کی طرف جاتا اور جب خطیب منبر پر جاتا تو یہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہتا، پروردگارا! جس جگہ یہ کھڑا ہے یہ جگہ تو درحقیقت خلفاء اور تیرے منتخب بندوں کی ہے۔ یہ مقام اُن کا ہے جن کو تو نے اپنی امانتوں کے لیے مخصوص کیا ہے مگر ہر شے کا مقدّر بنانے والا تو ہی ہے، تیرے فیصلے پر کوئی غالب نہیں آسکتا، تیری تدبیر ایسی حتمی ہوتی ہے کہ اس سے ہرگز کوئی تجاوز نہیں کرسکتا۔ تو جو چاہے کرے اور جیسا چاہے کرے، جس طرح تجھے اپنی مخلوقات کا علم ہے اسی طرح تجھے اپنے ارادے کا بھی علم ہے۔

پروردگارا! تیرے منتخب بندے، تیرے خلفاء اتنے مغلوب و مقہور ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل دیے گئے ہیں، تیری کتاب پس پشت ڈال دی گئی ہے، تیرے عائد کیے ہوئے فرائض میں تحریف کردی گئی ہے، تیرے نبیؐ کی سنّت متروک ہوچکی ہے، لیکن وہ (تیرے منتخب بندے اور تیرے خلفاء) بول نہیں سکتے۔

پروردگارا! اوّلین و آخرین، گذشتہ و آئندہ میں جو لوگ بھی اُن کے دشمن ہیں، اُن سب پر تیری لعنت ہو۔ پروردگارا! ہمارے زمانے کے ظالموں پر، اُن کے پیچھے چلنے والوں پر، اُن کی اتباع کرنے والوں پر، اُن کے گروہوں، اُن کے مددگاروں پر تیری لعنت ہو۔ بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔

(رجال کشی ص ۲۴۲)

(۳۸) ڈراؤنے خواب اور اُن کا علاج

ولید بن صبیح سے روایت ہے۔
اس کا بیان ہے کہ شہاب بن عبد ربہ نے مجھ سے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں نیند میں ڈراؤنے خواب دیکھتا ہوں۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ سے جاکر عرض کیا۔ شہاب نے آپؑ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں نیند میں ڈراؤنے خواب دیکھتا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا، اُس سے جاکر کہہ دینا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے۔
میں نے آپؑ کا یہ ارشاد شہاب تک پہونچا دیا۔
اُس نے کہا کہ تم دوبارہ جاکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کرنا کہ زکوٰۃ تو میں پابندی سے نکالتا ہوں۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے شہاب کا یہ پیغام پھر حضرت امام جعفر صادقؑ تک پہونچا دیا۔
آپؑ نے فرمایا، اُس سے کہدینا کہ اگر تم زکوٰۃ نکالتے ہو تو اُس کو مستحقین تک نہیں پہونچاتے۔ (کافی جلد ۳ صـ ۵۴۶)

(۳۹) برادرِ مومن کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ (بطورِ خاص)

معتب کا بیان ہے کہ محمد بن بشر وشاء پر شہاب کا ایک ہزار دینار قرض تھا۔ محمد بن بشر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپؑ شہاب سے میری سفارش فرمادیں کہ وہ زمانۂ حج تک قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دیدے۔
آپؑ نے شہاب کے پاس آدمی بھیج کر بُلایا اور فرمایا:
اے شہاب! تمھیں محمد بن بشر کا حال معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ ہمارا ماننے والا ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ وہ تمھارا ایک ہزار دینار کا مقروض ہے اور یہ رقم اُس نے اپنے کھانے پہننے وغیرہ پر خرچ نہیں کی ہے بلکہ قرض ادا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اُسے کچھ مہلت دیدو۔
اُس نے کہا، آپؑ کا غالباً یہ خیال ہے کہ اُس کی نیکیوں میں سے کچھ کاٹ کر دوسرے

کو دے دی جائے گی تو پھر، اب یہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ ایک بندہ جو اس کا تقرب چاہتا ہے جاڑے کی راتوں میں کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہے اور گرمی کے دنوں میں دن کو روزے رکھتا ہو، خانۂ کعبہ کا طواف کرتا ہے پھر وہ اس سے یہ تمام نیکیاں چھین کر دوسرے کو دیدے۔ وہ بڑا ہی مہربان ہے، وہ بندۂ مومن کی طرف سے خود بدلہ چکا دے گا۔

شہاب نے کہا، اچھا، میں نے اُسے مہلت دیدی۔ (کافی جلد ۴ صـ ۳۶)

(۴) ــــــ دینِ خدا سے روکنے والے

سدیر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام حرم سے برآمد ہو رہے تھے اور میں حرم میں داخل ہو رہا تھا کہ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور خانۂ کعبہ کے سامنے لے گئے۔ پھر فرمایا:

اے سدیر! لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان پتھروں کے پاس آئیں اور ان کا طواف کریں، پھر ہمارے پاس آئیں اور ہماری ولایت کا ثبوت دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

ترجمہ: (بلا شبہ میں اُس کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلے۔ (سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲) ایمان لائے اور عملِ صالح بجالائے پھر ہدایت یافتہ ہو۔)

اس کے بعد آپؑ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا، ہماری ولایت اور دوستی کا۔ اس کے بعد فرمایا، اے سدیر! کیا میں تمہیں دکھا دوں کہ لوگوں کو دینِ خدا کی طرف آنے سے کون لوگ روکتے ہیں؟ پھر آپؑ نے ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کی طرف دیکھا جو اُس وقت وہاں موجود تھے اور فرمایا، دیکھو! یہ لوگ دینِ خدا سے روکتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس نہ اللہ کی کوئی ہدایت ہے، نہ کوئی کتابِ مبین کی دلیل ہے، یہ بد باطن ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے تو لوگ ادھر اُدھر گھومتے اور جب انھیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف منسوب کرکے کوئی بات کہنے والا نہ ملتا تو لازماً وہ ہمارے پاس آتے اور ہم ان لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی صحیح صحیح خبریں دیتے۔

(کافی جلد ۱ صـ ۳۹۲)

(۴۱) مسجدِ خیف میں خطبۂ حضرت رسول اللہؐ

حکم بن مسکین نے ایک قریشی سے جو مکّہ کا باشندہ تھا روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ سفیان ثوری نے مجھ سے کہا چلو ذرا حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السّلام کے پاس چلیں۔

میں تیار ہو گیا اور اُس کے ساتھ گیا۔ وہاں پہونچا تو دیکھا کہ آپؑ اپنی سواری پر کہیں جانے کی تیاری میں ہیں۔

سفیان ثوری نے کہا، یا ابا عبداللہ ! وہ خطبہ جو جناب رسول اللہؐ نے مسجدِ خیف میں ارشاد فرمایا تھا، ذرا مجھے سُنا دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، سرِدست میں کسی ضرورت کے لیے جا رہا ہوں، واپس آکر وہ خطبہ سُنا دوں گا۔

سفیان ثوری نے کہا، میں آپؑ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابتداری کا واسطہ دیتا ہوں کہ ابھی وہ خطبہ بیان فرما دیں۔

یہ سُن کر آپؑ سواری سے اُتر پڑے۔

سفیان ثوری نے عرض کیا، ذرا کاغذ، قلم و دوات بھی عنایت فرما دیں تاکہ میں اسے لکھ سکوں۔

آپؑ نے کاغذ، قلم و دوات عنایت فرما دیا۔ اور فرمایا لکھو !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : اللہ تعالیٰ اُس بندے کی مدد فرمائے جو میری باتیں سُنے اور انھیں یاد رکھے اور اُن لوگوں پہونچا دے جن تک میری باتیں نہیں پہونچ سکیں۔

اے لوگو ! غور سے سنو، تم میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو فقیہ بنے ہوئے ہیں، مگر واقعاً وہ فقیہ نہیں ہیں، اور بہت سے ایسے ہیں جو اپنے سے بڑے فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

"تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے مردِ مسلم اپنے دین میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اُس کا ہر عمل خالص اللہ کے لیے ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ائمۂ مسلمین کی ہدایت پر کاربند رہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اپنی قوم سے مکمّل وابستہ رہے۔ اُس کا ساتھ نہ چھوڑے۔"

سفیان ثوری نے اس خطبہ کو لکھ لیا اور پھر آپؑ کو پڑھ کر سنایا تاکہ تصحیح ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوئے اور ہم سفیان ثوری کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئے۔ ابھی ہم لوگ راستہ ہی میں تھے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ تم بھی اس وقت میرے ساتھ ہو آؤ ہم مل کر اس حدیث پر ذرا غور تو کریں کہ اس حدیث (خطبہ) کا مطلب کیا ہے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم اس خطبہ کو سنا کر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے تمہارے گلے میں وہ پھندا ڈال دیا ہے کہ اس سے تم کبھی نہیں نکل سکتے۔

سفیان نے کہا، وہ کیسے؟

میں نے کہا، دیکھو تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کی موجودگی میں کسی مردِ مسلم کا دین دھوکے میں نہیں پڑ سکتا۔ ان میں سے ایک اللہ کے لیے خالص عمل، اس کا مطلب تو ہم سب ہی جانتے ہیں۔ دوسری بات ائمۂ مسلمین کی پیروی کرنا۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ائمۂ مسلمین کون ہیں؟ جن کی پیروی کی جائے اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا ہم پر واجب ہو؟ کیا وہ معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن معاویہ یا مروان بن حکم ہیں؟ مگر یہ سب ایسے ہیں کہ نہ ان کی شہادت قبول کرنا ہمارے لیے جائز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے لیے جائز ہے۔

تیسری بات قوم سے وابستہ رہنے کی ہے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کون سی قوم مراد ہے؟ کیا مرجئہ مراد ہے؟ جن کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی شخص نہ نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، نہ غسلِ جنابت کرے اور (معاذاللہ) خانۂ کعبہ کو منہدم کر دے، اپنی ماں سے نکاح کرے تو اس کے باوجود اس کا ایمان بھی جبریل و میکائیل کے برابر ہی ہے۔

کیا وہ قوم، قدریہ ہے؟ جو یہ کہتے ہیں کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا اور جو ابلیس چاہتا ہے وہ ہوتا ہے؟

یا وہ قوم حروری ہے جو حضرت علی علیہ السلام پر تبرا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (معاذاللہ) حضرت علیؑ کافر تھے۔؟

یا وہ قوم جہمیہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی معرفت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، صرف یہی ایمان ہے۔؟

سفیان ثوری نے کہا، تجھ پر وائے ہو، پھر جو قوم اس سے مراد ہے وہ کیا کہتی ہے؟

میں نے کہا، اس کا (قوم کا) کہنا یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی

بخدا وہ امام ہیں جن کی پیروی کی جائے اور انکی ہدایات پر عمل کرنا ہمارا فریضہ ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم جماعت اہلبیت کے دامن سے وابستہ رہیں۔

یہ سن کر سفیان ثوری نے وہ تحریر چاک کر دی اور کہنے لگا، دیکھو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۴۰۲)

(۴۲) ـــــ بنی اُمیہ کی ملازمت یا عطیات

عبدالعزیز بن نافع کا بیان

ہے کہ ہم نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کی اور اس مقصد کے لیے آدمی بھیجا، اُس نے آکر کہا، تم لوگ دو دو کر کے اُن کے پاس جاؤ (زیادہ مجمع نہ ہونا چاہیے۔)

لہٰذا میں اور میرے ساتھ ایک اور شخص اندر داخل ہوئے۔ میں نے اپنے ساتھی کہا کہ تم ہی ان سے کوئی مسئلہ دریافت کرو۔

چنانچہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میرے والد بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنھیں بنی امیہ نے گرفتار کر لیا تھا، اور یہ مجھے بھی معلوم ہے کہ بنی اُمیہ کو نہ کسی چیز کے حرام کرنے کا حق ہے نہ حلال کرنے کا بلکہ تھوڑی بہت جو چیز بھی اُن کے قبضہ میں ہے وہ اُن کی نہیں ہے بلکہ آپؑ حضرات کا حق ہے اور در اصل وہ آپؑ ہی کی ملکیت ہے، جب یہ بات میرے ذہن میں آتی ہے تو میری عقل چکرا جاتی ہے کہ جو کچھ ہمیں اُن سے مل رہا ہے اور جن حالات میں میں اپنی زندگی گذار رہا ہوں، اس کے جواز کی میرے لیے کیا صورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا، تمھارے لیے حلال ہے اور جو شخص بھی تمھارے جیسے حالات میں ہے اُس کے لیے بھی حلال ہے۔

اِس کے بعد ہم لوگ آپؑ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آگئے اور معتب نے ہم سے پہلے باہر آکر سب لوگوں سے، جو اجازت کے منتظر تھے، یہ کہا کہ عبدالعزیز بن نافع کو آج ایسی کامیابی ہوئی جیسی کسی کو نہ ہوئی تھی

لوگوں نے پوچھا، کیسی کامیابی؟

اُس نے ساری تفصیل بیان کر دی۔ اس کے بعد دو آدمی پھر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں گئے۔ اُن میں ایک نے امام علیہ السلام سوال کیا:

میں آپ پر قربان، میرے والد بنی اُمیّہ کے قیدیوں میں سے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ بنی اُمیّہ کے پاس تھوڑا بہت جو کچھ ہے وہ اُن کا اپنا حق نہیں ہے۔ لہٰذا، میں چاہتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اُن سے مل رہا ہے اُسے آپ میرے لیے حلال کر دیں۔

آپ نے فرمایا، نہیں، اس کی ذمّہ داری مجھ پر نہیں ہے، نہ میں اس کو حلال کروں گا، نہ حرام۔

دونوں اشخاص یہ سُن کر باہر آگئے، مگر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو غصّہ آیا اور اس شب میں جو بھی آپ سے ملنے گیا، اُس سے آپ نے خود فرمایا، کیا تمھیں اس امر پر حیرت نہیں ہے کہ کچھ لوگ میرے پاس آکر یہ کہتے ہیں کہ بنی اُمیّہ سے وہ جو کچھ پا رہے ہیں وہ میں اُن کے لیے حلال کر دوں۔ غالباً اُن کا خیال ہے کہ بنی اُمیّہ سے جو کچھ انھیں مل رہا ہے وہ سب ہمارے حق کا ایک حصّہ ہے (انھوں نے دوسروں کے حقوق غصب نہیں کیے ہیں) الغرض، اُس شب میں صرف پہلے دو ہی اشخاص فائدہ اٹھا سکے۔

(کافی جلد ۱ صـ ۵۴۵)

(۴۳) ═ اپنی دُکان کھولو اللہ روزی دیگا

ابوطیار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، میرے پاس کچھ رقم تھی جو منتشر ہو گئی میرے قبضہ میں نہیں رہی، اب میں سخت تنگی میں ہوں۔ (آپ میری مشکل کشائی فرمائیے)

آپ نے فرمایا، بازار میں تمھاری کوئی دُکان ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، مگر میں نے اُسے بند کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا، اچھا، اب جب بھی کوفہ واپس جاؤ تو اپنی دُکان کو جھاڑ پونچھ کر صاف ستھرا کرو اور کھول کر بیٹھا کرو اور جب بازار جانے اور دکان کھولنے کا ارادہ کیا کرو تو دو یا چار رکعت نماز پڑھو، اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔

" توجّہتُ بلاحول منّی ولا قوۃ ولکن بحولک یاربِّ وقوّتک وابرءُ من الحول والقوۃ الّا بک فانت حولی ومنک قوّتی اللّٰھم فارزقنی من فضلک الواسع رزقًا کثیرًا طیّبًا وانا خافضٌ فی عافیتک فانّہٗ لا یملکھا احد غیرک

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں دکان پر جانے کی تیاری کرنے لگا تو میں ڈرا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہیں دکان کا کرایہ وصول کرنے والا نہ آجائے مگر جیسے ہی میں نے دکان کھولی تو ایک سوداگر آیا اور اُس نے کہا، آپ اپنی آدھی دکان مجھے کرائے پر دیدیں۔

میں نے پوری دکان کا جتنا کرایہ تھا اتنے ہی کرائے پر آدھی دکان اس کو دیدی اس نے اپنا مال لاکر اس میں رکھا اور اس میں وہ مال بھی رکھا جو فروخت نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے اُس سے کہا، کیونکہ آپ کا یہ مال فروخت نہیں ہو رہا ہے اس لیے آپ اسے مناسب قیمت پر مجھے دیدیں، میں اسے فروخت کر کے طے شدہ رقم آپ کو دیدوں گا اور میں بھی اس سے کچھ منافع کما لوں گا۔

اس پر وہ راضی ہوگیا۔ اُس نے وہ مال مجھے دیدیا۔ اتفاق کی بات، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت کہ سردی کی شدید لہر آگئی اور میں نے ایک ہی دن میں وہ سارا مال فروخت کردیا۔ اس میں سے اصل قیمت اُس کے حوالہ کردی اور منافع میں نے رکھ لیا۔ اس کے بعد اسی طرح اُس سے مال لے کر فروخت کرتا رہا اور نفع خود لیتا رہا، یہانتک کہ میرے پاس خود اپنا سرمایہ اتنا ہوگیا کہ میں نے سواری خریدلی، غلام خریدے اور مکان تعمیر کرلیا۔

(التہذیب جلد ۲ صـ ۳۱۲)

(۴۴) اصیل اور جنگلی کھجور

سلام بن سعید مخزومی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ عباد بن کثیر عابد بصری اور ابن شریح فقیہ مکہ بھی آگئے۔ اُس وقت آپ کے پاس میمون قداح حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے غلام پہلے ہی سے موجود تھے۔

عباد بن کثیر نے آپ سے پوچھا، یا ابا عبد اللہ! یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے استعمال ہوئے تھے؟

آپ نے فرمایا، تین کپڑے۔ دو صحاری کپڑے اور ایک حبری کپڑا۔ (چادروں فلت تھی اس لیے عباد بن کثیر کا اس سے انحراف مقصود تھا)

پھر آپ نے فرمایا، ایک بات سنو! حضرت مریم کا نخل (کھجور کا درخت) عجوہ (اصیل) تھا جو آسمان سے نازل ہوا تھا، پھر اُس کی جڑ سے جو شاخ پھوٹی وہ عجوہ (اصیل) ہی تھی اور جو لوگوں نے توڑا اور کھاکر پھینکا وہ لون (گھٹیا اور جنگلی) ہوگیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ وہاں سے اُٹھ کر چلے تو عبّاد بن کثیر نے ابن شریح سے کہا، سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مثل ابو عبداللہ علیہ السلام نے کس کے لیے کہی ؟

شریح نے کہا، یہ بات اس غلام (میمون) سے دریافت کریں، اس لیے کہ یہ ہر وقت یہیں رہتا ہے ان ہی میں سے ایک فرد ہے، یہ ضرور بتا دے گا۔

عبّاد بن کثیر نے میمون سے دریافت کیا۔

میمون نے کہا، آپ اُن کی بات نہیں سمجھے ؟

عبّاد بن کثیر نے کہا، بخدا کچھ نہیں سمجھ سکا۔

میمون نے کہا، اُنھوں نے یہ مثل اپنے متعلق کہی ہے۔ سنو! میں بتاتا ہوں۔ یہ اولادِ رسول اللہ ہیں، ان کے پاس علمِ رسول اللہ ہے۔ جو حدیث یہ بیان کریں گے وہ (اصیل) صحیح و درست ہوگی اور جو دوسرے بیان کریں گے وہ ردّی اور جنگلی کھجور کی طرح ہوگی۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۴۰۰)

(۴۵) ـــ حجرِ اسود کا بوسہ

عبدالرحمٰن بن حجّاج نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طواف میں مشغول تھا اور سفیان ثوری میرے قریب تھا۔

اُس نے پوچھا، یا ابا عبداللہ! یہ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجرِ اسود کے پاس پہونچتے تھے تو کیا کرتے تھے ؟

میں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طواف میں خواہ وہ واجب ہو یا مستحب، جب حجرِ اسود کے پاس پہونچتے تھے اُسے بوسہ دیتے تھے۔ اس کے بعد وہ میرے پیچھے پیچھے چلا۔ جب میں حجرِ اسود کے پاس پہونچا، تو میں نے اُسے بوسہ نہ دیا، اور آگے بڑھ گیا۔ سفیان ثوری فوراً میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

یا ابا عبداللہ! کیا آپؑ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طواف میں خواہ وہ واجب ہو یا مستحب حجرِ اسود کے پاس پہونچتے تھے تو اسے بوسہ دیتے تھے ؟

میں نے کہا، ہاں بتایا تھا۔

اُس نے پوچھا، پھر آپؑ حجرِ اسود کے پاس سے گذر گئے اور اسے بوسہ نہیں دیا ؟

میں نے کہا، بات کو سمجھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگ بے حد

احترام کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپؑ حجرِ اسود کے پاس پہونچتے تھے تو حجاج کا مجمع آپؑ کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے آپؑ کو راستہ دیدیتا تھا اور آپؑ بآسانی بوسہ دیدیتے تھے۔ جبکہ میرے ساتھ ایسا نہیں ہوتا (یہ لوگ فرزندِ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے میرا لحاظ نہیں کرتے۔) مجمع کم ہو جانے کے بعد بھی بوسہ دیا جا سکتا ہے۔"

(کافی جلد ۴ ص ۴۰۴)

(۴۶) ــــ مقامِ جبرئیل اور قبولیتِ دعاء

عمر بن یزید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں مدینۂ طیبہ میں تھا کہ میری زوجہ کے ایامِ حیض شروع ہو گئے اور جمّال سے ہمارے قیام کا مقررہ وقت زمانۂ طہر سے (زوجہ کی پاکیزگی سے) پہلے ہی ختم ہو رہا تھا اور اس حالت میں نہ تو وہ مسجد و منبر اور قبرِ رسولؐ کے قریب جا سکتی تھی اور نہ قبل از وقت غسل کر سکتی تھی۔

الغرض میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے اپنی زوجہ کی مجبوری بیان کر دی۔

آپؑ نے فرمایا' جاؤ اور اُسے غسل کرادو' پھر اُسے مقامِ جبرئیلؑ پر لیکر آؤ۔ اس لیے کہ جب حضرتِ جبرئیلؑ آتے تو اسی مقام پر کھڑے ہو کر آنحضرتؐ سے طالبِ اذن ہوا کرتے اور آنحضرتؐ اگر مناسب سمجھتے تو ان کو اندر بلا لیا کرتے ورنہ آپؐ خود باہر آتے اور ملاقات کرتے۔

میں نے پوچھا' وہ جگہ کونسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا' میزاب کے بالکل سامنے۔ جب تم دروازے سے باہر آؤ گے (بابِ فاطمہؑ سے جو قبر کے بالکل مقابل ہے) یعنی جب تم میزاب کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا سر اُٹھاؤ گے تو میزاب تمہارے سر کے اوپر ہوگا اور دروازہ تمہارے پسِ پشت ہوگا وہاں جا کر تم دونوں بیٹھ جاؤ اور اُس سے کہو کہ وہ دعاء مانگے اور تم آمین کہو۔

میں نے عرض کیا' وہ دعاء میں کیا کہے؟

آپؑ نے فرمایا وہ اس طرح کہے "پروردگارا! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں اور تو وہ اللہ ہے کہ تیرے مثل کوئی شئے نہیں' تو میرے ساتھ یہ کر دے"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا اور زوجہ پاک و پاکیزہ ہو گئی اور مسجد میں داخل ہونے کے قابل ہو گئی۔

اِس کے بعد میری ایک کنیز بھی ایّامِ حیض میں تھی۔ اُس نے بھی مجھ سے پوچھا کیا میں بھی وہی کروں جو میری مالکہ نے کیا ہے؟

میں نے کہا، ہاں۔

چنانچہ وہ بھی وہاں گئی اور اسی طرح دعا کی۔ اُس کے بھی ایام حیض ختم ہو گئے اور حالتِ طُہر میں داخلِ مسجد ہونے کے قابل ہو گئی۔ (کافی جلد ۴ ص ۴۵۲)

(۴۷) ایک دوست کیلئے سفارشی خط

محمد بن جمہور سے روایت ہے

اُس کا بیان ہے کہ نجاشی جو ایک دہقانی تھا، اہواز اور فارس کا عامل تھا۔ اُس کے حلقے میں سے کسی شخص نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ نجاشی کے دفتر میں مجھ پر مالگذاری واجب الادا ہے وہ ایک مردِ مومن اور آپؑ کا معتقد و پیرو ہے۔ اگر آپؑ میری سفارش فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

آپؑ نے نجاشی کے نام ایک پرچہ تحریر فرمادیا۔ وہ شخص پرچہ لیکر اُس کے پاس گیا۔ وہاں بہت لوگ جمع تھے۔ جب تخلیہ ہوا تو وہ پرچہ اُس کو دیا اور کہا کہ یہ خط حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کا ہے۔

اُس نے یہ سُنتے ہی خط کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور دریافت کیا تمھارا کیا معاملہ ہے؟

اُس نے کہا۔ آپ کے دفترِ حساب میں مجھ پر مالگذاری واجب الادا ہے۔

پوچھا، کتنی رقم واجب الادا ہے؟

کہا، دس ہزار درہم۔

نجاشی نے فوراً اپنے منشی کو بُلایا اور کہا، مالگذاری کی کتاب (رجسٹر) پر لکھ دو کہ یہ رقم ادا ہو گئی، اور بقایاجات سے اِن کا نام کاٹ دو، بلکہ آئندہ سال کے لیے بھی لکھ دو (ایڈوانس) رقم ادا ہو گئی۔ پھر اُس شخص سے دریافت کیا، کہیئے اب تو آپ خوش ہو گئے؟

اُس نے کہا، جی ہاں، میں آپ پر قربان۔

پھر اُس نے حکم دیا کہ ان کو ایک سواری، ایک کنیز، ایک غلام اور ایک کپڑے کا تھان دیا جائے۔

یہ سب کچھ دینے کے بعد ہر مرتبہ وہ پوچھتا، کہیئے! میں نے آپ کو خوش کر دیا؟

وہ شخص کہتا رہا، جی ہاں، میں آپ پر قربان۔
اور جب وہ جی ہاں کہتا تو نجاشی اس پر مزید بخشش کرتا۔ اور آخر میں اُس نے کہا کہ ان کو وہ فرش بھی دیدیا جائے جس پر بیٹھ کر انھوں نے مجھے میرے مولا کا خط دیا تھا۔ اور پھر کہنے لگا کہ اگر آئندہ بھی کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے آکر بلا تکلف بیان کر دینا۔
وہ شخص، یہ تمام اشیاء وغیرہ لیکر حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؑ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔
اُس شخص نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! نجاشی نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اُس سے آپؑ بھی خوش ہوئے؟
آپؑ نے فرمایا، (صرف میں ہی نہیں) بلکہ اللہ اور رسولؐ اللہ بھی اُس سے خوش ہو گئے۔ (کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)
o ـــــ کتاب اختصاص میں سیاری نے ابنِ جمہور سے اسی کے مثل روایت بیان کی ہے۔ (اختصاص صفحہ ۲۶)

(۴۸) ـــــ ایک غلام آزاد کرنا حج سے افضل ہے امام ابوحنیفہ کا فتویٰ

عبد اللہ بن سنان نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا، کہ ابراہیم بن میمون کا بیان ہے کہ میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا۔ حج کرنا افضل ہے یا اُس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے (یہ افضل ہے)؟
امام ابوحنیفہ نے کہا، اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کرنا بہتر ہے
یہ سن کر حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا، اُس نے غلط کہا، یہ جھوٹ ہے حج کرنا افضل ہے ایک غلام کے آزاد کرنے سے۔ تم ہی فیصلہ کرو، غلام کے آزاد کرنے میں خانۂ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، عرفہ کے میدان میں وقوف، سر منڈانا، رمی الجمرات، یہ سب کہاں ہیں، اور اگر یہی صحیح ہوتا جو ابوحنیفہ نے کہا ہے تو پھر حج کا ادا کرنا یکدم ترک ہو جاتا۔ حالانکہ خانۂ کعبہ کی تعمیر اس لیے عمل میں آئی تاکہ لوگ یکجا جمع ہوں اور ارکانِ حج ادا کریں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ (الکافی جلد ۴ صفحہ ۲۵۹)

(۴۹) === حکمِ تقیہ

عبدالاعلیٰ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرنے کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ اسے قبول کر لیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرض ہے کہ اسے پوشیدہ رکھا جائے اور کسی نااہل سے اس کو نہ بیان کیا جائے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کو میرا اسلام کہو اور یہ کہدو کہ اللہ اس بندے پر رحم کرے جو لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں اور لوگوں سے ہماری احادیث بیان کرتے ہیں جس کے وہ معترف ہوں اور جن کے متعلق یہ خیال ہو کہ لوگ اس سے انکار کریں گے، اسے چھپاتے ہیں۔

پھر فرمایا، ہم سے جنگ کرنے والے دشمن و ناصبی، ہمارے لیے اتنے تکلیف دہ نہیں ہیں جتنے وہ لوگ جو ہماری وہ احادیث بیان کریں جن سے لوگوں کو انکار ہو لہٰذا اگر تم کو معلوم ہو کہ فلاں شخص ہماری ایسی احادیث کی اشاعت کر رہا ہے اور اعلانیہ کھُل کر بیان کر رہا ہے تو اُس کے پاس جاؤ اور اُس کو ایسا کرنے سے منع کرو۔ اگر وہ مان جائے تو خیر، ورنہ کسی ایسے شخص سے کہلاؤ جس کے کہنے کا اثر ہو اور وہ مان جائے۔

دیکھو! تم میں سے اگر کسی کو کسی سے ضرورت پیش آئے تو وہ اس سے نہایت نرمی و عاجزی سے درخواست کرتا ہے لہٰذا ہماری احادیث کے بیان میں اسی قدر نرمی و عاجزی ضروری ہے یعنی تمہارا طرزِ بیان سخت و درشت نہ ہو۔ اگر وہ اسے قبول کرلے تو سبحان اللہ ورنہ اُس بات کو وہیں اپنے پاؤں کے نیچے ہی دفن کردو اور کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہ کرو، کہ وہ یہ کہتا ہے، فلاں یہ کہتا ہے۔ ورنہ اس کا ردِ عمل ہمیں اور تمھیں دونوں کو برداشت کرنا پڑیگا۔

پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"خدا کی قسم، اگر تم لوگ وہی کہتے جو میں کہتا ہوں تو اس وقت مجھے اقرار ہوتا کہ تم لوگ میرے اصحاب ہو۔ دیکھو! آخر ابوحنیفہ کے بھی اصحاب ہیں، حسن بصری کے بھی اصحاب ہیں (اگرچہ ان لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں، پھر بھی ان کے اصحاب کو دیکھو۔) اور میں تو قریش کا ایک خاص فرد ہوں، اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، میرے سینہ میں علمِ کتاب ہے جس میں ہر شے کی وضاحت ہے، ابتداءِ خلقت کا حال آسمانوں اور زمین کی خبریں اولین و آخرین کے حالات بلکہ گذشتہ و آئندہ سب جو بھی ہے اس کا علم مجھے ایسا ہی ہے گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

(کافی جلد ۲ صہ ۲۲۲)

(۵۹)

(۵۰) ـــــ میرے شیعوں کی قلّت ہے

سدیر صیرفی سے روایت ہے۔
اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم آپؑ کے لیے اِس طرح بیٹھے رہنا کسی صورت سے بھی مناسب نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں ؟

میں نے عرض کیا، اِس لیے کہ آپؑ کے ماننے والے، آپؑ کے شیعہ آپؑ کے مددگار بہت کثرت سے ہو گئے ہیں۔ بخدا ! اگر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السّلام کے ماننے والے اور شیعہ اتنے ہوتے جتنے آپؑ کے ہیں تو بنی تیم و عدی کو طمعِ خلافت کی جرأت نہ ہوتی۔

آپؑ نے فرمایا، اے سدیر ! تمھارے اندازے کے مطابق ہمارے شیعہ اور ماننے کتنے ہوں گے ؟

میں نے عرض کیا ایک لاکھ۔

آپؑ نے فرمایا، ایک لاکھ ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، بلکہ دو لاکھ۔

آپؑ نے فرمایا، دو لاکھ ؟

میں نے عرض کیا، بلکہ آدھی دنیا سمجھ لیجیے۔

یہ سن کر آپؑ خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا، تم ہمارے ساتھ ذرا ینبع تک چل سکتے ہو ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے حکم دیا کہ ایک بغلہ اور ایک گدھا تیار کیا جائے۔

جب سواریاں تیار کی گئیں تو میں بڑھ کر گدھے پر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے سدیر ! غالباً تم نے گدھے پر سوار ہو کر میرے ساتھ ایثار سے کام لیا ہے ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، کیونکہ بغلہ (خچر) کی سواری گدھے سے بہتر ہے۔

آپؑ نے فرمایا، لیکن نرم رفتاری کی وجہ سے مجھے گدھے کی سواری زیادہ پسند ہے۔

پھر آپؑ بغلہ سے اُتر کر گدھے پر اور میں بغلہ پر سوار ہو کر چل دیے۔
جب نماز کا وقت آیا، آپؑ نے فرمایا، اے سدیر! اترو، ہم لوگ نماز پڑھ لیں۔
پھر فرمایا، مگر یہ زمین شوریدہ ہے، یہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ ہم آگے بڑھ گئے اور ایک سرخ زمین پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک لڑکا چند بکریاں چرا رہا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، اے سدیر! اگر میرے شیعہ ان بکریوں کی تعداد کے برابر بھی ہوتے تو میرا یوں بیٹھے رہنا مناسب نہ تھا۔
پھر ہم لوگ وہاں سواری سے اترے، نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے مڑ کر بکریوں کو دیکھا اور شمار کیا تو وہ صرف سترہ عدد تھیں۔

(کافی جلد ۲ ص ۲۴۲)

○ —— سماعہ بن مہران سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت عبد صالح امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے سماعہ خدا کی قسم ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ سارے جہان (دنیا) میں صرف ایک ہی شخص اللہ کی عبادت کرنے والا تھا اور اگر کوئی اور بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ذکر کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ" (سورۃ النحل آیت ۱۲۰)

ترجمہ: (بیشک ابراہیم خلوصِ دل سے خدا کی فرمانبرداری کرنے والے تھے (بنفسہٖ) ایک امت تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔)

اور وہ (حضرت ابراہیمؑ) اس پر ایک عرصۂ دراز تک صبر سے عبادتِ خدا میں مصروف رہے پھر اللہ نے ان کی دلجوئی کے لیے اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کو پیدا کر دیا، اس طرح اب اللہ کی عبادت کرنے والے تین ہو گئے۔ خدا کی قسم مومن ہمیشہ قلیل ہی ہیں، قلیل ہی تھے اور قلیل ہی رہیں گے۔ اور اہلِ کفر کثیر تعداد میں۔ تمھیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، مجھے نہیں معلوم۔
فرمایا، اللہ نے مومنین کی دلجوئی کیلئے کچھ منافقین کو بظاہر مومن و باطن کافر بھی بنا دیا ہے تاکہ مومنین انھیں دیکھ کر مطمئن رہیں اور اپنی شدید قلت سے مضطرب اور پریشان نہ ہو جائیں۔

(کافی جلد ۲ ص ۲۴۳)

(۵۱) ـــ زکریا بن ابراہیم کو خدمتِ والدین کا حکم

زکریا بن ابراہیم سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں پہلے نصرانی تھا بعد میں مسلمان ہوگیا اور جب حج کیلئے گیا تو وہاں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور اُن سے بھی عرض کیا کہ میں قبل ازیں نصرانی تھا، اب مسلمان ہوں۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، تم نے اسلام میں کیا دیکھا کہ مسلمان ہو گئے۔؟

اُس نے کہا، میں نے اسلام میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول دیکھا:

"مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ" (سورہ شوریٰ آیت ۵۲)

ترجمہ: (تو نہیں جانتا کہ کتاب کیا اور ایمان کیا ہے، مگر ہم نے اُس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعہ ہم جس کی چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں)

آپؑ نے فرمایا اللہ تجھے ہدایت دے، پھر تین بار کہا کہ پروردگارا! اس کو ہدایت دے۔ پھر فرمایا، اگر تم کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔

میں نے عرض کیا کہ میرے والدین نصرانی ہیں، میری والدہ اور زوجہ نابینا ہیں میں اُن ہی کے ساتھ رہتا ہوں، اور اُن ہی کے برتنوں میں کھاتا ہوں۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، کیا وہ لوگ سور کا گوشت کھاتے ہیں ؟

میں نے عرض کیا، نہیں وہ تو اسے چھوتے بھی نہیں۔

فرمایا، پھر کوئی حرج نہیں۔ دیکھو! اپنی ماں کی خدمت کرو اور جب وہ مرجائے تو اُس کی میت کو دوسروں کے سپرد نہ کر دینا، بلکہ خود تجہیز و تکفین اور تدفین کرنا، اور کسی کو یہ نہ بتانا کہ تم میرے پاس آئے تھے۔ پھر انشاء اللہ تم منیٰ میں میرے پاس آنا۔

راوی کہتا ہے کہ پھر میں منیٰ میں آپؑ کے پاس حاضر ہوا، بہت سے لوگ آپؑ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بہت سے متعلمین بچے اپنے اُستاد کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی کچھ پوچھتا، کوئی کچھ پوچھتا۔

اس کے بعد میں کوفہ واپس آیا تو اپنی ماں کی طرف پوری توجہ دی۔ میں اُنھیں کھانا خود کھلاتا، کپڑوں اور سر سے جوئیں نکالتا اور اُن کی خوب ہی خدمت کرتا۔

یہ دیکھ کر میری والدہ نے مجھ سے پوچھا، بیٹے، ایسی خدمت تو تم نے میری کبھی نہیں کی،

حالانکہ تم میرے مذہب پر تھے لیکن جب سے تم نے دینِ حنیف (دینِ اسلام) قبول کیا ہے اُس وقت سے تمھاری زندگی یکسر بدل گئی ہے۔ میں تو تم سے یہ عجیب سی باتیں دیکھ رہی ہوں۔ ؟

میں نے عرض کیا، میرے نبیؐ کی اولاد میں سے ایک بزرگ شخص ہیں جنھوں نے مجھے یہی حکم دیا ہے جو آپ دیکھ رہی ہیں۔

میری والدہ نے پوچھا، کیا وہ شخص نبی ہے ؟

میں نے عرض کیا، نہیں، بلکہ وہ فرزندِ نبیؐ ہے۔

میری والدہ نے کہا، بیٹا، وہ یقیناً نبی ہے۔ اس لیے کہ یہ طریقۂ ہدایت تو ایک نبی کا ہوتا ہے اور کسی کا نہیں۔

میں نے عرض کیا، اے مادرِ گرامی ! میرے نبیؐ کے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ جو ہمیں ہدایات دیتے ہیں فرزندِ نبیؐ ہیں۔

میری والدہ نے کہا، بیٹا ! پھر تمھارا قبول کردہ دین تو سب سے اچھا دین ہے تم مجھے بھی اپنے دین کی تعلیم و تلقین کرو۔

چنانچہ میں نے اپنی والدہ کو دینِ اسلام کی تلقین کی (کلمہ وغیرہ پڑھایا) اس طرح اُنھوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر میں نے انھیں نماز کا طریقہ بتایا، اُنھوں نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ رات کے وقت اُن پر مرض نے غلبہ کیا اور مر گئیں۔ صبح کو مسلمان عورتوں نے غسل و کفن کا فریضہ ادا کیا، میں نے نمازِ میّت پڑھی اور قبر میں اتارا۔ (الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

(۵۲) امام ابوحنیفہ کا ایک عجیب فتویٰ

ابی ولاد حناط سے روایت ہے

اس کا بیان ہے کہ میں نے قصر ابن ہبیرہ تک آمد و رفت کے لیے ایک خچر کرائے پر لیا اور اپنے قرضدار کی تلاش میں چلا۔ جب کوفہ کے پل کے قریب پہونچا، تو معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے نیل (حلہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) گیا ہوا ہے۔ جب میں نیل پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو یہاں بغداد چلا گیا۔ بغداد پہونچ کر اُس سے ملاقات ہوئی۔ باہمی لین دین کے بعد میں کوفہ واپس آیا، اِس آمد و رفت میں پندرہ دن لگ گئے۔ خچر والے کو میں نے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ اور معذرت کی اور چاہا کہ اُس کے خچر کے زائد استعمال کو معذرت سے حلال کر لوں اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کو پندرہ درہم دیے۔ اُس نے لینے سے انکار کر دیا۔ فیصلے کے لیے ہم دونوں امام ابوحنیفہ کے پاس گئے۔ سارا قصہ بیان کر دیا، ہم دونوں کی باتیں سن کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔

امام ابوحنیفہ نے مجھ سے پوچھا، تم نے خچر کا کیا کیا ؟

میں نے کہا کہ جناب میں نے پندرہ دن استعمال کے بعد ان کا خچر بالکل صحیح اور تندرست حالت میں ان کو واپس کر دیا۔

انھوں نے خچر والے سے پوچھا: جب تمھیں خچر واپس مل گیا تو اب تم مزید کیا چاہتے ہو، وہ بھی بتاؤ ؟

اس نے کہا، جناب میں اپنے خچر کا کرایہ چاہتا ہوں کیونکہ انھوں نے میرے خچر کو پندرہ دن اپنے پاس رکھا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، میری نظر میں تو تمھیں اس کا کوئی حق نہیں اس لیے کہ کرائے کا معاہدہ تو قصر بنی ہبیرہ تک کے لیے ہوا تھا، مگر اس نے معاہدہ کے خلاف کیا اور خچر کو نیل و بغداد تک لیے پھرتا رہا، اس لیے کرائے کا معاہدہ تو فسخ ہوگیا، اب اس خچر کی رقم (قیمت) اس پر واجب الادا سمجھی جائے گی۔ اور اب جبکہ خچر صحیح وسلامت حالت میں تم کو واپس مل گیا، تو اب مزید کرائے کا مطالبہ کیوں کرتے ہو یا قیمت کیوں طلب کرتے ہو ؟

یہ فتویٰ سن کر ہم دونوں وہاں سے نکلے تو خچر والے نے کہا :

" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ " اور امام ابوحنیفہ کے اس فتوے کی وجہ سے مجھے خچر والے پر بڑا رحم آیا۔ لہٰذا میں نے اسے تھوڑی اور رقم دے کر اپنا سب کچھ معاف کرا لیا

پھر اسی سال میں حج کیلئے گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام ابوحنیفہ کے فتوے کا تذکرہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اگر اسی قسم کے فیصلے ہونے لگیں تو نہ آسمان سے ایک قطرہ پانی برسے گا اور نہ زمین سے ایک دانہ روئیدہ ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، پھر آپؑ کا کیا فیصلہ ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم پر کوفہ سے نیل تک، نیل سے بغداد تک اور بغداد سے کوفہ تک خچر کا کرایہ واجب الادا ہے۔ یہ رقم تم خچر والے کو ادا کرو۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں نے کئی درہموں کا تو اسے چارہ کھلایا ہے لہٰذا چارے کی قیمت بھی تو اس خچر والے پر نکلتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں، اس لیے کہ تم نے اس خچر کو اسکے مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کیا تو گویا اس کے خچر کو تم نے غصب کیا تھا۔

میں نے عرض کیا، اور اگر وہ خچر تھک کر مر جاتا یا بیکار ہی ہو جاتا تو اس وقت

مجھ پر کیا لازم تھا ؟

آپؑ نے فرمایا، اُس وقت تمھیں اس خچر کی پوری قیمت ادا کرنی پڑتی۔

میں نے عرض کیا، اور اگر اس کا کوئی عضو ٹوٹ جاتا، پیٹھ زخمی ہو جاتی یا کوئی اور عیب پیدا ہو جاتا۔ اُس وقت کیا واجب تھا ؟

آپؑ نے فرمایا، اس صورت میں تمھیں اُس کی صحت اور عیب کے درمیان کی رقم ادا کرنی پڑتی۔

میں نے عرض کیا، اس کا فیصلہ کون کرتا کہ صحت کے وقت اُس کی کیا قیمت تھی ؟ اور عیب کے بعد اس کی کیا قیمت ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، اس کا فیصلہ تم دونوں ہی مل کر کرتے۔ یا تو وہ حلف سے کہتا کہ صحت کے وقت خچر کی یہ قیمت تھی اور تمھیں قبول کرنا پڑتا اور اگر وہ حلف سے انکار کرتا، تو پھر تمھیں حلف سے کہنا پڑتا اور اُسے وہ قیمت ماننی پڑتی۔ یا وہ خچر والا چند گواہ پیش کرتا کہ کرائے پر دیتے وقت اس خچر کی یہ قیمت تھی اور تمھیں ماننا پڑتا۔

میں نے عرض کیا، اور اگر میں نے اس کو چند درہم دیکر راضی کر لیا ہو اور اُس نے میرے لیے جائز کر دیا ہو، تو پھر (آپؑ کا کیا حکم ہے) ؟

آپؑ نے فرمایا، وہ تو، ابو حنیفہ کے اس ظالمانہ فیصلہ کو سُن کر جو کچھ تم نے اُس کو دے دیا اُس پر راضی ہو گیا۔ اب تم پھر اُس کے پاس جاؤ اور میرا فتویٰ اُسے بتاؤ اگر میرا فتویٰ سُن کر بھی وہ تمھارے دیے ہوئے درہم پر راضی ہے تو پھر تم پر کوئی ذمّہ داری نہیں۔

ابو ولّاد کا بیان ہے کہ جب میں نے خچر والے کو بتایا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کا یہ فیصلہ اور فتوٰی ہے، اب تم بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ (تاکہ میں تمھیں اتنی رقم ادا کر دوں)

اس نے جواب دیا تم نے اُن کا یہ فتوٰی و فیصلہ بیان کر کے میرے دل میں اُن کی محبت پیدا کر دی میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ واقعاً، وہ سب سے افضل ہیں۔ جاؤ میں نے سب کچھ چھوڑ دیا، اور اگر چاہو تو جو رقم تم نے مجھے دی ہے وہ بھی واپس لے جاؤ۔

(کافی جلد ۵ صہ ۲۹۰)

(۵۳) ایک دکاندار کو ہدایت

ابو عمّارہ طیّار سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ میرا سارا سرمایہ تلف ہو گیا جو کچھ اپنے پاس تھا وہ سب خرچ ہو گیا ہے اور میں کثیر العیال

بھی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، جب تم کوفہ واپس جاؤ تو اپنی دکان کا دروازہ کھولو۔ اپنا فرش بچھاؤ، سامنے ترازو رکھو، اور اپنے رب سے روزی کی دعا مانگو۔

غرض میں کوفہ پہونچا، اپنی دکان کا دروازہ کھولا، اس میں فرش بچھایا، ترازو سامنے رکھی۔ اور اپنے رب سے روزی طلب کرنے لگا۔

جب برابر کے لوگوں نے دیکھا تو متعجب ہوئے کہ اس شخص کے پاس فروخت کرنے کے لیے نہ تو گھر پر ہی کوئی مال ہے اور نہ یہاں دکان میں کچھ ہے پھر دکان کھول کر بیٹھنے کا کیا مقصد ہے؟

ابھی کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک شخص آکر بولا، مجھے ایک کپڑا فلاں قسم کا خرید کر دلا دیں کیونکہ میں اس کام میں ناتجربہ کار ہوں۔

میں نے اُس سے قیمت لیکر مناسب داموں پر کپڑا خرید کر مناسب منافع لے لیا اور کپڑا اُس کے حوالہ کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی کپڑا خریدنے کے لیے مجھ سے کہا، اُس کو بھی میں نے کپڑا خرید کر مناسب منافع حاصل کر کے، دیدیا۔

پھر ایک اور شخص آیا اور کہا، اے عمّارہ! میرے پاس کتاں کی ایک پوری گانٹھ ہے تم اسے خرید لو قیمت سردست نہیں چاہیے بلکہ ایک سال کے بعد دیدینا

میں نے کہا، بہتر ہے جا کر لے آؤ۔

وہ گیا اور جا کر لے آیا اور ایک سال کے بعد قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر میں نے وہ گانٹھا اپنی دکان میں رکھ لی۔

تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ ایک سوداگر آیا اور پوچھا، اے عمّارہ! یہ گانٹھ کس چیز کی ہے؟

میں نے کہا، یہ کتاں کی گانٹھ ہے۔

اُس نے کہا، اس میں سے آدھی گانٹھ مجھے دے دو قیمت اس کی فوراً دیتا ہوں۔

میں نے کہا، بہتر ہے۔ لے لو۔

اُس نے آدھی گانٹھ لیکر قیمت ادا کر دی۔

اسی رقم سے ایک ایک، دو دو کپڑے خریدتا اور فروخت کرتا رہا، یہانتک کہ میں نے خوب نفع کمایا اور دولتمند بن گیا۔

(کافی جلد ۵ صـ ۳۰۴)

عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص مدینہ میں رہتا تھا۔ وہ شدید تنگیٔ معاش کا شکار ہوا اور اس کا حال بیحد خراب اور ناگفتہ بہ ہوگیا۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنی بیروزگاری کی شکایت کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، جاؤ بازار میں ایک دکان کرائے پر حاصل کرو، اس میں ایک فرش بچھاؤ اور ایک مٹکا پانی بھی رکھ لو، اور دکان کے دروازے پر بیٹھ جاؤ

اُس نے ایسا ہی کیا، اور کچھ دن یوں ہی دکان پر بیٹھتا رہا۔

ایک دن مصر سے کچھ لوگ تجارتی مال لیکر آئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مال اپنے دوستوں یا جاننے والوں کی دکانوں میں رکھدیا۔ ایک تاجر رہ گیا جس کو مال رکھنے کیلئے کوئی دکان خالی نہ ملی۔

بازار والوں نے کہا کہ ایک شخص قابلِ اعتماد ہے اور دکان بھی خالی ہے تم اپنا مال اُس کے پاس رکھ دو۔

چنانچہ اس تاجر کو اس کے پاس لے آئے۔

تاجر نے کہا کہ کیا آپ میرا مال اپنی دکان میں رکھیں گے ؟

اُس نے کہا، ہاں ہاں۔

تاجر نے اپنا مال لاکر اس کی دکان میں رکھدیا اور مال فروخت کرنے لگا۔ بالآخر کچھ مال بچ رہا اور اس کی واپسی کا وقت آگیا۔ وہ اس مال کی وجہ سے مزید وہاں قیام کرنے کے لیے تیار نہ تھا، اپنے قافلہ کے ہمراہ جانا چاہتا تھا، اس لیے تاجر نے وہ مال دکان پر ہی چھوڑ کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ یہ مال فروخت کر کے اتنی قیمت میرے پاس بھیج دینا۔

اُس نے تاجر کی پیشکش کو قبول کرلیا۔ تاجر اپنے ہمسفر ساتھیوں کے ہمراہ واپس مصر چلا گیا۔ اِدھر اُس نے تاجر کے مال کو فروخت کر کے طے شدہ رقم تاجر کے پاس بھیجدی۔ پھر وہ تاجر جب مصر سے کسی دوسرے شہر کو جانے لگا تو وہاں کا بچا ہوا مال اُس کے پاس بھیجدیا، اُس نے وہ مال بھی فروخت کر کے اس کی مقرر کردہ رقم تاجر کو بھیجدی۔ اور اب یہ سلسلہ پُر اعتماد طریقہ پر چل پڑا، وہ تاجر وہاں سے مال بھیجدیتا اور یہ اُس کے مال کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس تاجر کو روانہ کر دیتا۔ اسی طرح اس نے خوب منافع کمایا اور دولتمند و صاحبِ ثروت ہوگیا۔ (کافی جلد ۵ ص۳۰۹)

(۵۴) ابوالخطّاب کا غلو

کتاب زید نرسی میں ہے کہ جب ابوالخطّاب کوفہ میں آیا اور اس نے حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق جو دعویٰ (الوہیت) وہ کرتا تھا، کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں عبیدہ بن زرارہ کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، ابوالخطاب اور اُس کا گروہ تو آپؑ کے متعلق امرِ عظیم کا دعوےٰ کر رہا ہے اور کہتا ہے "لبّیک جعفر لبّیک معراج" اور اُس کا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ ابوالخطّاب شب کو عرش پر آپؑ کے پاس گیا تھا اور اب جب زمین پر اُترا ہے تو لبّیک جعفر لبّیک کی آواز لگا رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا، یہ سنتے ہی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا، پروردگارا! یہ بنی اسد کا غلام جس کی ناک کٹی ہوئی ہے جو کچھ میرے لیے دعوٰی کرتا ہے میں اس سے بالکل بَری ہوں، میرے جسم کا تو ایک ایک بال تیرے سامنے سر بسجود ہے۔ میں تیرا عبدِ ذلیل ہوں اور تیرے عبد کا فرزند ہوں پھر آپؑ سر جھکائے زمین کی طرف دیکھتے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مناجات میں مصروف ہیں پھر سر اُٹھایا اور فرمانے لگے، میں اپنے رب کا ایک حقیر و ذلیل بندہ ہوں۔ اپنے رب سے ڈرتا ہوں۔ خدا کی قسم میرا بھی ایک رب ہے، جس کی میں عبادت کرتا ہوں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ کمبخت ابوالخطّاب کو کیا ہو گیا ہے اللہ اس کا بُرا کرے اور قیامت کے دن اُسے امن نصیب نہ ہو۔ وہ لبّیک جو کہتا ہے تو نہ انبیاءِ کرام اس طرح لبّیک کہتے تھے، نہ رسولوں میں سے کوئی اس طرح لبیک کہتا تھا اور نہ میں اس طرح لبیک کہتا ہوں۔ چنانچہ میں تو اس طرح لبّیک کہتا ہوں:

"لبّیک اللھم لبّیک لبّیک لا شریک لک"

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ وہاں سے اُٹھے تو آپؑ نے فرمایا اے زید! میں نے یہ تمھیں اس لیے بتایا ہے تاکہ مجھے اپنی قبر میں قرار ملے۔ اور اِسے دشمنوں سے پوشیدہ رکھنا۔

(اصل زید نرسی ص۴۶)

(۵۵) ایک زنِ مومنہ کی رہائی کیلئے دعا

بشّار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ کوفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک طبق میں رُطبِ طبرزد رکھے ہوئے ہیں اور آپؑ تناول فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا، اے بشّار! ادھر آؤ، تم بھی کھاؤ۔

میں نے عرض کیا، اللہ آپؑ کو مبارک کرے، میں آپؑ پر قربان، میں نے راستہ میں ایک بات دیکھی ہے جس سے مجھے دلی تکلیف ہوئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، تمھیں میرے حق کی قسم، یہاں آؤ اور تم بھی کھاؤ۔

مجبوراً میں بھی آپؑ کے قریب گیا اور کھانے لگا۔

پھر آپؑ نے پوچھا، وہ کیا بات تھی؟

میں نے عرض کیا، میں نے ایک سپاہی کو دیکھا جو ایک عورت کو گرفتار کر کے گھسیٹتے ہوئے قید خانے کی طرف لے جا رہا تھا اور اس کے سر پر ضرب لگائے جا رہا تھا۔ اور وہ بیچاری چیخ چیخ کر لوگوں کو پکار رہی تھی کہ اے لوگو! خدا و رسولؐ کا واسطہ میری مدد کو پہونچو۔

مگر اُس کی فریاد کو کوئی نہیں پہونچا۔

آپؑ نے فرمایا کہ آخر وہ سپاہی اُس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ وہاں پر میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سُنا کہ اُس عورت کو راہ چلتے ہوئے ٹھوکر لگی، گرتے گرتے اُس کی زبان سے نکلا، یا فاطمہؑ آپ کے اوپر ظلم کرنے والوں پر اللہ لعنت کرے۔

صرف اس جرم کی اُس کو سزا مل رہی تھی۔

یہ سن کر آپؑ نے رُطب کھانا موقوف کر دیا، اور اتنا روئے کہ آپؑ کا رومال، آپؑ کی ریشِ مبارک اور آپؑ کا سینۂ اقدس آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

پھر فرمایا، اے بشّار! آؤ میرے ساتھ مسجدِ سہلہ چلو۔ ہم اُس عورت کی رہائی کے لیے اللہ سے دعا کریں۔

پھر آپؑ نے اپنے کسی شیعہ کو حاکمِ کوفہ کے پاس بھیجا کہ وہیں رہنا جبتک ہم را کوئی پیامبر نہ پہونچے۔ ہاں اگر اُس عورت کا خدانخواستہ کچھ ہو جائے تو ہمیں اطلاع دینا۔

اِس کے بعد ہم لوگ مسجدِ سہلہ پہونچے، دو، دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپؑ نے آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا پڑھی۔ انت اللہ ...... الخ

پھر آپؑ سجدے میں گئے سوائے سانس کی آواز کے اور کچھ نہ سمجھ میں آتا تھا نہ سنائی دیتا تھا کہ آپؑ کیا فرما رہے تھے۔ پھر آپؑ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور مجھ سے فرمایا، اُٹھو وہ عورت رہا کر دی گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ مسجدِ سہلہ سے نکلے اور ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اُس شخص سے ملاقات ہوئی جس کو آپؑ نے حاکمِ کوفہ کے پاس اُس عورت کی خبرگیری کے لیے بھیجا تھا،

آپؑ نے اُس سے پوچھا، کیا خبر لائے ہو ؟
اُس نے کہا، وہ عورت رہا کر دی گئی ہے ۔
آپؑ نے پوچھا، کیسے رہائی ملی اُس کو ؟
اُس نے کہا، یہ تو مجھے نہیں معلوم، لیکن میں حاکم کی ڈیوڑھی کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا کہ حاکم کا حاجب اندر سے آیا، اس نے اس عورت کو بلا کر پوچھا، تو نے کیا کہا تھا ؟
اُس نے کہا، مجھے ٹھوکر لگی تو میرے منہ سے نکلا کہ "یا فاطمہؑ! آپؑ کے اوپر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو" اس بات کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے ۔
حاجب نے دو سو درہم نکالے اور اُسے دیکر رہا کر دینا چاہا۔ اور کہا کہ اس کو قبول کر اور امیر کو معاف کر دے ۔
عورت نے رقم لینے سے انکار کیا۔ حاجب اندر گیا، اُس نے اپنے امیر کو اطلاع دی۔ پھر واپس آیا اور اُس عورت سے کہا، اچھا اپنے گھر واپس جا۔
وہ عورت وہاں سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئی ۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا، کیا اس عورت نے دو سو درہم لینے سے انکار کر دیا ؟
اُس شخص نے کہا، جی ہاں، باوجودیکہ وہ ایک مفلس اور غریب عورت تھی ۔
آپؑ نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی جس میں سات سو دینار تھے اور مجھ سے کہا اسے لیکر جاؤ اور اُس عورت کو میرا سلام کہنا اور یہ دینار اس کو دیدینا۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم سب لوگ اس عورت کے گھر گئے اور آپؑ کا سلام اس کو پہنچایا اور رقم کی تھیلی اس کی طرف بڑھائی ۔
اُس عورت نے متعجب ہو کر کہا کہ کیا واقعی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے سلام کہلایا ہے ؟
میں نے کہا، ہاں، اللہ تجھ پر رحم فرمائے، خدا کی قسم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تجھے سلام کہلایا ہے ۔
یہ سُننا تھا کہ وہ ایسی خود رفتہ ہوئی کہ اُس نے اپنا گریبان چاک کیا اور غش کھا کر گر پڑی ہم لوگوں خاموش کھڑے رہے۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ ہوش میں آئی تو بولی، پھر سے بتاؤ، میرے مولا نے کیا کہلایا ہے ؟
اُس نے اسی طرح تین مرتبہ کہا، اور میں نے تین مرتبہ اُسے بتایا کہ تیرے مولا نے تجھے

سلام کہلایا ہے۔
پھر میں نے اُس سے کہا کہ یہ دینار بھی تیرے آقا نے تیرے لیے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے۔
اُس عورت نے وہ دینار لے لیے اور بولی :
میرے مولا سے میری جانب سے درخواست کرنا کہ، اِس کنیز کی بخشش کے لیے دعاء فرمائیں اِس لیے کہ میری نظر میں اُن کے اور اُن کے آباء و اجداد کے علاوہ کوئی اور اللہ کی بارگاہ میں وسیلۂ نجات نہیں ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے اور اُس عورت کا حال بتایا۔ آپؑ اُس کا حال سُن کر رونے لگے، اُس کے لیے دعاء فرمائی۔
پھر میں نے عرض کیا، کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ آلِ محمدؐ کی کشادگی کا دور کب آئے گا؟
آپؑ نے فرمایا کہ جب میرے سلسلۂ اولاد میں سے چوتھا (امام حسن عسکریؑ) انتقال کرے گا تو اُس کے بعد ہی امرِ الٰہی آئے گا۔
(کتاب المزار و کتاب مقتل)

(۵۶) اللہ تعالیٰ شیعوں کو دنیا ہی میں گناہوں کی سزا دیدیتا ہے

فرات بن احنف کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ان ملاعین میں سے ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ واللہ، میں اُنؑ کے شیعوں کی بُرائی بیان کر کے انھیں دُکھ پہونچاؤں گا۔
پھر اس نے کہا، یا ابا عبد اللہؑ! ذرا میری بات سنو۔!
مگر آپؑ اُس کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ اُس نے پھر یہی کہا، مگر آپؑ نے کوئی توجہ نہ دی۔ اُس نے تیسری مرتبہ بھی یہی کہا۔
آپؑ نے فرمایا، میں سن تو رہا ہوں کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ اگرچہ مجھے یہ بھی علوم ہے کہ تم کوئی اچھی بات نہ کہو گے۔
اُس نے کہا، آپؑ کے شیعہ نبیذ پیتے ہیں۔
آپؑ نے فرمایا، پھر نبیذ پینے میں کیا حرج ہے۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری نے میرے والدِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بھی

بنیذ پیا کرتے تھے۔

اس نے کہا، بنیذ سے میرا مطلب بنیذ نہیں، بلکہ نشہ والی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، میرے شیعہ اس سے کہیں بالاتر ہیں کہ شیطان اُن کی آنتوں میں دوڑے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدبخت اس کے فریب میں آگیا تو اُس کا رب اُس پر رحم کریگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی سفارش کریں گے اور اللہ کا ولی حوضِ کوثر پر اس کی دلجوئی کرے گا۔ مگر تو اپنی فکر کر، کہ تو اور تیرے اصحاب سب وادی برہوت میں ہانک دیے جائیں گے۔

یہ سن کر وہ کچھ دیر تو خاموش رہا، پھر بولا۔

میرا مطلب نشہ والی سے (خمر۔ یعنی شراب) ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تیری زبان کی قوّت گویائی سلب کرے آج تجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے میرے شیعوں کی برائی کرکے مجھے ستا رہا ہے سُن، میرے والد نے مجھ بیان کیا، اور اُن سے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے اور اُن سے اُن کے والدِ بزرگوار نے اور اُن سے حضرت علی ابن ابیطالبؑ نے بیان کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے بیان کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اے محمدؐ! میں تمام انبیاء کو فردوس میں داخل ہونے سے روکے رہوں گا تاآنکہ تمؐ اور علیؑ دونوں کے شیعہ داخلِ فردوس نہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ اگر ان شیعوں میں سے کوئی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے تو میں اس کو اُس کے مال کا نقصان دیکر یا بادشاہ کے عتاب سے اس کو سزا دید یا کرتا ہوں اور قبل از موت اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بعد موت وہ ملائکہ و روح و ریحان سے ملاقات کرتا ہے۔ میں اس پر اپنا غضب نازل نہیں کرتا۔ اب یہ بتا کہ تیرے اور تیرے اصحاب کے لیے بھی اس طرح کی کوئی حدیث ہے؟

٥ ــــ برسی نے بھی مشارق الانوار میں حضرت ابوالحسن ثانیؑ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (مشارق الانوار صـ۲۲۱)

(۵۷) پریشانی میں برادرانِ مومن کی دعوت کرنا

حفص بن عمر بجلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنی پریشاں حالی اور پراگندگیٔ خاطر کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا، جب تم کوفہ واپس جاؤ تو اپنے گھر کی مسند (فرش وغیرہ) کو

دس درہم میں فروخت کرو اپنے بھائیوں کو دعوت دو، اُن کے لیے کھانا تیّار کرو اور اُن سے درخواست کرو کہ وہ تمھارے لیے اللہ سے دُعا کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا (جب مجھ سے دعوت کی رقم کیلئے کوئی انتظام نہ ہوسکا تو) میں نے اپنے گھر کی مسند ہی فروخت کردی اور آپؑ کے ارشاد کے مطابق کھانا بھی تیّار کیا اور اپنے برادرانِ مومن کو کھانے پر مدعو کیا۔ فراغتِ طعام کے بعد میں نے اُن سے درخواست کی کہ وہ میرے لیے دعا کریں۔

اس کے بعد خدا کی قسم ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ میرے قرضدار نے آکر میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے میری رقم تقریباً دس ہزار درہم مجھے واپس دے گیا۔ اس کے بعد میرے حالات تدریجاً درست ہوگئے۔

(۵۸) ــــــ بنی اُمیّہ کی ملازمت سے نجات کی صورت (ارکانی جلد ۵ ص ۳۱۴)

علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ بنی اُمیّہ کے منشیوں میں سے ایک منشی میرا دوست تھا ایک دن اُس نے مجھ سے کہا، ذرا مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ملاقات کی اجازت دلا دو۔

میں نے آکر امام علیہ السّلام سے عرض کیا، تو آپؑ نے اجازت دیدی۔ چنانچہ میں اُس کو اپنے ہمراہ لے آیا اور امام علیہ السّلام سے ملاقات کے لیے آپؑ کے بیت الشرف میں پہونچا دیا۔

اُس نے آپؑ کو سلام کیا، ادب سے بیٹھ گیا اور عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں اس قوم کے دفتر میں ملازم ہوں اور اُن کی دنیا سے میں نے مالِ کثیر کما لیا ہے نہ تو اس میں حلال دیکھا، نہ حرام۔

آپؑ نے فرمایا، اگر بنی امیہ کو ایسے لوگ نہ ملتے جو اُن کے دفاتر میں کام کریں اُن کے لیے خراج وصول کریں، اُن کی طرف سے جنگ کریں تو پھر یہ بنی اُمیہ ہمارے حقوق کو ہرگز غصب نہیں کرسکتے تھے۔ اگر لوگوں نے اُن کا ساتھ نہ دیا ہوتا (اور حق پسندی سے کام کرتے) تو بھلا اُن کی حیثیت ہی کیا تھی، جو مال اُن کا اپنا تھا وہی اُن کے پاس رہ جاتا۔

اُس جوان نے یہ سُن کر کہا، میں آپؑ پر قربان، پھر میرے لیے اس سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اگر میں بتادوں، تو کیا تم اس پر عمل کروگے ؟
اُس نے کہا، جی ہاں عمل کروں گا۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا تو پھر جو کچھ تم نے اس ملازمت میں کمایا ہے وہ سب مال جس سے حاصل کیا ہے اُس ہی کو واپس کردو، اور جس مال کا مالک معلوم نہیں ہے وہ مال اُس کی طرف سے تصدق کردو۔ جب تم اس پر عمل کروگے تو میں تمہارے لیے جنّت کا ضامن ہوتا ہوں۔
یہ سُن کر وہ جوان دیر تک گردن جھکائے ہوئے کچھ سوچتا رہا، پھر بولا:
میں آپؑ پر قربان، میں آپؑ کی ہدایت پر ضرور عمل کروں گا۔
ابنِ ابی حمزہ کا بیان ہے کہ پھر وہ جوان جب کوفہ آیا، تو روئے زمین پر جو کچھ بھی اُس کی ملکیت میں تھا سب حقداروں تک پہونچا کر ٹھکانے لگادیا یہاںتک کہ اپنے جسم کا کپڑا بھی دیدیا، ہم لوگوں نے اُس کے لیے کپڑے خریدے اور اخراجات کے لیے کچھ رقم اُس کو دی۔
راوی کا بیان ہے کہ اس واقعے کو ابھی چند ہی مہینے گذرے تھے کہ وہ بیمار ہوگیا۔ ہم لوگ اس کی عیادت کو برابر جانے لگے۔ ایک دن پہونچے تو دیکھا کہ وہ نزع کے عالم میں ہے۔ میری آواز سُن کر اُس نے آنکھیں کھولدیں اور کہا، اے علی! تمہارے آقا نے اپنا وعدہٗ (جنّت) پورا کردیا، یہ کہہ کر وہ ہم سے ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ ہم لوگوں نے اُس کی تکفین وتدفین کی۔ اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔
آپؑ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، اے علی! میں نے تمہارے دوست سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیا۔
میں نے عرض کیا، آپؑ نے سچ فرمایا، میں آپؑ پر قربان، مرتے وقت اُس نے بھی یہی کہا تھا۔ (الکافی جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

(۵۹) آسمان پر پہونچنا آسان ہے عدل سے کام لینا مشکل ہے

داؤد بن زربی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے ایک غلام نے بتایا کہ میں جب کوفہ میں تھا۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام مقام حیرہ میں تشریف لائے میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں آپؑ پر قربان، ذرا آپؑ داؤد بن علی

یا' اُن میں سے کسی اور سے میری سفارش فرمادیں کہ وہ مجھے بھی کسی جگہ کا والی بنا دے۔
آپؑ نے فرمایا' میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر میں اپنے گھر واپس آکر سوچتا رہا کہ آخر آپؑ کے انکار کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ بہت غور کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ شاید آپؑ نے اس لیے انکار کیا ہو کہ آپؑ کو ڈر ہے کہ کہیں کا والی بننے کے بعد میں بھی ظلم وجور کرنے لگوں گا۔ اس لیے میں نے دل میں یہ طے کیا کہ میں آپؑ کے پاس جاکر حلف اٹھاؤں گا کہ میں ہرگز کسی پر ظلم وجور نہ کروں گا' بلکہ عدل وانصاف سے کام لوں گا۔ یہ سوچ کر میں پھر حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان' میں نے آپؑ کے انکار کے متعلق بہت سوچا' تو سمجھ میں یہ آیا کہ آپؑ نے اس لیے انکار کیا ہوگا کہ میں ولایت پانے کے بعد لوگوں پر ظلم وجور کرنے لگوں گا؛ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں کسی پر ظلم وجور کروں اور عدل سے کام نہ لوں تو میری ہر عورت کو طلاق' میرا ہر غلام اور ہر کنیز آزاد۔
آپؑ نے فرمایا' تم نے کیا کہا ؟
میں نے اپنی قسم کا اعادہ کیا۔
یہ سُن کر آپؑ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا۔ آسمان پر پہونچ جانا تمھارے لیے زیادہ آسان ہے نسبتاً عدل وانصاف اور اس عہد کے جو تم نے کیا ہے۔

(کافی جلد ۵ صـ۱۰۷)

(۶۰) ═ عبدالرحمٰن بن سبابہ

عبدالرحمٰن بن سبابہ سے روایت ہے :
اُس کا بیان ہے کہ جب میرے والد سبابہ کا انتقال ہوا تو ان کے دوستوں میں سے ایک شخص آیا' میرا دروازہ کھٹکھٹایا' میں باہر نکلا تو اُس نے رسمِ تعزیت ادا کی' پھر کہا :
کیا تمھارے باپ نے کچھ سرمایہ چھوڑا ہے ؟
میں نے کہا' نہیں۔
یہ سُن کر اُس نے مجھے ایک تھیلی دی' جس میں ایک ہزار درہم تھے' اور کہا اِس کو محفوظ رکھنا اور اس کے نفع سے اپنے اخراجات چلانا۔
وہ تھیلی لیکر میں اپنی والدہ کے پاس خوش خوش پہونچا اور اُنھیں اس کی اطلاع دی۔ پھر جب شام ہوئی تو میں اپنے والد کے ایک اور دوست کے پاس گیا۔ اُنھوں نے اس رقم سے مجھے سابوری کپڑے خرید کر دیدیے' میں اسے لیکر دکان میں بیٹھ گیا اور اللہ نے مجھے اس میں اتنی برکت دی کہ جب حج کا موسم آیا تو میرے دل میں حج ادا کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے اِس کا ذکر اپنی

والدہ سے کیا کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔

اُنھوں نے کہا، مگر پہلے تم فلاں شخص کی وہ رقم تو واپس کردو۔

میں نے ایسا ہی کیا، اور میں وہ درہم فراہم کرکے اُس کے پاس پہونچا اور اُسے واپس کیے۔

اُس نے کہا، اسے کیوں واپس کررہے ہو، کیا یہ کم ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اور لے لو۔

میں نے کہا، نہیں، یہ بات نہیں ہے، بلکہ میرا ارادہ حج پر جانے کا ہے اور چاہتا ہوں کہ آپ کی رقم ادا کردوں پھر حج ادا کروں۔

اُس نے وہ رقم قبول کرلی۔ اِس کے بعد میں حج کے لیے روانہ ہوگیا۔ مناسکِ حج بجا لایا۔ پھر مدینہ پہونچا اور کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپؑ کے گرد ایک مجمعِ عام تھا، میں بھی مجمع کے بالکل آخر میں بیٹھ گیا۔ (میں نوجوان تھا) لوگ آپؑ سے مسائل پوچھ رہے تھے اور آپؑ سب کو جواب دے رہے تھے۔ جب مجمع کم ہوا تو آپؑ نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

کیا تمھیں بھی کچھ کہنا ہے؟

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، میں عبدالرحمٰن بن سیابہ ہوں۔

آپؑ نے پوچھا، تمھارے والد کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا، اُن کا تو انتقال ہوگیا۔

آپؑ نے کہا، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

پھر آپؑ نے دریافت فرمایا، کیا کچھ سرمایہ چھوڑ گئے ہیں؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

فرمایا، پھر تم حج کے لیے کیسے آئے ہو؟

میں نے تمام قصّہ اُس شخص کا (جس نے ایک ہزار درہم دیے تھے) بیان کردیا۔ ابھی میں نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ آپؑ نے درمیان ہی میں پوچھا:

مگر تم نے اُس کے ایک ہزار درہم واپس کردیے یا نہیں؟

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں واپس کردیے۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے یہ کام بہت اچھا کیا۔

پھر فرمایا:

کیا میں تم کو چند نصیحتیں کروں؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، میں آپؑ پر قربان،

آپؑ نے فرمایا، دیکھو! ہمیشہ سچ بولنا۔ لوگوں کی امانتیں واپس کرنا، اپنے مال میں لوگوں کو بھی حصہ دار بنانا۔

میں نے آپؑ کی ان نصیحتوں کو یاد رکھا اور تین لاکھ درہم زکوٰۃ نکالی۔

(کافی جلد ۵ صہ ۱۳۴)

۵۔۔۔ سعید بن عمر وجعفی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مکہ گیا اور اس وقت شدید بدحالی کا شکار تھا۔ میں نے اپنی اس بدحالی کی شکایت حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے کی اور جب آپؑ کے پاس سے نکلا تو آپؑ کے در دولت کے سامنے مجھے ایک تھیلی پڑی ہوئی ملی جس میں سات سو دینار تھے۔ میں فوراً اُس کو لیکر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کو مطلع کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے سعید! اللہ سے ڈرو! اور لوگوں کے مجمع عام میں اس کا اعلان کرو۔ حالانکہ مجھے اُمید تھی کہ آپؑ میری بدحالی کو دیکھتے ہوئے مجھے اس کے استعمال کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن آپؑ کی یہ ہدایت سن کر میں بہت غمگین ہوکر وہاں سے چل کر منیٰ میں آیا مجمع سے دور ایک کنارے ہوگیا اور مقامِ ماروقہ پر جا پہونچا۔ وہاں لوگوں سے بالکل الگ ایک مکان پر چڑھ کر آواز لگائی:

"یہ تھیلی کس کی ہے؟"

پہلی ہی آواز پر ایک آدمی میرے پاس آموجود ہوا اور بولا:

یہ تھیلی میری ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ اگر یہ تمھاری ہے تو کوئی نشانی یا پہچان بتاؤ تاکہ مجھے اطمینان ہوجائے کہ یہ آپ ہی کی تھیلی ہے۔

اُس نے اس تھیلی کی صحیح صحیح پہچان بتا دی تو میں نے تھیلی اُس کے حوالے کردی۔ وہ اُس تھیلی کو لیکر ایک گوشہ میں گیا، رقم شمار کی۔ دینار پورے تھے۔ پھر اُس نے اس میں سے ستر دینار شمار کیے اور مجھے دیتے ہوئے بولا:

یہ لو! یہ حلال کے ستر دینار حرام کے سات سو دیناروں سے بہتر ہیں۔

میں نے وہ لے لیے اور سیدھا حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اور پورا واقعہ بیان کردیا۔

آپؑ نے فرمایا، مگر میں نے تمھاری بدحالی کو سن کر تمھارے لیے تیس دینار

ایک طرف رکھدیے تھے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے کنیز کو بلایا اور فرمایا کہ وہ دینار لے آؤ۔ وہ کنیز دینار لے آئی اور میں نے لے کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اب میں اپنی قوم کا ایک خوشحال شخص شمار کیا جاتا ہوں۔

(۶۱) محمّد بن مسلم

محمّد بن مسعود نے اپنے والد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن محمّد بن خالد سے محمّد بن مسلم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا شخص ہے۔

اُنھوں نے کہا، وہ ایک شریف آدمی ہے اور خوشحال بھی ہے، اے محمّدؑ امام اس کے ساتھ تواضع سے پیش آنا۔

چنانچہ جب محمد بن مسلم کوفہ واپس آیا تو اُس نے کھجوروں کی ٹوکری اُٹھائی ترازو لیا اور مسجدِ کوفہ کے دروازے پر بیٹھ کر آواز لگانے لگا۔ جب اُس کی قوم والے ادھر سے گذرے تو انھوں نے کہا: "آپ نے تو ہمیں ذلیل کر دیا۔"

اُس نے جواب دیا کہ میرے مولا نے مجھے اس کا حکم دیا ہے میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا اور جبتک پوری ٹوکری فروخت نہ کرلوں، میں اسے نہ چھوڑوں گا۔

قوم والوں نے کہا، اگر آپ کو دکانداری ہی کرنی ہے تو آٹے کی چکّی والوں میں بیٹھ کر عزّت سے روزی کماؤ۔

چنانچہ وہ آٹے کی چکّی والوں میں ایک چکّی اور ایک اونٹ لیکر بیٹھ گئے۔ اور آٹا پیسنے لگے۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن خالد کا بیان ہے کہ محمد بن مسلم کا شمار اُس زمانے کے عابدوں میں ہوتا تھا۔ (اختصاص ص۵۱)

(۶۲) شیعانِ علیؑ کا ذکر قرآن میں

ابوبصیر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے۔ میں بہت ہی بوڑھا ہو چکا تھا جسم کی ہڈیاں کمزور ہو گئی تھیں اور سمجھتا تھا کہ اب موت قریب ہے تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

فرزندِ رسولؐ! دنیا میں تو جو حال ہے وہ عیاں ہے لیکن نہ جانے آخرت میں کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا، اے ابو محمد! تعجب ہے تم ایسی بات کیوں کہتے ہو؟
میں نے عرض کیا، کیونکر نہ کہوں؟
آپؑ نے فرمایا، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے جوانوں کی جوانی پر رحم فرمائے گا اور تمھارے بوڑھوں کو دیکھ کر اُسے حیا آئے گی۔
راوی کا بیان ہے، میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اللہ تعالےٰ ہمارے جوانوں پر رحم و کرم فرمائے گا اور بوڑھوں سے حیا کرے گا، اس سے کیا مقصد ہے آپؑ کا؟
آپؑ نے فرمایا، تمھارے جوانوں پر کرم فرمائے گا اور اُن پر عذاب نہ کرے گا اور تمھارے بوڑھوں سے حساب لیتے ہوئے اُسے حیا آئے گی۔ بولو، اب تو خوش ہو؟
میں نے عرض کیا، مولا! کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے، اس لیے کہ ان لوگوں نے ہمیں ایسا نام دیا ہے اور اُن کے فقہاء نے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جنھیں سُن کر ہماری کمر ٹوٹ جاتی ہے، دل مردہ ہو جاتا ہے اور ان کے والیانِ حکومت نے اسی بناء پر ہمارا خون بہانا جائز سمجھ رکھا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، وہ کون سا نام؟ رافضہ؟
میں نے عرض کیا، جی ہاں
آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم، ان لوگوں نے تمھارا یہ نام نہیں رکھا ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے خود تمھارا نام رکھا ہے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ فرعون کے ساتھ ستر آدمی بنی اسرائیل کے تھے جو فرعون کے دین پر تھے مگر جب اُنھیں فرعون کی گمراہی اور حضرت موسیٰؑ کی ہدایت کا صاف طور پر پتہ چل گیا تو اُنھوں نے فرعون کو چھوڑا اور رافضی ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ کے پیرو ہو گئے۔ پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں سب سے زیادہ جہاد کرنے والے اور سب سے زیادہ عبادت گذار بن گئے۔ اُنھوں نے صرف اتنا ہی تو کیا تھا کہ فرعون کو چھوڑ کر رافضی بنے، مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ان کا یہ نام (رافضی) توریت میں لکھ لو، میں نے یہ نام انھیں دیا۔ پھر اللہ نے یہ نام کسی اور کو نہیں دیا، بلکہ محفوظ کر لیا۔ پھر جب تم لوگوں نے فرعون و ہامان اور اُن کے لشکر کو چھوڑا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی پیروی شروع کر دی تو اللہ نے یہ نام (رافضی) تمھیں دیدیا۔ بولو! اب تو خوش ہو؟
میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کچھ اور ارشاد فرمائیے۔
آپؑ نے ارشاد فرمایا، سنو! جب مسلمان مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹے تو تم لوگ اپنے نبیؐ کے اہلِ بیت کے گروہ میں شامل ہو گئے اور اللہ نے جو راہ بتائی تھی اُس پر چلے، اُنھیں

منتخب کیا جنھیں اللہ نے منتخب کیا تھا' اُن لوگوں سے محبت کی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن کو اللہ نے چاہا اُنھیں تم نے بھی چاہا' پھر تمھیں بشارت کے بعد بشارت وخوشخبری ہو کہ تم لوگ وہ ہو جن پر اللہ رحم فرمائے گا' تمھارے نیکوں کی نیکیاں قبول فرمائے گا' تمھارے گناہگاروں کے گناہوں کو بخش دے گا اور وہ لوگ جو تمھارے ہم مذہب نہیں' نہ اُن کی نیکیاں قبول ہوں گی اور نہ اُن کے گناہوں کی توبہ قبول ہوں گی۔ اے ابو محمدؐ! بولو اب تو تم خوش ہو؟

میں نے عرض کیا' میں آپ پر قربان' کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کے گناہوں کو اس طرح جھاڑے گا جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ (سورہ شوریٰ آیت ۵)

ترجمہ: (اور (مگر) فرشتے اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔)

بخدا' ملائکہ کا استغفار تم لوگوں کے لیے ہے دنیا میں کسی اور کے لیے نہیں۔

بولو! اب تو تم خوش ہو اے ابو محمدؐ!؟

میں نے عرض کیا' کہ میں آپ پر قربان' کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا' سنو! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے اور وہ یہ ہے: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۳)

ترجمہ: "(اور مومنین مردوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اُن میں سے ایسے بھی ہیں جنھوں نے اُس وعدے کو پورا کر دیا۔ اور اُن میں سے ایسے بھی ہیں جو منتظر ہیں اور اُن میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔")

بخدا اس آیت میں ان مومنین سے تم ہی لوگ مراد ہو۔ تمھارے غیر مراد نہیں ہیں کیونکہ تم ہی لوگوں نے ہماری ولایت کا جو عہد ومیثاق تم سے (روزِ الست) لیا گیا تھا اس کو پورا کیا' اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اگر تبدیلی کی ہوتی تو جس طرح اپنی کتاب میں اس نے دوسروں کی برائی کی ہے تمھاری بھی برائی کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسروں کی برائی اس طرح

کرتا ہے: " وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝ (سورۃ الاعراف آیت ۱۰۲)

ترجمہ (اور ہم نے اُن میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا، اور بیشک ہم نے اُن کی اکثریت کو بدکار (بدعہد یا عہد شکن) پایا۔)

(اے ابو محمدؑ!) بولو! اب تو خوش ہو؟

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

• آپ نے ارشاد فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

" الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝

(سورۃ الزخرف آیت ۶۷)

ترجمہ: (اُس دن دوست ایکدوسرے کے دشمن ہونگے سوائے متقین کے)

پس بخدا ساری مخلوق آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوئی اور یہاں متقین سے مراد تم لوگوں کے سوا کوئی اور نہیں۔ بولو، اے ابو محمدؑ! اب تو تم خوش ہو؟

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان کچھ اور ارشاد فرمائے۔

• آپ نے فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

" وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

(سورۃ النساء آیت ۶۹)

ترجمہ: (اور جو اللہ کی اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں وہی تو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہداء میں سے اور صالحین میں سے اور وہ کیا ہی عمدہ رفیق ہوں گے)

اس آیت میں النبیین سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں الصدیقین و الشھداء سے مراد ہم لوگ ہیں اور الصّٰلحین سے مراد تم لوگ ہو۔ پس جس طرح اللہ نے تم لوگوں کا نام صالحین رکھا ہے تو تمھیں چاہیے کہ اپنے آپ کو حقیقی معنی میں صالحین بنا لو، دیکھو اس سے مراد تم لوگ ہی ہو تمھارے غیر نہیں ہیں۔ بولو، اب تو خوش ہو!

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے:

• آپ نے فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے دوستوں اور ہمارے دشمنوں کا تذکرہ ایک ہی آیت کے اندر کردیا ہے:

"هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝" (سورۃ الزمر آیت ۹)

ترجمہ: (کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں، اُن کے برابر ہوسکتے ہیں، جو علم نہیں رکھتے؟؟ مگر نصیحت تو فقط صاحبانِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔)

بولو، اب تو تم خوش ہوگئے؟

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ اور ارشاد فرمائیے:

• آپ نے فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیۂ مبارکہ میں اس طرح فرمایا ہے:

"مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ ۝" (سورہ ص آیت ۶۲)

ترجمہ: (کیا بات ہے) ہم اُن لوگوں کو نہیں دیکھتے جنھیں ہم شریروں میں شمار کرتے تھے۔)

(شریر) لوگ تو تمھیں جہنّم میں تلاش کریں گے اور تم لوگ جنّت میں عیش و آرام کی زندگی گذار رہے ہوگے۔ بولو! اب تو تم کو خوش ہو جانا چاہیے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ اور ارشاد فرمائیے:

• آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور تمھیں شیطان سے پناہ دی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ" (سورۃ الحجر آیت ۴۲)

ترجمہ: (بیشک میرے بندوں پر تیری حکومت نہیں چلے گی۔)

بخدا یہاں عبادی سے مراد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو لیا ہے کسی غیر کو نہیں لیا ہے۔ بولو! اب تو خوش ہو۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کچھ اور ارشاد فرمائیے:

• آپ نے ارشاد فرمایا، بخدا، اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا ذکر اپنی کتاب میں یوں بھی کیا ہے کہ تم لوگوں کی مغفرت لازمی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ

رَحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ (سورۃ الزمر آیت ۵۳)

ترجمہ : (اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم و زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجانا ' بلاشبہ اللہ تو سارے ہی گناہ معاف فرما دیتا ہے ۔)

اے ابو محمد ! اب تم ہی بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف فرما دے گا تو پھر عذاب کس (قوم) پر کرے گا ؟ خدا کی قسم ' اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کے سوا کسی اور کو نہیں لیا ہے ۔ یہ آیت مخصوص ہے ہمارے لیے اور تم لوگوں کے لیے ۔ بولو ! اب کیا کہتے ہو؟ خوش ہو جاؤ اب تو ۔

میں نے عرض کیا ' میں آپؑ پر قربان کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے ۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا ' بخدا ' مندرجۂ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ اوصیاء اور ان کے متبعین میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے سوائے امیرالمومنین اور ان کی اتباع کرنے والوں کے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :

" یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡئًا وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ۙ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۠ (سورۂ دخان آیت ۴۱-۴۲)

ترجمہ : (جس دن کوئی دوست کسی دوست کے ذرا بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی ' سوائے اُس کے جس پر اللہ رحم کرے بیشک وہ زبردست رحیم ہے ۔)

اِس آیت میں جس پر اللہ رحم فرمائے گا اس سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں اور آپؑ کے شیعہ ہیں ' کوئی دوسرا نہیں ہے ۔ بولو ! اب تو تم خوش ہو ؟

میں نے عرض کیا ' میں آپؑ پر قربان ' کچھ اور ارشاد فرمائیے :

آپؑ نے فرمایا سنو ! حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اور ہمارے شیعوں کے سوا فطرتِ اسلام پر کوئی نہیں ہے ۔ تمام لوگ اس سے لاتعلق ہیں ۔

(الاختصاص ص ۲۰۲)

(۶۳) قاضی شریک کے نزدیک شیعہ قابلِ گواہی نہیں

زرارہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابو کدینہ ازدی اور محمد بن مسلم

بغرض شہادت قاضی شریک کے سامنے پیش ہوئے۔
اُس نے ان دونوں کے چہروں کی طرف کچھ دیر بغور دیکھا، پھر کہا، تم جعفری ہو تم فاطمی ہو۔؟
یہ سن کر وہ دونوں زار و قطار رونے لگے۔
قاضی شریک نے پوچھا، کیا بات ہے، کیوں رو رہے ہو؟
انھوں نے کہا، بات یہ ہے کہ آپ نے ہمیں ایک ایسے گروہ سے منسوب کر دیا کہ وہ لوگ ہم جیسوں کو اپنے گروہ میں شمار کرنا پسند نہیں کریں گے اس لیے کہ ہمارے اعمال ٹھیک نہیں ہیں اور آپ نے ہمیں ایسی ذوات مقدسہ (فاطمہؑ و جعفرؑ) کی طرف منسوب کر دیا جو ہم جیسوں کو اپنا شیعہ کہلانا پسند نہ کریں گے۔ ہاں اگر وہ قبول کرلیں تو یہ ہم پر اُن کا بڑا احسان ہوگا۔
قاضی شریک یہ سن کر مسکرایا اور بولا، جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر ان کی مثال بننے کی کوشش کرو۔ اور ولید سے کہا، اے ولید! اس مرتبہ تو ان دونوں کو گواہی کی اجازت دیدو آئندہ، یہ پھر نہ آئیں گے۔
راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ حج کے لیے گئے تو ہم نے سارا قصہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے بیان کیا۔
آپؑ نے فرمایا، اس شریک کو کیا ہوگیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اہلِ جہنم کے ساتھ شریک کرے۔ (الاختصاص ص ۲۰۲)

(۶۴) ═ مومنِ طاق

ابوجعفر احول محمد بن نعمان، مومنِ طاق قبیلۂ بجیلہ کے غلام تھے اُن کا پیشہ صرافی تھا۔ لوگوں نے اُن کا لقب شیطانِ طاق رکھ دیا تھا اور وہ اس لیے کہ ایک مرتبہ لوگوں کو کسی درہم کے متعلق شک ہوگیا کہ یہ اصلی ہے یا نقلی؟ تو انھوں نے اُسے اِن کو دکھایا انھوں نے دیکھتے ہی بتا دیا کہ اس پر چاندی کا ملمع ہے۔
لوگوں نے کہا کہ اس نے فوراً ہی بتا دیا، یہ تو شیطانِ طاق ہے اور ہمارے اصحاب ان کو مومنِ طاق کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کا شمار شیعہ متکلمین (مناظرین) میں ہوتا ہے اور حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی تعریف و ستائش فرمائی ہے۔
(الاختصاص ص ۲۰۴)

(۶۵) ابنِ مسکان

ابونصر محمد بن مسعود نے تحریر کیا ہے کہ ابنِ مسکان حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں محض اس ڈر سے حاضر نہیں ہوتے تھے کہ مبادا وہ آپؑ کے حقِ تعظیم و اجلال کو ادا نہ کرسکیں۔ وہ آپؑ کے اصحاب سے ہی مل کر آپؑ کی احادیث اخذ کرلیتے تھے۔ (اگر کوئی کہتا بھی تھا تو وہ) آپؑ کی عظمت و بزرگی کے پیشِ نظر انکار کردیتے تھے

یونس بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابنِ مسکان ایک مردِ مومن تھا۔ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مل کر آپؑ کی احادیث بیان کیا کرتا تھا۔ (الاختصاص ص۲۰۷)

(۶۶) حُریز و اصحاب حُریز

کتاب الاختصاص میں مرقوم ہے

کہ حُریز بن عبداللہ سجستان منتقل ہوگئے تھے اور وہیں پر انھیں قتل کردیا گیا۔ اُن کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ سجستان میں خوارج کی اکثریت تھی وہ لوگ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام پر سب و شتم کیا کرتے تھے اور اصحابِ حُریز بیچارے یہ سب کچھ سُنا کرتے اور اس کی اطلاع حُریز کو پہونچاتے اور اُن سے کہتے کہ اگر آپ اجازت دیں تو جن لوگوں کو ہم حضرت علی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے سُنیں، انھیں قتل کردیں۔؟

اُنھوں نے اجازت دیدی تھی، اس لیے اِن خارجیوں کو اُن پر قتل کا شبہ بھی نہ ہوتا تھا۔ بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ قتل کرنیوالے فرقہ مرجئہ سے متعلق ہیں اس لیے وہ مرجئہ والوں سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا، آخر یہ بات کہاں تک چھپتی، وہ لوگ اس بات سے واقف ہوگئے۔ تو خارجیوں نے شیعوں سے خون کا مطالبہ شروع کردیا۔ اتّفاق سے ایک مرتبہ حُریز کے اصحاب حُریز کے پاس ایک مسجد میں جمع تھے کہ ان خارجیوں نے پوری مسجد اُن پر گرادی اور وہ سب اس میں دب کر قتل ہوگئے۔ (الاختصاص ص۲۰۷)

(۶۷) مفضّل بن عمر

عبداللہ بن مفضّل ہاشمی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ مفضّل بن عمر تشریف لائے۔

آپؑ نے اُن کو دیکھ کر تبسّم فرمایا اور کہا، اے مفضّل! قسم ہے پروردگار کی میں تم سے

محبت کرتا ہوں اور اُن سے بھی محبت کرتا ہوں جو تم سے محبت کرتے ہیں۔

اے مفضّل! جو کچھ تم جانتے ہو، اگر میرے سارے اصحاب بھی وہی جانتے ہوتے تو وہ کبھی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔

مفضّل نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میرا خیال ہے کہ آپؑ میرے درجہ سے زیادہ مجھے عنایت فرما رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں، اللہ نے تمھیں جو منزلت دی ہے وہی منزلت میں تمھیں دے رہا ہوں۔

مفضّل نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! یہ ارشاد فرمائیں کہ جابر بن یزید کی آپؑ کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے؟

آپؑ نے فرمایا، وہی منزلت جو سلمانؓ فارسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل تھی۔

مفضّل نے عرض کیا، اور داؤد بن کثیر رقی کی آپؑ کے نزدیک کیا منزلت ہے؟

آپؑ نے فرمایا، وہی منزلت جو مقدادؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے عبداللہ بن فضل سنو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عظمت سے خلق فرمایا، اور اپنی رحمت سے بنا رقرار دی، اور تم لوگوں کی ارواح کو ہماری طینت سے خلق فرمایا، اسی لیے ہمیں تم لوگوں سے محبت ہے اور تمھیں ہم سے محبت ہے۔

سنو! اگر سارے اہلِ مشرق و مغرب مل کر بھی چاہیں کہ ہمارے شیعوں میں سے فردِ واحد کو کم کردیں تو ناممکن، اور اگر اُن میں ایک بھی فرد کا اضافہ کرنا چاہیں تو یہ بھی ناممکن ہے اس لیے کہ ہمارے پاس ہمارے شیعوں کے نام مع ولدیت وکنیہ و نسب وغیرہ لکھے ہوئے ہیں۔

اے عبداللہ بن فضل! اگر تم چاہو تو میں تمھارا نام بھی اپنے صحیفہ میں دکھا سکتا ہوں۔

اِس کے بعد آپؑ نے ایک صحیفہ طلب فرمایا اور اُسے کھولا تو میں نے دیکھا، وہ بالکل صاف و سادہ ہے اُس پر کوئی تحریر نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! مگر اس میں تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں ہے۔

آپؑ نے یہ سنتے ہی اس صحیفہ کے اوراق پر اپنا دستِ اعجاز پھیرا اور فوراً ہی ساری تحریر اُبھر آئی، میں نے متجسس نظروں سے اس میں اپنا نام تلاش کرنا شروع کیا تو سب سے نیچے میں نے اپنا نام لکھا ہوا دیکھا اور سجدۂ شکر ادا کیا۔

بحار الانوار

باب
۱۱

اصحابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام
اور
مخالفین سے مناظرے

ANSAR

۱ — مومنِ طاق اور ابنِ ابی حذرہ کے درمیان مناظرہ

اعمش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کوفہ میں شیعہ اور محکمہ، ابونعیم نخعی کے پاس جمع ہوئے۔ شیعوں میں ابوجعفر محمد بن نعمان مومنِ طاق بھی موجود تھے۔ ادھر سے ابنِ ابی حذرہ نے کہا، اے شیعو! میں تمھارے سامنے ثابت کروں گا کہ چار باتوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تمھارے حضرت علی علیہ السلام سے بلکہ تمام اصحابِ رسولؐ میں سب سے افضل ہیں، اور وہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جنھیں دنیا میں کوئی رد نہیں کر سکتا۔

پہلی بات یہ کہ وہ ثانیٔ رسولؐ ہیں، اس طرح کہ وہ دوسرے شخص ہیں جو آپؐ کے حجرے میں آپؐ کی قبرِ مطہر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

دوسری بات یہ کہ، وہ ہجرت کے موقع پر غار میں بھی ثانیٔ رسولؐ تھے۔

تیسری بات یہ کہ، اُنھوں نے رسولؐ کی زندگی میں آخری نماز لوگوں کو پڑھائی جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔

چوتھی بات یہ کہ، امّت میں سب سے پہلے اُنھوں نے رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کی۔

ابوجعفر مومنِ طاقؒ نے فرمایا، اے ابنِ ابی حذرہ! تم نے جو یہ چار باتیں بیان کی ہیں، نہ صرف میں ان ہی چار باتوں سے ثابت کروں گا کہ حضرت علی علیہ السلام تمام اصحابِ رسول اللہ سے افضل ہیں بلکہ ان ہی باتوں سے آں حضرت کی منقصت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کی آیات و حدیثِ رسولؐ اور عقلی دلیلوں سے ثابت کروں گا کہ اصحابِ رسولؐ پر حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت لازم و واجب ہے۔

اب جب اس مناظرے میں منصفی اور ثالثی کے لیے ابراہیم نخعی، ابواسحاق سبیعی اور سلیمان بن مہران اعمش پر طرفین میں سے سب کا اتفاق ہوگیا، تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ابوجعفر مومنِ طاق نے کہا: اے ابن ابی حذرہ! یہ بتاؤ کہ وہ گھر اور حجرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو عنایت فرمائے تھے اور حکم دیا تھا کہ ہمارے نبیؐ کی اجازت کے بغیر کوئی ان میں داخل نہ ہو۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن حجروں کو ترکہ میں اپنی ازواج و اولاد کے لیے میراث چھوڑا تھا، یا تمام مسلمانوں کے لیے بطور صدقہ کے چھوڑا تھا۔ تم اِن دونوں باتوں میں سے جو چاہو تم اختیار کرلو۔

یہ سن کر ابن ابی حذرہ کی زبان جیسے کٹ کر رہ گئی، اس لیے کہ دونوں صورتوں میں سے جو بھی اختیار کرتا ہے، اُس میں ہی پکڑا جاتا ہے۔

مومنِ طاق نے کہا: سنو! اگر تم نے اسے بحیثیت میراث اپنی اولاد و ازواج کے لیے چھوڑا تھا، تو وقتِ وفات آپؐ کی نُو ازواج تھیں اور عائشہ بنتِ ابی بکر کا ان حجروں میں سہم ازواج کا نواں حصّہ ہوتا ہے جس میں حضرت ابوبکر دفن ہوئے ہیں حالانکہ اس حجرے میں ان کی بیٹی حضرت عائشہ کا حصّہ ایک مربع گز سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ (اور یہ ایک گز سے زائد پر دفن ہیں پھر یہ ان کے لیے کس طرح جائز ہوگیا؟) اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حجروں کو میراث میں نہیں چھوڑا، تمام مسلمانوں کے لیے بحیثیت صدقہ چھوڑا ہے تو پھر یہ بد سے بدتر ہے اس لیے کہ اس حجرے میں حضرت ابوبکر کا بھی اتنا ہی حصّہ بنتا ہے جتنا لاکھوں مسلمانوں میں سے کسی ایک کا (اور یہ اپنے حصّہ سے زیادہ میں دفن ہیں۔) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں خواہ اُن کی زندگی میں ہو خواہ وفات کے بعد بغیر اِذن کسی کا داخل ہونا گناہ ہے سوائے حضرت علی علیہ السلام کے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے لیے جو بات حلال و جائز قرار دی ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کے لیے بھی جائز قرار دی ہے۔ چنانچہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ جن لوگوں کے گھر کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، آپؐ نے اُن تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے۔ اِس پر حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ سے گذارش کی کہ میرے لیے ایک سوراخ ہی چھوڑنے کی اجازت دیدیجیے تاکہ اس میں سے جھانک کر آپؐ کی زیارت ہی کرلیا کروں۔

مگر آپؐ نے انکار فرمادیا، بلکہ آپؐ کے اس حکم پر آپؐ کے چچا عبّاس کو غصّہ بھی آگیا تھا جس کی وضاحت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون کو حکم دیا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور یہ بھی حکم دیا کہ سوائے موسیٰ و ہارون اور اُن کی ذرّیت کے کوئی اس گھر میں بحالتِ جُنب داخل نہ ہو اور نہ عورتوں سے مقاربت کرے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو

بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی منزلت حاصل ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ اور اُن کی اولاد بھی اولادِ ہارونؑ کے مانند ہے۔ اِس لیے حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے سوا اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ مسجدِ رسولؐ میں حالتِ جُنب میں لبسر کرنے یا اپنی عورتوں سے مقاربت کرے۔

سارے مجمع نے اس کا اقرار کیا کہ ہاں یہ بات تو درست ہے۔

مومنِ طاق نے کہا، اے ابنِ ابی حذرہ! تمھارا ایک چوتھائی دین تو ختم ہوا اور اسی سے ہمارے مولا حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

•• اب تمھارا یہ کہنا کہ ثانی اثنین اذھما فی الغار میں ثانی اثنین سے مراد ابوبکر ہیں۔ تو یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے غار کے علاوہ کسی اور جگہ بھی اپنے رسولؐ اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا ہے؟

ابن ابی حذرہ نے کہا، جی ہاں۔

مومنِ طاق نے کہا، مگر غار کے موقع پر تو اللہ نے سکینہ صرف رسولؐ پر نازل فرمایا حضرت ابوبکر پر نہیں بلکہ خصوصیت سے حضرت ابوبکر کے حُزن کا تذکرہ کیا؛ مگر اس شبِ ہجرت میں حضرت علی علیہ السلام کا مقام بسترِ رسولؐ تھا، جو اپنی جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر کے غار میں رہنے سے، حضرت علی علیہ السلام کی یہ جگہ کہیں افضل و بہتر ہے۔

مجمع نے اس بات کو بھی سراہا اور کہا کہ تم نے بالکل سچ ثابت کیا۔

مومنِ طاق نے کہا، اے ابنِ ابی حذرہ! لو اب تمھارا نصف دین رخصت ہوا۔ یعنی (چار میں سے دو دلیلیں ختم ہوگئیں۔)

•• اب تمھارا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر ثانی رسولؐ ہیں کیونکہ وہ سب سے پہلے آپؐ کی رسالت پر ایمان لائے اور تصدیقِ رسالت کی۔ اس طرح تو حضرت ابوبکر پر فرض ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے لیے استغفار کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (سورۃ الحشر آیت ۱۰)

ترجمہ: (اور (وہ ان کے لیے بھی ہے) جو اُن کے بعد (ہجرت کرکے) آئے۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں بخش دے۔

اور تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ دیکھ کر لوگوں نے انھیں صدیق کا لقب دیدیا۔
(میں یہ کہتا ہوں کہ) یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا نام صدق رکھا ہو اور جس کی تصدیق کا تذکرہ بھی کیا ہو، وہ افضل ہے یا وہ جس کو صرف لوگوں نے صدیق کہنا شروع کر دیا ہو۔ اور پھر حضرت علی علیہ السلام نے برسر منبر اس کا دعویٰ بھی (کسی نے آپؑ کی تردید بھی نہیں کی) کیا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں حضرت ابوبکر سے پہلے ایمان لایا، اور ان سے پہلے میں نے رسول اکرمؐ کی رسالت کی تصدیق کی۔

مجمع نے کہا، یہ بات بھی تم نے سچ کہی ہے۔

مومن طاق نے کہا، اے ابن ابی حذرہ! لو، اب تمہارا تین چوتھائی دین ختم ہو گیا اب تمہارا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وقت میں حضرت ابوبکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس سے تم اُن کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہو تو:

اے ابن ابی حذرہ سنو! اس بات سے ان کے لیے فضیلت کا کوئی پہلو ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہوتا تو فوراً پہونچ کر انھیں امامت سے معزول نہ کرتے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ جب حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے تو حضورؐ فوراً خود اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اُن کو امامت سے ہٹا کر خود آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور یہ امامت نماز بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو خود ابوبکر کو حصول خلافت کا یہ حیلہ نظر آیا ہو، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے محسوس کیا، تو باوجودیکہ آپؐ بستر علالت پر تھے، تاہم فوراً وہاں سے اُٹھے، انھیں امامت سے معزول کیا اور خود نماز پڑھائی، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ میرے بعد خود کو خلیفہ ثابت کرنے کے لیے اس کو دلیل بنا کر امت کے سامنے پیش کریں اور پھر اُمت ان کو خلیفہ تسلیم کر لے۔ یا از خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا ہو، جیسا کہ سورۃ التوبہ (برأت) کی تبلیغ کے متعلق آپؐ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا، مگر فوراً جبرئیلؑ نازل ہوئے اور بولے کہ اے محمدؐ! لَا یُؤَدِّیْهَا اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ۔ یعنی اس کی تبلیغ یا تم خود جا کر کرو ورنہ تم ہی میں سے کوئی مرد جا کر کرے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پاتے ہی آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا، اُنھوں نے جا کر ابوبکر سے سورہ برأت واپس لے لی اور انھیں اس منصب سے (بحکم خداوندی) معزول کر دیا۔

بس اسی طرح اُس نماز کی امامت کا قصّہ تھا (کہ پہلے آپؐ نے حکم دیا بعد میں معزول کر دیا۔) بہرحال دونوں صورتیں حضرت ابوبکر کے لیے قابل فضیلت نہیں ہیں بلکہ وجہ منقصت اور

باعثِ ذلت ہیں، اِس لیے کہ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک پوشیدہ بات کو سب کے سامنے عیاں کردیا' کہ دیکھ لو۔ (جب یہ نماز میں بھی امامت کے فرائض ادا کرنے کے لائق نہیں، تو پھر) میرے بعد خلافت کے لائق کیسے ہوسکتے ہیں؟

تمام حاضرینِ مجلس نے مومنِ طاق کی تائید اور کہا کہ تم نے بات تو سچ کہی ہے۔

مومنِ طاق نے کہا، اے ابنِ ابی حذرہ! لے تیرا سارا ہی دین گیا اور میں نے تیری چاروں دلیلیں باطل کردیں۔ جن کو تو نے حضرت ابوبکر کے لیے باعثِ فضیلت بتایا تھا وہ ان کے لیے باعثِ فضیحت ثابت ہوئیں۔

اب ہر طرف سے آوازیں آئیں کہ اے ابوجعفر (مومنِ طاق) تم نے بھی تو دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت واجب ہے تو اس کے متعلق تم بھی اپنی دلیلیں پیش کرو۔

مومنِ طاق نے کہا، سنو! قرآن مجید کے اندر اوصاف بیان کرکے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

(سورۃ التوبۃ (براۃ) آیت ۱۱۹)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہوجاؤ۔)

اور قرآن مجید بتاتا ہے کہ یہ صفتِ (صدق) علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام میں ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷)

ترجمہ: (اور صبر کیا، مصیبت میں اور لڑائی میں، وہی لوگ (دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں اور وہی تو ہیں جو متقی ہیں۔)

اور ساری امت کا اس بات (صفت) پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کے اندر یہ صفت دوسروں کے مقابلہ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے اس لیے کہ آپ کسی جنگ میں نہیں بھاگے جبکہ دوسرے لوگ متعدد مواقع پر جنگ سے راہِ فرار اختیار کرچکے ہیں۔

مجمع نے آواز دی کہ تم نے سچ کہا۔

مومنِ طاق نے کہا (یہ تو آیاتِ قرآنی سے استدلال تھا) اب سنو! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت پر نص فرمادی ہے۔ چنانچہ آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: میں تم لوگوں میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں

جبتک تم لوگ ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت میرے اہلِ بیت اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے یہانتک کہ یہ دونوں ایک ساتھ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔"

دوسری جگہ ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

"میرے اہلِ بیتؑ کی مثال تم لوگوں کے درمیان ایسی ہی ہے جیسے سفینۂ نوحؑ، جو اُس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُس کو چھوڑا وہ غرق ہوا۔"

لہٰذا جو لوگ اہلِ بیتِ رسولؐ سے متمسک ہیں صرف وہ ہدایت یافتہ ہیں اور جو لوگ اغیار سے متمسک ہیں وہ گمراہ ہیں۔

لوگوں نے کہا، اے ابوجعفر! تم نے یہ بات بھی سچ کہی۔

ابوجعفر مومن طاق نے کہا: اب حضرت علی علیہ السلام کے حقدارِ خلافت ہونے کی عقلی دلیل بھی سنو! عقل کہتی ہے کہ ہر شخص کسی عالم کی اتباع کرنا چاہتا ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تمام اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ تمام لوگ اُن سے مسائل پوچھتے تھے اور علم میں اُن کے محتاج تھے مگر حضرت علی علیہ السلام کو کبھی کسی سے کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور ایسی صورت میں قرآن یہ کہتا ہے اور اپنا فیصلہ سناتا ہے:

"اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝"

(سورہ یونس آیت ۳۵)

ترجمہ: (پس، کیا وہ جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس کی اتباع کی جائے یا وہ (مستحق ہے) جو ہدایت نہیں کر سکتا، بلکہ خود اُس کو ہدایت دی جاتی ہے۔ پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے۔؟ کیسا (بُرا) فیصلہ کرتے ہو؟)

راوی کہتا ہے کہ اس طرح کا مناظرہ پھر کبھی سننے میں نہیں آیا۔ اس مناظرے کو سُن کر بہت سے لوگ شیعہ ہو گئے۔

(۲) مومنِ طاق اور امام ابوحنیفہ

علاوہ بریں مومنِ طاق کے امام ابوحنیفہ سے بھی بہت سے مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ نے

مومنِ طاق سے کہا تم لوگ رجعت کے قائل ہو ؟

مومنِ طاق نے کہا ، بیشک ۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ، اچھا ، تو پھر اس وقت تم مجھے ایک ہزار درہم دیدو اور جب رجعت میں ہم اور تم دونوں پھر اس دنیا میں پیدا ہوں گے ، اُس وقت میں تم کو ایکہزار دینار دوں گا

مومنِ طاق نے کہا ، ٹھیک ہے ، مگر پہلے تم اِس بات کی بھی ضمانت دلادو کہ رجعت کے اندر تم آدمی ہی کی شکل میں زندہ کیے جاؤ گے ، سُور وغیرہ کی شکل میں نہیں ۔

● ـــ ایک دن امام ابوحنیفہ اور مومنِ طاق دونوں کوفہ کی ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ ایک منادی کی آواز سُنائی دی کہ "ایک بچّہ راہ بھٹک گیا ہے جس کو ملے وہ فلاں مقام پر پہونچا دے ۔"

مومنِ طاق نے فوراً کہا ، کہ ، کوئی بچّہ گم کردہ راہ تو ہم نے نہیں دیکھا ، البتہ ایک بوڑھا آدمی گم کردہ راہ اگر چاہیے ہو تو یہ صاحب (ابوحنیفہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا) موجود ہیں ۔

● ـــ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو ایک دن امام ابوحنیفہ نے مومنِ طاق کو دیکھا اور بولے ! تمھارے امام تو مر گئے ۔

مومنِ طاق نے برجستہ کہا ، ہاں ، مگر آپ کے امام کو (شیطان کو) اللہ تعالیٰ نے وقتِ معلوم تک مہلت دے رکھی ہے ۔ (احتجاج طبرسیؒ ص ۲۰۵)

(۳) ـــ فضال بن حسن اور امام ابوحنیفہ

ایک مرتبہ فضال بن حسن بن فضال کوفی نے سرِراہ دیکھا کہ امام ابوحنیفہ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور وہ اُنھیں کچھ مسائل فقہ و حدیثیں لکھوا رہے ہیں ۔

اُنھوں نے اپنے ساتھی سے کہا ، بخدا آج میں ابوحنیفہ کو بغیر نادم کیے نہ چھوڑوں گا

ساتھی نے کہا ، کہ ، یہ تو بہت بڑے عالم ہیں اور فقیہ بھی ہیں ۔

اُنھوں نے کہا ، چھوڑو بھی ، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ ایک گمراہ کی دلیل ایک مومن کی دلیل پر غالب آئی ہو ؟

یہ کہہ کر فضال اُن کے قریب پہونچے اور سلام کیا ، اُنھوں نے جوابِ دیا اور اُن کے ساتھ سب لوگوں نے بھی جوابِ سلام دیا ۔ اس کے بعد :

فضال نے کہا ، اے امام ابوحنیفہ ! میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ رسول اللہؐ

کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ابوبکر اور عمر ہیں۔ براہِ کرام بتائیے کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال اور عقیدہ ہے ۔؟

امام ابوحنیفہ کچھ دیر تک سر جھکائے ہوئے سوچتے رہے پھر بولے :

ان دونوں کے فضل و شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دونوں اور رسول اللہ ص ایک ہی مکان میں مقیم ہیں۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ان دونوں کی قبریں رسول اللہ ؐ کی قبرِ مبارک کے پہلو میں ہیں ؟

فضال نے کہا، جی ہاں، میں نے یہ بات اپنے بھائی سے کہی تو اس نے کہا کہ یہ بات دو حال سے خالی نہیں ؛ یا تو وہ جگہ جہاں یہ دونوں دفن ہوئے ہیں، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ملکیت تھی، تو ان لوگوں کا وہاں دفن ہونا جائز نہیں، کیونکہ کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت لیے تصرّف ناجائز ہے۔ یا - یہ کہ وہ زمین اُن دونوں کی ملکیت تھی اور اُنھوں نے وہ زمین رسول اللہ ؐ کو ہبہ کر دی تھی تو اُنھوں نے یہ اچھا نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایک چیز ہبہ کر دی اور پھر اس میں تصرّف کر لیا۔

یہ سُن کر امام ابوحنیفہ نے پھر گردن جھکائی اور کچھ سوچ کر بولے۔ نہیں وہ زمین جس میں وہ مدفون ہیں، نہ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہے اور نہ اُن دونوں کی، بلکہ وہ اپنی بیٹیوں کے حصّے میں دفن کیے گئے ہیں۔

فضال نے کہا، جی ہاں، میں نے اُس سے یہ بھی کہا تھا، مگر وہ تو یہ کہتا ہے کہ تمھیں معلوم ہی ہے کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انتقال فرمایا تو آپ ؐ نے اپنی نو ازواج چھوڑیں اور اب از روئے فقہ دیکھا جائے تو ہر زوجہ اس ترکہ میں برابر کی شریک ہے یعنی ہر زوجہ کا اس میں آٹھویں کا نواں حصّہ (یعنی بہتّرواں حصّہ) ہوتا ہے اور اگر اس حجرے کو دیکھا جائے تو اس میں ایک زوجہ کا ایک بالشت سے زیادہ حصّہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ دونوں ایک بالشت سے زائد حصّے میں کس حق سے دفن ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو یہ کہہ کر محروم کر دیا گیا کہ رسول اللہ ؐ نے کوئی میراث نہیں چھوڑی، بلکہ جو کچھ چھوڑا وہ سب صدقہ ہے تو پھر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو رسول اللہ ؐ کی میراث کیسے مل گئی ؟

یہ سن کر ابوحنیفہ نے لوگوں سے کہا، اسے اس کو بھگاؤ، یہ کوئی خبیث رافضی معلوم ہوتا ہے

(احتجاج صــ۲۰۷ـ)

④ ــــ ہشّام بن حکم اور ابو عبیدہ معتزلی کا مناظرہ

ایک مرتبہ ابو عبیدہ معتزلی نے ہشّام بن حکم سے کہا، ہمارے معتقدات کی صحت اور تمھارے اعتقادات کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہم لوگوں کی کثرت اور تمھاری قلّت ہے۔

ہشّام نے کہا، اچھا تو پھر یہ تمھارا اعتراض تنہا ہم لوگوں پر ہی نہیں ہے بلکہ حضرت نوحؑ پیغمبر پر بھی ہے کہ وہ اپنی قوم میں ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال زندہ رہے اور دن رات اپنی قوم کو راہِ نجات کی دعوت دیتے رہے مگر نتیجہ یہ نکلا کہ "مَا آمَنَ اِلَّا قَلِیْل"

اِس کے بعد ہشّام بن حکم نے متکلّمین کی ایک جماعت سے سوال کیا؛

یہ بتائیے اللہ تعالیٰ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مبعوث بر رسالت کیا تو انھیں نعمتِ تام دیکر بھیجا یا نعمتِ ناقص دیکر ؟

سب نے کہا، نعمتِ تام دیکر۔

ہشّام نے کہا، اچھا تو یہ بتائیے کہ ایک خاندان میں نبوّت وخلافت دونوں رہیں یہ نعمتِ تام ہے، یا، صرف نبوّت رہے خلافت نہ رہے، یہ نعمتِ تام ہے ؟

لوگوں نے کہا، نہیں، جب نبوّت وخلافت دونوں ہونگی تو اس کو نعمتِ تام کہا جائے گا۔

ہشّام نے کہا، پھر تم لوگوں نے خلافت کو دوسرے خاندان میں کیوں جانے دیا اور جب کبھی خاندانِ بنی ہاشم میں آئی تو تم لوگ اُن پر تلواریں برسانے لگے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۱ ص۲۳۷-۲۳۶)

⑤ ــــ محمّد بن نوفل اور حبیب بن نزار

محمّد بن نوفل کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ ہم ہیثم بن حبیب صیرفی کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت ابوحنیفہ وہاں پہونچ گئے۔ درمیان گفتگو میں حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السّلام کا ذکر ہونے لگا تو:

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے تو اپنے اصحاب کو حکم دے دیا ہے کہ ان شیعوں کے

سامنے تم لوگ حدیثِ غدیر کا اقرار ہی نہ کرو، ورنہ یہ لوگ بحث چھیڑ دیں گے۔

یہ سن کر ہیثم بن حبیب صیرفی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور بولا: اے نعمان! یہ لوگ کیوں اقرار نہ کریں، کیا یہ حدیث تمھارے پاس نہیں ہے؟

ابو حنیفہ نے کہا، یہ حدیث ہے اور ہم نے اس کی روایت بھی کی ہے۔

ہیثم نے پوچھا، پھر اقرار نہ کرنے کی وجہ کیا ہے جب کہ اس کی روایت ہم سے حبیب ابن ابی ثابت نے کی اور انھوں نے ابی طفیل سے اور انھوں نے زید بن ارقم سے کی کہ حضرت علی علیہ السلام نے مقامِ رحبہ میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا تھا کہ بتاؤ تم میں سے کس نے اس حدیث کو سنا تھا؟

ابو حنیفہ نے کہا، تم نہیں دیکھتے کہ لوگوں کو اس کے اقرار میں تامل تھا، اسی لیے تو حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں سے قسم دیکر پوچھا تھا۔

ہیثم نے کہا، تو کیا پھر ہم حضرت علی علیہ السلام کو جھٹلائیں یا اُن کے قول کو رد کریں؟

ابو حنیفہ نے کہا، نہیں، نہ انھیں جھٹلائیں نہ اُن کا قول رد کریں، مگر کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ لوگوں کا ایک گروہ غلو سے کام لیتا ہے؟

ہیثم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے بھرے ہوئے میدان میں یہ ارشاد فرمایا اور اس کے لیے ایک طویل خطبہ دیا اور ہم لوگ کسی غالی کے غلو یا کسی قائل کے قول کے خوف سے اس حدیث کو چھپائیں، یہ تو کوئی حق بات نہ ہوئی (بلکہ حق کو چھپانا ہو گیا۔)

ابھی گفتگو یہیں تک پہونچی تھی کہ ایک شخص مسئلہ پوچھنے کے لیے آ گیا، اور سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا، مگر یہ گفتگو کوفہ میں گشت کرنے لگی۔

راوی کا بیان ہے کہ میرے ساتھ بازار میں حبیب بن نزار بن حسان بھی تھا۔

وہ ہیثم کے پاس آیا اور بولا، کہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے قول کے متعلق جو تم سے ابو حنیفہ کی بحث ہوئی تھی اُس کی اطلاع مجھے پہونچ چکی ہے (اور یہ حبیب، بنی ہاشم میں سے کسی کا غلام تھا۔)

ہیثم نے اس سے کہا، اس حدیث کی بنیاد پر اکثر مناظرے ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے اس کو چھپاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ حج کے لیے گئے اور حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھ حبیب بھی تھا۔ ہم لوگوں نے آپؑ کو سلام کیا اور حبیب نے عرض کیا، یا ابا عبد اللہ (علیہ السلام) ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔

یہ سن کر حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کے چہرے سے ظاہر ہونے لگا کہ آپؑ کو یہ

بات پسند نہ آئی۔

حبیب نے کہا، یہ محمد بن نوفل ہیں جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔

آپؑ نے فرمایا، اے حبیب! ایسی باتیں نہ کیا کرو، لوگوں کے ساتھ میل جول سے رہو اور اپنے اعمالِ خیر بخلوصِ نیت بجالاؤ، اِس لیے کہ ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ اور قیامت کے دن وہ اُن اعمال کے ساتھ ہوگا جن کو وہ بخوشی و رغبت انجام دیتا تھا، اور اپنے اُن دوستوں کے ساتھ محشور کیا جائے گا جن سے دنیا میں محبت کرتا تھا۔ دیکھو! اپنے اور ہمارے خلاف لوگوں کو نہ اُٹھاؤ بلکہ اُن کے ساتھ مِل جُل کر رہو۔ جب اللہ چاہے گا ہمیں حکومت عطا فرمائے گا۔

یہ سُن کر حبیب خاموش ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے حبیب! تم سمجھے؟ ہمارے حکم کے خلاف نہ کرنا ورنہ ندامت اُٹھانی پڑے گی۔

حبیب نے کہا، جی ہاں میں سمجھ گیا آپؑ کی حکم عدولی نہ کروں گا۔

ابوالعبّاس کا بیان ہے کہ میں نے علی بن حسن سے محمد بن نوفل کے متعلق پوچھا۔

علی بن حسن نے کہا، یہ کوفے کا باشندہ ہے۔

میں نے پوچھا، کوفے میں کس قبیلے سے اس کا تعلّق ہے؟

علی بن حسن نے کہا، میرا خیال ہے کہ یہ بنی ہاشم کے غلاموں میں سے ہے۔ اور حبیب بن نزار بن حسان، یہ بھی بنی ہاشم کے غلاموں میں سے تھا۔ اس کی اور امام ابوحنیفہ کی گفتگو اس وقت ہوئی تھی جب بنی عبّاس کی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس لیے اس کو آلِ محمدؐ سے اپنی وابستگی کا اظہار ممکن نہ تھا۔ (امالی مفید صفحہ ۱۴)

(۶) محمّد بن مسلم کی گواہی کا واقعہ

ابی کہمس سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو:

آپؑ نے پوچھا (سُنا ہے کہ) ابن ابی لیلیٰ (قاضی) کے سامنے محمد بن مسلم ثقفی القصیر کسی گواہی کے لیے گیا تو اُس نے اُس کی گواہی قبول نہیں کی؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اب تم جب کوفہ جاؤ تو ابنِ ابی لیلیٰ سے تین مسئلے دریافت کرنا اور کہنا

کہ نہ تو قیاس سے اُن کا جواب دینا، اور نہ یہ کہنا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ کہ ایک شخص کو نمازِ فریضہ میں ابتدا کی دو رکعتوں میں شک ہوگیا اُس کے لیے کیا حکمِ شرع ہے؟

دوسرا مسئلہ، یہ کہ، ایک شخص کے جسم یا کپڑوں پر پیشاب لگ گیا، وہ کس طرح اس کی طہارت کرے۔

تیسرا مسئلہ، یہ کہ، ایک شخص نے جمرے کو سات کنکریاں ماریں، اُن میں سے ایک کنکری جمرے کو نہیں لگی، اب وہ کیا کرے؟

اور جب وہ ان سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو اُس سے کہنا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تم سے پوچھا ہے کہ پھر تم نے ایسے شخص کی شہادت کیوں رد کردی جو تم سے زیادہ احکامِ الٰہی کا جاننے والا ہے اور تم سے زیادہ سیرتِ رسولؐ سے واقف ہے۔

ابو کہمس کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ پہونچا تو سب سے پہلے ابنِ ابی لیلےٰ کے پاس گیا اور کہا، میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں مگر آپ اس کے جواب میں نہ یہ کہیں گے کہ یہ میرا قیاس ہے، یا، میرے اصحاب نے یہ کہا ہے۔

اُس نے کہا، پوچھو۔

میں نے کہا، آپ اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کو نمازِ فریضہ کی ابتدائی دو رکعتوں میں شک واقع ہوگیا ہو؟

یہ سُن کر وہ تھوڑی دیر گردن جھکائے سوچتا رہا، پھر سر اُٹھا کر بولا، ہمارے اصحاب کا یہ قول ہے کہ:

میں نے فوراً ہی کہا، دیکھیے، یہ شرط تو میں نے پہلے ہی کردی تھی کہ آپ اصحاب کے حوالے سے مسئلے کا جواب نہ دیں گے۔

اس نے پھر کہا، اِس مسئلے میں تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتا۔

میں نے کہا، اور اُس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں، جس کے جسم یا کپڑے پر پیشاب لگ گیا ہو، وہ اس کو کس طرح دھوئے (طاہر کرے)

یہ سُن کر اُس نے پھر گردن جھکا کر سوچنا شروع کیا، پھر بولا۔ میرے اصحاب کا یہ قول ہے

میں نے کہا، یہ شرط تو آپ سے پہلے ہی طے ہوچکی ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے حوالے سے کسی بھی مسئلے کا جواب نہ دیں گے۔

اُس نے پھر مسئلے کے جواب سے معذوری کا اظہار کردیا۔

میں نے کہا، اچھا یہ بتائیں کہ ایک شخص نے جمرے کو سات کنکریاں ماریں مگر اُن میں سے ایک کنکری درمیان ہی میں گر پڑی اب وہ کیا کرے ؟

اُس نے پھر سر جُھکا لیا، کچھ دیر سوچ کر بولا، میرے اصحاب کا یہ قول ہے۔

میں نے کہا، خدا آپ کو ہدایت دے، میری شرط یہ ہے کہ آپ اصحاب کے قول کے حوالے سے جواب نہیں دیں گے۔

اُس نے کہا، پھر میرے پاس تو اس کے سوا اور کوئی جواب ہی نہیں ہے۔

میں نے کہا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ سے پوچھا ہے کہ پھر آپ نے ایک ایسے شخص کی گواہی کیسے مسترد کر دی جو الٰہی احکام کا آپ سے زیادہ جاننے والا ہے اور آپ سے زیادہ سنّتِ رسولؐ کا جاننے والا ہے ؟

ابنِ ابی لیلیٰ نے پوچھا، وہ کون شخص ہے ؟

میں نے کہا، وہ محمد بن مسلم ثقفی قصیر ہے۔

اُس نے کہا، قسم کھا کر کہو، کیا واقعی حضرت جعفر بن محمدؑ نے تم سے یہ کہا ہے ؟

میں نے کہا، ہاں، خدا کی قسم حضرت جعفر بن محمدؑ علیہ السلام نے یہی کہا ہے۔

اُس نے فوراً اپنا آدمی بھیج کر محمد بن مسلم کو بُلایا اور اُس کی گواہی قبول کی۔

(رجال کشی صـ ۱۰۹)

• ـــــ علی بن عقبہ نے بھی ابی کہمس سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(الاختصاص صـ ۲۰۲)

⑦ ═══ محمّد بن مسلم

محمّد بن حکیم اور اُس کے ساتھی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے شریک کو دیکھا کہ وہ فلاں شخص کے باغ میں کھڑا ہے۔

ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ چلو شریک سے ملاقات کریں، اس وقت وہ تنہا ہے لہٰذا ہم اُس کے پاس پہونچے، اُسے سلام کیا، اُس نے جوابِ سلام دیا۔

ہم نے کہا، اے بندۂ خدا ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں ؟

اُس نے کہا، کس چیز کے متعلق ؟

میں نے کہا، نماز کے متعلق۔

اُس نے کہا، جو چاہتے ہو پوچھو۔

میں نے کہا، مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ یہ نہ کہیں کہ یہ فلاں فقیہ کا قول ہے یا یہ فلاں

فقیہ نے کہا ہے، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ اسناد کے ساتھ اس مسئلے کے متعلق جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کوئی حدیث بیان کریں۔

اُس نے کہا، مسئلہ تو نماز ہی کا ہے؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، جو چاہو پوچھو۔

میں نے پوچھا، یہ بتاؤ کہ قصرِ نماز کتنی مسافت پر واجب ہے؟

اُس نے کہا ابنِ مسعود کا قصرِ نماز کے متعلق یہ قول ہے اور فلاں کا یہ قول ہے۔

میں نے کہا، مگر میں تو پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ہمیں ان لوگوں کا قول نہیں چاہیے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث چاہیے ہے۔

اُس نے کہا، بخدا، کتنی بُری بات ہے کہ کسی شیخ سے نماز کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور کہا جائے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کوئی حدیث پیش کرو، چاہے اُسے کوئی حدیث یاد ہی نہ ہو۔ اور اس سے بھی بُری بات یہ ہے کہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف جھوٹ کوئی بات منسوب کر کے کہوں۔

میں نے کہا، ایک مسئلہ اور بھی ہے۔

اُس نے کہا، نماز ہی کے متعلّق ہے؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو جو چاہو پوچھ لو۔

میں نے پوچھا نمازِ جمعہ کس پر واجب ہے؟

اُس نے کہا، بات یہ ہے کہ میرے پاس اس سلسلے میں بھی کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہ جواب سُن کر ہم لوگ وہاں سے واپس ہونے لگے تو:

اُس نے کہا، یقیناً تم لوگوں کے پاس اس سلسلے میں کوئی حدیث ضرور ہے جب ہی تو یہ مسئلے مجھ سے دریافت کیے ہیں۔

میں نے کہا، جی ہاں۔ محمد بن مسلم ثقفی نے بیان کیا ہے مجھ سے اور اُن سے بیان کیا محمد بن علی نے، اُن سے بیان کیا اُن کے والد بزرگوار نے اور اُن سے اُن کے جدّ امجد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (شریک نے درمیان ہی میں ٹوکا)

کیا وہی ثقفی جو لمبی داڑھی والا ہے؟

میں نے کہا، ہاں وہی۔

شریک نے کہا، حدیث کے سلسلے میں تو وہ موثق ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ وہ فرقۂ خشبیہ سے تعلق رکھتا ہے اس کے بعد کہا اچھا بتاؤ ثقفی نے کون سی روایت بیان کی؟

میں نے کہا، ثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ ۲۴ میل کی مسافت پر نماز قصر ہوجاتی ہے۔ اور جب پانچ مسلمان جمع ہوجائیں اور اُن میں ایک امام (جماعت) ہو تو نمازِ جمعہ واجب ہوجاتی ہے۔ (رجال کشی ص ۱۱۱)

⑧ — مومنِ طاق اور زید بن علیؑ سے گفتگو

مومنِ طاق جن کا نامِ نامی محمد بن علی بن نعمان ابوجعفر احول ہے۔ اُن سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ زید بن علی آئے اور انھوں نے کہا:

اے محمد بن علی! تم وہی تو ہو جس کا یہ خیال ہے کہ آلِ محمدؐ میں کوئی امام مفترض الطاعۃ یقیناً ہوتا ہے جو آنکھ سے پہچان لیا جاتا ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں، اور آپ کے والد بھی امام مفترض الطاعۃ تھے جن پر میرا ایمان ہے۔ (رجال کشی ص ۱۲۳)

⑨ — مومنِ طاق کا ضحاک خارجی سے مناظرہ

ابو مالک احمسی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب ضحاک شاری (خارجی) نے کوفہ میں خروج کیا تو لوگ اس کو امیر المومنین کہنے لگے اور وہ لوگوں کو اپنی امامت کی دعوت دینے لگا۔

ایک دن مومنِ طاق اُس کے پاس پہونچے۔ انھیں دیکھتے ہی اُس کے ماننے والے خوارج اُن کی طرف جھپٹے۔

اُنھوں نے کہا، میں تم لوگوں کی طرف مائل ہوں۔

یہ سُن کر اُن کا سردار آگے بڑھا۔

اُنھوں نے کہا، مجھ میں دینی بصیرت ہے اور میں نے سُنا ہے کہ تم انصاف پسند انسان ہو اس لیے چاہا کہ تمھارے گروہ میں شامل ہوجاؤں۔

یہ سُن کر ضحاک نے اپنے ساتھیوں سے کہا، ان کو اپنے گروہ میں شامل کرلو کیونکہ ان سے ہمیں فائدہ پہونچے گا۔

اِس کے بعد مومنِ طاق، ضحاک سے مخاطب ہوئے اور پوچھا، آخر آپ لوگ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ پر تبرّا کیوں کرتے ہیں اور اُنکی آلؑ کو قتل کرنا اور اُن سے جنگ کرنا حلال و جائز کیوں جانتے ہیں ؟

ضحاک نے کہا، اس لیے کہ اُنھوں نے دینِ خدا میں غیرِ خدا کو حَکَم بنایا، اور جو شخص دینِ خدا میں غیرِ خدا کو حکم بنائے ہم اس کا قتل حلال جانتے ہیں۔

مومنِ طاق نے کہا، اچھا، یہ بات ہے تو ذرا اپنا دین بھی تو بتاؤ، تاکہ میں تمہارے دین میں داخل ہونے سے قبل کچھ معلومات حاصل کروں، آپ اپنے دین کی حقّانیت کے دلائل پیش کریں، پھر میں بھی اپنے دین کے حق ہونے پر دلائل پیش کروں گا، تاکہ یہ پتہ چلے کہ حق بجانب کون ہے اور غلطی پر کون ہے ؟ مگر اس کے لیے ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی شخص فیصلہ کرنے والا بھی تو ہونا چاہیے۔

ضحاک نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ ہمارے اور تمھارے درمیان بحث پر فیصلہ کرے گا۔ یہ شخص عالمِ دین ہے۔

مومنِ طاق نے کہا، تم نے اپنے دین میں جس پر ہمارے اور آپ کے درمیان بحث ہوگی اِن صاحب کو حَکَم مقرر کیا ہے ؟

ضحاک نے کہا، ہاں۔

یہ سُن کر مومنِ طاق نے اُس کے ساتھیوں سے خطاب کیا اور کہا۔ اے لوگو سنو ! تمھارے سردار نے دینِ الٰہی میں اِن صاحب کو حکم تسلیم کر لیا۔ اب بولو ! کیا کہتے ہو ؟

یہ سُن کر سب لوگ ضحاک پر لوٹ پڑے اور تلواریں مار مار کر اُسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ (رجال کشی ص ۱۲۴)

(۱۰) = مومنِ طاق اور ابنِ ابی العوجاء دہریہ

ابو جعفر احول (مومنِ طاق) سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابنِ ابی العوجاء نے کہا، اگر کسی نے کوئی شے بنائی یا ایجاد کی اور اُسے علم ہے کہ وہ شے اُس کی بنائی ہوئی ہے تو کیا وہ اُس کا خالق نہیں ہو سکتا۔ ؟

میں نے کہا، ہاں۔ وہ خالق ہو سکتا ہے۔

اُس نے کہا، اچھا، تم مجھے ایک یا دو مہینے کا موقع دو۔ میں اپنی خالقیت تمھیں

دکھادوں گا۔

اِس کے بعد میں حج کو گیا تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، ابنِ ابی العوجاء نے تمھارے لیے دو بکریاں فراہم کررکھی ہیں۔ وہ اُن کو لے کر اپنے اصحاب کے ساتھ تمھارے پاس آئے گا اور وہ بکریاں دکھائے گا جن میں نرے کیڑے بھرے ہوئے ہوں گے اور کہے گا۔ دیکھو یہ کیڑے میرے عمل سے پیدا ہوئے ہیں (میں ان کا خالق ہوں)

تم اُس سے کہنا کہ اگر تو اِن کا خالق ہے اور تو نے انھیں ایجاد کیا ہے تو یہ بتا کہ ان میں نر کیڑے کون سے ہیں اور مادہ کون سے ہیں۔ ؟

پھر وہ تم سے یہ کہے گا کہ کیا تمھارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ اللہ غنی ہے ؟

تم کہنا، ہاں بیشک وہ غنی ہے۔

پھر وہ کہے گا کہ کیا تمھارے نزدیک وہ غنی ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس نہ سونا ہو نہ چاندی ؟

تم کہنا، ہاں۔

وہ کہے گا یہ کیسے ممکن ہے۔ ؟

تم کہنا کہ تمھارے نزدیک غنی وہ ہے جس کے پاس سونا، چاندی ہو، تجارت وغیرہ کے اموال ہوں۔ مگر یہ سب چیزیں انسان اپنے عمل سے حاصل کرلیتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ ان معنی میں غنی نہیں، بلکہ وہ تو ان اموال کے پیدا کرنے کے اسباب وذرائع پیدا کرنے والا ہے اور لوگوں کو (اپنے بندوں کو) غنی بناتا ہے۔ (اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں اور وہ ہر شے سے مبرّا و غنی ہے۔)

الغرض امام علیہ السلام کی یہ ہدایات سن کر میں واپس کوفے پہونچا تو ابن ابی العوجاء سے ملاقات ہوئی۔ اس نے میرے سامنے دونوں مسائل (کیڑے ایجاد کرنے کا عمل اور اللہ کے غنی ہونے کا اعتقاد) بیان کیے۔ اور میں نے حسبِ ہدایت امام ابوعبداللہ علیہ السلام اُس کے مسائل کے جوابات دیے۔ تو:

وہ کہنے لگا کہ یہ سوال وجواب تیرے دماغ کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ میرے خیال کے مطابق حجاز سے اونٹ پر لائے گئے ہیں۔

⑪ ــــ مومنِ طاق اور امام ابو حنیفہ

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ مومنِ طاق کے پاس آئے اور کہا: (اے گروہِ علیؑ) اے شیعو! ہمیں تم لوگوں کے بارے میں ایک بات معلوم ہوئی ہے۔

مومنِ طاق نے کہا، وہ کیا؟

امام ابوحنیفہ نے کہا، ہم نے سُنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو تم لوگ اُس کا بایاں (اُلٹا) ہاتھ توڑ دیتے ہو، تاکہ اُس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں ہی دیا جائے۔

مومنِ طاق نے کہا، یہ تو ہم پر تہمت لگائی گئی ہے۔ اور اے نعمان! ہم نے بھی تم گروہِ مرجئہ کے متعلق ایک بات سُنی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، وہ کیا؟

مومنِ طاق نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو تم لوگ میّت کے مبرز (دُبر) کو چاک کر کے اس میں بہرحال پورا ایک گھڑا پانی بھر کر دُبر کو سی دیتے ہو تاکہ وہ پانی بحفاظت جمع رہے اور قیامت کے دن اس کو پیاس نہ لگے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، ہم پر بھی تہمت ہی لگائی گئی ہے جیسے تم پر تہمت ہے۔

(رجال الکشی ص ۱۲۵)

⑫ ــــ اصحابِ امام جعفر صادق علیہ السلام اور مردِ شامی کی گفتگو

ہشام بن سالم سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مردِ شامی آیا، اور ملاقات کی اجازت طلب کی۔ آپؑ نے اجازت دی۔ وہ اندر داخل ہو کر سلام بجا لایا۔ جوابِ سلام کے بعد آپؑ نے اُس کو بیٹھنے کے لیے اشارہ فرمایا۔ اور اُس سے دریافت فرمایا کہ اے شخص اپنی حاجت بیان کرو۔

اُس نے عرض کیا، میں نے سُنا ہے کہ آپؑ اتنے بڑے عالم ہیں کہ آپؑ سے جو بات پوچھی جائے وہ بتادیتے ہیں، اس لیے میں آپؑ کے پاس آیا ہوں تاکہ مناظرہ کروں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا، کس بات میں مناظرہ کروگے ؟
اُس نے کہا، قرآن، اُس کے حروفِ مقطّعات، اُس کے جزم، زیر، زبر اور پیش (اعراب) کے متعلق۔
آپؑ نے حمران کو آواز دیکر بلایا اور فرمایا، تم اس شخص سے گفتگو کرو۔
مردِ شامی نے کہا، میں تو آپؑ سے بات کروں گا، حمران سے نہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اس میں کیا بات ہے، اگر تم اُن پر غالب آگئے تو سمجھ لینا کہ مجھ پر غالب آگئے۔
یہ سُن کر مردِ شامی حمران کی طرف متوجہ ہوا اور پے در پے بہت سے سوال کیے، یہانتک کہ سوال کرتے پریشان ہوگیا لیکن حمران اُس کے سوالات کا جواب دیتے رہے اور بالکل نہ گھبرائے۔
حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے پوچھا (اے مردِ شامی) بتا، تو نے حمران کو کیسا پایا ؟
اُس نے کہا، یہ بڑا ماہر و حاذق ہے۔ میں نے جو سوال بھی کیا، اس نے فوراً ہی جواب دیا۔
آپؑ نے فرمایا، اے حمران ! اب تم اس مردِ شامی سے سوال کرو۔
(پھر کیا تھا) حمران نے بھی اُس پر سوالات کی بھرمار شروع کردی۔
مردِ شامی نے کچھ دیر کے بعد کہا، یا ابا عبداللہؑ ! اگر مناسب سمجھیں تو اب عربی ادب پر گفتگو شروع کریں۔
آپؑ نے فرمایا، بہتر ہے، معاً آپؑ نے ابان بن تغلب کو بلا کر فرمایا، کہ تم اس شامی سے عربی ادب پر گفتگو کرو۔
اُنھوں نے بھی اُس سے گفتگو کی اور اپنی قابلیت کا سکّہ جما دیا۔
مردِ شامی نے کہا، اب میں فقہ پر کچھ گفتگو کروں گا۔
آپؑ نے زرارہ کو بلا کر فرمایا کہ اس مردِ شامی سے فقہ پر گفتگو کرو۔
زرارہ نے بھی اُس کو زیادہ بولنے نہ دیا۔
اُس نے کہا، اب میں علمِ کلام پر بحث کروں گا۔
آپؑ نے فرمایا، اے مومنِ طاق ! اس سے بحث کرو۔
مومنِ طاق نے کچھ اس انداز سے بحث شروع کی کہ وہ کچھ دیر بھی گفتگو نہ کر سکا اور کہنے لگا

اَب میں مسئلۂ جبر و اختیار پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے طیّار سے فرمایا، اس مسئلہ میں تم بحث کرو۔

اُنھوں نے بھی اُس سے بحث کی اور اُسے بولنے نہ دیا۔

اُس نے کہا، اب میں مسئلۂ توحید پر گفتگو کروں گا۔

آپؑ نے ہشّام بن سالم سے گفتگو کرنے کو فرمایا۔

ہشّام نے بھی اُس کا ناطقہ بند کر دیا۔

پھر اُس نے مسئلۂ امامت پر بحث کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

آپؑ نے ہشّام بن حکم سے فرمایا، تم اس سے بحث کرو۔

انھوں نے ایسی عمدہ بحث کی کہ وہ پھنس کر رہ گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ ان بحثوں کو سُن کر حضرت ابو عبداللہ علیہ السّلام اس طرح ہنسے کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔

مردِ شامی نے کہا، گویا آپؑ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ میرے شیعہ اتنے قابل ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں، ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا، اے شامی برادر! حمران نے تم کو اصل موضوع سے ہٹایا، اور تم ہٹ گئے۔ وہ اپنی چرب زبانی سے تم پر غالب آگیا، پھر اپنی چرب زبانی سے ابان بن تغلب تم پر غالب رہا، اور حق کو باطل میں مخلوط کر کے غلبہ حاصل کیا، اور زرارہ نے قیاس سے تم پر غلبہ پا لیا، اور طیّار جو ایک آزاد پرندے کی طرح کبھی اوپر جاتا تھا اور کبھی نیچے، اُس کے سامنے تم اُس چڑیا کے مانند تھے جو قفس میں مقیّد ہو، اور ہشّام بن سالم وہ ایک سُرخاب کے مانند کبھی نیچے اُترا اور کبھی اوپر اُڑ گیا پھر ہشّام بن حکم، وہ تو حق ہی بولتا رہا اور تمھارے لیے بالکل راہِ فرار نہ چھوڑی، اُس وقت تم "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" کے مثیل تھے۔ اے بھائی شامی! سنو! اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا حق لیا اور کچھ باطل، پھر دونوں کو مخلوط کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ پھر انبیاء بھیجے گئے تاکہ اُنھیں اِن دونوں میں فرق بتائیں انبیاء اور اوصیاء نے ان دونوں (حق و باطل) کے فرق کو اچھی پہچان لیا، اور اوصیاء سے پہلے انبیاء بھیجے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کیلئے کس کو مخصوص فرمایا ہے۔ (اور اگر حق و باطل مخلوط نہ ہوتے) حق اپنی حد میں اور باطل اپنی حد میں ہوتے تو انسان کو نہ کسی نبی کی ضرورت لاحق ہوتی، نہ کسی وصی کی۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل دونوں کو مخلوط کر کے رکھا ہے اس لیے انبیاء اور ائمہ کا کام یہ ہے کہ ان دونوں کو جُدا جُدا کریں۔

شامی نے کہا، واقعاً، جو شخص آپؑ کی صحبت اختیار کرے گا وہ فلاح پائے گا۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں جبرئیل ومیکائیل واسرافیل آکر بیٹھا کرتے تھے وہ سب آسمان کی طرف پرواز کرتے اور وہاں کی خبروں سے آپؐ کو مطّلع کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کی صحبت میں ایسا تھا تو یہاں ہماری مصاحبت میں بھی ویسا ہی ہے۔

شامی نے عرض کیا، یاحضرت! مجھے بھی آپؑ اپنے شیعوں میں داخل فرمالیں اور دینی تعلیم سے مستفیض فرمائیں۔

آپؑ نے ہشام سے فرمایا، انھیں تم تعلیم دو، میں چاہتا ہوں کہ یہ تمھاری شاگردی اختیار کر کے قابل وفاضل بن جائیں۔

علی بن منصور اور ابومالک خضرمی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ وہ شامی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی وفات کے بعد ہشام کے پاس برابر آتا رہا اور شام سے اُن کے لیے تحفے لاتا اور ہشام اس کو عراق کے تحائف دیا کرتے تھے۔ وہ شامی بڑا ذکی القلب اور نہایت سمجھدار تھا۔ (الصحاح جلد ۵ صـ ۱۹۲۷ طبع مصر)

۱۳ حُریز اور امام ابوحنیفہ

حُریز سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ اُن کے سامنے بہت سی کتابیں رکھی ہوئی ہیں اور اتنی ہیں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

اُنھوں نے کہا، یہ ساری کتابیں صرف ایک مسئلۂ طلاق پر ہیں اور تم لوگ یہ...... یہ یہ کہہ کر وہ اپنے ہاتھ اُلٹنے پلٹنے لگے۔ (ان کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔)

میں نے کہا، ہم لوگوں نے ان سب کتابوں کو ایک جملہ میں سمیٹ رکھا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے پوچھا، وہ کیا؟

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ج (سورۃ الطلاق پ۲۸ آیت ۱)

ترجمہ: اے (ہمارے) نبیؐ! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُنھیں اُن کی عدّت کے مطابق (ایامِ حیض کے بعد طلاق دو اور عدّت کا شمار رکھو۔)

اُنھوں نے کہا، مگر تم لوگ سوائے روایت کے اور کچھ نہیں جانتے۔
میں نے کہا، یہ بات تو آپ صحیح کہتے ہیں۔
اُنھوں نے کہا، اچھا، میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ایک غلام مکاتب ایک ہزار درہم پر ہے (یعنی وہ ایکہزار درہم کما کر ادا کردے اور آزاد ہو جائے) اُس نے نوسو ننانوے (۹۹۹) درہم ادا کر دیے ہیں، ایک درہم ابھی ادا کرنے کے لیے باقی ہے کہ وہ زنا کا مرتکب ہو گیا۔ اب اُس پر تم حد کس طرح جاری کروگے ؟
میں نے کہا، بعینہ اس مسئلہ پر ایک حدیث ہے اور وہ اس طرح بیان ہوئی ہے کہ محمد بن مسلم نے حضرت امام ابوجعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام غلامِ مکاتب کی ادائیگی کے مطابق ایک تہائی یا نصف یا اس سے بھی کم کوڑے لگوایا کرتے تھے۔
اُنھوں نے کہا، چلو یہ بات تو مان لی، مگر میں ایک اور مسئلہ پوچھتا ہوں جس کے متعلق تمھارے پاس کوئی حدیث نہ ملے گی۔ بتاؤ اونٹ کے برابر ایک مچھلی سمندر سے نکالی گئی تم اُسے کیا کہوگے، حرام یا حلال ؟
میں نے کہا، اونٹ کے برابر ہو کوئی مچھلی یا گائے کے برابر، اگر فلوس (چھلکے یا کرن) اُس کے اوپر ہیں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ (رجال کشی صـ ۲۴۴)
● ـــ عیاشی نے بھی جعفر بن احمد سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔
(الاختصاص صـ ۲۰۶)

(۱۴) ـــ محمّد بن مسلم اور امام ابوحنیفہ

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شب میں اپنے مکان کی چھت پر سو رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
میں نے پوچھا کون ؟
آواز آئی، اللہ تمھارا بھلا کرے۔
میں نے جھانک کر دیکھا تو ایک عورت کھڑی تھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے ؟
اُس نے کہا، ایک عورت کو دردِ زہ عارض ہوا اور وہ اسی میں مر گئی مگر اُس کے شکم میں جو بچّہ ہے وہ زندہ ہے (حرکت کر رہا ہے کبھی اوپر جاتا ہے کبھی نیچے آتا ہے۔) اب اُس کے لیے حکمِ شریعت کیا ہے ؟
میں نے کہا، اے کنیزِ خدا ! حضرت امام محمد بن علیؑ بن الحسینؑ الباقر علیہ السلام سے

بھی اسی قسم کا مسئلہ پوچھا گیا تھا تو آپؑ نے فرمایا تھا:

"میّت کا پیٹ چاک کر کے بچّے کو نکال لیا جائے۔"

لہٰذا اے کنیزِ خدا! تو بھی ایسا ہی کر۔ مگر یہ بتا دے کہ تجھے میرے پاس کس نے بھیجا ہے؟ کیونکہ میں نے تو خود کو چھپا رکھا ہے۔

اُس نے کہا، خدا آپ پر رحم فرمائے، میں نے امام ابو حنیفہ سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ محمد بن مسلم ثقفی کے پاس چلی جاؤ وہ تمھیں اس مسئلے کا صحیح جواب دیں گے۔ اور وہ جو جواب تمھیں دیں واپسی پر مجھے بھی بتا دینا۔

میں نے کہا، اچھا جاؤ، خدا حافظ۔

دوسرے دن میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ امام ابو حنیفہ یہی مسئلہ اپنے اصحاب سے پوچھ رہے ہیں میں کھانسنے لگا تو بولے:

"خدا کے لیے چھپے ہی رہو، ہمیں بھی زندہ رہنے دو۔"

- مناقب میں بھی محمد بن مسلم سے یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۲ ص ۲۳۱)
- اختصاص میں ابنِ فضال سے اسی کے مثل روایت تحریر ہے۔

(الاختصاص ص ۲۰۳)

(۱۵) مسئلۂ متعہ پر امام ابو حنیفہ اور مومنِ طاق میں بحث

علی سے ایک مرفوع روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ نے ابو جعفر محمد بن نعمان مومنِ طاق سے پوچھا، تمھارا متعہ کے متعلق کیا خیال ہے، کیا تم اس کو جائز سمجھتے ہو؟

انھوں نے کہا، جی ہاں۔

امام ابو حنیفہ نے کہا، پھر تم اپنی عورتوں سے کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ متعہ کریں؟ اور تمھارے لیے کمائی کریں؟

مومنِ طاق نے کہا، اس کو بطور پیشہ تو اختیار نہیں کیا جا سکتا اگرچہ وہ (متعہ) جائز و حلال ہے۔ لوگوں کے مختلف طبقے اور مرتبے ہیں اسی کے مطابق اُن کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ اچھا، اے ابو حنیفہ! تم نبیذ (شراب) کے متعلق کیا کہتے ہو، (کیا یہ صحیح ہے کہ) تم اس کو حلال جانتے ہو؟

امام ابو حنیفہ نے کہا، ہاں۔

مومنِ طاق نے کہا، پھر اپنی عورتوں کو دُکانوں پر کیوں نہیں بٹھاتے کہ وہ وہاں بیٹھ کر نبیذ فروخت کریں اور تمھارے لیے زیادہ سے زیادہ مال کمائیں۔ ؟

امام ابوحنیفہ نے کہا، ایک چوٹ میں نے کی تھی، یہ تم نے اُس کے جواب میں کہا ہے۔ مگر یہ تمھارا تیر زیادہ چھیدنے والا ہے۔ اس کے بعد کہا، اے ابوجعفر! سورۂ سئال سائل نیں اللہ نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے کہ متعہ منسوخ ہوچکا ہے۔

ابوجعفر مومنِ طاق نے جواب دیا۔ سورۂ "سال سائل"، مکّی ہے اور متعہ کی آیت مدنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس حدیث کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ تو شاذ اور ردّی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا اور آیتِ میراث بھی تو کہتی ہے کہ متعہ منسوخ ہوچکا ہے۔

ابوجعفر مومنِ طاق نے کہا، مگر بغیر میراث والا نکاح تو ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، یہ تم نے کیسے کہا؟

ابوجعفر مومنِ طاق نے کہا، اچھا یہ بتاؤ کہ ایک مسلمان نے زنِ کتابیہ سے تزویج و نکاح کیا، پھر وہ مرگیا، تم اُس کی زوجہ کے بارے میں کیا کہتے ہو، کیا وہ میراث پائے گی؟

امام ابوحنیفہ نے کہا، نہیں، وہ میراث نہیں پائے گی۔

ابوجعفر مومنِ طاق نے کہا، اسی سے بغیر میراث والا نکاح ثابت ہوگیا۔

اس کے بعد دونوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کی۔ (کافی جلد ۵ ص ۴۵۰)

(۱۶) — محمد بن مسلم ثقفی سے اغیار کا اخذ فقہ

ابن ابی لیلےٰ سے روایت ہے

کہ ایک مدّعی اپنے مدعا علیہ کو لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا، اس شخص نے میرے ہاتھ یہ کنیز فروخت کی مگر جب میں نے اس کے پیر (ٹخنے) کھول کر دیکھے تو اُن پر بال نہ تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن پر کبھی بھی بال نہ اُگیں گے۔

ابنِ ابی لیلےٰ نے کہا، لوگ اس طرح کے حیلے کرتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بُرا ماننے کی بات ہی نہیں ہے۔

اُس نے کہا، اے قاضی! اگر بال نہ ہونا عیب ہے تو آپ فیصلہ کریں۔

ابنِ ابی لیلےٰ نے کہا، اچھا ٹھہرو، میں اندر سے ہو کر ابھی واپس آتا ہوں، میرے

پیٹ میں شدید درد ہو رہا ہے۔

یہ کہہ کر وہ گھر میں گیا اور دوسرے دروازے سے نکل کر محمد بن مسلم کے پاس پہونچا اور اُن سے کہا کہ بتائیے، جس عورت کے ٹخنوں (پیروں) پر بال نہ ہوں اس کے متعلق آپ کے پاس امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کا کوئی قول ہے؟ کیا اس کا شمار عیب میں ہوگا؟

محمد بن مسلم ثقفی نے کہا اس پر کوئی نص تو مجھے نہیں معلوم، لیکن حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے آبا ء سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "ہر وہ چیز جو اصلِ خلقت سے کم یا زیادہ ہو، وہ عیب ہے"۔

ابنِ ابی لیلےٰ نے کہا بس بس اتنا ہی کافی ہے۔

اِس کے بعد وہ وہاں سے پلٹ کر آیا اور فیصلہ سُنا دیا کہ یہ عیب ہے۔

(الکافی جلد ۵ صہ ۲۱۵)

● ـــــ شریک بن عبد اللہ قاضی کے چچازاد بھائی حسن بن سعید سے روایت ہے کہ اعمش بیمار تھا اور اُسی بیماری میں وہ مر گیا۔

ایک دن میں اُس کی عیادت کو گیا۔ اتفاقاً اُسی وقت ابنِ شبرمہ و ابنِ ابی لیلےٰ و امام ابوحنیفہ بھی عیادت کو آئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ کمزوری شدید ہے۔ (یہ بھی کہا کہ) "مجھے اپنے گناہوں سے بڑا ڈر معلوم ہو رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا، اے ابو محمد! اب تو اللہ سے ڈرو، یہ تمھارے لیے دنیا کا آخری سفر ہے اور اس کے بعد آخرت کا پہلا دن ہوگا۔ تم حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں جو احادیث مجھ سے بیان کیا کرتے تھے، کاش اُن سے توبہ کر لو۔

اعمش نے کہا، کون سی حدیثیں۔ مثلاً؟

اُنھوں نے کہا، مثلاً وہ عبایہ والی حدیث کہ "حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں قسیم النّار ہوں"

یہ سُن کر اعمش (کو غیظ آیا اور) بولے: اے یہودی! تو مجھ جیسے شخص سے یہ کہتا ہے۔ اچھا، ذرا مجھے تکیہ لگا کر بٹھاؤ۔

پھر کہنے لگے اُس ذات کی قسم جس کی طرف میں پلٹ کر جانے والا ہوں کہ مجھ سے موسیٰ بن طریف نے بیان کیا، اور یقین کرو کہ اس سے بہتر میں نے کسی اسدی کو نہیں پایا:

اُس نے یہ بیان کیا "میں نے عبایہ بن ربعی امام الحیؑ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے حضرت علی علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ آپؑ نے فرمایا کہ "میں قسیم النّار ہوں، میں جہنم سے کہوں گا کہ یہ میرا دوست ہے اس کو چھوڑ دے (گزند نہ پہونچا) اور یہ میرا دشمن ہے اس کو لے لے۔"

نیز مجھ سے ابو المتوکل ناجی نے جو حجاج کے اُمراء میں سے تھا، ابو سعید خدری کی یہ روایت بیان کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا ہم اور علیؑ پل صراط پر بیٹھ جائیں گے، پھر کہا جائے گا کہ تم دونوں جنّت میں داخل کرو اُن لوگوں کو جو مجھ پر ایمان لائے ہیں اور تم دونوں سے محبت کرتے ہیں، نیز جہنّم میں داخل کرو اُن لوگوں کو جو مجھ پر ایمان نہیں لائے اور تم دونوں سے بغض رکھتے ہیں۔

ابو سعید خدری نے یہ روایت بھی بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا جو مجھ پر ایمان نہیں لایا، اور وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے علیؑ سے محبت نہیں کی۔" اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

"اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۝"

(سورہ ق پ۲۶ آیت ۲۴)

ترجمہ: (تم دونوں ہر انکار کرنیوالے (حق سے) عناد رکھنے والے کو جہنّم میں ڈال دو۔)

راوی کا بیان ہے پھر امام ابو حنیفہ نے اپنا ازار سنبھالا اور کہا۔ اب ہم لوگ یہاں سے اُٹھ کر چلیں، کہیں ابو محمد اس سے بھی بڑھ کر کوئی حدیث نہ سُنا دیں۔

حسن بن سعید کا بیان ہے کہ مجھ سے شریک بن عبد اللہ نے کہا کہ پھر ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ اعمش دنیا سے کوچ کر گئے۔ اللہ اُن پر رحم فرمائے۔

جمعہ ۲ جنوری ۱۹۸۷ء

تمّت بالخیر